

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224115

UNIVERSAL
LIBRARY

محمود المودودي

تہذیب الاخلاق

Checked 1978

Checked 1988

جلد پنجم

بابت سال تمام سنہ ۱۲۹۱ ہجری

مطبعة مطبع علميکة انستیتوت

بہتنام حافظ عبد الرزاق

سنہ ۱۲۹۱ ہجری مطابق سنہ ۱۸۷۴ ع

اطلاع

بکھشت ممبران و خریداران تہذیب الاخلاق

اُن صاحبوں کو جن کے پاس تہذیب الاخلاق سنہ ۱۲۹۱ ہجری جمع ہی مناسب
 ہی کہ اب اُس کو ایک جلد میں منجول فرمائیں اور یہہ دو ورقہ جس میں پہلا ورق
 بطور تئیتل پیچ کے ہی اور دوسرے ورق پر فہرست مضامین ہی اس جلد کے اول لکائی
 تاکہ وہ سب پوچھے بصورت کتابت بن جائیں اور فہرست سے مضامین کا نکالنا جب چاہیں
 آسان ہو جاوے *

فہرست مضامین تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۲۹۱ ہجری

نمبر	نام مضمون	نام مصنف	صفحہ	نمبر	نام مضمون	نام مصنف	صفحہ
۱۷۳	اختتام و شروع سال جدید	سید احمد	۲	۱۸۷	من تشبہہ بقرن کو شیعہ حدیث		
۱۷۴	انسان کی زندگی کی تین ریلاں کی	...		۱۸۸	تہذیب کہتے	سید اقبال علی	۱۲۱
۲۷۵	تین سے مشابہہ ہی	منشی مشتاق حسین	۵	۱۸۹	مضمون نچہ ختم رسالہ	سید احمد	۱۲۳
...	اصل شایستگی پھال کی شایستگی	...		۱۹۰	دائع البہتان	سید احمد	۱۲۴
...	منشی مشتاق حسین	۱۰		۱۹۱	معاذہ بنام فہارائے مصنفانہ	سید مصدقہ و تعالیٰ	۱۵۸
۱۷۶	اسلام کی دنیوی برکتیں	منشی چراغ علی	۱۴	۱۹۲	خط مروری عبدالرحمن صاحب		
۱۷۷	حب ایمانی اور حب انسانی	سید احمد	۵۸	۱۹۳	کلیاتی	مروری عبدالرحمن	۱۵۹
۱۷۸	اندوس مسلمانوں کے حال پر	سید احمد	۵۹	۱۹۴	تہذیب چنڈا مدرستہ العلوم	مروری عبدالرحمن	۱۵۹
۱۷۹	مدرستہ العلوم کی روئدادیں تہذیب	...		۱۹۵	سید احمد خاں کی تکفیر کی تردید	حافظ مصدق حسین	۱۶۲
...	الاخلاق میں نہ چھپیں	سید احمد	۲۰	۱۹۶	علامات قرأت	سید احمد	۱۶۵
۱۸۰	مباحثہ نئی تہذیب اور پرانے	...		*	خط مروری مصدق یعقوب صاحب	مصدق یعقوب	۱۷۰
...	خیالات کا	فارقلیط اللہ	۲۰	۱۹۵	سرگزشت دا تہذیب	سید احمد	۱۷۲
۱۸۱	تفسیر السموات	سید احمد	۷۸-۷۹-۸۰-۸۱	۱۹۶	تہذیب اور اُسکی تاریخ اور انحال		
۱۸۲	مسلمانان یارنند	رابرت شا صاحب	۷۸	۱۹۷	انسانی کے بقاعدہ ہرنے کا ثبوت	ہندوستان میں مکمل صاحب	۱۷۳
۱۸۳	چنڈہ گرجا اترالہ و ضلع ہستی متعلق	...		۱۹۸	مسلمانوں کا انکس	سید احمد	۱۸۶
...	مدرستہ العلوم	منشی مشتاق حسین	۸۸	۱۹۹	مانسیر ایف گیزو صاحب کا پہلا		
۱۸۴	سلسلہ تعلیم مدرستہ العلوم مسلمانان	مرزا رحمہ اللہ بیگ	۹۰	۲۰۰	مانسیر ایف گیزو صاحب کا دوسرا		
۱۸۵	مراسلہ مہدی علی بنام منشی	مانسیر ایف گیزو صاحب کا تیسرا		
...	ماجد علی	مروری مہدی علی	۱۰۴	...	لکچر	گیزو	۱۸۷
۱۸۶	تقرر کمیٹی ہائے تعلیم مدرستہ العلوم	لکچر	گیزو	۱۹۸
...	ترمیم ذمہ د	سید احمد	۱۱۴	...	لکچر	گیزو	۲۱۶
				۲۰۱	لکچہ اللہ علی اکبر بنیں	مروری مہدی علی	۲۲۲

حساب جمع خرچ پرچہ تہذیب الاخلاق بابۃ سنہ ۱۲۹۱ ہجری

[illegible]

لا	مرزا جلال الدین صاحب - کلیل عدالت دیوانی بنارس بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	منشی محمد معصوم علی خان صاحب پیشکار تحصیل هاترس بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	مولوی محمد کریم صاحب قزقی کلکتر بهادر الہ آباد ابتدای سنه ۱۲۹۰ هجری لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	قاضی شہاب الدین صاحب بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	شیخ الہی بخش صاحب ٹھیکہ دار از میرٹھ ابتدای شوال سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	منشی محمد عبدالستار صاحب وکیل عدالت دیوانی گورکھ پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	منشی محمد معصوم خان صاحب منصرم عدالت حاجی گورکھ پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	منشی صفدر حسین خان صاحب ناظر عدالت دیوانی گورکھ پور ابتدای سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	مولوی علی احمد صاحب وکیل منصفی بانسی بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	شیخ غلام حسن صاحب تاجر پشمینہ از امرتسر ابتدای سنه ۱۲۹۰ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	مولوی محمد عبدالرحمن خان صاحب کیمانی مدرس و حاکم اپیل عدالت دیوانی و فوجداری اردی پور میواڑ ابتدای شوال سنه ۱۲۸۷ لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	منشی محمد الہی بخش صاحب سب انجینیر و قزقی مجسٹریٹ نہر گنگ ضلع بلند شہر بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب انسپکٹر پولس پونا بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	مولوی حاجی علی بخش خان صاحب سب آرڈینٹ جج بہادر گورکھ پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	ہائی اسکول لودھیانہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	مولوی محمد کریم بخش خان صاحب اسٹرا اسٹنٹ کمشنر کونج ضلع جالون بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	مولوی احمد شفیق صاحب ہیڈ ماسٹر اسکول وزیرآباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	منشی محمد سلطان خان صاحب قزقی مجسٹریٹ نہر گنگ ترویزن میرٹھ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	نواب محمد نفی علی خان صاحب از لاکوری ضلع لکھنؤ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	منشی محمد یسین صاحب سکریٹری محکمہ امپروومنٹ ایسوسی ایشن کشنکڑھی بابت سنه ۱۲۹۱ هجری

ص	منشی محمد عبداللہ صاحب مدرس جے نرائین کالج بنارس ابتدای شوال سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۸۸ هجری
لا	منشی عبداللطیف صاحب ریڈر کمسریٹ اگزامنر آفس از مدارس بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	شیخ فخرالدین احمد صاحب ہیڈ ماسٹر ضلع اسکول نرسنگپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	منشی غلام مرتضی صاحب رئیس وکیل منصفی فتح آباد ضلع آگرہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	شیخ الطاف حسین صاحب از کانپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	مولوی عبدالصمد صاحب وکیل عدالت دیوانی غازیپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	قاضی ارشاد علی صاحب منصرم عدالت منصفی غازیپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	مولوی عبدالواسع صاحب مدرس اور اسکول ریواڑی بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	ماسٹر محمد خدا بخش خالصاحب ناظم نہر از پٹیالہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	سید اقبال علی صاحب وکیل عدالت پرتاب گتہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	منشی وکیل احمد صاحب از حیدرآباد دکن قصبہ ریڈپور ابتدای شوال سنه ۱۲۸۷ لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	مولوی وارث علی صاحب از الہ آباد بابت بقیہ سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	منشی اجودھیہ پشاد صاحب سب آرڈینٹ جج اعظم گتہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	منشی محمد امین الدین خان صاحب سب انسپکٹر ڈاکخانجات از فتحپور ہنسرا بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	بابو محمد شایق صاحب سب اسٹنٹ سرجن گورکھ پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	محمد اکرام اللہ خان صاحب از دہلی بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	نواب محمد حسن خان صاحب از بنارس منجمہ قیمت بابت سنه ۱۲۹۰ هجری
لا	سید عطا اللہ خان صاحب از ناگپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	مولوی سید اکرام علی صاحب از کوٹلہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لا	سید ندا حسین صاحب سب انسپکٹر پولس از بنارس بابت بقیہ سنه ۱۲۹۱ هجری

منشی محمد عبدالسلام صاحب اسپیکر پولس ایلمور بابت	سنه ۱۲۹۱ هجری
ید محمد علی صاحب سرشته دار اجلاس خاص سرپهتور
مہاراجہ صاحب والی پٹیالہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
ناظم مجتبی کریم صاحب داروغہ صفائی شہر بنارس
منشی غلام حسین خان صاحب صوبہ دار رجمنٹ ۲۸ پنجابی
از کلکتہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
منشی اودہ بہاری لعل صاحب پیشکار کلکتہ بنارس بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری
ناظم حاجی محمد حسین صاحب از اجمیر بابت
سنه ۱۲۹۳ هجری
لیفٹ محمد حسین صاحب از سہیل مراد آباد ابتدائی
سنه ۱۲۸۹ لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی محمد نور الحسن صاحب تحصیلدار کالپی بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی منیر الدین احمد صاحب منصف چونپور بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی محمد افضل حسین صاحب مدرس فارسی مدرسه
رٹلام بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی محمد انوار الحق صاحب وکیل عدالت مراد آباد
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
لہ دھنپت رای صاحب ہیڈ کلارک دفتر ایستور کیپر
محکمہ ریلوی از وزیر آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
منشی کشن گوپال صاحب از وزیر آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
منشی تفضل حسین صاحب دہلی کلکتر بہادر پستی
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
نور جولا پشاد صاحب از الہ آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
ید چراغ شاہ صاحب مدرس اول تعلیم المعلمین از بہاولپور
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
ید محمد نور الحسن صاحب منصف ضلع شاہ آباد بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری
نشی فضل ربی صاحب از مرشد آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
ید حسن عسکری صاحب سرشته دار کلکتہ ضلع بہاگلپور
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
امیر شیو پشاد صاحب سی ایس آئی از بنارس بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری
سکرٹری صاحب بہادر از امرتسر منجملہ قیمت سنه ۱۲۹۱ ه
مکرم الدولہ بہادر صدر المہام مال از حیدر آباد دکن
ابتدائی سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری
نواب اسد اللہ خان صاحب از سہاگپور بابت سنه ۱۲۹۱ ه
محمد رمضان صاحب نقشہ نویس از مقام روبر ابتدائی
سنه ۱۲۸۹ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری
حافظ عبدالرحمن صاحب مدرس از پالم پور بابت سنه ۱۲۹۱ ه
محمد بخش صاحب بگل میجر رجمنٹ ۲۸ پنجابی از کلکتہ
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی محمد حیدر حسین صاحب وکیل عدالت دیوانی
گورکھ پور ابتدائی سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری
منشی شیو شنکر لعل صاحب تحصیلدار ہاٹا ابتدائی
سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۹۰ هجری
عبدالعزیز صاحب طالب علم از رامپور ابتدائی سنه ۱۲۸۷
لغایت سنه ۱۲۸۹ هجری
منشی منگل سین صاحب دہلی کلکتر بندوبست از علیگڑہ
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
محمد عزیز الدین خان صاحب از اندور بابت سنه ۱۲۹۱ ه
مولوی سید لطف حسن صاحب از ضلع اوناو بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی عبید اللہ صاحب میبیدی سپرنٹنڈنٹ مدرسه ڈھانہ
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی محمد عمر صاحب ضلعدار ڈیر گنگ از بلند شہر
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی محمد حنیف صاحب ہیڈ ماسٹر اسکول ٹرہن
ضلع ٹرہن ابتدائی سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت
سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی شیخ احمد حسین صاحب از حیدر آباد دکن بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی ذکا اللہ صاحب از گورکھ پور ابتدائی سنه ۱۲۸۷ لغایت
سنه ۱۲۹۰ هجری
مولوی محمد نجم الدین صاحب مدرس از دہلی ابتدائی
سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی ماجد علی صاحب از مرزا پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
امانت خان صاحب مالگدار از ناگپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
مولوی عبدالقیوم صاحب از مرزا پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری
امر ناتھ صاحب اسپیکر مدارس رٹلام ابتدائی سنه ۱۲۸۹
لغایت سنه ۱۲۹۰ هجری
مولوی محمد معین علی صاحب از چنورا منجملہ بابت
سنه ۱۲۹۱ هجری

ع	شیخ محمد کریم صاحب عطا زمیندار اعظم گڈہ بابت
ع	بقیہ سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	سید لعل محمد صاحب از اجپور بابت معصوم اخبار بابت
ع	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	بابت قیمت پرچہ های متفرق
ع	واپس از اجرت چھوڑائی حساب جمع خرچ سنہ ۱۲۹۰ هجری

پیشگی جو خریداروں سے وصول ہوا

بابت سال آئندہ

ع	منشی محمد ابوالحسن صاحب متصف تاجپور ضلع ٹرہٹہ
ع	بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری
ع	سید حس عسکری صاحب سرشتہ دار کلکٹری از بھاگلپور
ع	بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری
ع	محمد عبدالغفار خان صاحب از پڑوا تحصیل پٹیلی بھیت
ع	ضلع بریلی بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری و بابت سہ ماہی
ع	اول سنہ ۱۲۹۳ هجری
ع	مولوی محمد افضل حسین صاحب مدرس مدرسہ وکلام
ع	بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری
ع	منشی مادھو لعل صاحب متصف مرزا پور بابت
ع	سنہ ۱۲۹۲ هجری
ع	شیخ عبدالقادر صاحب انسپکٹر پوائس از پڑوا بابت
ع	سنہ ۱۲۹۲ هجری
ع	نواب محمد نقی علی خان صاحب از گاکڑی بابت
ع	سنہ ۱۲۹۲ هجری
ع	سید اقبال علی صاحب وکیل عدالت پرتاب گڈہ بابت
ع	سنہ ۱۲۹۲ هجری
ع	سود جعفر حسین صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
ع	بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری
ع	لالہ کریش پرشاد صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
ع	بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری
ع	مولوی امین الدین صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
ع	بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری
ع	مرزا جلال الدین صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
ع	سنہ ۱۲۹۲ هجری
ع	حافظ فضل الرحمن صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
ع	بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری
ع	مولوی عبدالستار صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
ع	سنہ ۱۲۹۲ هجری

ع	نواب علی احمد خان صاحب تحصیلدار غازی آباد ضلع
ع	میرٹھ ابتدائی شوال سنہ ۱۲۸۷ لغایت سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	محمد عبدالعزیز صاحب نایب تحصیلدار جالون بابت
ع	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	محمد عبدالغفار خان صاحب از پڑوا تحصیل پٹیلی بھیت
ع	ضلع بریلی ابتدائی شوال سنہ ۱۲۸۷ هجری لغایت
ع	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	مولوی امین الدین صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
ع	بابت سنہ ۱۲۸۹ هجری
ع	سید عبدالسلام صاحب از بیر بھوم منجمتہ بابت
ع	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	منشی حشمت حسین صاحب از مظفر پور بابت
ع	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	جناب حس بن عبداللہ صاحب بہادر از حیدرآباد ابتدائی
ع	شوال سنہ ۱۲۸۷ لغایت سنہ ۱۲۹۱ هجری :
ع	منشی محمد انور حسین صاحب از غازیپور بابت
ع	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	مولوی اکبر حسین صاحب وکیل های کورٹ الہ آباد
ع	ابتدائی شوال ۱۲۸۷ لغایت سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	مولوی عین الحق صاحب نایب صدر منصرم گڈتہ بابت
ع	بقیہ سنہ ۱۲۹۰ هجری
ع	شیخ الیہ الدین صاحب مختار محکمہ کلکٹری بنارس
ع	بابت سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	مولوی محمد ذکا اللہ صاحب از الہ آباد بابت
ع	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	مولوی فضل اللہ صاحب از بانکہ پور بابت سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	منشی مادھو لعل صاحب متصف مرزا پور ابتدائی شوال
ع	سنہ ۱۲۸۷ هجری لغایت آخر سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	محمد عمر بخش صاحب از جالندھر بابت
ع	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	شاہ دلاور حسین احمد خان صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر و
ع	ڈپٹی مجسٹریٹ موتی ہاوی بابت سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	منشی بھال سنگھ صاحب سرشتہ دار نیابت عدالت
ع	دیوانی پٹیاالہ بابت سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	منشی محمد ذکا اللہ صاحب پرنسز میوز کالج الہ آباد بابت
ع	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	صادق علی صاحب از کپور ٹھلہ ابتدائی شوال
ع	سنہ ۱۲۸۷ هجری لغایت سنہ ۱۲۸۹ هجری

تیسبندی پرچہ های اخبار سنہ ۱۲۹۰ ہجری ... ص ۸
 خرید کاغذ برای تیسبندی سنہ ۱۲۹۰ ہجری ... ص ۸
 خرید کاغذ بانس برای پشت بند اخبار ... ص ۸
 تذخواہ معرر معمولی بابت یکسال ... ص ۸
 تذخواہ معرر جدید بابت یکسال ... ص ۸
 واضح ہو کہ یہ معرر جدید تہذیب الاخلاق اور کمیٹی مدرسہ مسلمانان دونوں کا کام کرتا ہی مگر اسکی کل تذخواہ تہذیب الاخلاق کے حساب میں اسلامیہ ڈال دی گئی ہی کہ کمیٹی مدرسہ مسلمانان میں کفایت ہو اور امید ہی کہ ممبران تہذیب الاخلاق اسکو ناپسند نہ فرماویں گے

اجرت چھپوائی پرچہ حساب ... ص ۸

میزان کل ... ص ۸
 ۱۲۳۱۲ پائی

فاضل ... ص ۸
 ۱۲۱۲ پائی

جن لوگوں کا چندہ اس حساب کے طیار ہونے کے بعد آیا ہی وہ سنہ ۱۲۹۲ ہجری کے حساب کے ساتھ چھاپا جاویگا •

الہ چھٹوں لعل صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس بابت سنہ ۱۲۹۲ ہجری
 مولوی شجاع الدین حیدر صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس بابت ۱۲۹۲ ہجری
 الہ پونیت لعل صاحب خائف لالہ گوہند پرشاد صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس بابت سنہ ۱۲۹۲ ہجری
 مولوی فخرالدین خاں صاحب سابق قیاسی انسپکٹر مدارس ضلع بدایوں بابت سنہ ۱۲۹۲ ہجری
 مولوی محمد فرید الدین احمد صاحب سرشتہ دار عدالت دیوانی بزرگ از حیدر آباد دکن بابت سنہ ۱۲۹۲ ہجری
 سید فدا حسین صاحب سب انسپکٹر پولس بنارس بابت سنہ ۱۲۹۲ ہجری

میزان کل ... ص ۸
 ۱۰۹۱۰ پائی

اخراجات بابت سنہ ۱۲۹۱ ہجری

خرید کاغذ از لندن و کلکتہ معہ اخراجات کرایہ ریل و جہاز وغیرہ ص ۸

اجرت چھپائی معمولی ص ۸

محصول خطوط و تقسیم پرچہ تہذیب الاخلاق معہ وصول آمدرفت پولندہ پرچہ مذکور از علیگتہ تا بنارس ... ص ۸
 ۸۸

THE
MOHAMMEDAN
SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[جلد پنجم] یکم محرم الحرام سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ بری [نمبر ۱]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پورچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پورچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پورچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر ہندہ یا کچھ روپیہ بطور ڈونیشن کے منایب فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجنا چاہئے غرض کہ تمام خط و کتابت بابت اس پورچہ کے اُنہی سے کی جائے کیونکہ یہ پورچہ علیحدہ میں چھپ کر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پورچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پورچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جائیں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پورچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پورچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جائیگا * جن دوستوں نے شریک ہو کر اس پورچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پورچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پورچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پُر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پورچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ متقاضی مضامین ہوگا چھپا کر ایک خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پورچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پورچہ خریدنا چاہیگا اُس کو نی پورچہ چاہے اُنہ مع اخراجات روانگی پورچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۷۳

اختتام سال سنہ ۱۲۹۰ ہجری

شروع سال سنہ ۱۲۹۱ ہجری

از بندہ خضوع و التبحا می زبید
بغضائش پندہ از خدا می زبید
گرمں کنم آنکہ آن سرا نازیبہ اسد
تو کن ہمہ آنکہ آن ترا می زبید

الحمد لله کہ سنہ نوے پورا ہوا اور سنہ اکیانوے شروع ہو گیا ہمارے
اس پرچہ کو جاری ہوئے سوا تین برس ہو گئے *
پچھلے سال بھی خندہ کل و نانہ بلیک سے خالی نہیں گیا ہمارے
آقا و نانہ نے بدستور غاغہ رکھا اور ہمارے فاضلین کا بھی شور و
شغف کم نہ ہوا *

حسن شہرت مشق رسوائی تقاضا میکند

چرم مشرق و گناہ عاشق بیچارہ نیست
فاضلین شفیق نے ہم کو کچھ دیا اور ہم کو کچھ آخوکار ہم کو
کانر و ملحد ٹھہرا دیا در و نزدیک کے موافق صاحبوں سے کفر کے
قدروں پر مہرین چھپ واپی منکرانوں اور ہمارے نگر پر ہمارے
ناصر شفیق جناب مولوی حاجی سید امداد العالی صاحب نے ایک
رسالہ چھاپ ہی دیا اور امداد لافاق اسکا نام رکھا بھلا اور کچھ ہوا
یا نہ ہوا ہمارے غریب چھاپے دے کر تو فائدہ ہو گیا *

اسی سال میں ہماری تحریرات کی تردید میں مولانا علی بخش
خاں بہادر نے (جو امید ہی کہ اب تک حاجی بھی ہو گئے ہونگے اور
انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ سے انکو بھی حاجی لکھا کریں گے) دو رسالے
تحریر فرمائے ہیں جن میں سے ایک کا نام شہاب ثناب ہی اور
دوسرے کا نام تائید الاسلام *

اخباروں میں نور الانوار تو اپنا نور عالم میں برساتا ہی تھا مگر
اوس سے ایک آڑ پرچہ آنکے گھر کا ارجا مسمیٰ بغیر الانفاق ادفع ظلمۃ
اعمال النفاق پیدا ہوا ہی جو نہایت ہی دلچسپ ہی اور ہمارے اس
پرچہ تہذیب الاخلاق کے جواب میں نکلا ہی اُسکے مضامین ظاہر تو
جناب حاجی مولوی سید امداد العالی صاحب بہادر کے طبع زان معلوم
ہوتے ہیں مگر بعضی ارگ اُن مضامین کے بے پالک بتاتے ہیں بہر حال
ہم کو اس سے کیا کہ وہ میاں نذیر کے ہیں یا میاں بشیر کے کسیکے ہوں
مگر دلچسپ ہیں خدا اُسکی بھی مہر دراز کرے *

ہم نے بھی اپنے مضامین لکھنے اور قومی بھلائی کی کوشش میں کسی
نہیں کی اگرچہ پچھلے سال میں کارروائی مدرسۃ العلوم مسلمانان کی انٹر
چینیٹی رہی الا مضامین دلنشین سے بھی بڑھ چکا خالی نہیں رہا
ہمارے غمزدہ دل شکستہ دوست مولوی سید مہدی علی کاکچہر مسلمانوں
کی تہذیب پر جو اس سال کے پرچوں پرچہ درحقیقت ایک ایسا کارنامہ
ہی جسکی قدر وہی ارگ جانتے ہیں جو اُسکی قدر جانتے ہیں —
ہمارے ہم عصر انڈیا اوردہ اخبار نے اُسکی ویسی ہی قدر دانی کی ہی
جسکا وہ مستحق ہی ہو کر تہذیب نظر ہی کہ ایسا علی مضمون
ہمارے اس ناچیز پرچہ کے ذریعہ سے مشہور ہوا جو ہمارے قوم کی
اکلی حالت کو یاد دلاتا ہی اور پچھلی حالت بتاتا شرمندہ کرتا ہی
اور پھر آئندہ کی بہتری کی توقع سے دل و جان کو ترویج دیتا ہی *
بڑی مبارکی اس سال میں ہمارے پرچہ کو بڑھ ہوئی ہی کہ
جناب مولوی چراغ علی صاحب نے بھی اس میں مضمون لکھنے شروع
کیئے ہیں ایک آدہ مضمون آندا پچھلے سال میں چھاپا ہی اور آئندہ
اور بہت سے عمدہ مضامین کے چھپنے کی توقع ہی *

ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے تحریروں کے سمجھنے میں جو کچھ
بھی نسبت مسائل مذہبی لکھی جاتی ہیں انٹر ارگ غلطی کرتے ہیں
وہ نہیں سمجھتے کہ ہمارے اصول کیا ہیں اور کن اصولوں پر ہمارے
تحریریں مبنی ہیں اس لیئے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اس سال
کے شروع میں ہم اپنے اُن اصول کو لکھ دیں تاکہ ارگ اُن اصول کی
صحت و سقم پر غور کریں اگر وہ اصول صحیح ہیں تو امید ہی کہ
جو تحریریں اُن پر مبنی ہیں انہیں بھی کچھ غلطی نہ ہوگی بالآخر ہم
یہ مقولہ تہذیب صحیح ہی —

کہ هیچ نفس بشر خالی از خطا نبود

اور وہ اصول یہ ہیں —

اول خدایہ واحد ذوالجلال ازلی وابدی خالق و صانع تمام
کائنات کا ہی *

دوم اُس کا کلام اور جس کو اُس نے رسالت پر مبعوث کیا
اُس کا کلام ہرگز خلاف حقیقت اور خلاف واقع نہیں ہو سکتا *

سوم قرآن مجید بلاشبہ کلام الہی ہی کوئی حرف اُس کا نہ
خلاف حقیقت ہی اور نہ خلاف واقع *

چہارم قرآن مجید کی اگر کوئی آیت ہو کہ بظاہر خلاف واقع یا
خلاف حقیقت معلوم ہو تو در حال سے خالی نہیں یا تو اُس آیت کا
مطلب سمجھنے میں ہم سے غلطی ہوئی ہی یا جسکو ہم نے حقیقت
اور واقع سمجھا ہی اُس میں غلطی کی ہی — اس کے برخلاف کسی
مفسر یا محدث کا قول ہمارے نزدیک قابل تسلیم نہیں ہی *

تہذیب الاخلاق

یکم محرم سنہ ۱۲۹۱ ہجری
مطابق سنہ ۱۳۰۵ زیدی

اختتام سال

اختتام سال

ہوتے ہیں اور وہ قوت بھی ہے جو اُس نعل کے ارتکاب سے روکتی ہے
ان تمام قوی کے استعمال پر انسان مشتتار ہے — مگر ازل سے خدا کے
علم میں ہے کہ نفل انسان کس کن قوی کو اور کس کس طور پر کام
میں لارے گا — اُس کے علم کے برخلاف ہرگز نہرگا مگر اِس سے انسان
اُن قوی کے استعمال یا ترک استعمال پر جب تک کہ وہ قوی قابل
استعمال کے اُس میں ہیں متجاوز نہیں متصور ہو سکتا *

سیزدہم دین اسلام اُن مجموعہ احکام کا نام ہے جو یقینی
من اللہ ہیں *

چہاردم احکام دین اسلام در قسم کے ہیں ایک وہ جو اصلی
احکام دین کے ہیں اور وہ بالکل فطرت کے مطابق ہیں دوسرے وہ
جن سے اُن اصلی احکام کی حفاظت مقصود ہے مگر اطاعت اور عمل
میں اُن دونوں کا رتبہ برابر ہے *

پانزدہم تمام افعال اور اقوال رسول خدا صلی اللہ علیہ و سام
کے بالکل سچائی تھے مصلحت وقت کی نسبت رول کی طرف کوئی
مشقت بے ادبی ہے — میں خوف نگر ہے *

مصلحت وقت سے میری مراد وہ ہے جو علم اور کس نے مصلحت
کے معنی سمجھے ہیں کہ دل میں کچھ اور کہنا یا کرنا کچھ یعنی
ایسے قول یا فعل کو کام میں لانا جو در حقیقت بیجا تھا مگر بندہ
وقت میں کو اُس کو نہدیا یا کرنا *

ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ اصول پانزدہ گانہ ایسے ہیں کہ
بن سے کوئی مسلمان انکار اور اختلاف نہیں کر سکتا اور جب وہ لوگ
جو ہم سے اختلاف رائے رکھتے ہیں ان اصولوں پر غور کریں گے اور یہ
بھی سمجھیں گے کہ ہماری تعزیریں ایسے سچے اصولوں پر مبنی ہیں
تو کیا عجب ہے کہ وہ بھی ہم سے متفق ہو جائیں *

تہذیب قومی

اصلی مقصد تو ہمارے اِس پرچہ کا تہذیب قومی ہے مسائل
مذہبی کی بحث بمجبوری آجاتی ہے اِس سال میں بھی جہاں تک
ہوسکا ایسے مضامین جو قومی تہذیب سے علاقت رکھتے ہیں اِس پرچہ
میں لکھے گئے ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ اُن مضامینوں نے
کسی کے دل پر اثر بھی کیا ہو مگر ہم کو یہ تسلیم اسکے کہ ہمارے
مضمونوں نے کسی دل کو نرم کیا ہے اِس بات سے زیادہ خوشی ہے کہ
ہم اپنے فرض کو ادا کرتے ہیں اور یہی ہمارا مقصد ہونا چاہیئے کیونکہ
بندہ کا کام صرف سہی کرنا ہے اور اُس کو پورا کرنا اور اثر دینا خدا کا
نام ہے اِس لیے منی واقعات میں من اللہ تعالیٰ ایک مشہور مقررہ ہے پس
ہماری کہ جہاں تک ممکن ہے ہم اپنا فرض ادا کرتے ہیں *

پنجم جس قدر نغم الہی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و سام
پر نازل ہوا وہ سب بین الدینین موجود ہے ایک حرف بھی اُس سے
خارج نہیں ہے — اِس لیے کہ اگر ایسا مانا جائے تو کوئی ایک
آیت بھی قرآن مجید کی بطور یقین قابل عمل نہوگی کیونکہ ممکن
ہے کہ کوئی ایسی آیت خارج رکھ گئی ہو جو آیات موجودہ
بین الدینین کے برخلاف ہو *

ششم ہماری آیت کا اُس کے عدم وجود کی دلیل نہوسکیگا *
ششم کوئی انسان سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ و سام کے ایسا
نہیں ہے جس کا قول و فعل بلا سند صحیح قول و فعل رسول کے
دینیات میں قابل تسلیم ہو یا جسکی عدم تسلیم سے نگر لازم آتا
ہو — اِس کے برخلاف اعتقاد رکھنا شرک فی النہر ہے *

مقصود یہ ہے کہ جس طرح احد و پیغمبر میں تفاوت درجہ ہے
[اس طرح اُن کے قول و فعل میں بھی جو دینیات سے متعلق ہیں
درجہ و رتبہ کا تفاوت ہے *

ہفتم دینیات میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ و سام کے
اطاعت میں ہم متجاوز ہیں اور دنیائی امور میں مجاز *
اِس مقام پر سنت کے لفظ سے میری مراد احکام دین ہے *

ہشتم احکام مخصوصہ احکام دین بالیقین ہیں اور باقی
مسائل اجتہادی اور قیاسی اور وہ جنکی بنا امر ظنی پر ہے جب
ظنی ہیں *

نہم انسان خارج از عاقلہ انسانی مکلف نہیں ہو سکتا پس
اگر وہ ایمان پر مکلف ہے تو ضرور ہے کہ ایمان اور اُس کے وہ
احکام چنانچہ نجات منہصر ہے عقل انسانی سے خارج ہوں *

مئلہ ہم خدا کے ہونے پر ایمان لانے کے مکلف ہیں مگر اُس کی
ماہیت ذات کے جاننے پر مکلف نہیں *

دہم افعال ساموہ فی نفسہ حسن ہیں اور افعال منہورہ فی
سہ تبیح ہیں اور پیغمبر صرف اُن کی خواص حسن یا تبیح کے بتانے
آئے ہیں جیسیکہ طایب جو اذیت کے ضرر اور نفع سے مطلع کردے *
اِس مقام پر لفظ افعال کو ایسا عام تصور کرنا چاہیئے جو افعال
داخل اور افعال قلب وغیرہ سب پر شامل ہو *

یازدہم تمام احکام مذہب اسلام کے فطرت کے مطابق ہیں اگر
انہر تو اندھے کے حق میں نہ دیکھنا اور سرجا کے حق میں
بکھنا گناہ نہر سکیگا *

دوازدہم وہ قوی جو خدا تعالیٰ نے انسان میں پیدا کیئے ہیں
میں وہ قوی بھی جو انسان کو کسی نعل کے ارتکاب کے مہرک

رمدہ ان الصناعات یدھن السیات بھی کرونگا اور تمکو تمہاری نوشہروں کا پورا صلہ درنگا لیکن مجھکو تم سے بہت ہی بڑی شکایت ہی تم میرے خاص بندوں میں تھے اور ہمیشہ اسبات کی امید کرتے تھے کہ ایک دس خدا کے سامنے عزت سے حاضر ہونگے تم سے اداے نراپش میں قصور اور کالہی ہونا نہایت اندرس کی بات ہی تم میں سے ہر ایک کی کالہی نے میرے اور بندوں کو بھی کالہی کی تعلیم دی اور اپنے اس کردار سے میرے بہت سے بندوں کو اپنی بکار آمد کوششوں میں ہریک ہونے اور اپنی عمدہ نصیحتوں پر عمل کرنے سے باز رکھا — کیا تم نے یہ جان لیا تھا کہ مجھکو تمہاری یہ کالہی کچھ عرصہ معلوم ہوتی ہوگی کیا تم نے دنیا میں کسی ایسے بادشاہ کا دربار ندیکھا تھا یا اُسکے حال کے واقف نہ ہوئے تھے جس نے اپنے درباریوں اور اپنے نوکروں اور اپنی رعایا کے واسطے کوئی ضابطہ بادشاہ کی تعظیم بجالانے کا مقرر کر دیا ہو کیا تم یہ نہ جانتے تھے کہ اگر کوئی شخص یا کوئی اعلیٰ رتبہ کا امیر اُس بادشاہ کی تعظیم اُس طریقہ سے بجا نہ لاتا تو اُس بادشاہ کا قہر و غضب کسقدر مشتمل ہوتا کیا کوئی امیر اُس بادشاہ کا کو اُسکی ذات سے کیسی ہی عمدہ عمدہ خدمتیں ظہور میں آتی ہوتیں یہ جرات کوسکتا تھا کہ بغیر حکم بادشاہ کے اپنی کالہی سے اُسکی مقررہ تعظیم میں کچھ قصور کرے پھر کیا تمہارے پاس میرا کوئی فرماں آگیا تھا یا کوئی فرشتہ تمہارے کان میں کہہ گیا تھا کہ تمہارا روزہ نماز تمہاری خرابی پر منحصر ہو یا تمکو اسقدر عقل نہ تھی جو یہ سمجھتے کہ احکام العاقبت ہمارے اس کالہی سے ٹاخرش نہ ہوتا ہوتا — اگر کوئی عام آدمی ایسی غلطی میں گذارتا تو مجھکو اُس سے اسقدر شکایت نہوتی اور ایک خفیف سا عذاب اُسکو دیکر چہرہ دیتا لیکن تم میرے برگزیدہ بندوں میں سے تھے تمہاری ان کج اداؤں سے مجھکو بہت رنج ہوا ہے *

پھر خدا نے اُن سے سوال کیا کہ آیا تمکو یہ امید تھی یا نہیں کہ خدا کے ہاں ہم عزت سے حاضر ہونگے تب اُنہوں نے بہت ہی دبی ہوئی اور روتی ہوئی آواز سے جواب دیا کہ ہاں اے باری تعالیٰ ہمکو تیرے رحم اور فضل و کرم سے ایسی ہی ترقع تھی تیری عنایت سے ہمکو ایسا بھی بھروسہ تھا اور ہم تیری ایسی عنایت کے بھروسہ پر اپنے ارادوں میں اسقدر ثابت قدم رہ سکے — پھر خدا نے اُن سے پوچھا کہ کیا تمکو عامہ خلائق اور قومی بھلائی میں سامی ہونے میں انبیاء کرام سے بھی کچھ زیادہ دوسرے تھا جواب دیا کہ حاشا! تم حاشا! اُنکی خاک پا کے برابر بھی کہی رتبہ نہیں ہوا پھر خدا نے اُنسے پوچھا کہ کیا انبیاء کے صحابیوں سے تمہارا درجہ ان کوششوں کے لحاظ کچھ بڑھا ہوا تھا جواب دیا کہ نہیں ہمارے کیا مجال تھی کہ ہم تیرے اُن

دل پر گذرتے ہیں مگر جب ہی اپنے کیئے پر پشیمان ہی اور جب بیٹھا ہوا ہی روپیہ پاس نہیں جو دولت مند غافلوں اور کالہوں کی طرح وہ بھی رھاٹی پاتا — اُس نے اپنا جیہ ریل والوں کے سامنے پیش کیا کہ اسکو ایلا اور مجھے آزاد کرو لیکن اُس میں ستر بہتر سوراخ تھے کسی نے بھی اُس طرف التفات نہ کیا پھر اُس نے اپنی ٹوہٹی ہرانی میلی ٹھیلی دستار اپنے سر پر سے اُتار کر ریل والوں کے قدسوں پر قالی کہ اسکو قبول کرو اور ہرے خدا مجھے چہرہ دو مگر کسینہ یہ بھی نچانا کہ کون بکتا ہی اور کیا بکتا ہی آخر اُس نے اپنی جیب ڈٹولی اور اُس میں سے کچھ منہروری پیسے نکالے اور ریل والوں کے سامنے پیش کیئے کہ اب اسکو سوا میرے پاس اور کچھ نہیں ہی — ریل والوں نے وہ پیسے اُس سے لیلینے مگر وہ بھی رھاٹی کے لیلنے مستحق نہ تھے اور اُٹھکار اسی حالت میں وہ مستحضریت کے ہاں سے نکلے اور کچھ مہماد تک جیضانہ کے عذاب اور ذلتیں بھگت نے کے بعد اُنسے اُس رسوائی سے نجات پائی *

یہی حال ہجسے اُن لوگوں کا ہوتا ہی جو اپنی زندگی میں اپنے ایمان کی کچھ حفاظت نہیں کرتے کہ اپنے جیتے جی کچھ ایسے کام کرجاتے ہیں جو آخرت میں اُنکی نجات کا ذریعہ ہوں جب وہ لوگ خانی ہاتھوں اس دنیا سے سدھارتے ہیں تو جاتے ہی پکڑے جاتے ہیں ہر طرف سے پھٹکار ہوتی ہی عذاب کے زخمتہ متعین ہوتے ہیں وہ اپنے اُن ساتھیوں کو دیکھتا ہی جو زندگی میں اپنے ایمان کی طرف سے ہوشیار تھے اُنکے نامہ اعمال طرفہ العین میں معائنہ ہوتے ہیں اور وہ جنت میں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں — پھر بعض ایسے لوگ آتے ہیں جنہوں نے دنیا میں بہت سے عمدہ کام کیئے تھے بہت سی نیکیاں اپنے ساتھ لائے تھے اپنی قوم کے لیئے ایسے ایسے مدرے بنا گئے تھے جنکی بدولت دیں و دنیا میں اُسکو عزت ہو عامہ خلائق کی بھلائی میں اُنہوں نے عموماً صرف کوئی تھیں مگر اداے نراپش میں اُن سے کچھ قصور ہو گیا تھا اپنی غفلت اور کالہی سے نماز روزہ کو اچھی طرح ادا نہیں کیا تھا نوشتوں نے اُن کو بھی پکڑا جکڑا اور چاہا کہ اُن کو بھی اور گنہگاروں کی طرح ذلیل کریں مگر آواز آئی کہ خبردار یہ میرے خاص بندے ہیں انکو میرے پاس لاؤ تب فرشتے اُن کو خدا کے پاس لہکئے خدا کی مظلوم و جلال دیکھکر ان انسانوں کا رنگ نق ہو گیا بدن کاتب گیا پاؤں کدکد گئے اور زبان بڑھوانے لگی تمام اعضا میں رعشہ سا آگیا تب خدا نے اُن سے ایک پر رعب آواز کے ساتھ ارشاد کیا کہ بے شک تم نے اپنی زندگی میں اسقدر ذخیرہ اپنی نجات کا اکٹھا کر لیا ہی کہ وہ آج تمہاری ان تقصیرات کا جن میں فرشتوں نے تمکو پکڑا کالہی معاوضہ ہوگا — آج میں اپنا

اے تھی دست رفتہ دیواراز * ترسمہ باز نازی دھنگا
دنیا میں کوئی ایسا ٹیک کام نہیں کیا جس کی عوض میں اس
مذاب اور ذلت سے رہائی ہوتی مدرسۃ العلوم مسلمانان میں خاص
ٹیک سے کبھی ایک ٹکا نہیں دیا جس کے بدلے نجات ملتی آج جب
وہ بہت گھبرایا تو اپنے دنیا کے اُن کاموں کو اُس نے یاد کیا جس کو
وہ ٹیک جانتا تھا اُس نے فرشتوں سے کہا کہ میں نے دارالعرف سے
ہجرت کی اور مکہ معظمہ میں اقامت اختیار کی تھی کیا اس کا
کچھہ ثواب بھی آج مجھ کو نہ ملیگا فرشتوں نے جواب دیا کہ وہ
ہجرت خدا کے واسطے نہ تھی پری روئے صاف و روشن لوگوں کے احتیاق
میں ایک وحیائہ حرکت تھی لوگوں کی نظروں میں اُس بے پردہ کام
سے تمہارے عزت پیدا کی لیکن خدا کو تو تمہاری ٹیک کا حال
معلوم ہی *

پھر اُس نے کہا کہ میں نے بیسیوں دنہ بھنڈا کر کیا اور راہ خدا
میں فقیروں کو کھلایا کچھہ اُس کا حساب دیکھو — فرشتوں نے
جواب دیا کہ وہ تمہاری ایک پیچھا فصل خروجی تھی اُن تمام بھنڈاؤں
میں کسی ایک مستحق کو بھی کھانا نہیں پورنچا البتہ ایک کتہہ و
توہنہ پلاڑی کی بیچ رہتی ہتیاں قال دی توہں اُسکا کچھہ توہڑا سا
ثواب ملا ہی جس سے تمہارے مذاب میں کچھہ تخفیف ہوگئی ہی
اُس بھنڈاؤں میں سب کے سب ایسے لوگ تمہارا مال کھا کئے جہوں نے
بھنگ و برزہ کے سوا نماز و روزہ کی کچھہ بھی حقیقت نہیں جانی پھر
نورتمہ اُسکو ایک ارنچے تیلہ پر لیکن وہاں سے اُس نے کچھہ لوگوں کو
دیکھا جو نہایت ہی سخت مذاب میں مبتلا ہیں یہ شخص اُنکو دیکھو
قرکیا فرشتوں نے کہا کہ یہی وہ فقیر ہیں جو تمہارے بھنڈاؤں میں حاضر
تھے راہ خدا میں اگر کچھہ دینا تھا تو مہر سقاہلوم مسلمانان کے طالبہوں
کے واسطے کچھہ انعام اور وظائف مقرر کیئے ہوتے اگر اُس کو بوا
جانتے تھے تو دیربند ہی کے مدرسہ کے طلبہ کی خدمت کی ہوتی
تم نے تو کچھہ بھی انہوں کیا جس کام میں سو آدمیوں نے تمہیں
راہ راہ کھی اُسی کو تم نے پسند کیا پھر ثواب کہاں سے ملتا *

پھر اُس بد نصیب نے فرشتوں سے کہا کہ میں نے نکل نکل مراری
صاحب اور خواجہ صاحب اور مفتی صاحب اور ملا صاحب وغیرہم
کی خدمت کی تو یہ بہت سا روزیہ ہو سال یہ لوگ میری سوکار میں
سے لیتے تھے اور وہ سب مجھ سے کہا کرتے تھے کہ یہی دینا خدا کی راہ کا
دینا ہی اُس حساب کو دیکھو اُس میں ضرور تمکو مغالطہ ہوا ہی
غالب اس حساب میں بہت سا ثواب ملیگا — فرشتوں نے جواب دیا
کہ میںاں دیوانہ ہوئے ہو ہم کو بھی تم نے اپنی سوکار کا کوئی مہر
سمجھا ہی جو ہم سے غلطی ہو جانے کا کہانہ کہتے ہو اس حساب

مقدس بندوں کی ہواہری کا دعویٰ کرتے خدا نے فرمایا کہ پھر تمہاری
بصارت کی قوت کہاں کھڑی کئی تھی جب ہمارے نبی اور ہمارے
انبیاء کے صحابہ پارچہ امامۃ خلائی اور اپنی اصابت کی اصلاح حال میں
اسقدر کرشمہ بلخ اور سہی سرور کرنے کے کبھی ایک لفظ نہ واسطے
بھی ہمارے فرائض کے ادا میں کاہل نہ پائے کئے قیروں اور تلواروں
کے طرفان میں بھی انہوں نے نماز روزہ کو نہ چھوڑا سخت سے سخت
مہیبت میں بھی وہ ہمیشہ ان فرائض کے ادا میں ثابت قدم رہے
تو تمہنے کیا سمجھ لیا تھا جو ہمارے خاص ان فرائض کے بجالانے
میں کوتاہی کی — انبیاء اور صحابہ کا اس قسم کے اداے فرائض
میں کوتاہی قدم رکھنا ہی ایک بڑا ثبوت اسبات کا تھا کہ خدا کے بندوں
کو اُس نے بجالانے میں کاہلی مناسب نہیں ملاوہ اس کے میں نے قرآن
میں بھی صفا مقام پر بالتخصیص نماز کی تاکید کی اُس کی خرابیاں
پتلائیں اُس کے فائدوں کو چٹایا مگر بالذمہ تم نے میرے اُن احکام
کی کچھہ قدر نہ کی آج تم کس موڑ سے اپنے کاموں کا صا سمجھو
چاہتے ہو — تب یہ گنگار کچھہ جواب نہ دے سکے اور بے اختیار
ور دینے اور اپنے کئے پر بہت ہی پشیمان ہوئے اور بڑی عاجزی اور
ذاری سے عرض کیا کہ الہی ہمکو اپنے کاموں کا کچھہ دعویٰ نہیں ہی
تو محض اپنے کرم اور فضل سے چاہے ہمکو بخش دے اور چاہے نہ
بخشدے بے شک ہم گنگار ہیں مگر تیری ذات غفور الرحیم ہی اور
تیری اس صفت پر جو تیری عین ذات ہی ہمیشہ ہمکو سچا یقین
رہا ہی آج اُسی سے ہمکو اپنی نجات کی ترغیب — تب اُس
غفور الرحیم نے بڑے جوش میں آکر حکم دیا کہ میں نے تمکو بخشا
اور یہ بھی فرمایا کہ تمہاری خدمتیں جو اسلام کے حق میں ہوئیں
سب میں نے قبول کی ہیں یہ خدمتیں جنکی تمہاری بد نصیب
قوم نے کچھہ قدر نہ کی ایسی ہی عظمت کی ہیں کہ اُن میں سے
ہر ایک خدمت تمہاری ایسی سو کاہلوں کا تلانی ہو سکتی
ہی لیکن شکایت اسبات کی تھی کہ تم میرے خاص بندے تھے تمہارا
رتبہ میرے ہاں بہت بڑھا ہوا تھا اسیئے تمکو اپنا کام بہت احتیاط
سے کرنا مناسب تھا — سچ ہی جن کے رتبہ ہیں اُن کو سرا مشکل
ہی *

جو لوگ اپنے ساتھ بہت سی ٹیکیاں لائے تھے وہ بارجود اپنی
غفلت اور قصور کے یہی اسی طرح سے غری غری جنت کو تشریف
لے گئے اور پھر وہاں جو وہ کچھہ اُن کی خاطر و مدارات ہوئی وہ
بیان میں نہیں آ سکتی ما لعلین رات وہ اذن سمع وہ خطو علی
قاب بشر *

مگر وہ پیچھا فریب مسافر جو بالکل خالی ہاتھوں آیا مشکیں
بندھی ہوئی قیامت کے اُس نازک میدان میں دم بخود ہوا ہی

کی تھی اور اُن کی دینی اور دنیاوی ترقیات میں ہمارے ہونے والے ایسے خدا نے اُن کی اُنکلیوں پر زیادہ سخت مذاب نازل کیا ہی پھر اُس بد نصیب نے نرشتوں سے پوچھا انہیں لوگوں پر کیا منصرعی مدرسۃ العلوم کی نسبت تو اور بھی بہت سے عوام آدمیوں کی رائے مخالف تھی نرشتوں نے جواب دیا کہ وہ بھی انہیں حضرات کے بھکانے سے تھے علاوہ اُن کے ابھی اُن لوگوں کا معاملہ تیری آنکھوں کے سامنے گذر چکا ہے جنہوں نے نماز و روزہ میں کاہلی کی تھی اور تڑنے دیکھا کہ خدا اُس پر کس قدر غصہ ہوا وہ کیا بات تھی وہ بھی یہی بات تھی کہ وہ ارگ خدا کے خاص بقدر میں تھے اُن سے ایسی حرکت کا ہونا نہایت ناپسندیدہ تھا علیٰ ہذا اقیاس یہ ارگ جو عالم اور فقیہ اہل سلسلہ اور مفتی اور مجتہد کہلاتے تھے اور اُنہوں نے علم حاصل کیا تھا دین کی کتابیں پڑھی تھیں ہر طرح کی سمجھ بکھ سمجھتے تھے اُن کا کام یہ تھا کہ لوگوں کو نیک کام پر رغبت دلاتے تھے یہ کہ اُنہوں نے اُن کو گمراہ کیا اسی لیڈم خدا نے ان پر سخت مذاب نازل کیا ہی اور انہیں معلوم کہ کب تک اُن پر یہ مذاب قائم رہتا ہے *

تب وہ بد نصیب گنہگار جو خالی ہاتھوں خدا کے ہاں آیا بہت پچھتا یا اپنے اور تمام کاموں کو جن پر اُس کو بہت پورستہ تھا اس طرح اور تہی ہوئی خاک کی طرح پرباد ہوتا ہوا دیکھ کر بہت روپا مگر پھر کچھ یاد کر کے اور ہمہ باندہ کو سنہیل بیٹھا اور ایک زندہ آواز کے ساتھ نرشتوں سے اُس نے کہا کہ میں نے اپنے جیتے جی بہت سی مسجدیں راہ خدا میں تعمیر کرائی ہیں اُن کا حساب کہاں ہے جن زمینوں پر میں نے مسجدیں بنوائیں وہ مجھ کو کچھ بھکانے لہیں آئی تھیں جو ایسوں اور مصالح میں نے اُن مقدس اور پاک عمارتوں میں صرف کیا تھا اُس بے زبان نے کچھ اس کام کے واسطے میری خواہند نہ کی تھی یہ کام میرا اس طرح اکارت ہوا کہ نرشتوں نے وہ سب حساب اُس کو دھٹا دیا جن مسجدوں میں ہزار ہا روپیہ صرف ہوا تھا اور جن پر اُس کمپخت کو بہت ناز تھا وہ بالکل راہ خدا کے حساب میں سے خارج کر دی گئیں تھیں اُن میں سے کسی کی نسبت تو یہ لکھا ہوا تھا کہ کانوں کے بھانوروں سے بیدبختی کلب پر نزع ہوا تھا اُن کو رنج دینے کے واسطے یہ مسجد اُن کے مندر کے پاس بنائی گئی ہے ہم سے اس مسجد سے کچھ واسطہ نہیں اور کسی کی نسبت حساب میں یہ یاد داشت تحریر تھی کہ اسپر ایک بڑا کتبہ قائم کیا گیا تھا جس پر اس کے بنانے والے نے اپنے آپ کو حاتم گوران اور حامی دین و ایمان لکھوایا تھا اور اُس سے یہ غرض تھی کہ میرا نام نیک اس کے ذریعہ سے دنیا میں قائم رہی چنانچہ جب تک وہ مسجد زمین پر قائم رہی اُسکا وہ مقصد دنیا میں حاصل رہا ہمارے

میں بھی خاک تمہارا یافتنی نہیں ہے سب حساب ہمارا دیکھا ہوا ہے — جوقت تم روپیہ دیتے جاتے تھے ہم اُسی وقت دیکھتے جاتے تھے — کیا خدا نے تم کو ان سب لوگوں کا نام بتلا دیا تھا کہ ان کا دینا ثواب ہے یا جو کچھ یہ کہیں وہ سب سچ ہے ان سب پیٹ کے پاپیوں نے تم کو دغا دی اُنہوں نے دین کے پردہ میں دنیا کمائی تمہارے غرض کرنے کے واسطے بہت سے فتوے تمہاری مرضی کے مطابق لکھ دیئے جس فتوے کو وہ درحقیقت غلط جانتے تھے اسپر بھی اُنہوں نے تمہاری خاطر سے مہرین کر دیں — مدرسۃ العلوم مسلمانان میں روپیہ دینے کو پوا بتایا تاکہ اُن کی روزی میں خال نہ پڑے اور خود رقمیں کی رقمیں ہضم کو گئے اور کبھی کتار کتب نہیں لی خواہ ہزاروں روپیہ کے مالک تھے مگر زکاة کا پیسہ ہمیشہ لپٹے رہے میں کے وارثوں کو ہمیشہ اس بات کا یقین دلایا کہ صحت کا ادب ہم سے لوگوں کو دینے سے صحت کی روح کو ثواب پہنچایا گیا ایسے نریبی اور دغا بازوں کا دینا اللہ کی راہ کا دینا ہے — اللہ کی راہ میں عالموں کی خدمت کرتی تھی تو مدرسۃ العلوم مسلمانان میں مسلمان عالم مدرسوں کی تنخواہوں کے واسطے سرمایہ دیا ہوتا دیوبند اور علیگڑہ ہی کے مہرین مدرے میں کسی مدرس کی تنخواہ کی کٹاوت یہ ہوتی یہ کہ نرشتوں نے اُس بد نصیب کو پھر ایک ارنچے ٹیلہ پر لیگئے وہاں سے اُس نے دیکھا کہ کچھ ارگ ایک آفتی بگڑے میں پڑے ہوئے ہیں اور خدا کا عذاب اُن پر نازل ہو رہا ہے — وہ روپیہ جو اُنہوں نے دغا اور فریب سے حاصل کیا تھا سانپ اور بچھڑوں کی ضرورت میں اُن کے بدن سے لپٹا ہوا ہے اور ان موزی جانوروں نے کات کات کر تمام بدن کو چھلنی کر دیا ہے مگر اُن کے ہاتھ کی اُنکلیوں پر سب سے زیادہ تکلیف ہے وہ زہریلے جانوروں کے ذنک کے اثر سے پانی پاتی ہو کر بہ جاتی ہیں اور پھر دوبارہ یہی مصیبت برداشت کرنے کے واسطے تازہ جہلی پا کر اپنی حالت اصلی پر آجاتی ہیں — یہ شخص اُن کی مصیبت اور مذاب کو دیکھ کر گہرا اور خوف کے مارے کانپنے لگا اور کچھ نہ پہچان سکا کہ یہ کون ارگ ہیں تب نرشتوں نے اُس کو بتلایا کہ یہی وہ مراری صاحب اور خواجہ صاحب اور مفتی صاحب اور ملان صاحب ہیں جو دغا دیکر تجھ سے ہر سال رقمیں کی رقمیں لیجاتے تھے اور تجھ کو دھوکا دیکر اس صرف کو خدا کی راہ کا صرف بتلا دیتے تھے اُن کی ضرورتیں اب مٹ گئی ہیں اصلیت تو اُنکو پہچان نہیں سکتا پھر اُس نے پوچھا کہ اُن کی اُنکلیوں پر کیوں ایسا مذاب ہے نرشتوں نے کہا کہ اُنہوں نے بالکل پد فیتی اور تعصب کی راہ سے نہ معاملہ یا اختلاف رائے کی وجہ سے اُن اُنکلیوں سے مدرسۃ العلوم مسلمانان میں چند نہ دینے پر موزوں کی تھیں اور اس ذریعہ سے اُنہوں نے تمام مسلمانوں کو ذلت اور ادبار میں پڑے رہنے کی تدبیر

انسان کی زندگی

تہذیب الاخلاق
یکم محرم سنہ ۱۲۹۱ ہجری
مطابق سنہ ۱۳۰۵ قمری

انسان کی زندگی

حساب ہے اُس کو کچھہہ سورکار نہیں ہی البتہ چند چھوٹی چھوٹی مسجدوں اور بعض پرانی مسجدوں کی متروکوں کو راقہ خدا کے حساب میں شامل کیا گیا تھا اور اُن کا ثواب بھی جاری تھا فرشتوں نے اُس پر نصیب ہے کہا کہ صبح اور شام ایک ایک جامِ تہمتے پانی کا جو تھپھو مل جاتا ہی وہ اسی ثواب کی وجہ سے ہی یہ سنکر وہ حد نصیب پھر رونے لگا اور اپنی زندگی کی حالت پر بہت افسوس کیا مگر تھوڑی سی ملاحظہ کے بعد اُس نے بھی اُس مفلس مسافر کی طرح جس کو اپنا ٹکٹ گمانے کی بدولت کچھہہ روزوں جیلخانہ میں بھنپا ہوا مذاب سے دھائی پانی *

پھر جس طرح ریل کی ٹرین میں گاڑیاں مختلف درجہ کی ہوتی ہیں کوئی شاہی گاڑی ہی اور کوئی اموات شاہی کی کوئی اول درجہ کی کوئی دوم درجہ کی کوئی درمیانی درجہ کی اور کوئی سب سے آخر کا درجہ — اسی طرح انسانوں کی زندگی کی ٹرین کا حال ہی وہ بھی مختلف درجوں میں منقسم ہی شاہی گاڑیوں سے انبیا صاواقالہ علیہم السلام کی زندگی مراد ہی جنوں نے اپنی تمام تمام عمریں اپنی اُمّت کی اصلاح حال میں صرف اُن سے گائیاں سنیں پتھر بکائی مگر ہمیشہ اُن کو دعاؤں بجز سے یاد کیا اور بڑے استقلال مگر سلامت اور نرمی کے ساتھ اپنا کام کرتے رہے *

اس کے بعد امراء شاہی کی گاڑیوں کے مقابلہ میں ٹیپوں کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی ہی جو بالکل انبیا کے قدم بقدم چلے اور جن کاموں کی بنیاد اُن کے ڈبی تال گئے اُس کو اُنہوں نے دسے ہی استقلال اور تحمل کے ساتھ پورا کیا *

ریل کے اول درجہ کی گاڑیوں کی مناسبت میں اُن عالی رتبہ لوگوں کی زندگی ہی جنہوں نے عام مضائق اور اپنی قوم کی بھلائی میں اپنا وقت اپنا آرام اپنا مال صرف کیا اور جو رہے ہیں جنکی بھلائی چاہتے ہیں وہی بوائے بھونچالے پر مستعد ہیں جن کے ساتھ دوستی کرتے ہیں وہی دشمنی سے پوش آتے ہیں جن پر اپنی جان قربان دگوتے ہیں وہی گلے کا ہار ہوتے ہیں جنکی حمایت کرتے ہیں وہی مخالفت پر کمر بستہ ہیں — جنکے اسلام کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں وہی کفر کے تنوعے جھٹلاتے ہیں — اور یہ خدا کے شہر اپنی قوم سے بڑا بڑا منتہ ہیں اور غرض ہیں فقر کے قترے ساتھ ہیں اور پھوٹے نہیں سائے قوم کی پسند ہمتیاں اور لائقان دیکھتے ہیں مگر ہمت نہیں ہارتے — جیسے نزدیک اسی درجہ کے لختافوں کو وارث انبیاء کہنا صحیح ہی اسلئے اور مشغول اور ادب وغیرہ میں لاجواب ہونے اور صاحب جہد و دستار بن جانے سے انبیاء کا ورثہ نہیں مل سکتا — نہ یہی چیزے دیگر آسامیں چیزے دیگر *

ریل کے دوم درجہ کی گاڑیوں کے مقابلہ میں بی زماننا اُن لوگوں کی زندگی ہی جو اول درجہ کے لوگوں کی مدد کر رہے ہیں اور اُنکے اراکوں کی تکمیل میں سامی ہیں ایسے لوگوں کا وجود بھی بہت ہی

غنیہہ ہی آری خوشی کی بات تو یہ ہے ہی کہ اس درجہ کے لوگ ایسی ترقی کریں جو اس ٹرین میں بہت سی اول درجہ کی گاڑیاں اُنکے واسطے زائد لگائی ہیں ورنہ کم سے کم اس قدر خوش آن کر ضرور کرنا چاہیے کہ اگر وہ پہلے درجہ کے لوگ جنکی مدد خدا دراز کرے اور اُن کو ایسی مدد تک صبر و تندرست رکھے جو وقت اپنی منزل پروری کوکے اپنی گاڑی میں سے اُتریں اور ازل کے اسٹیشن مسافر کو اپنا ٹکٹ حوالہ کریں تو یہ دوسرے درجہ کے لوگ اُن کے جانشین ہوجاویں اور اس ٹرین کی اُن معزز گاڑیوں کو خالی نہ چھوڑیں *

درمیانی درجہ تھوڑے روزوں سے ریل کی ٹرین میں شامل ہوا ہی یہ اُن لوگوں کی زندگی کے قہرک ٹھیک مناسب ہی جو کچھہہ تھوڑے روزوں سے زمانہ کے حالات پر غور کرتے لگے ہیں اور اپنے آپ کو فکس حالت سے نکالنے کی فکر میں ہیں لیکن بے استطاعتی یا کم ہمتی سے ایسی اور کی معزز گاڑیوں میں جانے سے چھپکتے ہیں مگر اُمید ہی کہ وہ سب اعلیٰ درجہ میں رفتہ رفتہ ترقی کریں گے *

سب سے اخیر درجہ ریل کا جراب تیسرا درجہ ٹھٹھا ہی اُن عام انسانوں کی زندگی ہی جنکی اصلاح اور ترقی میں معزز گاڑیوں والہ کوشش کر رہے ہیں اور تھوڑے بہت فاصلہ سے اُن کے ساتھ ساتھ اس ٹرین میں اپنی زندگانی طے کر رہے ہیں اُن کی دلی خواہش یہ ہے کہ اس ذلیل درجہ میں سے سب لوگوں کو نکالکر معزز درجہ کی مختلف گاڑیوں میں سوار کر دیں لیکن مجبوری یہ ہے کہ خود اس قدر مقدر نہیں رکھتے جو سب کے لئے اعلیٰ درجہ کا ٹکٹ لے دیں اور اس ذلیل درجہ کے بیٹھنے والے صرف ہمت نہیں کرتے *

فرض کہ جہاں تک غور کیجیے ریل کی ٹرین اور انسانوں کی زندگی بہت سے حالات کے لحاظ سے یکساں طریقہ سے چل رہی ہی ہے اُن تک کہ ہم دو حقیقت کسی ملک کی ریل کی ٹرین کو دیکھکر یہ درجہ درجہ دیکھتے ہیں کہ اس ملک کے انسانوں کی زندگی کس طرح پر ہوسر ہوتی ہی ہمارے ملک کی ٹرین میں سب سے پست درجہ میں مسافروں کی بہت شرت ہوتی ہی جسکا نتیجہ ملک کی حالت کے ٹھیک ٹھیک مناسب ہی یعنی سب تباہی اور فساد میں مبتلا ہیں معزز درجہ کی گاڑیوں میں بیگانہ ملکوں کے کالی کرتی والوں کے سوا اُس ملک کے سفید پوش بہت ہی کم نظر آتے ہیں چنانچہ ظاہر ہی کہ ہمارے اس تمام عالی غزل میں بہت کم ایسے ہیں جو در حقیقت اصلی مزے کے مستحق ہیں *

اب میں اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ منت موش کرتا ہوں کہ یہ اس غراب اور ذلیل حالت سے بالا تر ہوجوں میں ترقی کرنے کی فکر کریں اور جو لوگ اِس مدد کام میں اُن کی دستکوی کر رہے ہیں اُس کی نصیحتوں کو تمام تو ہکر گذاری کے ساتھ سبیں اور اُن پر عمل کریں والسلام *

نمبر ۱۷۵

تہذیب و شایستگی

اصل شایستگی خیال کی شایستگی ہی

ہمارے اس زمانہ میں شایستگی اور تہذیب پر بہت بھروسہ ہو رہی ہے اور مسلمانوں میں اُس کی نسبت ایک گرم مباحثہ قائم ہے اور لوگوں کی مختلف رائیں ہو رہی ہیں کوئی لباس کو شایستگی پر بہت کچھ دیکھ کر سمجھتا ہے اور کوئی کھانا کھانے کے طریقوں کی تبدیلی کو کڑا چاہتا ہے کسی کو ایک پست مہذب اور شایستہ معلوم ہوتی ہے دوسرا اُسی کو نامہذب اور ناہایستہ ٹھہراتا ہے — کوئی: اپنی کھیتی جوڑی اور چھتہ و دستار میں غرور ہے کہ شایستگی را سمجھتی ہے شاید — کوئی انگریزی بوت چڑھائے اپنے گھر و خانہ پر غرور ہے کہ تہذیب ہمیں ایک معنی دار — مگر میری دانست میں یہ سب فقہ اور یکہیزے ہیں اور اصل شایستگی خیال کی شایستگی ہے *

تہذیب و شایستگی کا عمدہ اور اعلیٰ مشافہ یہ ہے کہ انسان اس طرح پر اپنی زندگی بسر کرے جس سے اپنی ذات بھی ہمیشہ آرام اور غریبی اور تنہا رہتی ہے ساتھ رہے اور دوسروں کو بھی اُس سے فائدہ پہونچے اور ایسے وسیلے ہم پہونچائے جارہیں جن سے ہر قسم کی مشکلات پر غالب آنا سہل اور ہر قسم کی غریبی اور راحت حاصل ہونا آسان ہو جائے — پس جس انسان کے دماغ میں ایسی قوت ہو کہ وہ ان تمام باتوں پر قادر ہو سکے اُسی کو ہم شایستہ کہہ سکتے ہیں اور اسی کا نام خیال کی شایستگی ہی باقی رہا اور جو طرز معاشرت اور طریق تمدن سے ملاقہ رکھتے ہیں وہ انسان کی بسر زندگانی کے ایسے خارجی اسباب ہیں جنہیں ایک شایستہ اور مہذب آدمی ملک کے مختلف صوبوں اور آب و ہوا وغیرہ کے لحاظ سے احیاء پر غور کر سکتا ہے کہ ان امور میں سے کس امر سے مجھ کو آرام ملیگا اور کس سے میں بدظنی و تندرست رہ سکتا ہوں اور کون سی چیز میری خوشی کو بڑھا سکتی ہے اور میرا کونسا کام دوسروں کے لیئے مفید ہو سکتا ہے — اور پھر جو رائے قائم ہو — اُس پر ہر ماحال انسان کو عمل کرنے کا حق ہے لیکن خیال کی شایستگی اور درستگی سے پہلے اُن امور میں سے کسی کو تقلیداً اختیار کرنا اور کسی کو ترک کرنا انسان کو شایستہ نہیں بنا سکتا *

جس آدمی کا خیال شایستہ ہے اُس کے تمام کام خود بخود ایسی عمدہ ترتیب سے انجام پاتے ہیں جس سے وہ تمام خوشیاں اور آرام جو تہذیب و شایستگی کا نتیجہ ہیں بالضرور حاصل ہوں — نامہذب آدمی کے تمام کام ہمیشہ بے ترتیب ہوتے ہیں جن سے زندگی

اور تلخ ہو — مہذب آدمی کی مثال بالکل انسان کی — تندرستی کی سی ہے — جب تک انسان تندرست ہوتا ہے اُس کے تمام اعضا اپنے اپنے موقع سے وہ تمام کام خود بخود کرتے رہتے ہیں جو انسان کی راحت اور غریبی بڑھانے کا ذریعہ ہوں اور رنجوں اور تکلیفوں کو دور کریں — جس آدمیوں کا خیال شایستہ نہیں ہوا ہے اور وہ کسی شایستہ اور مہذب قوم کی چند دوسروں اور دستوروں کی تقلید ہی کو شایستگی سمجھتے ہیں اُن کی مثال بالکل ایک ایسے مریض کی سی ہے جو تندرستی کی سی حرکتیں کرنا چاہتا ہو — مگر اُس طرح اُس مریض کی یہ حرکتیں ایک تندرست آدمی کے کاموں کی پڑاؤ نہیں ہو سکتیں — اسی طرح جن لوگوں کے ابھی خیال شایستہ نہیں ہوئے اُنکے بعض تقلیدی طریقے اُن کو مہذب اور شایستہ نہیں کر سکتے *

پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ سب سے پہلے اپنے خیالات کو عمدہ کریں اور اگر اُن کے خیال عمدہ ہو گئے تو سب اُستقامت کی ترتیبیں خود بخود اُن میں ہرجارینگی و رفتہ تقلیدی شایستگی سے کچھ کام نہیں چل سکتا یہی ایسی تہذیب ہے پھر لوگوں کے کھانے کی توقع نہیں ہو سکتی جسکا سلسلہ ایک مستحکم جوڑک نہیں پہونچتا جو دیکھنے والوں کی نظروں میں وہ کیسی ہی شرمندہ اور شاداب معلوم ہوتی ہو * اور خیالات اُس وقت تک عمدہ نہیں ہو سکتے جب تک دوسروں کے خیالات سے معاشرہ نہ کیا جاوے جس طرح مال و دولت پھیل بدل سے بڑھتا ہے اسطرح خیالات کی بھی ترقی ہوتی ہے جب آدمی مصیبت کو چھوڑ کر دوسروں کی رائے اور دوسروں کے خیالات پر غور کرتا ہے اور اپنے خیالات سے دوسروں کو مطلع کرتا ہے اور پھر دوسروں رائیوں اور دوسروں خیالوں کا باہم مقابلہ ہوتا ہے اور ایک خیال صحیح اور دوسرا خیال غلط یا ایک کامل اور دوسرا لائق اصلاح معلوم ہونے لگتا ہے تب رفتہ رفتہ انسان کا خیال ترقی کرنے لگتا ہے اور جب یہ ترقی کامل ہو جاتی ہے تو انسان مہذب اور شایستہ کھانے کا مستحق ہوتا ہے *

انسان کے خیالات کی ترقی بالکل اسطرح سے ہوتی ہے جس طرح کوئی شخص درجہ بدرجہ میٹھیوں پر چڑھتا ہے اور کبھی بلند زینہ کو ملے کرتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ زینہ کو ملے کرتے وقت انسان خود بھی دیکھتا جاتا ہے کہ کس قدر درزی میں ملے کر چکا ہوں اور کس قدر درزی ابھی باقی ہے خیالات کی ترقی میں انسان کو خود اچھی طرح معلوم نہیں ہوتا کہ میں نے کس قدر ترقی کی لیکن اور دیکھنے والوں کو معلوم ہو جاتا ہے *

انسان ایک وقت میں ایک عمدہ اور ٹھیکہ عمدہ کام کو اس قدر برا جانتا ہے اور اپنے نزدیک اُسکی بڑائی کا ایسا قطع نہایت

نہیں کرتا جس کو خود اچھا جان چکا ہی مگر اتنا فرق ہوجاتا ہی کہ یہاں پہونچکر وہ دوسروں کو بھی اُس کام کی وجہ سے برا نہیں سمجھتا اُن کو ملامت کرنا چھوڑ دیتا ہی جو حقارت اور نفرت اُس کے دل میں اُس کام کے اعتبار کرنے کے سبب سے اوروں کی طرف سے ہوتی ہی وہ اب پائی نہیں رہتی۔ ہمارے بعض دوستوں کا قول ہی کہ جن لوگوں کے خیال کی ترقی اس چوتھے درجہ تک ہرجاتی ہی وہ تہذیب و شایستگی کی پورنورسٹی یا دارالعلوم میں داخلہ کا امتحان پاس کرلیتے ہیں *

اس کے بعد جب آدمی دوسروں کو وہ کام کرتے ہوئے دیکھتا ہی جس کا مفید ہونا اُس کو تسلیم ہی اور اُن کا وہ فعل اُس کو ناگوار بھی نہیں معلوم ہوتا تو تھوڑی دیر دیر لیکو اب وہ پانچویں سیڑھی پر آتا ہی یہاں وہ اس تردد میں پڑتا ہی کہ میں بھی اس کام کو کروں یا نہ کروں۔ دوسروں کو مفید مفید کام کرتے ہوئے دیکھکر جی بہت لگتا ہی مگر جرات نہیں پڑتی۔ مقل بالکل آگے چلنے کی رغبت دلاتی ہی مگر مصلحت دامن نہیں چھوڑتی۔ اس پانچویں سیڑھی پر بڑی بے چینی سے گذرتی ہی صبح کو ارادہ ہوتا ہی کہ آج تو مسلمان ہوئی جائیئے مگر شام پہر واپسی ہی قاریک آتی ہی جیسی گنری ہوئی شام تھی شام کو یہ قصد ہوتا ہی کہ کل ہرچہ بادآباد مگر صبح کو آفتاب کا قہر ناک چہرہ پہر واپسی ہی ہیبت طاری کردیتا ہی جیسی کل تھی *

لیکن آخر کار ہمہ مردان مدد خدا ایک دن یہ مشکل مقام بھی طی ہوجاتا ہی اور خدا کا نام لیکر آدمی اُن کاموں کو خود کرنے لگتا ہی جن کو وہ ایک دن نادانی اور نا سمجھی سے برا سمجھتا تھا اور اب بہت سے مباحثوں اور گفتگوؤں اور غور و تامل کے بعد اُن کو نہ صرف برائی سے پرہی خیال کرتا ہی بلکہ اُن کے مفید اور نفع مند ہونے پر کامل یقین کرلیتا ہی۔ یہ حال انسان کے خیال کی ترقی کی چھٹی سیڑھی ہی *

اس سیڑھی پر قدم رکھتے ہی آدمی کو معلوم ہوتا ہی کہ اب وہ زینہ ختم ہوگیا اور اب وہ ایک ایسے بلند اور عریض سطح پر پہونچ جاتا ہی جس کی خرابیاں وہاں سے باہر ہیں اور وہ ایک سیڑھی پر جتنی جتنی دیر ٹھہرنے کا اتفاق ہوا تھا اُس پر انوسر کرتا ہی۔ اب وہ دیکھتا ہی کہ اُس نفع ہی دانش مہدیں میں جا بجا صاف اور شہوین چشمہ اور نہریں جاری ہیں سیڑھے نے تمام میدان پر نرش زمرہیں بچھادیا ہی۔ مختلف قسم کے پھول اور + یہ ایک ہنسی ہی اُن لوگوں کی جو کسی کام کی خوبی کو مقل تسلیم کرتے ہیں مگر مصلحت کا منہ کرتے ہیں حالانکہ مقل لوہ مصلحت بالکل ایک ہی۔

کرلیتا ہی کہ اُس رائے کے برخلاف تفکر کرتا ہی بقول سمجھتا ہی خیال کی یہ حالت اُس وقت ہوتی ہی جب تک وہ ترقی کے زینہ پر قدم نہیں رکھتا *

مگر جب ایسی گفتگوئیں اُسکے سامنے برابر جاری رہتی ہیں تو یہ شخص اُن کو سن سن کر پیچ و تاب کھاتا ہی اور اپنی مضائقہ واپس کو رد کرنے لگتا ہی یہاں سے دلائل اپنے خیال کی تائید میں پیدا کرتا ہی اور بڑی جد و جہد سے اپنی مضائقہ واپس کے جواب دہی کی فکر میں پڑجاتا ہی۔ یہ حال خیال کی ترقی کی پہلی سیڑھی ہی *

جب کوئی آدمی اس سیڑھی پر چڑھ گیا تو اب وہ ایک ایسے مباحثہ میں پڑا جہاں بالضرورت موافق اور مخالف رائیں اُسکو دیکھنی پڑتی ہیں کچھ موصد تک وہ پہلی ہی سیڑھی پر قدم مضبوط گزارے ہوئے ہوا رہتا ہی مگر آخرکار اُسکا خیال اسباب پر غور کرنے لگتا ہی کہ اس دونوں رائوں میں سے کون سی صحیح ہی اور کون سی غلط یہ حال خیال کی ترقی کی دوسری سیڑھی ہی *

سچائی کا یہ ذاتی وصف ہی کہ اگر انسان اُس پر بغیر کسی تمصب کے غور کرتا رہے تو بے شک اُسکو سچائی کا اقرار کرنا پڑتا ہی اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر شخص سے سخت تمصب کے ساتھ بھی کسی بات پر برابر غور اور مباحثہ جاری رہے تو یہی ایک تہ ایک دن سچائی غالب ہو رہیگی مگر بہت دیر کے بعد پس جن رائوں پر انسان دوسری سیڑھی پر کھڑا ہوا غور کرتا ہی اگر اُن میں سے وہ رائے جسکو وہ پہلے برا جانتا تھا درحقیقت سچ ہوتی ہی تو بلاشبہ انسان اُسکو اپنی استدلال کے موافق خواہ جلد خواہ بدیر قبول کرلیتا ہی اور یہاں وہ اتنا مستحیبالذہن یسہور کا مصداق بنتا ہی یعنی قیامت کو قبول وہی کرتے ہیں جو ستم ہیں۔ یہ حال خیال کی ترقی کی تیسری سیڑھی ہی *

اس سیڑھی پر پہونچکر آدمی اُس رائے کو جسکے برخلاف ایک دن گفتگو تک کرنا نظر خیال کرتا تھا اب غلط سمجھنے لگتا ہی اور کچھ مدت تک وہ اسی تیسری سیڑھی پر کھڑا رہتا ہی وہ اوروں کو چوتھی سیڑھی پر چڑھتے ہوئے دیکھتا ہی مگر خود ارادہ نہیں کرتا وہ اپنے ساتھیوں کو ایک کام کرتے ہوئے دیکھتا ہی جس کو وہ صحیح تسلیم کرچکا ہی مگر اسپر عمل کرنے کو وہ اچھا نہیں جانتا۔ وہ اہل کتاب کے ساتھ مواصلت کو اب برا نہیں جانتا اُس کو مستحق عذاب الہی نہیں سمجھتا اور آخر کار اُس کی منفعیوں کا بھی افوار کرنے لگتا ہی مگر نہ آپ اُس کے کرنے کی جرات رکھتا ہی نہ دوسروں کے اس عمل کو پسند کرتا ہی مگر کچھ دنوں کے بعد وہ چوتھی سیڑھی پر چڑھتا ہی۔ یہاں بھی وہ اُس کام کو اختیار

پڑھے اور درخت جدا لطف ڈال رہے ہیں۔ مرغان غرض اللہ لپٹی اپنی بولچوں میں اپنے پروردگار کی یاد میں مصروف ہیں وہاں اگر کوئی ناہموار مقام بھی ہو تو نہایت ہی دلچسپ دکھائی دیتا ہے اور وسط میں ایک چشمہ کے کنارے پر نہایت خوبصورت ایک میٹھا دریا ہے۔ پڑ مورتے ملائی حوٹوں میں عربی خط سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے *

دلہا میں خدا کی یہ رحمت خاص اُن مسلمانوں کے واسطے ہے جو چھوٹے سیزھیاں بن کر رہے ہیں انہیں تک پہنچے جارہے *

میلے ایک مقابل کے اونچے ٹیلے پر چڑھ کر اس تمام کیفیت کو دیکھا — میں نے دیکھا کہ اُس کلسٹان ہمیشہ ہمارے جہاں پہنچا نہایت ہی زینت کے ساتھ بہت ہی بڑے تکلف بہت سے تحفے اور ارام چوڑیاں پہنچی ہوئی ہیں — بہت سے لوگ مجھ کو اُن تختوں اور ارام چوڑیوں پر لے بیٹھے ہوئے — معارف ہوئے لیکن نہ میں اُن لوگوں کی ضرورت پہچان سکا نہ اُن کی ہر ایک کچھ میری سمجھ میں آئی مقل سے ایسا معارف ہوتا تھا کہ یہ لوگ مصر اور قسطنطنیہ اور تونس وغیرہ کی طرف کے مسلمان ہیں جو ان چوڑیوں میں بیٹھ کر ملے کر چمک رہے اور اب خدا کی رحمت کے مزے لے رہے ہیں *

میں اُن بہت سے شخصوں میں سے صرف دو شخصوں کو پہچان سکا جن کے تحفے میدان کے کنارے پر اُس مقام پر بیٹھے ہوئے تھے جہاں وہ زینت ختم ہوتا ہے ایک تحفے پر میں نے سید احمد خاں کو دیکھا کہ تہذیب الاخلاق کی بہت سی نفیس نفیس اور سنہری جلدیں اُن کے سامنے رکھی ہوئی ہیں اُن میں سے وہ کسی کسی جلد کو اٹھا کر کوئی کوئی مقصود ہندوستان کے مسلمانوں کو سنا رہے ہیں اور جس عمدہ مقام پر وہ خود موجود ہیں اور جہاں کی خوبیاں وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اُس کو بڑی دلچسپی اور مصباح کے ساتھ اُن لوگوں کو سمجھاتے ہیں جو اُس زینت کے نیچے گرہ در گرہ نہایت سے توجہ دیتی اور بے سُر سامانی کی حالت میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں اور زبان حال سے یہ کہتے جاتے ہیں — یا لیڈ ڈرمی یملوں *

میں نے اُس قبیلہ پر سے دیکھا کہ کوئی مسلمان جس کے کان میں سید احمد خاں کی آواز پہنچتی ایسا ہاتھی نہ رہا تھا جس نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی ہو — میں نے دیکھا کہ تمام مسلمان پہلی آواز پر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُس خیال کی ترقی کے زینت کی طرف کو دوڑے اور جیسی جس کی استعداد اور قوت تھی ویسی ہی اُس نے ترقی کی بعض ضعیف الجھت اور کم ہمت یا ناہیلی اور لوہے لنگڑے ابھی پہلی سیزھی تک بھی نہیں پہنچے ہیں باقیوں میں کوئی پہلی سیزھی پر ہی کوئی درمی سیزھی پر کسی نے تیسری سیزھی تک

ترقی کر لی ہے اور کوئی چوتھی سیزھی پر پہنچ کر گیا ہے اور بعض جو بہت ہی عقلمند اور ذکی اور حسد و چالاک تھے وہ پانچویں سیزھی تک بھی پہنچ گئے ہیں جو لوگ پانچویں سیزھی پر پہنچ گئے ہیں اُنکو سید احمد خاں ہاتھ بڑھا کر اپنی برابر اور لے لیتے ہیں چنانچہ میرے دیکھتے دیکھتے اُنہوں نے پانچویں سیزھی پر سے ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر اور کو کھینچ لیا وہ بھی اُس پر رضا میدان کی راحتوں اور خوشیوں کا لطف حاصل کرنے لگا اور سید احمد خاں کی برابر اپنی آرام چوکی سے ہاتھ لگا کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے جب فور سے دیکھا تو معارف ہوا کہ آغا یہ مولوی سید مہدی علی صاحب ہیں جو اپنی چستی اور رسائی عقل سے بہت جاد چھوٹے سیزھیاں ملے کر گئے اُن کو میں اس عمدہ مقام میں پہنچا ہوا دیکھ کر بہت ہی غرض ہوا مولوی سید مہدی علی صاحب نے بھی ایک جلد سید احمد خاں کے سامنے سے اُٹھا لی اور اُنہوں نے بھی اُس کے مضامین پر آواز بلند اُس لوگوں کو سناتے شروع کیے جو یا زینت ملے کر رہے تھے یا زینت کے نیچے اُس پر چڑھنے کی فکر میں کھڑے ہوئے تھے *

میں نے ایک اور مولوی صاحب کو بھی دیکھا جو چوتھی سیزھی سے پانچویں سیزھی پر چڑھنے کی تیاری کر رہے تھے اور عقارب پانچویں سیزھی پر پہنچنا چاہتے تھے مگر اُنہوں نے مجھ سے اشارے سے منع کیا کہ میرا نام ابھی کسی سے نہ لینا اُنہوں نے بھی سید احمد خاں کی ہاں میں ہاں ملا کر شروع کر دی اور جو بات وہ سید احمد خاں سے قریب ہوئے کی وجہ سے ابھی طرح سنتے اور سمجھتے تھے اُس کو نیچے سیزھیوں والوں کو سمجھانے لگے *

پہلی اور دوسری سیزھیوں والوں کی کیفیت دیکھ کر مجھ کو بے اختیار غصہ آئی میں نے دیکھا کہ وہ سید احمد خاں کی آواز سنتے ہی دوڑے اور کوئی پہلی اور کوئی دوسری سیزھی اُس زینت کی ملے کر گیا کرنا سید احمد خاں کے منشاء کی پوری تعمیل میں مصروف ہیں لیکن بائیں ہمدہ روا سید احمد خاں سے مضامین ہرگز زبان درازیاں کرتے جاتے ہیں اُن میں سے کوئی کہتا ہے کہ سید احمد خاں کی ایک حد سنو کوئی کہتا ہے کہ بالکل اُس کے برخلاف کام کرو یہ کہتے جاتے ہیں اور اور کو چڑھتے جاتے ہیں — سید احمد خاں بھی اُن کی اس حالت کو دیکھ کر مسکرا پڑے اور کہنے لگے کہ بھئی پال آدمی ہیں جس کام کو کرتے جاتے ہیں اُسی کو ہر کہتے ہیں جس راستہ کو ہند کرتے ہیں اُس طرف کو چلتے جاتے ہیں مگر تاہم توں سیزھیاں ان کو بھی ملے کرنا پڑی ہیں سمجھو ہر ہوتے جاتے ملے کر لیتے نادان ہیں پدیر ملے کر لیتے *

یہ مزے مزے کی باتیں دیکھ کر میں اُس قبیلہ پر سے اُتر آیا اور آخرت سمجھا کہ سید احمد خاں کو تہذیب الاخلاق نے ہندوستان کے مسلمانوں میں کیا اثر پیدا کیا ہے اور اُٹھنے لگا اثر پیدا کر رہا ہے

راہ
مشفق خلیفہ

بمقام علیگڑہ — مطبع علیگڑہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۲]

یکم صفر سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی

[جلد پنجم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مقصد اس پرچہ میں مندرج ہونے کے ليئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر ہندہ یا کچھ روپیہ بطور توثیق کے منایں فرمانا ہو تو سید احمد غاں صاحب پھادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹاروس بھیجنا جاریہ فرستہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جاوے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا اُس کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار معتدل و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط افہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور حقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جاویں *

اطلاع

تشریع قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور ہندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا *

بہن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے ليئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اور کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا *

یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر یگانہ خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ متعلق نہ ہوگا *
اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ چار آنہ قیمت اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۷۶

اسلام کی دنیوی برکتیں

FOR OBVIOUS EFFECTS WHICH ISLAM
HAS PRODUCED UPON THE WELFARE
OF MANKIND.

ہم اس مقام پر اسلام کی دنیوی برکتیں بیان کرتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ قرآن نے انسان کی اصلاح معاش کی باتیں کیونکر سکھائیں اور یہ کہ ہمارے اپنے ہمجنسوں سے کس طرح سلوک کرنا چاہیئے اور باہم کے معاملات میں کس طرح پر پرتاؤ عمل میں لانا چاہیئے اور حسن معاشرت کی ترقی کیونکر اسلام کی وجہ سے ظہور میں آئی اور یہی نوع کی بہبودی اور سلامتی اور کافہ انام کی جان و مال کی حفاظت کی کیا وصیتیں فرمائیں اور بادشاہ سے لیکر فقیر تک کیسے سب کو آزاد قرار دیا اور جملہ بنی آدم کے امن و امان سے رکھنے اور خدا کی برکتوں سے نائدہ مند ہونے کی کیا کیا سپیل کرتی ہیں۔ اس مضمون کو ہم پہلے حفاظت اطفال سے شروع کرتے ہیں *

۲۔ دختر کشی کی بد رسم تو قدیم زمانہ سے تو قریباً تمام جہاں میں پھیلی ہوئی تھی، مگر اب اس رسم کو ختم کر دیا گیا ہے۔
Abolished Infanticide.
جہاں بڑے بڑے حکیم اور اہل ناموس گذرے ہیں یہ رسم پسندیدہ اور معروف تھی۔ مگر ملک عرب میں خصوصاً اور آئر ملکوں میں عموماً قرآن نے ہی لڑکیوں کی جان بچائی اور تمام جہاں میں جہاں تک اسلام کی دسترس ہوئی اسی نے اُن بے رحم والدین کو جو لڑکی کو مار ڈالتے تھے خدا کے غضب اور قیامت کے عذاب سے قراچا۔ اسلام ہی کی تعلیم کے اثر سے دختر کشی کی رسم اسلامی ملکوں سے مٹ گئی اسی کی پر تاثیر اور خوف خدا دلانے والی تقریر سے قتل سرزد کی بیخ کنی ہوئی۔ اور جہاں اب اسلام پھیلتا جاتا ہی وہاں یہ رسم نسیاً مشیاً ہوتی جاتی ہی شروع ہی ہے قرآن نے اس مہلک رسم کے خاتمہ کا وعظ کیا *

”اِذَا مَرُؤَةٌ سَلَّتْ بِاِیْ ذَنْبٍ قَتَلَتْ“ + — [تکریر *

۳۔ عرب میں جہالت اور وحشیہ کے غلبہ سے لڑکیوں کا رکھنا ایک سخت ذلت اور اہانت تھی وہ کمبخت اُن لڑکیوں کو یا تو ہوتے ہی مار ڈالتے تھے یا پال پرورس کے جیتا گار دیتے تھے *

+ اور جب بیٹی جیتی گار دی کہ پرچہ کس گناہ پر ماری جاتی تھی۔

”اِذَا بَشَرٌ اَحْدَهُم بِالْاُنْثٰی هَلَکَ وَجْهَهُ مَسْرُومًا وَ هُوَ نَظِیْمٌ یَّتْرٰی مِنْ اَلْقَوْمِ مِنْ سَرٍّ مَابْشَرُهُ اِیْسَکَہُ مٰلِی اَوْ یُدْسَہُ فِی التَّرَابِ + — (نحل) *

علامہ رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں و اعلم انہم کانوا مختلفین فی قتل الیامات فمنہم من یضفر بھفرًا یدنہا فیہا الی ان یموت - و منهم من یرمہا من یرمہا من شاق جیل - و منهم من یترقھا - و منهم من یدبھھا - و ہم کانوا یضامون ذلک قارۃ للفرقة والصلیة وقارۃ عرفا من الفقر والفاقة ولزوم للنفقة *

۴۔ یہ تو ایک خاص صورت لڑکیوں کے قتل کی تھی الا عموماً قتلہ اولاد بھی قدیم زمانہ سے ہوتا چلا آیا۔ انطاہون اور ارما - یہ دونوں نامی حکیم قتل اولاد کے حامی تھے ! - ارما کو کا قول ہی کہ لنگرے لڑکیوں کا پرورش پاجانا قانوناً روکنا چاہیئے اور جب کثرت بنی آدم کو کم کرنا منظور ہو تو جنین میں جان پڑنے سے پیشتر اسقاط حمل کرنا چاہیئے۔ ملک اسپارٹا (یونان) میں یہ قانون تھا کہ جب کسیکے پاس لڑکا پیدا ہوتا تو وہ شخص اُس کو قوم کے وجود و امیان کے پاس لے جاتا وہ لوگ اُس کو ملاحظہ کرکے دیکھتے کہ وہ تمام لطافت اور تندرست ہی تو اُسے حکم دیتے کہ اس کی پرورش کرے اور اگر اُس میں کوئی نقص دیکھتے تو کوا علیجینوس کے قمر میں گرا دیتے تھے۔ اہل روم میں بھی ایسا ہی دستور تھا کہ بچے کی پرورش اُس کے باپ کی رائے پر موقوف تھی۔ قوم اورش میں بھی ایسا ہی دستور تھا کہ اگر بچے کا باپ چاہے تو اُسے پرورش کرے ورنہ اگر اُس میں ضعف و نقص پائے تو جنگلی جانوروں کو کھلا دے۔ فیجی قوموں میں بھی یہ ہنر ایک رسم عام ہی۔ ایک سیاح نے بیان کیا کہ ملک وانزا لیورڈ کے بعض اضلاع میں تو قتل اولاد کی تعداد کل باشندوں کی ایک نصف سے بڑا کر دو ٹکٹ تک پہنچتی ہی۔ چین اور ہند میں اس کا عام رواج تھا اور ہنر باقی ہی قرآن نے اس رسم قبیح کی اصل و بنیاد پر گورنٹ کی اور فرمایا ”اِنَّ تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشِیۃَ اِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُہُمْ وَاِیْنَامَ اَنْ قَتَلْتُمْ کَانَ خَطَاً کَبِیْرًا“ (اسوی) - ۳۳ *

اولاد کی جان کو ایک اور آفت یہ تھی کہ بے رحم ماہان اپنے عزیز نہتے بچوں کو بتوں کی نذر چڑھاتے اور
Human sacrifices superseded.
قربان کرتے تھے۔ علامہ اور ملکوں کے (مثلاً انگلستان و ہندوستان وغیرہ) جہاں انسانی قربانی عمل میں آتی تھی عرب میں بھی ایسے حادثات پائے جاتے ہیں

+ اور جب عرصہ پوری ملے ایسی کسی کو بیٹی کی سارے دیو رہے منہ اُس کا سیاہ اور جی میں گھٹ رہا چھپتا ہوا لوگوں سے مارے برائی اس عرصہ پوری کے جو سنی اور اُس کو رکھنے دیر پانی قبول کر کر یا اُس کو داب دے مٹی میں۔

ج ”و اقوالیتماسی اموالہم ولا تنید لوا لخصیت باعلیہم ولا تاكلوا اموالہم الی اموالکم انه کان حوباً کثیراً“ + — (نساء)

د ”ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظالماً انما ینزلون فی بطونہم ناراً“ — (نساء)

ه ”ولا تقرروا مال الیتیم الا بالیہی ہی احسن حتی یبلغ اشدہ“ — (العام)

و ”و ابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح فان انستم منهم رشداً فادفعوا الیہم اموالہم ولا تاكلوا ہا اسرافاً وبارداً ان ینکدروا ومن کان فیما نالیستغف ومن کان تقیراً فلایا کل یامہررف“ — (نساء)

ز ”وما یبلی علیکم فی الکتاب فی یتامی النساد الی لا تؤتوہن ما کتب لہن و تزویجون ان تکنھن والمستضعفین من الرجال والنساء الرلدان وان تقرموا لیتامی بالقسط“ — (نساء — ۱۹ع)

۷ اس پچھلی آیت سے یہ پتہ چلا گیا کہ جو لوگ نابالغ اور یتیم لڑکے اور لڑکیوں کے ولی ہوتے تھے وہ اُن سے Guardians interdicted to marry their minors. اور اور طرح سے تو جوڑ و ظلم کرتے ہی تھے مگر ایک صورت خاص اور رواج عام یہ تھی

یہی تھا کہ یتیم لڑکوں سے شاید اُن کی نابالغی ہی کے زمانہ میں نکاح بھی کر لیتے تھے اور اُس میں اُن یتیموں کی کئی طرح سے حق تلفی ہوتی تھی اور جب کہ اُن سے مقصد صرف اُن کا

ت ج اور دے ڈالو یتیموں کو اُن کے مال اور نہ ہداؤ گندہ ستورے سے اور نہ کھاؤ اُن کے مال اپنے مالوں کے ساتھ یہ ہی بڑا زبالت —

د جو لوگ یتیموں کا مال حلق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آک کھاتے ہیں —

ه اور پاس نہ جاؤ مال یتیم کے مگر جس طرح ہتھڑا ہو چپٹک دے پھونچے اپنی قوت کو —

د اور سدھاتے رہو یتیموں کو جب تک پھر نہیں نکاح کی عمر کو پھر آکر دیکھو اُن میں ہوشیاری تو حوالہ کرو اُن کے مال اور کہا نہ جاؤ اُن کو آڑا کر اور گھبرا کر کہ یہ بڑے ٹھو جاویں اور جو کوئی غنی ہی تو چاہی بچتا رہی اور جو کوئی محتاج ہی تو کھادے موافق دستور کے —

ز اور جو تمکو سالتے ہیں کتاب میں سو حکم ہی یتیم مردوں کا [جس کو تم نہیں دیتے جو اُن کا مقرر ہی اور چاہتے ہو نہ نکاح میں لو] اور مغلوب لڑکوں کا اور یہ کہ قیام رہو یتیموں کے حق میں انصاف ہو —

پروکرویسوس (مورخ ۶۰۰ع) کہتا ہے کہ المنذر شقیق بادشاہ حورانی [جسکو یونانی لہجہ میں المنذروس ہو سکیکتی کہتے ہیں] بادشاہ غسان کی ایک بیٹی کو قید کر کے لاس یا مزا کی قربانی چڑھا دیا تھا — اور پورک (مورخ ۱۸۰۰ع) نے اسی بادشاہ کی ایک کیفیت لکھی ہے کہ وہ اپنے در درستی کے قتل کے فساد میں ہر سال یوم نفس کو آدمیوں کی قربانی کیا کرتا تھا اسی مورخ اور فیڈراگرووس [۶۰۰ع] نے ایک نعمان کا ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے آدمیوں کو بیٹوں کی قربانی کیا کرتا تھا اور پورک نے [۳۰۰ع] مقام دبیقہ میں جسے وہ مقابلہ قتل قیاس کیا جاتا ہے اسی ہی قربانی کا ذکر کیا ہے اور دور کیوں جاؤ عیسا امام کا حضرت عبداللہ کو قربانی چڑھانے جانے کی نذر کرنا اسلامی تاریخوں میں پایا جاتا ہے اور غالباً بالکل بے اصل نہیں ہے اس قسم کی نذر یہود سے عرب میں آئی ہوگی اُن میں یہ دستور تھا کہ بعض اولاد کو صرف دینی کام کے لیئے مشغول کر دیتے تھے حضرت روبہ اسی قسم سے تھیں ”قالہ امراۃ عمران رب انی نذرت لک مانی بطنی مھربا“ [۳ع] مگر عرب تو اس نذر میں کام بھی تمام کر دیتے تھے + اور غالباً اس آیت میں اسی رسم بد پر اشارہ ہے ”فذاک زین لکنیز من المشرکین قتل اولادہم شرکاً ثم یوردواہم ولیلیموا علیہم دینہم“ ۲ — (انعام ۱۳۸)

۶ جب اس طرح لڑکوں کی جان بچانے کا سامان کر دیا تو اب اسلام نے اُن کے مال کی حفاظت اور یتیموں Orphans protected against injustice. کی جائداد اُن کے متروکوں کی خورد برد سے محفوظ رکھنے کے لیئے یہ احکام صادر کیئے اور عموماً اُن سے شغف اور اکرام کرنے کا حکم دیا *

ا ”لا یلایا لکمومن الیتیم“ ۱ [نہر]

ب ”فالایتیم فلا تقہر“ [شعی]

+ اور اردگین مورخ نے پچاسویں باب میں لکھا ہے [ص ۲۱۳ سنہ ۱۸۶۲ع] کہ انسان کی جان کسی آفت عام کے دفعیہ کے لیئے سب سے عمدہ قربانی ہے یقیناً اور مصد اور روما اور قوطاجنہ کے مذبح انسانی خون سے آلودہ رہتے تھے اور مردوں میں بھی یہی بے رحم رسم مدت سے جاری تھی اور تیسوی صدی میں ہر سال ایک لڑکا قبیلہ دہلیاتیکہ کا قربان ہوا کرتا تھا الخ

م اور اسی طرح بھلی دھلائی تھی مشرکوں کو اولاد مارنے اُنکے پڑوسیوں نے کہ اُن کو ہلاک کریں اور اُن کا دین غلط کریں —

۱ پر تم مزب نہیں کرتے یتیم کی —
۲ جو یتیم ہو اُس پر قہر نہ کر —

پہلے شیعہ کا جواب تو ہم یہہ دیتے ہیں کہ جبکہ ملک یہیں کا
اعلاق نکاح پر بھی ہوتا ہی اور نسائے کے لفظ میں تو لونڈیاں بھی آئیں
اسلئے اب مکرر اس لفظ سے اونڈیاں لینے ضرور ہیں — اور یہہ تو
بے عقلی کی بات ہی کہ صرف ما صرف غیر ذری العقول کے لیئے آتا
ہی اور اونڈیاں کچھہ انڈیکہ کی وجہ سے اور کچھہ خرید و
فروخت ہونے کی وجہ سے بہائم کی قسم میں ہیں کیونکہ اسی جگہہ
نسائے پر بھی ما کا حرف آیا ہی — ”ما طالب لکم من النساء“ — اور
اس کے معنی خدا پر بھی یہی لفظ آیا ہی چنانچہ فرمایا ہی ”و لا یلتئم
عابدوں ما امید“ *

اور دوسرے شعبہ کا یہہ جواب ہی کہ اولاً یہاں پولیو بطریق
تظہیر بین المعلنین ہی جیسے کہ اور جگہہ بھی قرآن میں اسی
صورت سے آیا ہی چنانچہ ”نفذیۃ من صیام او صدقۃ ارنسک“ —
بس ایسے ہی اُن لوگوں کو جو اپنی ولایت کی یتیم لڑکیوں سے نکاح
کرچکے تھے اختیار تھا کہ یا اُن کو رہنے دیتے اور آئندہ کو بڑھاپے کرتے
یا چاہتے تو انہیں سے نکاح کرتے اور ٹائیا اؤ استثنائی صورت میں
یہی تو آتا ہی چنانچہ بقدر ۳۱ ع میں ”و لا جناح علیکم ان طلقتم
النساء مالم تمسوا هن او تقرنوا لهن فربضہ“ *

۸ ہرچند کہ ثنرت ازدواج قانون قدرت اور نظام الہی کے خلاف
نہیں اور بعضے ملکوں کی آب و ہوا کی تاثیر
اور دھان کے رھنے والوں کی طبیعت کا
Polygamy cur-
tailed and restrict-
ed not on one side
but on many sides.
مقتضی اس کے جو از کا باعث ہی مگر
عرب میں یہہ انثار بھی بہت بے موقع اور

حد کے درجہ پر تھا — اور چونکہ ازدواج کا معاملہ انسان کی تہذیب
معاش اور حسن معاشرت میں بہت کچھ دخل رکھتا ہی لہذا اسلام نے
اس میں بھی اصلاح ضروری تصور کی اور کلام الہی میں بڑی حکمت سے
”فانکھروا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع“ *** میں
کثرت ازدواج کے مدد کو بہت کم کرکے گھٹا دیا — اور نیز ”فان غفتم الا
تعد لوا فواحدۃ“ میں عدالت کی ایسی سخت اور مضبوط قید لگا دی
جو ہر حقیقہ ہر ایک کو ثنرت ازدواج پر جوأت نہ کرنے دیکھی اور بعد
اس کے خود تنزیل میں ایسی عدالت کے قایم نہ رکھے سکئے اور اس کے
قایم کرنے کی حرص کرنے پر بھی قاصر رھنے کا مذکور فرما دیا ہی —
”و لن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء و لحر صتم نق تمیلاروا نل امہل
نقدروہا کا الملقہ“ + — (نسائے)

+ اور تم مرکز عدالت یعنی برابر ہی نہ رکھے سکو کہ صورتوں میں
اگرچہ اسکا شوق بھی کرو سورتے پھر بھی نہ جاؤ کہ قال رکھو ایک کو
چیسے ادھر میں لکھتی *

مال لے لینا ہوتا تھا + تو حقوق زوجیت کی بھی رعایت نہیں کرتے
تھے لہذا اُن لوگوں کو جن کی ولایت میں یتیم لڑکیاں تھیں منع
کردیا تھا کہ جن کے ولی ہوں اُن سے نکاح نہ کریں چنانچہ جس مقام
سابقہ کا حوالہ اس آیت کے الفاظ ”وما یکتلی علیکم فی الکتاب“ میں
ہی وہ یہہ ہی — ”فان غفتم ان لاتقسما فی الیتامی فانکھروا ما طاب
لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع فان غفتم الا تعد لوا فواحدۃ او
ما طابکم ایماکم“ — (نسائے)

یعنی اگر تمہارے اذیتہ ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرلیئے
ان میں انصاف نہ کررہے تو نکاح کرلو بالغ صورتوں سے دو ہو
تین تین چار چار پھر اگر ضرور نہ برابر نہ رکھو گے تو ایک ہی یا
جن کے [یعنی جن یتیموں کے] تمہارے ہاتھ مالک ہو چکے
[نکاح سے] *

چونکہ یہہ ہر ایک صاحب شریعت و ناموس و اہل قانون کا
دستور ہی کہ قانون کے خلاف جو صورتیں ظہور میں آچکتی ہیں
اُن کو انٹر تو بھال و برقرار رکھا جاتا ہی اصولاً کہ اُن کو یتیموں
یا نا بالغوں سے نکاح کرنا (ان قوانین کے ظہور کی وجہ سے جنکا
بیان ہوا ہی) منع کیا مگر جو یتیم لڑکیاں ان کی ملک نکاح میں
آچکی تھیں اُن کو ویسے رھنے دیا اور اسی آیت کے اخیر میں علاوہ
اور تفیدوں کے پھر بھی ان ملک نکاح میں آئی ہوئیں یتیم لڑکیوں کے
حق میں انصاف کی وصیت فرمائی — و ان تقرموا للیتیمی بالقسط *
اب یہاں پھر عہدہ و اعتراض وارد ہوئے (۱) یہہ کہ ماملکت
ایما نکم سے اونڈیاں مراد ہیں (۲) یہہ کہ اس تقریب سے چیسے
ہم نے معنی لیئے ہیں اؤ ہم معنی لا ہوا جاتا ہی *

* و کان الرجل منہم یضم الیتیمۃ الی نفسه و مالہا و ان کانہ
جہیلۃ تزوجا و انکال امال و ان کانہ ذمیمۃ مضلہا عن التزوج حتی
تموت فترثہا — مدارک التنزیل

صاحب تفسیر معالم التنزیل نے اپنی سند سے روایت کی ہی
اغبرنا عبدالواحد الحلہی انا احمد بن عبداللہ النعمی انا محمد بن
یوسف انا محمد بن اسمعیل انا ابو الیمان انا شعیب بن الزہری
قال کان عروۃ بن الزبیر یحدث انہ سال عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
و ان غفتم الا تقسما فی الیتامی فانکھروا ما طاب لکم من النساء
قالہ ہی الیتیمۃ یکرن فی حجر ولیہا فیرقب فی جمالہا و مالہا
و یؤید ان یتزوجہا بادی من سنۃ نسائہا فلہوا من نکاحہن الا ان
تقسما لہن فی اكمال الصداق و امروا بکناح من سواہ من النساء الخ *
+ و قبل ان غفتم الا تقسما فی نکاح الیتامی فانکھروا من
الیا لفاظ یقال طابت النمرۃ اے (مدارک) (مدارک)

قال امامہ و تھتی خمسة نسوة نساك النبي صلى الله عليه وسلم نقل
عارق واحدة وامك ارباً *

ناموس کارنگل ایک مکہور عالم محقق کا کرل اس مقام پر
نقل کرنا ہے موقع نہوگا کہ کہتے ہیں ”اسلام کی میل الی الصواب
کی نسبت بہت کچھ تقریریں اور تفسیریں ہوئیں ہیں اور
یہ امتراضات انصاف کی حد سے بڑھکر ہیں — وہ ہزارانگیاں جو
مکہو قبیلہ معلوم ہوتی ہیں اور جنکی اجازت انہوں نے ہی وہ خاص
انکی ایجاد تھ تھیں انہوں نے ان باتوں کو عرب میں قدم الايام سے
مروج اور غیر معزوب پایا مگر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ کیا
وہ یہ کہ ان کو روک دیا تھ صرف ایک ہی طرف سے بلکہ کئی پہلو
سے (لکچر ۲ صفحہ ۶۳ مطبوعہ ۱۸۷۲ع)

۹۔ سورہ نسا کی ۳ آیت جو پچھلی دہہ میں نقل ہوئی اور
جسکی بحث ۷ دہہ میں ہوچکی ہی
Concubinage dis-
couraged.
اور مردوں میں آزاد اور غیر آزاد دونوں
داخل ہیں اور ہر ایک شخص جسکو یہود کے مسائل مطبقہ اور ایام
جاہلیہ کی رسم کی تقلید اور سق طن نہو وہ توان کے نظروں سے تو
ایسا ہی سمجھتا — چنانچہ جارج سیل مترجم قرآن [ص ۱۷۳]
نے مقدمہ ثنابت اور ذیل سورہ نسا میں ایسا ہی بیان کیا ہی
کہ ازواج اور — زاری یعنی بیبیاں اور لورنگیاں یہ دونوں اس قیود
اربع میں محدود ہیں فقط مگر اب رسم تو یہ ہوتی کہ لورنگیوں
کے واسطے کوئی تعداد ہی نہیں — تاہم مکہو نقہا اور اہل
الراے کا اسقدر شکر گزار ہوتا چاہیے کہ انہوں نے آزادہ صورت پر
لورنگی کو جمع کرنا جائز نہیں کیا — امام ابو حنیفہ اسی کے قابل
تھے مگر چونکہ اجتہادی پاس قرار پائی اس لیے اور علماء ہیہہ *

۱۰۔ یہ روایتیں مشکوٰۃ میں ہیں ان کا مطلب یہ ہی کہ
غیاث کے پاس دس عورتیں تھیں تو نبی صلعم نے فرمایا کہ چار رہنے
دو باقی کو جدا کرو اور نول کے پاس پانچ تھیں ان سے بھی ایسا ہی
کہا گیا —

نعمیا اور وزیر نبیوں نے بھی اس قسم کے حکم دیئے چنانچہ
جن یہودیوں نے خلاف تدریج اجنبی عورتوں سے نکاح کرلیئے تھے وہ
چہ و زرا دیئے [صحیفہ عزرا باب ۶ - ورق ۱۱ و ۱۲]

۱۱۔ ان الایۃ صریحہ فی انحصار — جہا لباحۃ فی القسوس المذکورین
و ہما الزواج و ملک الیمین علی سیدل انفصال العقیقی اے اما زواج
او ملک یمین بھیہہ لا یجتمعا و لا یرتفعان
کلّ الذ قنق تفسیر آیات الاحکام — کتاب النکاح
[فیل آیت والذین ہم مفرورہم حانظون]

اور آیت ” ذلک ادنیٰ ان لا تموتوا “ میں اسی معاملہ ثبوت ازواج پر
حسب تفسیر امام شافعی اشارہ پایا جاتا
Polygamy dis-
couraged.
ہی — تفسیر بیضاوی میں ہی — و نہروان
لا یكثر میالکم * * * و لعل المراد بالمیال
ازواج — اسی صورت میں اس آیت کے معنی یہ ہونگے کہ تمہاری
بیبیاں بہت نہو جاویں چنانچہ جس شخص کی عورتیں زیادہ ہوں تو
تھتے ہیں امال الرجال — مگر اس معاشرہ پر باب امال میمل سے
تعلیم ہونا چاہیے — کہتے ہیں کہ حمیر کی زبان میں ایسا ہی ہوتہ
ہیں یعنی تمہارا — بمعنی تمہارا — یہی تفسیر امام شافعی نے اختیار
کی ہی اور ملحقہ بن المعارف نے بھی اس آیت کو تفسیر کے طور پر
تعلیم بیان کیا ہی اور ایہ ہی طائرس نے بھی *

تفسیر معالم التنزیل میں ہی قال الشافعی ان لا یكثر میالکم و ما
قالہ احد انما یقال امال میمل عاتق اذا نشر میالہ — و قال ابو حاتم
کان الشافعی رضی اللہ عنہ اعلم بلسان العرب منا ظلمہ لغة — و یقال
ہی لغت حمیر — قوم ملحقہ بن المعارف ان لا تموتوا — و ہی حقیقہ
لقول الشافعی رضوان اللہ *

اور تفسیر پھر میں ہی نقل من الشافعی رضی اللہ عنہ انه
قال ” ذلک ادنیٰ ان لا تموتوا “ معناه ادنیٰ ان لا یكثر میالکم — * * *
و من المشہور ان طائرس کان یقر ذلک ادنیٰ ان لا تموتوا — اور نیز
امام نظرائدین رازی نے اچھی طرح فرسرد کیا ہی ان امتراضوں کو جو
بعض مقلدین نے اس بحث میں امام شافعی پر کیا تھے (دیکھو
تفسیر سورہ نسا آیت ۳) *

مسلمانوں ہی میں ایسے لوگ بہت کم ہونگے جو یہ سمجھتہ
ہونگے کہ اسلام کے ثبوت ازدواج میں ایسی اصلاح فرمائی *

ساراری جو ایک فرائسیسی مترجم قرآن ہی سورہ نسا کے
ذیل میں لکھتا ہی کہ ” جب یہ آیت “ فان خفتم ان لا تعدوا نواحدة “
فازن ہوئی تو عرب نے لوگوں میں سے اکثر پاس آتھ آتھ
اور دس دس عورتیں تھیں اور وہ ان سے بد سلوکی سے پیش آتے
تھے ثمرہ از دراج کا ممالک مشرقی میں ہمیشہ دستور رہا ہی
محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] نے اُسے گھٹا کر بہت کم کر دیا — انتہی
اور ہمارے یہاں کی روایتیں بھی اسی کی مؤید ہیں احمد اور ترمذی
اور ابن ماجہ نے روایت کی ہی — ان غیاث بن سلمۃ الثقفی لما اسلام
و یحضر نسرة فی الجہالیۃ ناسلہ منہ فقال النبی صلعم امک ارباً
و عارق سائرہ — اور ہر السنۃ میں روایت ہی من نو فل ہی معاویہ

الاعند الضرورة والسبب فيه وجوه + * * * فانه الرجوع ما ان الله في تكاح الا مة الا على سبيل الرخصة —

مگر یہودی بھی کلم الہی میں یہی حکم ہی کہ ان تین شرطوں کی رعایت پر اگر لونڈیوں سے نکاح نہ کیا جائے تو بہتر ہی وہ اس تصویر پر خیر لکے — تفسیر کبیر میں ہی (مسئلہ) المراد ان نکاح الامام بعد رماۃ الشرايط الثلثة اعني عدم القدرة على التزويج بالحرقة و خوف العنت وكون الاممة مومنة الاولى تزويج لما بينا من المغانم العاصلة في هذا النكاح — اور تفسیر مدارک التذليل نسبی میں ہی و صبرکم من نکاح الامام متفقین خیر لکم لان فیہ ارفاق الولد ولائہا خراجہ ولاجۃ صمتہ متفقۃ و ذاک کلف نقصان یرجع لى النکاح و مہانتہ والحدۃ من صفات المومنین و فی الحدیث الصراخ صالح الیہ و لا امام ہلاک الیہ *

۱۰۔ یہاں پر فوراً یہ اعتراض پیش ہوئے کہ جب لونڈیوں کی اولاد میں ایسی ذات اور اعانت ہی تو کیا گمان کیا جائے ان بزرگوں کے حق میں مثلاً حضرت اسماعیل جو ہاجرہ سے تھے — حضرت ابراہیم بن النبی جو ماریہ قبطیہ سے تھے یا محمد بن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا شہر بانو رضی اللہ تعالیٰ عنہا مادر امیہ اہلبیت تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ کو اونٹنی سے چھوٹا بیڑہ تھا *
 Iagar was not a concubine.
 سکتیں — موم بہود تو ضرور اس امر میں تمصب کرتے ہیں اور مسلمانوں

کی روایتیں اس امر خاص میں اس وجہ سے اختیار کے قابل نہیں کہ اصل لفظ اصحاب یا امیہ نے ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کچھ ہی فرمایا ہو مگر چونکہ راویوں کی عقل اور دماغ میں ملک یہود سما رہا ہے اور یہود نے بھی ایسا مشہور کر رکھا ہے پس وہ

+ لونڈیوں سے نکاح کی ضرورتوں میں پانچ وجہیں امام رازی نے لکھی ہیں جن کو ہمارے متن میں چھوڑ دیا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے
 [۱] جو اولاد ہوگی وہ بھی رقیق ہوگی [۲] وہ لونڈی باہر نکلے پھرنے اور غیروں سے میل جول رکھنے میں ٹھاہرستہ ہو جائیگی
 (۳) اُس لونڈی کے مالک کا حق اس پر اُس کے شوہر سے زیادہ ہے پس وہ اپنے شوہر سے باخلاص نہیں مل سکتی (۴) اگر اُس کے مالک اُس کو کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالے تو یا تو نکاح گرت جائیگا یا مالک جدید کہیں کا سفر کرے تو وہ ساتھ جائیگی بہرحال شوہر کو بڑی مشرت پھرتیگی (۵) اگر اُس کا مہر مقرر ہوا ہوگا تو اُسے اختیار نہوگا کہ مہر بخشی دے — ان وجوہ پر ہنسے بھی آتی ہے اور رونا بھی *

و سنی نے کچھ انکار کچھ اقرار کیا مگر اگر ہم قرآن کو تو دیکھیں اُس میں کیا ہے پانچویں پارہ کے شروع میں لکھا ہے —
 ”و من لم یستمع منکم مارا ان ینکح المصنعات المومنات ذمن ما ملک ایھنکم من نثیا تکم المومنات * * * * * ذلک امن عشی العنت منکم و ان تصیروا خیر لکم +“

اس میں نیتیاہ مومنات سے نکاح کی اجازت تو ہے مگر تین شرطوں سے (۱) جب کہ آزاد عورت سے نکاح کا مقدر نہ ہو (۲) بے نکاح رہنے میں زنا میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو + (۳) وہ لونڈیاں مسلمان ہوں —

پہلی شرط سے تو وہ بات جاتی رہی کہ بیبیٹیاں بھی ہوں اور لونڈیوں کا بھی ریزہ بھرا جائے اور تیسری شرط سے وہ بات جاتی ہے کہ لڑائی میں مشرک عورتوں کا کلا پکڑ لائے اور اُن پر تصرف کیا *

پس لونڈیوں سے نکاح کر لینے کا حکم کسی طرح قابل اعتراض نہیں ہو سکتا بلکہ میں حکمت و مصلحت ہی تھا اور یہی اس کی قیاحتیں ہست واضح اور صاف ہیں اسی لئے ضرورت شدید اور ناچار کی کا یہ لاج ہی تھا *

امام نصر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں الا یہ فاقۃ علی التحدیر من نکاح الامام و انه لا یجوز اقدام علیہ + یعنی جسکو مقدر نہ ہو آزاد بیبیوں سے نکاح کرنے کا تو مسلمان لونڈیوں کو ملک نکاح میں لے آئے * * * * * یہ اس کے واسطے جو کوئی قرے تکلیف میں پڑنے سے اور اگر صبر کرے تو بہتر ہی تمہارے حق میں —

+ و لم یضفوا فی ان ذلک راجع الی نکاح الامام نکاحہ نال فمن ما ملک ایہا نکم من نثیا تکم المومنات ذلک امن عشی العنت منکم و هو الضرر الشدید الشیاق — فال فیما رخص فیہ من بخاطرة الہامی “ و الله یملم المقصد من المصاح و لو شاد الله لا منککم لے یشد الامر علیکم و الزکم التمییز طاعکم من طاعکم تلھکم بذلک ضرر ہدید — وقال ودوا ما منتم قد بدت البضار من افواہم — لے احبوا ان تقعروا فی ضرر الشدید — و المفسرین فیہ قولان — احد ہما ان الشیق والشدید والغامۃ العظيمة واما یصلہ علی الزنا لیقع فی العنت علی الدنيا والذئاب العظیم فی الاخرة فہذا ہر العنت *

والثانی ان الشیق الشدید والغامۃ عظيمة قد یتاھی الی الختاق الرحم و اما فی حق الرجال فقد یتاھی الی ارجاع الوریکن والظہر — و الا نثر علی الوجہ الاول لانه ہو الایق بیڈان القرآن * تفسیر کبیر

نہیں ہی کہ ماریہ ایک خادمہ ہونگی اور انہیں کی کلیت بھی ام الرباب بھی ہوگی اور اسی کو ابن ہمدغویہ نے اپنے خیال سے کہہ دیا کان بطاعاً بملک یمن *

زیادہ تعجب کی چند وہ غیر صحیح روایتیں ہیں جن کو اصحاب صحاح نے روایت نہیں کیا مگر اور لوگوں نے روایت کی ہے کہ نزول سورہ تحریم کا سبب ماریہ قطیفہ کو ایک مرتبہ حرام کر لینا تھا *

یہ روایت جیسا کہ ظاہر ہے سفاف اور احادیث ادب کے خالی نہیں مگر حکم ذیل بھی اُس کی صحت میں ظلم ہے (۱) اس وجہ سے کہ عمائد اہل صحاح مثل بخاری و مسلم صاحب المصنوعین نے اس قصہ کی روایت نہیں کی اور اُن کا باوجود ضرورت اور حاجت کے اس قصہ کو طرح دینا اُس کی بے اعتدالی کی دلیل ہو سکتا ہے [۲] انہیں اہل صحاح نے اسی سورہ تحریم کی شان خزل میں نہ صرف یہ کہ اس قصہ کو باوجود احتیاج چھوڑ دیا ہو بلکہ اس کے معارضہ میں ایک اور ہی سبب یعنی تحریم مسل کی روایت دی ہے [۳] تحریم ماریہ کی سب روایتیں اخبار احاد ہیں [۴] معنعن ہیں (۵) بعضی مرسول بھی ہیں [۶] کوئی بھی ان میں سے مروج نہیں — اور ایسی روایتوں سے گو بھی احکام کا استنباط ہوا کرے مگر قطعیت واقعہ اور تاریخی حالات کے ثبوت میں یہ اخبار بالکل غیر مفید عام ہیں *

اب ہم اس میں تہرزی سی قدح تفصیلی بھی کرتے ہیں [۱] نسائی نے جوانس سے روایت کی ہے اُس میں ماریہ کا نام نہیں [کانت له امة یأثها فام یزل به حفصة و عایشة حتی حرمسا] پس کچھ مفید نہیں [۲] طبری نے زید بن اسلم تابعی سے روایت کی ہے مگر اس روایت میں قطع نظر اس سے کہ ام ابراہیم کی کلیت میں اختلاف ہے ایک بڑا نقص یہ ہے کہ وہ روایت مرسول ہے اور اسی لیئے ضعیف ہے — علامہ سیوطی نے تہذیب الواری شرح تہذیب النواری میں لکھا ہے — ثم المرسول حدیث ضعیف لا یصح بہ عند جماہیر المحدثین کما حکاہ منہم مسلم فی صدر صحیحہ و ابن ہبذالو فی التمهید و حکاہ حاکم بن مسیب و مالک و الشافعی و کثیر من الفقہاء و اصحاب الرسول والنظار للبحر بصلالہ بنحوہ لاثہ یستعمل ان یکنون غیر صحابی و اذا کان كذلك فیهتمل ان یکنون شیعہ و ان اتفق ان یکنون المرسول لا یروى من ثقة فالتوثیق مع الایہام غیر کاف کما سیاتی — ولانہ اذا کان المصحول المسمی لا یقبل فالصحول معناه و حال ادبی

خبرہ صحول روایت بالمعنی میں لفظ جارحہ یا ملک یمن ہے نہیں — بیکر یاہ دے کہ روایتیں یہود کی روایتیں اس مضمون کی ہیں کہ ہاجرہ نمرود کی بیٹی تھیں اور اُسے ابراہیم علیہ السلام کی کواست اور بزرگی دیکھ کر اُس کو اُنہیں دیا تھا — [دیکھو کتاب دیوینک رہاہ ۵۱] — ماریہ اُنہیں جن مردوں کی نسبت کتب مہد متیق میں لکھا ہے کہ حرم تھیں [جیسے ہاجرہ] تو وہ لفظ فقہ کی اصطلاحی ملک یمن کے ہم معنی نہیں ہے — وہ تو شریعی بیٹیاں تھیں جو حقوق زوجیت میں پہلی بی بی کی برابر ہوا کرتی تھیں نوق اتنا ہی تھا کہ انتظام خانہ داری میں پہلی بی بی کی جگہ دہل رہا کرتا تھا اور اگر یہ دوسری بی بی جو حرم کہلاتی پہلے خادمہ تھی تو بعد نکاح بھی بدستور خدمت کرتی رہتی تھی (دیکھو تفسیر ہارن جلد ۳ حصہ ۲ ص ۳) *

اور ماریہ قطیفہ سے ابراہیم بن النبی کا پیدا ہونا ایسا تاریخی واقعہ اور قطعی مثال نہیں ہے جس سے Maria the concubine was not a concubine—rather an imaginary personage. وہ ذات اور خرابی لازم آئے جو اولاد ام ولد میں لازم آتی ہے کیونکہ (۱) ماریہ قبل مردوں کا نام روایتوں میں ہے اور یہ تینوں یا دونوں خادمہ النبی کہلاتی ہیں ابن حجر مسئلہ فی ۳ نام لکھے ہیں ابن مندہ نے ایک ماریہ جس کی کلیت ام الرباب ہے اور دوسرے ایک اور ماریہ خادمہ النبی الگ الگ لکھی ہیں اور اُسے روایت کی ہے مگر ابراہیم نے دونوں کو ایک کر دیا ہے اور ماریہ قطیفہ ہنوز علحدہ ہیں — ایسے اختلافوں سے ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کہ کیا تھا (۲) یہ بھی قطعی نہیں کہ ماریہ کے پیش سے ابراہیم بن النبی پیدا ہوئے ہوں — علی ابن الحسین جنید الرازی نے اپنی تاریخ میں ابراہیم کو وطن حدیبیہ سے لکھا ہے اور ماریہ کا ذکر بھی نہیں کیا اور ابن مندہ نے لکھا ہے ”واستمرسہ جاریۃ قریظیۃ فولدت له ابراہیم“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کسی قیدی ہوئی ہوئی اور قریظہ سے پیدا ہوئے تھے (۳) ماریہ کی بعض مخصوص روایتیں لڑ قسم ضرب حجاب وغیرہ جو روایتوں میں ہے اُس سے پایا جاتا ہے کہ ماریہ سے اور قریظہ کی طرح پیش نہیں آیا جاتا تھا بلکہ بیبیوں کی طرح — (۴) ایک موسائی پادشاہ کا ایک بی بی کو دو چھوڑ دیا تھے میں بھیجی محض خلاف قیاس اور تعجب انگیز ہے [۵] ماریہ قطیفہ از قبیل عامہ اماد نہیں ہو سکتی وہ کسی لڑائی میں قید نہیں ہوئی اور نہ وہ غریب یا نورج ہوئی بلکہ مدینہ میں آئے سے پرستار مہلبان ہو چکی تھیں [دیکھو ابن سعد کی روایت کتاب الاصابہ ج ۱] اُن وجہ پر نظر کرتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بعد

اور حضرت شوہر بانو بھی ملک غنیمت تھیں تھیں ہانک وہ مدینہ میں آئے ہی تید سے رہا ہو گئیں تھیں دیکھو مذاقب ابن شہر آشوب اور بھارتی انوار کی ۱۲ جلد *

۱۱ مورتوں کے حق میں آزادی پہنچو دینی تہذیب اور مفت لباس میں اسلام elevated and improved the state of female sex. (سورہ نور) اور اُن سے گفتگو میں ادب (ولتاؤم و درہن سر اِلا ان تقولوا قرأ) مرورزا — ۲ ج کے احکام جاری کیئے اور

ایسے احکام اُن کی حالت کے موافق اور مناسب صادر کیئے جو حکماء سابقین نے نہیں سکھتے تھے اور ایسے ایسے احکام جن کو پہلے اُس خالق حقیقی کے جو مود اور مروت کی نظارت اصلی سے واقف اور اُن کا بنانے والا ہو اور کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا — جو بد رسوئیں اور قبیح رواج مروتوں کی نسبت تھے اور جو کچھ اُن کے حق میں ہلام و زیادتی مردوں کی طرف سے ہوا تو تھی تھی اس سب باتوں کی اصلاح کی — جاہلیت کی بد رسوئیں میں سے ایک یہ رسم عام تھی کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اُس کی سب بیٹیوں کا جبراً اور کھڑا وارث ہوا کرتا تھا اور اُن سے نکاح بھی کر لیتا تھا مگر ان سب قبیح اور مکروہ دستوروں کو تعلقاً موقوف کیا *

”یا ایہا الذین آمنوا لا یصلکم ان ترثوا النساء، رہا“ اور ”ولا تنکحوا ما نکح ابائکم من النساء الا ما قد سلف انہ کان فاحشۃ مقننا رسا و بیعۃ“ * — (نساء)

ایک مقام پر انقریل ولیم میوز صاحب اپنی سیرت مہدی (ج ۳ ص ۳۰۳) میں اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ ایک امر خاص میں محمد صلعم نے مورتوں کو ایک سطح اور ٹاٹوار قرار دیا ہے جو زایا وہ بیع تھی کہ بیٹا اپنے باپ کی بیٹیوں کا وارث ہوا کرتا تھا *

یہ رسم جیسی کہ قدیم سے ہوتی آئی تھی اُس وقت میں بھی اس کی ایک مثال ہی یعنی زید بن آمر بن نفیل اور حضرت عمر ابن خطاب بن نفیل باہم چھیڑے ہوئے تھے اور ایک حساب سے چھیڑے تھے یعنی آمر نے اپنے باپ کی بیٹہ جیدہ سے نکاح کیا اور اُس سے زید ہوا جو آمر کا بیٹا اور نفیل کی بیوی کا بھی بیٹا ہوا (ایضاح ۲ ص ۵۲) جو جو ایسی صورتیں ہوتیں اور جو آؤز ہوئی اُس وقت موجود ہوتی رہا الاما قد سلف کے حکم میں ہیں بنی اسرائیل بھی ایسا کر بیٹھے تھے (۲ ص ۱۱۷) *

۱۲ مورت کو قرآن نے جملہ حقوق اور اختیارات میوزم مورتیہ اور تمام قابلیتیں میں مردوں کے مساوی قرار دیا ہے *

[۳] طبرانی نے اور ابن مسعود نے ابوہریرہ سے معنی روایت کی ہے اِس میں تصریح ماریہ کا ذکر ہے مگر وہ خبر معنی ہی اور وہ ویسی ہی غلط معنی ہی جیسی مرسل [۴] طبرانی کی ایک اور روایت میں طریق الضحاک من ابن عباس الخ ہے اور ضحاک نیکوالرسل ہی اور اُس کی روایت ابن عباس سے بلا واسطہ نہیں ہے قال الزین العراقي والضحاک لم یصح من ابن عباس — اور علامہ سیوطی نے اتقان فی علوم القرآن میں لکھا ہے و طریق ضحاک بن مزاحم من ابن عباس منقطعۃ فار الضحاک لم یلقہ — پس روایت منقطعہ غیر صحیح ہے — [۵] سعید بن مسعود نے ابی مسروق اور حضرت عمر سے جو روایت کی ہے اُس میں ماریہ تبلیغ کا نام نہیں اور وہ روایتیں معنی ہیں پس ضعیف تھریگی اور نیز اصل روایتوں نے اپنا ماخذ نہیں بیان کیا *

ایک تالیف جدید میں قصہ تہذیم ماریہ کے ثبوت میں بڑا اہتمام کیا گیا مگر حاصل کچھ نہیں ہوا — ص ۱۴۱ میں لکھتے ہیں — صحیح بخاری میں ہے باب ”ام تحرم ما حل لہ لک“ میں سعید بن جبیر ائمہ ائمہ (۱) سمع ابن عباس یقول اذا حرم امراتہ ایس بیٹے و قال لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة — قال الشارح و اشار ذاک الی قصۃ ماریہ انتہی مگر اس میں سارا زور و دور مستدل کا خارج کے قریب ہی مگر وہ شارح کا صرف خیال ہی ممکن ہے کہ تہذیم مسلم کی طرف اشارہ ہو *

ہر وہی روایت انہوں نے نقل کی دوی النسائی من سعید بن جبیر ان رجلا مال ابن عباس فقال انی جعلت امراتی مالی حراما نقل مذہب ایس علیک العوام ثم تلای یا ایہا النبی ام تحرم ما حل لہ لک *

مگر اس میں کٹر قصہ ماریہ کا کہیں ساں و گماں بھی نہیں — ظاہر ہے کہ ابن عباس نے اس میں مودم لفظ قرآن سے استدلال کیا یہ کچھ ضرور نہیں کہ سبب بھی خاص رہی ایک ہو علامہ سیوطی لکھتے ہیں اختلاف اہل الاصول ہذا المیرۃ لعموم اللفظ او بقصر ص السبب والاصح عندنا الاول و قد نزلت آیات فی اصحاب و اتفقوا علی تعدیتہا الی غیر اصحابہ الخ *

اب ان روایتوں کے سوا اگر کوئی سند اس قصہ باطل کی پیش ہوگی تو اس میں بھی انہیں ضابطہ اور قراءہ سے نظر کی جاوے گی * اور والدہ محمد بن حنیفہ کی مثال بھی بالکل غلط ہے کیونکہ وہ لونڈی تھ تھیں اور تھ اُن پر حضرت علی نے لونڈی کے طرز پر تصرف کیا چنانچہ سعید مرتضیٰ علم الہدی نے اپنی تصنیفات میں صاف لکھا ہے ”ام یستحبہا بالنسب بل نکحہا و مہرہا“ *

تہذیب الاخلاق

اسلام کی دنیوی برکتیں

یکم صفر سنہ ۱۲۹۱ ہجری
مطابق سنہ ۱۹۰۵ عری

ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں بعضی باتوں میں مردوں کی رعایت اور مردوں کی حق تلفی بھی ہے۔ جہاں سنگین میں تو نہیں مگر آؤ جرموں میں اگر عورت اور مرد دونوں اُس کے موکب ہوئے ہوں تو عورت سزا بپاں لہوگی احصاء کی وجہ سے عورت کو یہاں تک پورا لنگی ہے کہ زنا کی سزا سے بھی معصوظ ہے!! — اور اگر عورت اپنے شوہر کا کھسا ہی سال و متاع لیجائے اُس کی پوسش نہوگی اگر کوئی غیر شخص صرف مال کے لالچ سے (بغیر زنا) عورت کے ساتھ اُس کے شوہر کا مال نکالوا لیجائے تو انٹر مردوں میں تو دونوں میں سے ایک بھی سزا نہ پائے۔ غرض یہ سب انوار اور قویط کے بے موقع قانون ہیں جن کی تہذیب قومیں بابتد ہیں مگر اب اُس کے ابطال کے لیئے یہی کچھ زور مارتی ہیں اور اُسکی ہضام اور قباحہ رنج کرنے کو چیلے بھی پیدا کیئے ہیں مگر وہ امیروں کے لیئے — اوسط اور ادنیٰ درجہ کی قومیں اُن سے معذور ہیں ایستہ اسکاٹ لینڈ کے قانون بعض باتوں میں کچھ معقول ہیں مگر پھر بھی سب کے سب احکام الہی اور دہی کی اصلاح کے محتاج ہیں *

۱۳ تمام ممالک ایشیا میں خصوصاً ہندوستان اور یورپ میں نکاح ایک قسم کی خرید و فروخت کا معاملہ ہوتا تھا کہ بیواہ کوئے والا لڑکی کے باپ کو ایک رقم معین دیتا تھا (پیدائش ۳۲ و ۱۲ اصول ۱۸ و ۲۵ اور ہندو لہی نے اپنی پوری پندریہ روپیہ اور دیوہ حور جو کو خریدی تھی ۲۰) اور اب تک بھی یہ رسم قروس ترک اور ملک ہاروارن کے عیسائیوں اور بعض اعراب میں ہی مگر قواس نے نکاح ایک عقد قرار دیا جو طرفین کے اختیار اور رضامندی سے ہوتا ہے اور زر مہر عورت کے باپ کو نہیں ملتا بلکہ خود عورت کا حق ہوتا ہے *

”وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً“ + [نساء ۱ ع]

”وَمَا اسْتَعْتَمِدَتْ مَبْهُومَاتٌ قَاتِرًا هُنَّ اجُورٌ هُنَّ فَرِيشٌ“ (نساء ۴ ع)
بعضی اعتراض کوئے والوں نے لفظ اجور پر اک کوئے تعریض کی ہے گویا اُس کو قاتلہا سب لفظ سمجھے مگر در اصل اُس میں اشارہ ہے اس پر کہ زر مہر عورت کا اجور ہے جس کی وہ مستحق ہے نہ کہ اُس کی نیت جہر اُس کا بپاں لہے *

+ اور دے قالو عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے
+ پھر جو تم کام میں لائے ان عورتوں میں سے اُن کو دو
اُن کے حق جو مقرر ہوئے —

”لَیْسَ مِثْلَ انِّیْ عَلَیْہِمْ بِالْمَعْرُوفِ“ + (۲ ع)
”لِلرِّجَالِ نِصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبَ وَلِلنِّسَاءِ نِصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ“
[نساء ۵ ع]
پھر اس ایک قدرتی توفیق کے جو صانع مطلق نے مرد کو عورت پر دی ہے *

”الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ“ § [۵ ع ۳]
”وَلِلرِّجَالِ عَلَیْہِمْ دَرَجَةٌ“ || [بقرہ ۲ ع ۲۸]
عورتوں کے حقوق کے باب میں قدیم رسوم سے قطع نظر کوئے صرف انگلستان کے قانون کو دیکھا جارہے کہ اس لوگوں نے بالینہ اصلاح و تہذیب عورتوں کے حق میں کیسے جور اور حیف کو جائز رکھا ہے اور مردوں کی غرہ رائی کے تابع کر دیا ہے — نکاح کے بعد بہت سے احکام میں عورت کی ذات ہی نہیں قائم رہتی وہ گریا اپنے شوہر میں مستملک ہوگئی وہ اپنے نام سے کوئی معاہدہ نہیں کر سکتی اور اُس کی ذاتی جائداد جو قبل نکاح سے حاصل کی ہو وہ بھی شوہر کی ملک میں آتی ہے اور اُسے اختیار ہوتا ہے جیسے چاہے اُسے صرف کرے۔ عورت کو اتنا بھی حق نہیں ہوتا کہ وہ اپنے نام سے یا اپنی ذات خاص کے لیئے ضروریات خرید کرے یا سنگوا بھیجے۔ مگر مرد پر قاس نفقہ عورت کا واجب ہے مگر رسم انگلستان میں اسکی تمیل کرا پائے کا کوئی صاف ذریعہ نہیں ہے اور نہ عورت کو روٹی پکڑے کی نالاش کر سکنے کا حق ہے مگر کچھ ضمنی صورتیں نکالی گئی ہیں — اور نیز بہت سے مدارج بدسلوکی اور اذیت کے ایسے ہیں جن کا کچھ چارہ نہیں نہ عورت کی کوئی فریاد سنتا ہے نہ عدالت کچھ کر سکتی ہے — مگر عورت اپنے شوہر سے مفارقت کر کے عرصہ سے الگ رہے مگر جو کچھ جائداد وہ حاصل کر لگی وہ شوہر ہی کی ہوگی اگر عورت پیشتر سے کچھ ہندوسس نہ کرے تو عورت کا وہ مال و اسباب جو اُس نے ایام مفارقت میں حاصل کیا ہے اُسکے شوہر کے قرض گواہ اُسے لے سکتے ہوں — مرد کو اپنی نل جائداد کا اختیار حاصل ہے چاہے وہ اپنے حیس حیات غیروں کو دے جارہے عورت کو کچھ نہیں مل سکتا — جب ایسے دستور جاری ہوں اور مرد تنگ مزاج اور موم کی ٹاک ہو تو عورت کی بڑی حق تلفی

+ عورتوں کا بھی حق ہے جیسا اُن پر حق ہے موانق
نستور کے [بقرہ ۲۸ ع]
+ مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور عورتوں کو حصہ ہے
اپنی کمائی سے [۵ ع]
§ مرد حاتم ہیں عورت پر
مردوں کو عورتوں پر درجہ ہے

نکاح کی اصل علت مصنفین قرار دے تے کہ مسانہیں — پھر جب کہ نکاح کی بنیاد تعاون پڑھی اور مرد و عورت باہم باصفا اطمینان اور ایک دوسرے کے مددگار دینی اور دنیاوی باتوں کے ہوئے [جیسا کہ لباس کی تشبیہ سے ظاہر ہے] تو پھر جب طلاق کی رسم نکلی تو یہ عہد ہات جاتی رہی — علوہ اڑیں اس رسم سے دونوں کے دلوں پر سے اس عقد اور نظم کی عہد بھی جاتی رہتی ہے ایک کو دوسرے پر اطمینان اور اعتماد نہیں رہتا باہم کا اخلاص اور نیاز جاتا رہتا ہے — دلوں میں ثقافت پیدا ہو جاتا ہے اور عاقل کے اندیشہ نہیں خیانت اور اضطراب اور ترویض اولاد میں بالکل بے ترتیبی اور اصلاح منزل میں ابتری پڑ جاتی ہے — اور جہاں جہاں قرآن مجید میں نکاح کا ذکر اور زنا سے ممانعت ہے انہیں مقامات میں ان سب قباحتوں پر بھی اشارہ ہے *

شاء ولی اللہ صاحب حجة اللہ البانہ میں لکھتے ہیں (ص ۳۲۵)
اعلم ان فی اکثر من الطلاق و جریان الزم مدم المداقة بہ مفاد ثنیرة و ذلک ان فاسا یقنادون اشہوقا الفرج ولا یقصدون اقامة تدبیر العزل ولا اتماون فی الارتقاات ولا تھصین الفرج — و انما مطعم ابصار ہم الکاذب بالنساء و فوق لذة کل امرأة فیہمہم ذلک الی ان یکتروا الطلاق والنکاح — و لا فرق بینہم و بین الزناة من جهة ما یرجع الی نفسہم — و لا تمیزوا عنہم باقامة النکاح و الموافقة لسیاسة المدينة و ہرقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لکن الفراقین و الفرات — و ایضا نفی جریان الزم بفک اعمال لتوطین النفس علی المورثة الدائمة او ہیئة الدائمة و منی انہ تمع ہذا الباب ان یضیق صدرہ و صدرہا فی من معتارس الامر فیئذنعان الی الفراق — و این ذلک من احتمال امیاد الصبیحة و الاجماع علی ادامة ہذا النظم و ایضا فی امتیاد ہن بذلک و عدم سیاقۃ الناس بدمہم حزمہم علیہ یقع باب الوقاۃ — و ان لا یصل کل ما منہما ضررا لآخر ضرر نفسه — و ان یطوین کل واحد لآخر — و ہمہم لنفسہ ان وقع الاتراق — و فی ذلک ما لا یحقی —

۱۶ طلاق کی رسم تو یہودیوں میں عام اور بیشتر تھی اور موسوی ہر عہد میں اسکو شاید مطلقاً جایز کر دیا تھا حتی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو اسکا عہد کوئی پڑا (متی ۱۸) — حضرت مسیح سے کچھ پیشتر نکاح کے باب میں فقہاء یہود میں دو مذہب ہو چکے تھے ہمہای اور اُس نے مقلدوں کی عہد رائے تھی کہ صرف فعل قیض کے ارتکاب پر یا لاحقہ مبینہ پر طلاق ہی جائز اور ہلک اور اُس کے مقلدین کا عہد مذہب تھا کہ ادنی سی غلط پڑ بھی عورت کو طلاق دیدینی چاہیے — اُس لوگوں کا عہد قول تھا کہ اگر کسی کو اپنی

۱۳ قرآن نے عورت اور مرد کی باہمی گزارش میں کمال مصالح اور محبت کو ہرگز قائم رکھنا ضرور قرار دیا Social affection and comfort of domestic life. ہی اور مرد کا تقدر اور نکاح نسخ ہونے کی صورت میں واجب الادا اور ناقابل نقصان ہونے کی وجہ سے عورت کو عرشد مطمئن رہنے اور مرد کو اس کا نیازمند اور محتاج الیہا ہونے اور ہمیشہ کو ملے رہنے کی تدبیر کردی — اتھاد زوجہ کی پرکت اور مسرت اور اُس کے نتیجہ میں حسن معاشرت کی حالت سے قرآن خوب واقف ہے *

” و خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتکونوا الیہا وجعہم یطعم مودۃ ورحمة “ [روم ۳]
اور پھر اسی ممانعت اور محبت نرم دلی کو جو باہم زوجین میں ہوتی چاہیے ایک دائمی اور غیر قابل انتزاع لازوال اور غیر لایق انقسام تشبیہ میں بیان فرمایا *

” ہن لباس لکم و انتم لباس لہن “ [بقرہ ۱۸۲]
اور چونکہ اصلی فرض تجویز نکاح سے اقامت تدبیر منزل اور تعاون باہمی انتھام خانہ داری اور تھصین فرج ہی اور یہ باتوں بغیر دایمی نکاح اور اُس میں منک لباس ایک دوسرے کے محتاج رہنے اور ملے رہنے کے نہیں ہوتیں اس لئے ضرور ہوا کہ فطرت کی راہ سے اُن میں باہم مودت اور راتۃ خلق کی جارے — اور یہ سب مصلحتیں جو نکاح کے دایمی قائم رکھنے میں خیال میں آسکتی ہیں ان دو نظروں میں بیان کر دیں *

” مصنفین غیر مسانہیں “ [نساہ]
اس جملہ کی پہلی خبر مصنفین میں تمام حکمتیں اور بھلائیں جو نکاح سے متصور ہیں داخل ہیں اور جزو دوم غیر مسانہیں میں تمام قباحتیں جو چند روزہ نکاح اور غیر منضبطا عاریت سے باہم معاشرت کرنے سے پیدا ہوتی ہیں منع کر دی گئیں — درحقیقت یہ فقرہ موجب جامع اور مانع ہے اور اسی اثبات اور نفی سے تمام حکمت منزلی کے مصالح اور مفاد سکھ دیے ہیں *

۱۵ جبکہ اس بیان سے نکاح کی مصلحتیں معلوم ہوئیں تو اسکی مقتضا سے طلاق کی ممانعت بھی [الا Divorce discouraged] یعنی ناپسندیدہ حالتوں میں [ثابت ہوئی کیونکہ ہرگز نکاح اور طلاق کی رسم جاری رکھنے میں سرف مروتوں سے لذت حاصل کرتی ہے حالانکہ اسلام نے

+ بنیادی تمکو تمہاری قسم سے جوڑی کے جیس پکڑ اُن کے پاس اور رکھا تمہارے بیچ پکار اور مہر
+ وہ پڑھاک ہوں تمہاری اور تم پڑھاک ہو اُن کی
+ خود میں آئے کو نہ مستی لکائے کو

اسلام کی دنیوی برکتیں

موت پر یہ معلوم ہو تو اُسے نکال ڈالے [استثنائات ۲۳ و ۱] وہی عقیدہ کہتا ہے کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کو اپنی عورت سے خوبصورت قرار دے تو اپنی عورت کو نکال دے کیونکہ لکھا ہے کہ اگر وہ اُسکی نظر میں اچھی ہے تو معلوم ہو الخ — قرآن صریح اِس کے خلاف کہتا ہے ”فان کرہتموهن نفسی ان تکرهوا شیئاً و یجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً“ [نسا ۳] — معلوم ہوا کہ اگر کسی کی عورت اپنے شہر کا کہنا ہے تو نکال دے الخ — مگر قرآن کہتا ہے — ”لا تجزئ علی اللہ یصدی بعد ذلک امراً“ [طلاق]

یورپ کے ملکوں میں دوسرے مذہب کی رو سے تو جیسا کہ کونسل آف ٹورنٹ سنہ ۱۵۶۲ ع میں قرار پایا زنا کے بعد بھی طلاق نہیں ہوسکتی - انگلستان وغیرہ ملکوں میں جب سے اصلاح ہوئی ہی تب سے قاعدہ طلاق میں کچھ تبدیلی ہوئی ڈیو یارک میں صرف زنا پر طلاق ہوتی ہی اور اور ملکوں میں زنا پر اور نہایت ظالم سے بد سارکی پر اور قصداً مفارقت اختیار کرنے پر اور عرصہ دراز تک نامعلوم غائب رہنے پر بھی طلاق ہوتی ہی اور انکلیفہ میں طلاق کا واضح زنا اور ایذا رسانی ہی ہوتا ہی اور اسکاٹ لیننڈ میں زنا یا قصداً چھوڑ کر چلے جانے سے طلاق ہو جاتی ہی - انگلستان میں قانون رٹورڈیا جاری ہونے سے پہلے ایسی صورت نے اُبھے جسے اُس کے بخاوند نے قصداً چھوڑ دیا ہو چارہ چوٹی اور داد رسی کی سبیل نہ تھی اب ایسی صورت میں عدالت سے انتراق ہو جانا ہی اور اگر مفارقت کے ساتھ زنا بھی ہورہی ہو تو طلاق بھی ممکن ہی *

۱۷ قرآن نے مرد کو کبھی اختیار نہیں دیا کہ بلا وجہ خدیج اور یغیر پیشتر کی اطلاع کے دنتہ واحدۃ اور مطلقاً اور فوراً اور بلا کسی شرط کے علاقے دیدے اور معاشرت اور تمدن کی خوبی اور خوبی اور بوکت کو اپنی تنک مزاجی یا فکر رنجی سے کھر ڈالے اور

† پھر اگر وہ تمکو نہ پہچانے تو شاید تمکو نہ پہچانے ایک
خیز اور اللہ رکھے اُس میں بہت خوبی —

والله اعلم فان كرهتموهن فلا تأثموا في كراهة الانفس، وجدها ربا
لنفس النفس ما هو اصالح في الدين وادنى الى الخير واحسب ما هو
يهدد ذلك ولكن النظر في اسباب الصالح والاصح قوله نعمي ان تكرهوا
جزءا للشر ما ان الله اعلم فان كرهتموهن فاصبروا ما هو مع الكراهة لئلا تكم
فيما تكرهون غيرا كثيرا ليس فيها تصدونه - مدارك التلايل نسفي
بأسرر غيري فليس عايد لئلا تكلم الله امكن في هذا كوني كام-

۱۸ قرآن میں دو ہی تین مرتبہ طلاق کے جائز ہر حکم کے پائے جاتے ہیں اور وہ ضرورتیں رہی ہیں جو اصل اور ندرتی مقد کی غرض اور نکاح کے مقصد کے خلاف ہیں اور ایسی صورتوں میں طلاق کو جائز رکھنا عین حکمت اور مصلحت ہی —

Divorce permitted not to gratify the levity, caprice or profligacy of either party—but only in the case of unfaithfulness of nuptial vow.

(۱) ”واللہ تعالیٰ نفوز من نظرہاں راہبرہاں فی المضاج و اترواہاں فان اطمعنک فلا تفرامہا منہا“ (نساء ۶) یعنی جن صورتوں کی بد غرضی کا تمکو قہر ہو تو ان کو سمجھا دو اور جدا کر دینے میں اور اگر اس پر بھی تم مایل ہو تو (آہستہ سے تادیباً) پس اگر ماں چاہے تو ان پر الزام نہ تلاش کرو (یعنی طلاق نہ دو) *

(ب) ”و ان ختم حقائق فیہما فاعثرا حکما من اہلہ و حکما من اہلہا ان یریدا اصلاحاً یرفق اللہ“ *

یعنی اگر تم تردد کہ وہ دونوں آدمیوں شد رکھتے ہیں تو کھڑا کر ایک منصف مردوں میں سے اور ایک منصف عورتوں میں سے اگر یہ دونوں [منصف] چاہیں گے صلح تو خدا ملاپ کر دینا ان میں *

(ج) ”و ان امراۃ غائت من بعلہا نفوزا و امراۃ لا جناح علیہما ان یصلحا بینہما صلحا و اصلاح خیر و احضرہما انفس الشح و ان تعسرا و تقورا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا“ (نساء ۱۹)

یعنی اگر کوئی عورت قرعے اپنے خاوند کے لئے سے یا جی بھر جائے ہے تو وہ دونوں آدمیوں صلح کر لیں اور صلح خیر چیز ہی اور جیوں کے آگے دھری ہی حوس اور اگر تم ٹیکہ کر ان صورتوں سے [اس طرح کہ گو وہ تمہیں ناگوار ہوں مگر تم صبر کیاں رہو اور ان کی صحبت کی رعایت کرو] اور بچو [لڑنے سے] اور جی بھر جائے [تو خدا کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہی *

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے صرف حرامکاری کی صورت میں طلاق جائز رکھی ہے مگر جس لفظ کا ترجمہ حرامکاری کیا جاتا ہے وہ نہ صرف زنا ہی کے واسطے ہی بلکہ اس سے نفوز اور یونانی اور غدر جو عورت کی طرف سے ہو مواہی چنانچہ سائن اور ملین نے رسالہ انگریز میریہ اور اعتقادات مسیریہ میں بہت سی احادیث بیانیں پھر کے معارضہ اور کتاب مقدس کے حوالوں سے ثابت کیا ہے *

۱۹ جبکہ مرد اور عورت میں جو ایک بڑی مضبوط زنجیر لڑے یکے بعد سے پانڈھی گئی اور فطرت الہی کے قانون کے مستحکم نہیں کوئی

۱ ایک صورت طلاق کو بے الزام جائز رکھنے کی یہ ہے کہ عقد کے بعد اور خلوت ہونے سے پیشتر طلاق دینی جاوے تو اس میں کوئی گناہ یا قیاحت عقی نہیں ہے کیونکہ یہ نکاح کوئی لغوی نکاح نہیں ہے بلکہ اصلاحي نکاح ہی یعنی وہ ایک معاملہ ہی قول و قرار کا اور اس سے وہ غرض جو فطرت الہی میں خلق ازواج سے حاصل نہیں ہوئی ہے *

’الاجتہاد علیکم ان تطلقتم النساء مالم تمسوهن‘ — (بقرہ ۲۱ ع) یعنی اگر عورتوں کو جن سے عقد ہوا ہو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے — الخ — ایسے ہی احزاب کی ۴۱ آیت ۶ ع ایسے اصلاحي نکاح میں بھی عورت کے لیئے بڑی رعایت اور احسان کیا ہے یعنی جب ایسی صورت میں صبر نہ مقرر ہوا ہو تو دستور کے موافق اس کو خرچ دینا چاہیئے اور اگر صبر مقرر ہو چکا ہو تو نصف صبر دینا چاہیئے اس قدر تو ضروری ہے الا عورت سب چھڑ دے یا مرد سب دیدے تو اور بھی بہتر ہے — (دیکھو اسی آیت کے بعد کی آیتیں) *

۲ دوسری صورت امکان طلاق کی یہ ہے کہ عورت زنا کرے چونکہ خدا نے نکاح کو تمہیں کا ذریعہ بنایا ہے اور وہ جگہ مستحکم فیہ مسافحین اور ولا متفنی اعدان کے لفظ نورائے ہیں + تو جب اس کے خلاف کوئی فعل ہوگا وہ فطرت الہی وضع ربانی اور فرع الہی کے خلاف ہوگا + ”ولا تعسرواھن لندھیرا بیدھن ما اتیہوھن الا ان یا تین بفاحشۃ میبہتہ“ — (نساء ۳ ع) یعنی جائز نہیں کہ تم اپنی بیبیوں کو بند کر رکھو تاکہ ان سے کچھ مہر میں سے چھڑو رالو مگر اس حالت میں کہ جب وہ صریح بے حیائی کا کام کریں — من الحسن الفاحشۃ الزنا فان فاحشہ حل لزوج ان یراہ الفلح (مدارک) یعنی حسن کہتا ہے کہ فاحشہ سے مراد زنا ہی اور جب عورت زنا کرے تو مرد کو جائز ہے کہ اس سے خلع چاہے — اور یہی مقصود سرور طلاق کی پہلی آیت میں بھی ہے ”ولا تعسرواھن من بیوتہن

+ نساء ۴ ع (مکرر) اور مائدہ ۱ ع —
+ اس کے پہلے کرھا پر وقف موجود ہے اور یہ جملہ مستأنف اور جدید ہے

آسائش کی گزراں میں بد نظمی اور توتیب اولاد میں ابتری روا ہوئی مگر اُن لوگوں نے اس حکموں میں کبھی غور سے نظر نہیں کیا کسی تقیہ سے احکام کو چھپا لیتے یا احکام قرآنی کو اُس کی راے پر حمل کر لیا اور ظاہر ہی کہ تقیہ کا منصب حمایت اسلام و دفع مظالم نہیں ہے اُس کو ہر ایک صورت اور ضرورت کے احکام جو احکام قرآنی اور رائے اور قیاس سے قائل سکیں پتا ہوئے سے کام لے الیہ متکلمین اسلام کا یہ کام ہے *

طلاق کو ایسے ڈاکڑوں اور سخت صورت پر جس کا ہمہ بیان کیا ہی جائز رکھنا انسان کے حق میں بڑی بھروسہ اور احسان کا کام ہے ایسے ازواج سے جس میں دوتوں کی زندگی حرام اور ہمیشہ تلخ ہو ماضی دلانا میں حکمت ہے۔ جو لوگ طلاق کے باب میں بہت سخت ہیں وہ یہ بھی بد ایک صورت طلاق کی جائز رکھتے ہیں پھر جب کسی ضرورت شدید سے اُس کا جواز ماننا پڑا تو پھر اُس کے احکام قائم بند نہ کرنے بے عقلی ہیں اور تہ اُن احکام کے بیان سے طلاق کی اباحت ایسی بے پورائی آزادی اور مطلق العنانی سے ثابت ہو سکتی ہے اگر ایام جاہلیہ کی رسوم ازواج و طلاق کو دیکھا جائے تو ثابت ہوئے کہ جماعہ احکام طلاق ان بد رسوم کی اصلاح اور تہذیب میں صادر ہوئے ہیں جن کی حوائج بہائم اور فرسوں کی مانند تھیں یا ان شدید التصب کے وہم باطل کی مرستی کے لیئے تھے جو وقوع زنا پر بھی طلاق کو جائز نہ سمجھتے تھے پس ان سب انفراد اور تقریباً پر نظر کر کے اُس کی قباحتیں روکی گئیں اور پرائیوں دفع کی گئیں تہ نہ از سر نو اجازت دی گئی ہو یا ابتداً جاری کیا ہو *

۴۱ اب ہم پھر اُن احکامات اسلام کا بیان کرتے ہیں جو Beneficial ordinances in the favor of female sex. یعنی نفع انسان پر مبنی فرمائے گئے *

ایام جاہلیہ میں طلاق کے حوالے سے بہت ظلم کیا کرتے تھے مثلاً عورتوں کو چپس میں کر رکھتے تھے یا مہل چھوڑ دیتے تھے تاکہ وہ زر مہر میں سے کچھ چھوڑ دیں یا طلاق کے بعد بھی اُن کو اس غرض سے روک رکھتے تھے کہ کسی اور سے نکاح نہ کریں تاکہ زوج سابق کی ذات نہو مگر قرآن نے ان سب باتوں کو منسوخ کیا اور زن مطلقہ سے کچھ واپس لینا کیسا اولئاً اسے کچھ دینا واجب ٹھہرایا *

۴۲ ”ولا تسکوا ان ضرار المتعدوا“ و من یفعل ذلک فقد ظلم نفسه“ یعنی عورتوں کو بند نہ کر دو سنانے کے لیئے اور جو کوئی ایسا کرے اُس نے اپنے حق میں ہرا کیا *

(پھر ۴۲)

وجہ عہد اور باہم قری تہ بد ہو سکتے یا فرض اصلی کے نہ حاصل ہو سکتے کا ہو تا اتفاقی عہد اور بے طعنی ناقابلہ ہر باہم کی حالت میں یا زوج کے مرض مزاج یا تلوں طبع ہونے کی صورت میں اس عہد شوق اور مقد دائمی کا ایسی آسانی سے دفعتاً اور ہفتہ قوت جا سکتے کا حکم نہیں دیا بلکہ علاوہ ان تدارک اور تدبیروں کے جس کا بیان پچھلی دفعہ میں مفصل گذرا جب بھاجاری و ہمجیری اورادہ طلاق اور تعدد مفارقت کی قریب آ جائے تب بھی ایک مدت ہزار کی مہلت فکر اور غور کرنے کو دی گئی اور اس عرصہ میں بھی کئی ایک تدبیریں صاحب کی قائم کر دیں *

۱ ”بإذا طلقتم النساء فاعلموا ان لعدتہن واحدا والعدة النکاح“ + [سورہ طلاق ۱] مدت کے مقرر ہونے میں ایک خاص اور بڑی مصلحت یہی ہے کہ باہم صلح ہو جائے اور ہورتوں احق ہوں فی ذلک کا بیان اسی پچھلی دفعہ میں گذرا *

۲ پھر اس مدت میں عورت کو اپنے گھر سے نہ جانے دینا چاہئے اور تہ وہ عورت خود جائے الا یہ کہ زنا کی صورت ہو * لا تخرجوا من من بیوتہن ولا یخرجن الا یا یتن بفاحشة مہلتہ۔ [طلاق]

۳ پھر جہاں مرد خود رہے وہیں مدت والی عورت کو بھی جگہ دے *

”واکفوا من حیث سکنتم من وجکم ولا تضاروا فی نصیحترا علیہن۔“ (طلاق)

یہ سب تدبیریں اس مصلحت سے ہیں کہ اُن کے باہم سے رنجش دور ہو اور باہم رغبت کریں۔ اور ہو کوئی نا عاقبت اندیش ذرا سی سوء مزاجی یا اختلاف پر طلاق نہ دے بیٹھے *

۴ بالاخرہ سورہ طلاق میں یہ بھی ہے کہ مدت پوری ہو جانے کے بعد یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ طلاق ہی دی جائے اور مفارقت ہی اختیار کی جائے بلکہ یہ حکم ہے *

”ناذا یلقن اجلی فامسکوا من یعروف ان فارقا من یعروف۔“ یعنی جب وہ پہونچیں اپنے وعدہ کو تو یا رکھ لو دستور سے یا جانے دو دستور سے *

۴۵ اکثر مفسرین نے قرآن میں طلاق کے احکام مکرر دیکھے کہ سبچا کہ صاحب قرآن کی نظر میں یہ ایک ہلکی سی بات ہے اور مردم میلانہ کی نظر سے دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ قرآن نے عموماً طلاق کے جواز سے حسن معاشرت کی عوامی تدبیر منزل کا نساہ اور باہم

۴۶ جب تم طلاق دو عورتوں کو تو طلاق دو اُن کی مدت پر اور مہلت نہ دو عورت اور قزو اللہ سے۔

وسوم پر تھی بلکہ پڑوس مقدس کی رائے کا رجحان بھی بارجود
طوائف میں اسی طرف تھا دیکھو اول کونہیوں باب ۷ درس ۸
ز ۲۶ و ۲۷ و ۳۸ و ۳۰ *

اور جو قباحتیں ان پند رسدوں کے پیدا ہونے میں اور جو جو
قاعدے کلیسا میں بڑے بڑے عہدے پائے والوں کے تجدد کے لیئے
مقرر ہوئے ان کی ایک بڑی تاریخ ہے۔ عیسوی مشائخ میں سے
جیورج [سنہ ۱۲۲۰] اور امپورس [سنہ ۱۲۹۷] اور روحانی اسقفوں
میں سے داماسیوس [سنہ ۳۸۲] اور سوسی سیوس [سنہ ۳۱۹]
اس کے بڑے حامی تھے اور سنہ ۳۰۵ ع کی کونسل ادریس میں
ہر پشپ اور ذہین اور پادریوں کو تجدد کا عام سگم ملے اور
تولیدور کی کونسل سنہ ۵۸۹ میں یہ حکم نکلے کہ تلوجی
(پادری ؟) کی صورت سے مشفقہ پایا جارے تو قاضی اس صورت کو
بیچ ڈالے اور اس کی قیمت مسکینوں کے صرف میں لائے۔ اسقف
جرجیس الیہ تجدد کے مسئلہ کا پوا حامی تھا اور ایک نقل مشہور
ہی کہ جب اُس نے اپنا قلاب صاف کرایا تو اُس میں چھ ہزار
بجور کی کھڑکیاں نکلیں۔ یہ نتیجہ اُس قانون کا تھا جس میں اُس نے
دینی عہدہ داروں کو مذاکحت سے مناصف کی تھی۔ اس نتیجہ میں
جو جو خرابیاں ہوئیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پادریوں
کے لئے جو باوجود اس تجدد کے ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے کالعدم قرار
دیئے گئے اور بیادانت ۸ نے کونسل پنوپیا سنہ ۱۰۲۲ میں اُن لوگوں کو
کالعدم قرار دے کے عیشہ کی غلامی میں دیدیا۔ اور شہنشاہ ہنری
۴ نے ان احکام کی تعمیل میں سیاست بھی ہمدیف کر دی۔ آخر الامر
سینکڑوں برس کے بعد ان خرابیوں کی اصلاح شروع ہوئی۔ اور لوتھر
کو سب سے اول تو نہیں مگر وہ بھی منجملہ متکدرین مسئلہ تجدد
تھے اور سنہ ۱۶۲۵ میں کھڑکیں دین پورا ہے جو دائمی تجدد کی
نذر کرچکے تھے مگر پھر اس سے پھر گئے تھے نکاح کیا۔ قرآن میں
اس وہبانیہ کی اصلاح ان لوتھر وغیرہ لوگوں سے صدہا سال پیشتر
ہوچکی تھی۔ اور جو ٹھیک ٹھیک اسکی مشافہ اور کیفیت تھی اسپر
اشارہ ہوا ہے *

”وہبانیۃ اہتدعوا ہا ماکتبنا علیہم الا ابتغوا رضوان اللہ فیما رعبہا
حق رمایتہا“ [حدید ۳]

یعنی میسائوں نے دنیا چھوڑنا تھا نکالا ہم نے انہر واجب نہیں
کیا تھا یہ آئیں تو خدا کی رضا مندی کے لیئے نکالا مگر جیسے لہا ہنا
چاہتے تھا نہ کیا۔

اور لڑھائیہ فی اسلام بارہ سو برس سے مشہور ہے *

۱ ”فاذا طلقت النساء نفلت ارجلہن فلاتصلوا عن ان ینکحن
ازداجہن اذا تراوا بینہم بالمرور“ یعنی جب عاقل دی تماء وروتوف
کو اور وہ پھونچ چکیں مدت کو تو اب نہ روکو انکو کہ نکاح کرلیں اپنے
خاندانوں سے جب راضی ہو جائیں موافق دستور کے * (ایضاً ۳۰ ع)
۳ اس میں اسباب کا بھی اشارہ نکلتا ہے کہ صورت کے منیکہ
کے لوگ اُسکو ہمد مدت اپنے ہرور سے پھر ملتائے کو نہ روکیں *
۴ ”ولاملاقات متاع بالمرور حقا علی المتقین“ - (بقرہ ۳۰ ع)
۵ اگر عاقل پائے والی صورت پیٹ سے بھی ہو تو جب تک وہ
پچھ نہ جائے اسکو کھانا کھانا اپنی حیثیت کے موافق دینا ضرور ہے
اور اگر بچے کو دردہ بھی وہی پلاوے تو پھر اس کی اجرت جداگانہ *
۶ ”وان کن اولاد حمل فافقوا علیہن حتی یضمن حملہن فان
ارضنکم فاتواہن ارجلہن“ * (عاقل)
یعنی اگر وہ صورتیں پیٹ سے ہوں تو انکو نفقہ در جب تک بچا
ہو اور اگر دودھ پلڑیں تمہاری خاطر تو انکو در انکے ٹیک *

۲۲ بیورو کے نکاح اور لوتھی اور غلاموں کے نکاح کا عام حکم
موب کی رسم کے خلاف اور روس کی تہلک
(Objections refuted) کے علی الرض جاری کیا چنانچہ فرمایا ہے
ed.) ”وانکھوا الایامہ منکم والصالحین من
صیائکم وامامکم - انیکونوا قنوام فیخمن اللہ من نفلہ“ + * (نور ۲ ع)
اس آیت کا آخری فقرہ نہ اگر وہ لوتھی اور غلام مستحاج ہوئے
تو خدا اُن کو اپنے نفل سے مالدار کردیگا اس پر دلیل ہے کہ غلام بھی
اپنے مال کے مالک ہوتے ہیں اگلے زمانہ میں اور اب بھی غلاموں کی
یہ عرواہی ہے کہ وہ آپ کی جائداد کے مالک نہیں تصور کیئے
جاتے اور اسی وجہ سے غلاموں کے مالک اُن کو ازدواج سے بھی معذور
رکھتے تھے *

اہل عرب اپنے باپ کی جوردوں کے نکاح میں مضایع کرتے تھے
اس طرح کہ وارث خاندان اپنی سوتیلی ماؤں کو روک رکھتا تھا تاکہ
وہ دوسری شادی نہ کریں اور عیسائیوں میں ایک قسم ایسی جوردوں
کی تھی جو تمام عمر بے ہرور رہتی تھیں اور ایک فرقہ ایسے مردوں
کا تھا جو صدہائی امور کی پابندی سے تمام عمر نکاح نہیں
کرتے تھے۔ اور پوپ اور کونسل کے فتویٰ اس باب میں بہت سی
تباہتوں کے باعث ہوئے اور اُن کی بنا کہ صرف پوپ کی ہدایت اور

+ اور یہاں وہ رانقدوں کو جو تم میں ہوں اور جو نیک ہوں
تمہارے غلام اور لوتھیان اگر وہ ہوئے مفسد اللہ اُن کو غنی کریگا
اپنے نفل سے۔

جواب

۲ اعتراض

یہہ اثر نہا جاتا ہی کہ اسلام نے عورتوں کی حالت میں تہذیب اور اصلاح کی سب سے پہلی ضرورت ہوں کہ اسلام نے ازدواج کی صورت میں یہ نسبت زمان جاہلیت کے عورت کی حالت زیادہ تر ذلیل اور ہست کردی ہی البتہ ایک امر خاص میں تو یعنی بیٹی کا اپنے باپ کی بیویوں کا وارث ہونا اس میں تو اسلام نے عورت کو ایک سطح اور شدید خراب حالت سے چھڑایا ہی اور کوئی آزاد عورت جاہلیت اسلام کی رو سے اپنی مرضی کے خلاف نکاح کرنے پر مجبور نہیں ہو سکتی — مگر ازدواج کی صورت میں جو حیثیت عورتوں کی اسلام نے قرار دی ہی وہ ایک ایسی قیمتی اور ذلیل مظلوم ہی جو اپنے شوہر کی خدمت کے لیئے مظلوم کی گئی ہی اور بغیر ایک گھنٹہ کے بیشتر سے غیر دین کے نکاح دیتا ہی اور خاوند کو ایسا اختیار مطلقا فوراً بے غور و کامل حلاق دینے کا دیا ہی مگر عورت کے لیئے کوئی رعایت اس قسم کی نہیں رکھی وہ تو اپنی مرضی کے خلاف اور معطل و معیہ اپنے خاوند کی لڑائی جھگڑائی میں ملوث رہتی ہی — جب نہ درحقیقت طلاق ہو جاوے تو وہ اپنے شوہر کا دھرم کر سکتی ہی

جاہلیت اسلام کے اصلاحی اثر کی عربی اور خصوصاً سنائی تہذیبوں کا حسن تب ہی خوب معلوم ہوتا ہی جب جاہلیت کی رسوم اور ادب نکاح اور ملکوں کے بلکہ بلاد نوک کی اب تک کی رسوم ازدواج کو بلا حقیقت طلاق اور تعصب قرآن کے احکام سے مقابلہ کیا جاوے * جو باتیں معترض نے منکوحہ عورتوں کے حق میں قرآن سے منسوب کی ہیں وہ بے بنیاد ہیں ہم یہاں ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن نے ازدواج کی پیچیدہ مشورہ کی تسکین اور محبت اور وفات کے واسطے کی ہی + اور پھر اُنکو باہم ایک دوسرے کے ایسا سے تشبیہ دی ہی + اور اس میں اُنکے مزید اور گرامی اور بالکل محتاج الیہا ہونے پر اشارہ کیا ہی اور اُن سے نیک طریق پر معاشرت کرنے اور صالح قابض رکھنے کی مکرر وصیت فرمائی + ہی اور اُنکے حقوق کو آزادی اور اختیار اور جملہ تصورات میں مردوں کے مساوی قرار دیا ہی || اور جہانگیر نے پھر اور عرف نے اجازت دی ہی جو عورتوں پر حق ہی دیا ہی اُنکا بھی حق ہی آ

اور تعصب ہی کہ معترض نے طلاق کو ایسا سمجھا کہ بغیر ایک گھنٹہ کی نوٹس کے بھی

- + سورہ روم ۳
+ سورہ بقرہ ۱۸۲ آیہ
§ ۵
|| بقو ۲۸ م
آ ۳

۲۳ اس مقام پر چند اعتراضات متعلق مسائل نکاح و طلاق

نقل کرے اُن کا جواب لکھنا یہ ضرور ہی ہو گا میں دیکھتا ہوں کہ مضمون عدل (Objections refuted.)
ہوا جاتا ہی — مگر ان اعتراضوں سے

یہ فائدہ ہی کہ عوام ملاؤں کی آنکھیں کھلیں اور جواب سے یہ فائدہ ہی کہ اسلام یا قرآن پر سے پیچھا تہمتیں دھج ہوں اور اُس کے احکام کی عربیوں ظاہر ہوں اور نیز جو کچھ خالص احکام قرآن اور رسوم باطلہ ہیں فرق ہی وہ بھی صاف ہو جاوے *

جواب

اعتراض

لورنٹیوں کی تعداد کی کوئی حد مقرر نہیں ہی اُس سے ہر کوئی مسلمان بلا لحاظ اپنی چار عورتوں کے اور بغیر کسی رسم ماقبل یا ضمانت یا بعد تصرف کر سکتا ہی — اور یہہ بھی اور لورنٹیاں پنانے کی رسم اس کے بعد بیان ہو چکا ہی کہ لورنٹیوں کا بعد اجازت کے لیئے ایک ضروری شرط ہی اور کوئی مسلمان اپنے دل سے یا غرضی سے اس کے پس جب کہ ایک کا وجود پند ہونے پر راضی نہ ہوگا *

عورت نہیں — اور ہم نے بعض فقہاء کے قول کی طرف بھی اشارہ کیا ہی ادا کان تہتمہرة لم یجزئہ نکاح الامۃ [ابو حنیفہ امام — تفسیر کیو] پس یہہ اعتراض قرآن پر پیچھا ہی — اور بغیر کسی رسم کے اُن کا تصرف بھی میں تسلیم نہیں کرتا کیونکہ فائزہواہن یاہن اہلن میں صاف نکاح کا حکم ہی اور پھر دوسرا فقرا مجھناات غیر مسانعات + اور ولا متطہذی اعدان اور بھی ضرورتیں مدارعت کی ہیں — اور ضمانت کے واسطے شوہر کا تمہیں کلیزوں سے دلسا ہی ہی جیسا کہ ازاد سے و آتوہن اجرہن بالہ معروف اور دینو اُنکو اُنکے چہر موافق دستور کے [نہام ۴ م] اور یہہ بات کہ مسلمان کبھی اس رسم ملک میں کے بند ہونے پر راضی نہ ہوئے اس کا جواب فقہاء کے ذمہ ہی *

+ یعنی وہ لورنٹیاں قید میں آتیاں نہ ہستی نکالیں اور نہ چھوٹی باڑی کرتیاں —

ولا تمسکوا من ضرار التمتدوا (بق ۳۹ ع)
ولا تضاروا من تضایقوا علیہن [علاق]

جواب

۳ اعتراض

استبدال زوج یعنی ایک عورت کو — ان ارد تم استبدال زوج کو ایک طلاق دینا اس فرض سے کہ دوسری سے نکاح کریں قرآن میں تسلیم کیا گیا ہے صرف اس شرط سے کہ مہر پورا ادا کیا جاوے پس جبکہ ماہا السورہ اس طرح ہے: مہر اور مقہور اور مقید اور مہر اور فی الفور دفتاً فصہ میں یا اضماراً نکاحی جاوے تو یہ کیونکہ کہا جاوے کہ فوراً اسلامی نے عورتوں کے حق میں بھیر دی ہے — مجھے اس کہنے میں کچھ تامل نہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عورت کو زبانی آزادی ہی بڑی صحت و تندرستی زیادہ عفت سے اختیار حاصل تھا — مہر کی کوئی حد نہیں رکھی بلکہ قنطار کے لفظ سے اس کی تعداد کا بے شمار ہونا ظاہر کیا تو ایسی صورت میں طلاق کے مقدمے بہت ہی کم نکلیں گے گویا کہ طلاق کو ایک بڑی مشکل شرط پر موقوف رکھا تو اس کا مقصد منع طلاق تھا کہ جواز اور ایک لطف ہے کہ اس کی اشدت کا لفظ فرمایا ہے جس سے وقوع طلاق کی تسلیم و تجویز نہیں نکلتی — خلاصہ یہ کہ اس آیت سے جواز طلاق [اور وہ بھی ٹائیدیدہ اور قبیح طریقہ سے] میں پیش کرنا ایک ناقص شہادت ہے — اور اس آیت کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے طلاق کو توجہ دی ایک بڑی بے باکی ہے کیونکہ اس کا مقصد یہ نہیں کہ تم طلاق دیا کرو بلکہ محل نام یہ ہے کہ زور میں سے کچھ نہ لیا کرو — گو ایسا موقع اسی وقت پیش آویگا جبکہ طلاق ہوگی مگر اس حکم کی مشافہہ دیکھنی چاہیے کہ طلاق کے جواز کو صرف ضماً تسلیم کر لیا ہے نہ یہ کہ اس سے اسکو بالاستقلال جایز کیا ہو اور اسلئے اوردتم کا لفظ بھی کہا اور مہاررات میں ہوا اوقات ایسا یوں جاتے ہیں کہ نتیجہ میں گفتگو کرنی منظور ہوتی ہے تو سبب کا ذکر فرض و تسلیم کی صورت میں ہوجاتا مگر اس سبب کے جایز یا ناجایز ہونے کا ذکر مقصود نہیں ہوتا *

گو اس بات کا علم کہ عورت ایسا مطلقاً اور فوراً مرثر ہوجاتی ہے دوسری برکتی ہے دفتاً مرد کی یا گرتہ اندیشی اور غصہ کی حالت میں نہ بدنامی کی ایک ناخوشی میں فوراً نافذ ہوجاتی ہے روتی ہوئی مگر لونڈیوں کے حق میں یہ قید بھی نہیں ہے کہ قرآن میں لکھے ہیں وہ خود اور مرد کو صرف طلاق ہی کا اختیار نہیں ہے بلکہ جس کو اختیار اور واقع لا ملج جو باطل اور مارنے کا حکم بھی صاف صاف نساد منزل اور مرجب انکساک دیا گیا ہے دیکھو سورہ نسا کی ۳۳ آیت:

تامل کے واسطے مقرر فرمائی اور اس میں صلح کی ترضی دی اور عہد مدت اور رجعت اور تیسرے مرتبہ میں اس بات کی تصریح نہ طلقہا نہ تھل نہ حتی تکلیف زوجا غیرہ سب تدبیریں طلاق کے حفظ اور ضبط کے واسطے ہیں — اور مرد کی راہ بدل جانے کا تدارک طلاق نہیں قرار دیا بلکہ جہیز اور ناخوشی کے رفع دفع کرنے کی تدبیریں آؤں ہیں جو ۱۸ دفعہ کی ۳ قسم میں بیان ہوئی ہیں *

اور یہ بھی عجیب ہے کہ متعرض نے اس بات سے انکار کیا کہ گویا طاب طلاق کا عورت کو اختیار نہیں دیا گیا حالانکہ نہ جناح علیہما فیما انتدبہ میں صاف مسئلہ خلع کا بیان ہے *

اور شہر کی حالت میں کمال حکمت اور مصلحت ہی پہلے نصیحت کر دینا اور اگر اس سے اصلاح نہ ہوئے تو ہجرت فی المصاح اور جب یہ تدبیر بھی ناسد ملائی کی اصلاح کو کالی نہو تو پناہ جاری اور مصلحتاً تادیب بھی مناسب ہے اور یہ سب صورتیں طلاق کی تدبیر سے بہت ہی نرم اور کم ہیں نہ کہ خوردہ گیری کے لائق *

پس ایسا مارنا جس کی تدبیر خوب فیر مزہ سے کی گئی ہے اور گویا طلاق کا بدلہ ہی عورتوں کی حالت کو نقصان اور مضرت نہیں پہنچا سکتا اور اور جبکہ قرآن میں عورتوں کو ضرر پہنچانے کی

جواب

د اعتراض

مطلق کے معدوم میں ایک قاعدے کی نسبت بے بولہ رہا نہیں جاتا کہ ایک خاتوند در مرتبہ طلاق دیدیکر تو پھر سکتا ہی مگر تیسری مرتبہ کے بعد پھر نہیں سکتا اور یہ فعل کیسا ہی ناحق اور مضر ہو اور کہتے ہی غصہ کا نتیجہ ہو اور اس سے کیسا ہی کچھ نہ اُس بیہرم عورت کو — نہیں بلکہ اس کے مصمم بچوں کو اثر پہونچتا ہو اور وہ خود بھی کیسا ہی کچھ اس عالم کی اصلاح چاہتا ہو مگر اب وہ منسوخ ہی نہیں ہو سکتی مگر یہ کہ وہ مطلق دی ہوئی عورت ایک سخت شرط پر پھر آ سکتی ہے کہ پہلے اسکا کسی اور سے نکاح ہو اور یہ بھی اسے طلاق دیدے (پیر ۲۳۱) *

مسلمانوں کی حیا و غیبت کا اسی پر قیاس کر لیا جائے کہ مطلقہ ہائیں کے پھر جائز ہونے کے لیئے ایک مستحل یعنی عارضی رخصت کر دیا جائے اور غصب سے باز آئیکہ مرقع ٹھیکہ اسکی ایک منک مشہور ہو گئی ہے الف عشق ولا مستحل *

کیا اتنی مدت تک اسکی بد کرئی مستور رہیگی — پس اس قیوں مطلقوں میں (اعلاق مروتان) اے علی التقریب قرون الجمعہ **** فان مطلقا (اے ثائتہ) (نہ تھل لہ) جو جدا جدا اک عرصہ مستحبہ کے بعد ہوں شریعت نے کوئی مضر اور حیلہ ٹانگہائی قصد اور فلتانہ ناخوشی کا اٹھا نہیں رکھا کہ جس سے اب جلد بازی اور تیز مزاجی پر تدام اور انوس ہو بلکہ اک اختیاری فعل ہی کہ اسکا لزام اپنی ہی عقل و تمیز پر ہو سکتا ہے *

اور حلالہ کا حکم بھی اس رسم طلاق کے گھٹانے اور کم کرنے کی نظر سے ہوا ہی اور پے شک اُسکی دسرائی کسی صاحب فہم کو ایسے ارادہ

اور در حقیقت اس آیت میں اس ملکوں مزاج فاعلیت اندیشی کی چھ پرری حرکت پر جو گھڑی میں گھر بنا دے اور گھڑی میں بگاڑے قبیحہ کر دی ہی تانہ وہ بلا سبب اور بغیر ضرورت معص نیت حامل کرنے کے ایسے استدلال زوج چاہتا ہو — اس صورت میں یہ حکم اس ارادہ کا قوی مانع ہوگا — پس ان سب تقویوں کے خلاصہ میں ہم کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے اداب میں ہلکے پھوٹے روزوں کی رسوم میں بھی صورت کی ذات بہت بدتر کمتر ذلیل تو حال میں اکثر بے اختیار اور قیدی کی طرح بسر کرتی تھی اور حسن معاشرت کے بہت سے فائدے اور زوجیت کے بہت سے حقوق سے محروم رہتی تھی اور انگلستانی وسوسیں ابٹنگ اسکے حق میں سخت اور شدید ہیں مگر اسلام کے شارع نے احکام قرآن میں عورتوں کی حالت کو ایام زوجیت اور بیوگی میں اگلے زمانہ کی حالتوں سے کہیں بڑھ کر بہتر اور بڑھ کر دیا — اور عدالت کے حکم اور علو درجہ عالمہ معروف کی وصیت اقتضایا ہونیکہ عالمہ معروف کے قدر سے اس سے زیادہ خوش حال اور فارغ الیال کر دینے سے اس اصالی غرض کو جس پر معصنین غیر مسافین ہیں اشارہ کیا ہے اس قدرتی تسکین اور باہمی امانیات کو جو ان لباس کم سے مراد ہی بڑے کامل طور سے پورا کیا *

جواب

د اعتراض

اور لوندیوں کے حق میں جو مسلمانوں کی غلامی میں ہوں دشوار ہی نہ آنکی حالت مخالفت سے زیادہ جنس انسان کی اور کوئی حالت قیاس میں آسکے ان سے تو کمتر ہیں مطلقات کی حیثیت سے سلوک کیا جاتا ہے — قید و بند تو ان پر ایسی ہی کرنا کہ وہ منکرہ ہیں مگر حقوق زوجیت سے وہ صاف صاف محروم ہیں وہ بالکل اپنے مالکوں کے اختیار میں ہیں صرف ایک صورت مضطبی ہوئی ہے کہ جب وہ ام ولد ہو جائے تو یک تہیں سکتی ہیں [دیکھو اس مضمون کی ۹ دہنہ]

جملک کی وفات پر آزاد ہو جاتی ہیں اور پھر قرآن شریف میں نہیں ہی ماریہ قیدگی کی مثال پر قیاس کیا جاتا ہے *

حکم ہوا تھا کہ ازواج موجود (جس کا مدد بعد کی مقرر کی ہوئی) تھیں (بے زیادہ تھا) حلال ہیں (تخلیل میں بھی اُنکی حالت کو ظاہر فرمایا گیا) † اس طرح پورے یا ادا (انہی اٹا احکامات) ازواج انہی اتھیں اجورہن و مملکت غمگینک مما اثم اثم ملک کی ر ہنات ملک و ہنات مملکت † ر ہنات خالک و ہنات خالک الہی ہجورہن مملکت و امراۃ مومنۃ ان * وہیت نفسہا للہی ان اراد الہی ان یستکبہا خالۃ لک من ہنات المومنین † قد علمنا ما فرضا علیہم فی ازواجہم

کی ہی اس میں مدنی صورتیں اس طرح پورے کر تھیں 'ثم البتہ ثم الانفال ثم الاموال ثم الاحزاب ثم الممتنعہ ثم اللہ الخ'

۳۔ بیہوشی نے عکرمہ سے روایت کی ہے دلائل النبوة میں اس میں مدنی صورتوں کی ترتیب اس طرح ہے 'وہی علیہا عقیقین والبقرة و آل عمران والافعال والاحزاب والامدۃ والممتنعہ والنساء الخ'

† اس اظہار تھلیل سے یہ نہیں لازم آتا ہے اب تک جو کچھ ہوا رہا غیر حلال تھا کیونکہ اب تک جو ہوا تھا اُس کی حلت سنہ یعنی نمل رسول اور انبیاء سابقین کے دستور اور قوم کی رسم اور قانون قدرت کی مطابقت سے ہوا تھا اور اب اسی تھلیل کا اظہار ہوا باہن معنی کہ ہم حلال کچھ ہیں ان کو مگر آئندہ الخ

اور ایسی کئی مثالیں مل سکتی ہیں جن میں نزل حکم متاخر ہے اور مدل مقدم مگر آیت وضو جو بالاتفاق بعد ہجرت نازل ہوئی مگر اس کا حکم سکی ہی ایسی ہی آیت چمہ جو مدنی ہی مگر جمع کی فرضیت مکی کی ایسی ہی اوضیۃ زکرة کا حکم بہت متاخر ہے اور اس کا عمل اوایل ہجرت سے ہی دیکھو اتقان میں ایک خاص باب اسی بیان میں ہے متاخر نزولہ من حکمہ [نوع ۱۲]

اور یہاں تو سب صیغہ ماضی کے ہیں اور یہ بھی امر کی صورت میں نہیں ہیں بلکہ خبر کے طور پر ہیں پس یہ آیت سابق ہی کی حلت ظاہر کرتی ہے — آئندہ کے واسطے کوئی حکم نہیں دیتی —

۶۔ تفسیر جلالین میں مما اثم اللہ کی تفسیر میں صفیہ اور جویریہ کا نام لکھا ہے اور یہ دونوں مشہور ہی تھ آزاد کی کھالہ میں نکاح میں آئیں —

|| ہنات مہ سے نہ توش مراد ہیں —

|| ہنات حال سے نہام ہنی طہرۃ مراد ہیں —

* "ان وہیت" — کوئی ایسی صورت مدینہ میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ تھی — من میدانہ ابن عباس و مجاہد ام یس عبد اللہ بنی امراۃ وہیت نفسہا منہ — [معالم التنزیل] اور نہ اس میں کوئی حکم مستقبل کا ہے — کچھ ضرور نہیں ہے ان شرطیہ ہو مستعمل ہی کہ "قد" کے معنی میں ہو اور تخلیل کے واسطے ہو — پس حضرت عذیبہ مراد ہونگی اور نکرہ سکنہ ہی نہ تمظیم کے لیئے ہو —

† یعنی سرورہ قرآن اور مومنوں اور یقو میں جو کچھ ازواج کی نسبت احکام اور وصیت ہوئی — اور یہ صورتیں مقدم ہیں احزاب پر دیکھو قصیدہ تقریب البامول فی تقریب النزل اور ابن شریس کے رسالہ نقائل القران میں ابن عباس سے روایت

پر جرأت نہ کرنے دیکھی یعنی کوئی یا حبیب نہ طلاق پائیں دیکھانہ حلالہ کی رسوائی اُٹھائیگا — اور مصلح نہ اور مصلح کی شہادت ہوگی یہاں ہو چکی ہے — ابھی ہم حجۃ اللہ البالیۃ میں دیکھتے ہیں لمن رسول اللہ صلعم المصلح والمصلح نہ *

اور یہ تو ایک بڑی غلط فہمی ہے کہ گریا شریعت نے اس بے جرم صاحب صف کی پردہ دہی اس رسم سے گوارا کی ہو کیونکہ مستحل صرف اس صورت کو اس فرض سے کہ وہ اگلے شوہر کو اس حیث سے حلال ہو جائے پہلے ہی سے ارادہ کرنے توہری دین کے لیئے نکاح کرے تو وہ ہو کر درست ہوگا کیونکہ نکاح میں تو صداقت اور تصدیق اور عدم سفاح اور تعان فی العشرت اور باہم کی تسکین اور اتحاد مراد اور مقصد ہے تو ایسی صورت میں مصلح کا نکاح داہم ہوگا جب تک کہ کوئی ایسی ہی ٹاکڑ ضرورت طلاق کی چٹکا بیان آئے ہو چکا ہے پیش نہ آئے — پس اس صورت کا پائیں ہونے کے بعد حلال نہونا اُس مرد کے لیئے سزا ہے کہ اُس نے ہد الہی اور قانون قدرت کی رعایت نہ کی — مدنی شریعت میں یہی مسئلہ اپنے شوہر پر حرام ہوجاتی تھی مؤیداً [سار ۲۲] مگر قرآن کی نظر میں اتفاق کو ترجیح ہے اتفاق پر ۲۴ حیف ہے اگر اس مقام پر جناب پیغمبر صلعم کی خاص ازواج مطہرات کے احکام نہ بیان کیئے جاویں گے اس تصویر کی وضع سے یہ بہت خارج ہو *

ہر ایک انسان کی عقل ضرور اس امر کی طلبکار ہوگی کہ مصلح قوم اور ہادی انام نے [جس نے ایسی حکمت اور مصلحت کے احکام جاری کیئے اور زمانہ جاہلیت کی رسوم قبیحہ اور عادات ضارہ کو روکا اور کم کیا] خود اپنا نمونہ کیسا دکھلایا — اور بالقرور ہو ایک شخص کا رجعت اس پر گواہی دیکھا کہ ناصح ملت اور مہذب مذہب خود بھی ایک نمونہ ہونا چاہیئے تمام اخلاق اور حسنات اور خیرات کا تانہ ارک اُس سے ثابت نہ کریں اور یہی امر اصل ہی مسئلہ مصلح کی *

جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ازواج مجب حکم کے احکام تھے جس سے ہم اب بھی اس پر دست بردار ہوا کرتے ہیں کہ کسی متنبی سے ایسے احکام صادر ہونے کی توقع اور احتمال نہیں کیونکہ یہ احکام بڑی تنگی اور قید نفس اور حرمان شدید کے ہیں — اوایل سورۃ نساء کی آیت (جس میں صورتوں کی حد مقرر ہے) نازل ہونے سے پیشتر † جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ

† یہ بات کہ سرورہ احزاب پہلے نازل ہوئی نساء سے اُس کے

ثبوت میں یہ دلیلیں ہیں [۱] قصیدہ تقریب البامول فی ترتیب النزل تصنیف بھران الصیغی کا ایک شعر یہی ہے —

للحزاب مایۃ امتحان والنساء * مع زلزلت ثم اللحدین تامۃ

۲۔ ابن شریس نے نقائل القران میں ابن عباس سے روایت

و ما ملک ایمانہم لکھیاں ایک حرج ما [احزاب ۳۹] — یعنی

ہماری حلال کیوں تھوکر تیری مورتیں [یہاں جایز کرچکے ہیں تھوکر تیری مورتیں] جن کے چہر تو دم چکا اور جن کا تو مالک ہو چکا ہے، تو یہ ہے [اب جو مہر دم چکے ہیں وہی سے حلال نہیں اُن کی تفصیل ہی] تیری چچا زاد اور بھرنی کے قبیلہ کی مورتیں اور ماموں زاد اور خالہ کے قبیلہ کی مورتیں جنہوں نے ہجرت کی تیرے ساتھ — اور وہ مورت جس نے اپنے آپ کو عرض کیا فیکہ پڑ اور تیری نے بھی چاہا اُس کو نکاح میں [مراہ خدیجہ رضی اللہ عنہا] [یہ احکام جن میں اس وقت موجود مورتوں کے جایز رکھنے کا حکم ہی اس طرح ہے کہ میں ان مورتوں کا اور ذات شخصہ اُن مورتوں کی حلال ہو چکی اس حیثیت سے کہ اُن میں تغیر اور تبدیل نہ ہو سکے] خاص تیرے ہی لیے (تاکہ تو ضبط اور قید میں نہ رہے اور اوروں کو اور تاکہ اُس سے ظاہر ہو تیری عدم متابعت نفس اور مجبوری احکام الہی کی گر وہ خلاف ہو خواہش ہاے بشری کے) سوائے سب مسلمہ نرس کے (کیونکہ) تھوکر معامروں ہی جو اُن پر حکم ہوا ہے اُن کی نسبت جو ان کی مورتیں ہیں اور اُن کے ہاتھ کے مال ہیں (مسلمانوں کے) (و یہ کہ اُن کے لیے ذات معین نہیں اور اُن میں تغیر و تبدیل اور کمی بیشی معروف طور پر ہو سکتی ہے مگر تیرے لیے خاص اُن مورتوں کی تفصیص ہی جن میں کمی بیشی اور تغیر اور تبدیل نہیں ہو سکتا) تاکہ تجھے پر گناہ نہ پڑ (ان خوردہ گیزوں کی نظر میں جو معص کثرت پر نظر کر کے طعن کریں کہ یہی نے متابعت نفس کے لیے ایسا کیا حالانکہ اصل حقیقت اُن کی قوم کے خلاف ہی چٹانچہ ہو کر آیا) مگر —

† من بعد التبع و هو فی حقہ ذلایع فی حقنا او من بعد الیوم حتی لو مات واحدکم تجزئہ نکاح الحوی — (بیضاوی)

پہلی اوروں کو اس آیت میں بڑی غلط فہمی واقع ہوئی ہے — یعنی اس آیت کو مسابح بٹاتے ہیں مگر قطع نظر اس سے کہ نسخ قرآن میں ہوا ہے یا نہیں ایک اور لطف یہ ہے کہ اس کا نسخ اس سے پہلے ہی — ان ہذا اشیٰ معجب — جالانہ آیات کی ترتیب توفیقی ہی اور اُس پر اجماع ہوئی ہے — اور یہ بتواتر ثابت ہے کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سے قرآن پڑھتے تھے جس طرح اب آیتوں مرتب ہیں — پس ممکن نہیں کہ اُن آیتوں کی ترتیب موسیٰ الہی صریحی تاریخی غلطی ہو گئی ہو — علامہ سطرطی اتقان میں لکھتے ہیں — الاجماع والنصوص المتواترة علی ان ترتیب الایات توفیقی لایہی فی ذلک اجماع منع نقلہ غیر واحد منهم الیٰ کشی فی الیوم والیہ وجہ بن الیوم فی مذاہباتہ و مبادیہ ترتیب الایات فی ہرہا واقع بتوفیقہ صلی اللہ علیہ وسلم وارادہ من غیر خلاف فی ہذا المسئلہ۔۔۔ — اُنہ — اور پھر قاضی ابوبکر (الہاتمی) کا قول

علامہ ازہری جس آیت کو اُس کا نسخ ہونا تفسیر بیضاوی کے الیوم اور معام میں نقل کیا ہے یعنی توجی من تشد معہ من توجی الیک من تشاد اس میں ایک حرف بھی اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ازواج موجودہ کے ہوا اُن کے غیر سے نکاح کیا جاوے — بعض نے اور بھی ترقی کر کے یہ کہتا ہے کہ اس آیت کی اور بھی پہلے کی یعنی ۳۹ آیت اس کی نام نہی ہے — لاجل ولا قرة نسخ کیا ہوا ایک وہا ہی کہ پیچھا ہی نہیں چھوڑتی — بلا دلیل اور بغیر ضرورت اُنہی پلٹی باتیں خلاف تحقیق جو جی میں آتا ہے صرف بات کی بچ پر کدیتے ہیں — البتہ رجما بالغیب ایک قول حضرت عائشہ کا نقل کرتے ہیں کہ مامات رسول اللہ حتی احل لہ النساء یہی الفاظ ہیں تفسیر کشاف و کبیر اور صحیح ترمذی کے اور اس سے کوئی حرف زیادہ نہیں ہے اور یہ سچ ہی اس میں امارہ ہی اس پر کہ جذب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازواج کی حلیہ تنزیل میں ظاہر ہو چکی ہے پس نسخ کا مذکور تو نہیں خواب و خیال میں بھی نہیں ہے — اب اگر اس پر بھی نہ ماذن اور حضرت عائشہ کے قول کو دیکھو: پھر کر اپنے ہی مطلب پر لاریں تو اُس کے معاوضہ میں ہم انس کا تو پیش کرینگے جو کہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتے تک وہی حرم کا حکم جو لایصل لک النساء من بعد میں تھا قائم رہا چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں ہی قال انس و ما علی التہذیب —

تائید الاسلام مطبوعہ سنہ ۱۸۷۳ کے ص ۱۰۸ و ۱۰۹ میں جو روایت ترمذی سے اس مطلب کے لیے نقل ہوئی ہیں کہ سورہ احزاب کی ۳۱ آیت کے بعد ۳۹ آیت نازل ہوئی یہاں زیادہ تفصیل کی کتبائش نہیں مگر اس قدر تنبیہ کرنی ضرور ہے کہ یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں کیونکہ وہ حسن ہیں اور حسن صحیح سے کمتر ہے اُس کے راوی درجہ عدالت تک نہیں پہنچتے گو ناسق بھی نہیں — اور دوسرے یہ کہ وہ روایتیں مرتبہ عبدالعزیز بن ہرام کے واسطے سے ہیں اور اُس نے عبادتہ بن موسیٰ سے روایت کی ہے مگر عبادتہ بن حمید کی روایت جو منقول ہے وہ وہی ہے جو شہر بن حرب سے ہو چنانچہ ابو موسیٰ ترمذی نے ان روایتوں کے بعد لکھا ہے سمعت احمد بن الحسن یذکر عن احمد بن حنبل قال لا بأس بحدیث عبدالعزیز بن ہرام من شہر بن حرب — اُنہ ہی سے روایتیں کہی اس لائق نہونگی کہ وہ ظہر و قریب قرآن کو مفقول کوئی یا کسی راویات اور منکر معمریوں کی اُن سے تائید ہو سکے —

† ایک مصالط نے یہ اعتراض کیا کہ اگر اس آیت میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج کی اجازت نہ ہوئی مگر ملک میں

تخصیص تھی منکوحات کی کہ نہ تو ان مورثوں سے زیادہ کوئی اور نکاح کر سکتے تھے اور نہ اُن کے بدلہ میں نکاح کر سکتے تھے۔ پس ظاہر ہے کہ جناب پیغمبر کو نکاح کے باب میں اُور مسلمانوں کی یہ نسبت زیادہ حق اور قید اور ممانعت تھی اور ایسا ہی شان نبی کے لائق بھی تھا۔ پس یہ صریح استثنائی احکام اور قہر نفس اور تعصبات شدید کے جو مقتضائے بشریت ہر صبر اور میلان قلبی پر بھی جبر کرنے کے ہوں اُن سے صاف ثابت ہے کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور احکام تنزیل وحی کے مسلمانوں کی صفات اور پڑھکاری کے بیان فرمائے اُن سے زیادہ اپنی مخالفت نفس کے احکام ظاہر فرمائے۔ اس تقریر سے قارئین پرورش اور فائز صاحبوں کے اشتیاضات تو باطل ہو ہی گئے مگر بعض نا فہم مسلمان جو اسلام کے نادان فرسوس ہیں اُن کی دیکھ کر توجہات اور خام خیالات بھی باطل ہو گئے۔ ر اللہ العتد علی ذلک *

۲۵ اور منجملہ پرکات اسلام ایک یہ ہے کہ اپنی جان کی حفاظت اور مہلکوں سے بچانے کا حکم

Suicide and gladiatorial shows mingled.

[۱] ولا تقوا بايديكم الى التهلكة + — [بقر ۱۹۱]

[۲] ولا تقتلوا انفسكم — [۲۰۵ ع]

خود کشی جس پر اس پتھلی آیت میں اشارہ ہے جاعلیت کے زمانہ میں عرب و روم وغیرہ آباد ملکوں میں جہاں سیاست اور ذنوں بنی تھے بے روک ترک جاری تھی اور بعضی صورتیں آپ سے آپ مرجانے کی عبادت میں داخل تھیں *

ایک قر۔ اہل کی رسم ممالک فرنگ میں عجیب رسم تھی کہ در آدمی باہم مقاتلہ کرتے تھے اور گواہ بھی حاضر رہتے جو ان کے ہاتھ میں آتے حرب دیتے اور در انتظام کرتے تھے۔ اور اُس کی بنا یہ اعتقاد ہوا کہ ضرور ہے کہ خدا ظالم کو بلا واسطہ سزا دے اور مظلوم کی نصرت کرے چنانچہ یہاں تک یہ رسم بھی کہ مقامات حقیق میں اسی رسم کو محک عدالت اور عیاو حقیق قرار دیا گیا ایک اُنتادہ زمیں پر تنازع ہے تو اُنہوں نے کہا کہ اگر لوگوں جو مر جارے وہ غیر حق پر تھا۔ کیا خوب عدالت تھی اور کیا اچھا فیصلہ ہوتا تھا اسلام میں شروع سے اُس کی اصلاح ہوئی اور پھر

+ انصار العلماء والقریل صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل رائے کی آزادی کی تعلیم دی۔ اُقتہ در حقیقت رائے کی آزادی ہمیشہ ہی نعمت ہے اور اُس کا دشوہ قوم اور ملک کی اصلاح پر بہت مفید ہے۔

حالت میں کہ اُن میں سے کوئی مر جاوے یا عاقل والے (حرام ہوئے) اور اوروں کی ضرورت پسند بھی ہو [تب بھی قہر و یہ سخت قید اور بند اور مشتملات نفس کے خلاف بلکہ میلان قلب کے بھی خلاف حکم دیا گیا جس میں قہر کا ضبط اور سائر ممانعت سے عفت اور مخالفت نفس میں استقلال اور پرتوی ظاہر ہو اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ کوئی چھوٹا آدمی ایسے احکام اپنی فرض کے خلاف صادر نہیں کر سکتا] مگر یہ حرمت اُن مورثوں سے متعلق نہیں ہے جو قہری ملک نکاح میں آ چکی ہوں [کیونکہ پہلے سے نکل نبی اور عدالت صبر سے نکاح میں بطور معروف آ چکی اور پتھلی آیت میں ان کی تہذیب بھی ظاہر ہو چکی ہے] *

پس اب اس بیان سے ظاہر و ثابت ہوتا ہے کہ اِس پتھلی آیت میں [احزاب ۵۹ آیت] نہ تو کسی نئی بات کی ایجاد ہے اور نہ کسی امر فیہ موجودہ کے پیدا ہونے کا حکم اور نہ آئندہ کو کسی نئی بات کا استحقاق ہے اور نہ کوئی مفید مطلب پروانگی ہے اور جو کچھ تخصیص میں درن المومنین ہے وہ ممانعت اور قید کی ضرورت ہے نہ کہ آزادی اور بے قیدی کی کیونکہ عوام مسلمانوں کے ایسے صرف عدد کا تعین تھا نہ کہ منکوحات کا اور ممکن ہے کہ موت یا طلاق کی ضرورت میں ہمیشہ بدل ہوتا رہے مگر جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت

میں تو آزادی حاصل ہے۔ اس مقام پر جو لفظ اذابیہ تم اصل اعتراض میں ہے وہ تو ایک تیز جگر دوز ہے۔ مگر عامہ مسلمانوں کو اس کی کیا پورا ہے۔ الا در حقیقت کوئی یہ پوچھے کہ حضرت ملک یہیں اغت یا راہ سے ارتقا کو کہتے ہیں یا یہ لفظ منقول و رسمی یعنی فقہاء کی اصطلاح ہے پہلی صورت کی سند لائیں اور دوسری صورت میں قرآن کے الفاظ کو فقہاء کی اصطلاح پر محدود و محدود نہ فرمائیں۔ ابی العالیہ اور سعید بن جبیر اور عطاء اور سدی متقدمین مقبول نے تصریح کی ہے کہ ملک یہیں نکاح میں بھی پائی جاتی ہے [دیکھیں تفسیر مجاہد البیان اور نیز تفسیر غیری] پس چونکہ قصور عدم حیات نساں موجودہ و منکوحہ پر بھی حاوی تھا نہ اس وقت کے بعد سے تو مورثوں حلال نہیں۔ اس لئے الاملا ملک یہیں کہنا ضرور ہوا کہ جو مورثوں ملک نکاح میں آ چکی تھیں وہ مستثنیٰ رہیں۔

اور ملک جو ماضی کا صیغہ ہے وہ تو حقیقت میں ماضی پر دلالت کرتا ہے اُس کو مستقبل پر حمل کرنا مجازی طور پر ہے اور حقیقت سے مجاز کی طرف جانے کے لئے کوئی قریحہ صاف من الظاہر ضرور ہونا چاہیئے۔ ایک صاحب فارسی کا یہ شعر ہو رہے ہیں چار جا ماضی بنیاد معنی مستقبل الخ مگر کوئی صاحب حقیقت سے عدول کرنے کی ضرورت شدید اور مانع قوی اور قریحہ واضح بیان نہیں کر سکتے۔ اور ظاہر ہے کہ صرف بنیاد کچھ۔ کام نہیں آ سکتا۔ نہ دہر و نہ تکی من الجاہلین و تامل حتی یا تہک البیتین۔

اور ما باپ سے نیکی کرو اور جو کوئی اس درجن میں سے پہنچے ہو جاوے تو نہ کہو کہ اُن کا جہنم اُن کو اور اُن سے اب کی بات کہہ — اور جہنم اُن کے آگے کھلے عاجزی کر کے پھار سے اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا والا انہوں نے مجھے چھوٹا سا —

[۱] ” و آت [۳] فی القرۃ حقہ [۵] والساکیں [۶] و ابن السبیل “ —

یعنی اور دینے والے والوں کا حق اور محتاج کا اور مسافر کا

[د] ” ولایاتل اولوالفضل منکم والسعة ان یوتروا [۳] اولی القرۃ [۵] والساکیں [۶] و المهاجریں فی سبیل اللہ “ — [نور]

اور قسم نہ کہادیں یزائی والے تم میں سے اور کھائیں والہ نہ نائے والوں محتاجوں اور خدا کی راہ میں وطن چھوڑنے والوں کو مال نہ دیں —

[ز] ” و وصینا الانسان [۲] یوالدیۃ احسانا حملتہ امہ کوہا و رعتہ کرہا “ — [احقاف ۲]

اور ہمیں تنقید کیا ہی انسان کو اپنے ما باپ سے بھلائی کا بیٹ میں رکھا اُس کو اُس کی ماں سے تکلیف سے اور جدا اُس کو تکلیف سے

(ح) ” فلا اتقنم العقبة و ما ادراک صالحتہ (۱) فک رقیۃ ار اطلع فی یوم ذی مسجبة [۲] فیتوما ذامقریۃ او (۵) مسکینا ذا صترۃ “ —

اور انسان نہ ہمک سکا کہانی کو اور وہ کہانی کیا ہی — آزاد کرنا غلام کا یا کھانا کھانا پھری کے دن میں بے باپ کے لڑکے کو جو نائے دار ہی یا محتاج کو جو خاک میں رکتا ہی — [بلد]

(ط) ” فاما الیتیم فلا تقهر و اما السائل فلا تقهر “ — [شعری]

سو جو یتیم ہو اُس کو نہ دبا اور جو مانگتا ہو اُس کو نہ چھوڑ —

ان احکام کو جو جملہ مایعات ٹاس کی ہو ایک قسم پر جاری ہیں تواریث اور انجیل اور حکماء سلف کی وصیتوں سے مقابلہ کرنا ایسی جامعیت اور تفصیل ایسی عمدہ ترتیب اور قدرتی نظام کی رعایت اور موصوہ احسان کے احکام نہ پاؤ گے *

۲۷ غلاموں کی حالت بالخصوص بڑی اصلاح کی محتاج تھی اُس کی آزادی اور آئندہ کے سدباب کے لئے بڑی کوشش اور اہتمام ہوا — اور کتاب کا امر معصم اور حکم لازم صادر کیا —

Islam liberated slaves not as only a merit, but as strict and an indispensable duty.

گراہوں پر یا قسم پر مبادا عدالت قرار پایا — اور نیز ذاتی تلذذات خارج از عدالت بھی اسی قرار پائے سے ملے ہوا کرتے تھے — اسلام میں چھٹ اُڑے ہوا تو مباحلہ ہوا *

کہتے ہیں کہ سنہ ۵۰۱ ع میں جرمن گندزیبالت بادشاہ نے اس رسم کو قسم کی جگہ فصل خصوصیات میں مقرر کیا — ان دونوں قسم کے قرائل یعنی ایک تو عدالت کی حیثیت سے دوسری سفایر عدالت کئی طرح پر جاری رہی یعنی تداروز سے لڑنا اور ہستو لوں سے گولی مارنا — اور جو لڑنے ایک زہر آلود ایک روٹی کی پی ہرنی کھانا — انگلستان کے بادشاہوں نے آخر زمانہ میں اس رسم سے ہند کرنے کا بڑا اہتمام کیا لیکن انیس میں اُس کا رواج ٹھٹ سے رہا *

۲۶ اور کئی ایک احکام بڑی تاکید سے ہو ایک طبقہ کے انسان سے نیکی اور رعایت کرنے کے قران میں پیش کرتے ہیں —

Islam inculcates to show kindness to parents, to kindred, to orphans, to poor, to neighbours whether kinsmen or strangers, to a fellow traveller, to wayfarers, to slaves and captives &c.

(ا) وبالوالدین احسانا و بپنی القرۃ والیتامی والساکیں والجار فی القرۃ والجار الجنب والصابح والجنب و ابن السبیل وما ملکت ایمانکم — [نساء ۵]

پھر سرور یقر میں ہی —

(ب) ” و اتی المال علی حیۃ ذی القرۃ والیتامی والساکیں و ابن السبیل والساکیں و ذی الرقاب “ — [۲ ح]

اس میں [۱ و ۲] والدین سے نیکی کرنا [۳] رشتہ داروں سے [۴] یتیموں سے [۵] محتاجوں سے احسان کرنا [۶] پروری نائے والے سے [۷] اور بیگانے پروری سے [۸] اپنے رفیق سے [۹] مسافر سے (۱۰) غلاموں سے خادموں سے (۱۱) قیدیوں سے نیکی سلوک کرنا اور اُن کو اپنا مال دینا بڑی تاکید سے واجب قرار دیا ہی *

اس میں کوئی قسم جنس انسان کی ایسی باقی نہیں رہی جس پر اسلام نے شفقت کرنے اور نیکی سے پیش آنے کا حکم نہ دیا ہو — نہ صرف ایک یا دو ہی جگہ بلکہ مختلف طور سے اور جدا جدا تقریب سے ان احسانات اور خیرات کو بیان فرمایا ہی *

(ج) ما انفقتم من غیر (۲) نللوالدین (۳) والقرۃ (۴) والیتامی [۵] والساکیں [۶] وابن السبیل “ — [۲ ح]

[۵] ” [۲] وبالوالدین احسانا و اما یبائن عندک البکر احداہما فلا تکل لہما الف ولا تقهر ہما وکل لہما قرۃ کریمہ و اخفص لہما جناح اتکل من الرحمة وکل رب ارہمہما کما ربیانی صغیرا “ — [۱۵ ح]

منہ *** وحبیب الشافعی شاعر قرطہ و اثر ہم من مال اللہ انہی اقا کم والامر للوجوب الخ *

اور چونکہ امر وجوب کے واسطے ہی تو اب ہمارا استدلال اس آیت سے ہے کہ جبکہ غلاموں کی آزادی کتابت کے ذریعہ سے واجب ٹھہرائی گئی تو جو چیز اس آزادی کی ضد ہی یعنی غلام بنانا وہ حرام اور منع ٹھہرائی گئی کیونکہ اصول میں مسلم مسئلہ ہی ہے وجوب اللہ ہی نقصان حرمۃ ضدہ *

اور اصطلاحات پر ہذا تہذیبی جارے تو بھی مفقہ شاعر بھی کہ جس چیز کے گھٹانے کم کرنے روکنے اور موقوف کرنے کے واسطے تدبیریں کی جارہیں تو ایسی ہی کا زیادہ کرنا یا ابتداء کرنا پڑنا اور مزاج دینا ضرور ممنوع ہوگا پس جب کہ اسلام نے تک رقیہ اور متاع اور مکاتیب کے احکام وجوبی صاف کیئے تو اُسکی ضد استرقاق کو ضرور منع کیا * ایک شیعہ یہاں پر یہ ہوسکتا ہے کہ مکاتیب کرنے چھوڑ دینے میں قیود لگائی گئی ہیں ان علمت فہم غیرا کی پس شرط کے منقولہ ہونے پر بدستور غلطی کی حالت قائم رہیگی *

مگر یہ شیعہ بے اصل ہے کیونکہ ضرور نہیں کہ ہر جگہ ان شرطیہ ہر ان اُور طرح بھی قرآن میں گئی جگہ آیا ہے منجملہ ائمہ تعلیم

نہیں پائی — اُنک ذہن اور طبیعتیں ایسی پست اور دبی ہوئی ہیں کہ انسان کی بھلائی اور فطرتی آزادی اور غلاموں کے آزاد کرنے کے معائن اور اسلام کا مقصد اصلی غلاموں کے حق میں رعایت اور احسان کرنا اور اس امر خاص میں تمام دنیا کے مذاہب اور عرایج پر فریق اور تفریق پانا اُن کی سمجھ ہی میں نہیں آتا — کتابت کے معاملہ کو بھی اُنہوں نے قرضہ کا سا معاملہ سمجھ لیا حالانکہ اُنہوں کے اصول ضروریہ پر کتابت کا روئے کرٹی دین صحیح نہیں ہے کیونکہ آقا کا غلام پر کرٹی قرضہ نہیں ہو سکتا *

اصل حقیقت یہ ہے کہ مکاتیب کا روئے آقا کو دوانے کا حکم صرف اُس کے آنسر پڑھنا ہیں ورثہ ادھر تو آقا کو حکم واجب ہے کہ مکاتیب کو اپنے مال میں سے دو *

اور اعلف یہ ہے کہ امام شافعی اس ” و اتراہم من مال اللہ انہی اقا کم “ کو واجب جانتے حالانکہ یہ فرع ہی کتابت کی پس مکاتیب بھی واجب ہوگا کیونکہ واجب کا مقدمہ بھی تو واجب ہی *

مگر ازیں ایک اُور امتراض اس حکم کے مندرج ہونے پر یہ ہے کہ مندرج ہر حقیقت مامورہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ مندرج میں ایجاب نہیں ہے اور امر ایجاب ہی کے واسطے حقیقت میں ہوتا ہے — اور اگر مندرج مامورہ ہوئے تو ترک مندرج گناہ ہوگا حالانکہ ترک مندرج بالاتفاق صحیح نہیں تو مندرج مامورہ بھی نہیں ہو سکتا دیکھو مسلم الشریعہ صفحہ ۶ باب ۶ اور کشف المہجہ [۱۸۸ تا ۱۹۰] پس ثابت ہوا کہ اس آیت میں امر ایجاب کے واسطے ہی ہے

” والذین یشترون الکتاب صا ملک ایمانکم نکاتیبواہم ان علمت فہم غیرا و اتراہم من مال اللہ انہی اقا کم “ — [قور ۲]

یعنی جو کرٹی لکھتی یا غلام بیچے کہ میں اتنی مدت میں اس قدر روپیہ کما دوں گا مجھے ابھی آزاد کر دو تو اُن کو اقرار لکھ دو اگر اُن میں نیکی دیکھو اور ہو اُن کو اللہ کے مال سے جو تمکو دیا ہے *

اور جب مالک سے اس طرح اقرار نامہ ہو جاوے تو پھر سب پر [جانیں مالک بھی] واجب کیا کہ اس کا زر کتابت پورا کر دیں اور مالک کو بھی لازم ہوا کہ اس اقرار میں سے ایک مقدار ٹکڑ چھوڑ دے چنانچہ کئی اور مفاصل اور نقطہ نے یہی تفسیر کی ہے اور امام شافعی کا بھی معتاد ہے کہ مالک پر واجب ہے کہ مکاتیب کو مال دیوے کیونکہ امر وجوب کے لینے ہے *

تفسیر کبیر میں ہے — ثالثا ان هذا امر من اللہ تعالیٰ لاساقۃ والناس ان یعینوا مکاتیب علی ہما کتابتہ یمکنہم و هذا قول الکلبی و عکرمہ والمقاتل والنسفی *** قال الشافعی یجب علی المولیٰ ایقادہ مکاتیب و ہو ان یصلح منہ جزء من مال الکتابت اور ذ نج الیہ جزا صا اخذ

† داؤد الاسفہانی وغیرہ (جن کو یہ اہل ابراہ اصحاب الظواہر کہتے ہیں) اور اور علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ امر کتاب کا ایجاب کے واسطے ہی یعنی جب غلام خرگراست کرے اپنی آزادی کی اقرار نامہ پر اور مالک سمجھے کہ اس میں اُسکی بہتری ہے تو فوراً آزاد کر دے * اور حقیقت یہی ہے کہ جب اسلام کی اصلی نیکی اور خیر اور صلاح پر نظر کرتے ہیں تو بالضرور ہم اپنے وجدان سلیم سے یہی پاتے ہیں کہ یہ حکم وجوب کے واسطے ہی نئی وجہ سے [۱] یہ نہ امر تو ایجاب کے واسطے ہوتا ہے اور اسکا سبب نزول بھی اسکی تائید کرتا ہے کہ عربیہ بن مہدی العزی کے غلام نے جسکا نام صبیح تھا کتابت چاہی تو اُس کے آقا نے انکار کیا اس پر یہ حکم ہوا پس ظاہر ہے کہ انکار کے مقابلہ میں حکم دیا تو ضرور ہی کہ وہ حکم واجب ہو [۲] حضرت اُسکی شخص کو مکاتیب کرنے کا حکم دیا اُس نے انکار کیا تو اُنہوں نے اُسکی تمیز کی پس اگر کتابت واجب ٹھہرتی تو اُسکو مارنا جبر اور ظلم ٹھہرتا حالانکہ اصحاب میں سے کسی نے اُن پر اعتراض نہیں کیا تو گویا یہ مسئلہ اجماعی ہو گیا [۳] عمر ابن دینار و عمار و داؤد بن علی اور محمد بن حویر یہاں پر وجوب کے قایم رہے ہیں — پس ان سب قرائن پر نظر کرتے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ کتابت واجب ہے اور درحقیقت یہی بڑی تعلیمت ہی اسلام کی *

جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ امر مندرج ہی اُنکی راہبات سی حصہ اور نامعلوم سا قیاس ہی وہ کہتے ہیں کہ مکاتیب کرنا ارز بیچ گناہی براہر ہی اور بیچ کرنا واجب نہیں ہے تو مکاتیب کرنا بھی واجب ہوگا کہ مستحب ہو مگر انہوں نے حکم کتابت کی خوبی

قلم سے صرف گوہر کا معمولی اور آسان کام لیا جاتا تھا — یہہ کیفیت میں اُس وقت کی بیان کرتا ہوں جب ہندوستان میں انگریزی مملداری کی جانب سے غلاموں کی حالت میں مسلمانوں کی نہیں ہوئی تھی (دیکھو رسالہ مکاناتِ معلومہ ولسن) مگر اس بات کے ثبوت میں کہ مسلمانوں کے یہی مسائل کا برقرار یہی غلاموں کے حق میں ہم نسبت اور قوموں کی فرہمیت کے بہت نرم اور ملایم ہی یہہ قریب پیش کرنا ضرور ہی کہ جب ہندوستان میں مسٹر رچارڈسن پنڈلیکھنڈ کے جج اور مجسٹریٹ نے سنہ ۱۸۱۰ء میں انسدادِ رسم غلامی میں ایک مسودہ قانون تصنیف کیا تو اس میں انہوں نے یہہ رائے دی کہ اگر ہندوستان میں سے رسم غلامی کو قطعا موقوف کردینا مناسب نہ ہو تو ہندوؤں کے شاعر کے احکام ترک کر کے اُنکی جگہ ہر ایک بات میں فرہمیت اسلام کے احکام کو رواج دینا جاوے کیونکہ وہ غلاموں کے حق میں بہت ہی ملایم ہیں *

۲۹ یہہ سب تدبیریں تو اُس وقت کے موجود غلاموں کی آزادی کی تھیں اور ہر چند مقل خیر اندیش کو آئندہ غلام بنانا اس سے منع پایا جاتا مگر اس وقت کے اذعان اور عقول انسان کے فطرتی آزادی کا ادراک اچھی طرح نہیں کرسکتے تھے اور ہر ایک بشر کا وجود سلیم اس پر گواہی دیتا ہی کہ وہ کبھی اپنی ذات یا عزیزوں کے لیئے غلامی پسند نہ کرے گا اور یہہ ایک قدرتی دلیل ہی اُسکے فطرت

The Coran (Chap. XLVIII v 4) abolished future slavery and concubinage by ordering that the Captives of war to be either dismissed freely or ransomed. A law of universal obligation.

الہیہ کے خلاف ہونے کی کم اُس کی ناجوازی اور ناگوار کی انسان کی طبیعت اور جبلت میں رکھدی گئی ہی الا رسم قدیم جاہلیت کی گمراہی سے عوام لوگ اس کے معائنہ مقامی کو خوب نہیں پاتے تھے اور ایسے امور کی اصلاح صرف علوم کی بتدریج اشاعت اور ترقیہ اور حکمت کی تعلیم سے ہوسکتی ہی تاکہ ہر ایک قوم احکام الہی کے بصیرت اور عقل کی ہدایت سے دریافت کرے کہ درحقیقت تمامی خلق اللہ کی بیورہ اور عافیت اور عقلی اور مذہبی تمدنی اور حسن مشورت کی اصلاح اسی آزادی پر موقوف ہی اسلیئے ضرور ہوا کہ آئندہ کی رسم غلامی کے موقوف اور مسدود ہونے کے لیئے صاف صاف حکم دیا جاوے چنانچہ سورہ محمد میں فرمایا —

”فَاذِلِّمُوا الَّذِينَ أَفْرَأُوا فَقُرُوبِ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَفْضَلْتُمْ بِهِمُ الْفُرْقَانِ فَاغْنَمُوا بِهَدٍ وَ أَمَّا فِدَاءٌ حَتَّىٰ تَضَعَ الْعُرُوقُ أَرْضَاهَا “ *

چونکہ انہوں نے قیدی غلام بنائے جاتے تھے غلامی کی رسم کی ابتدا یہی معلوم ہوتی ہی اور اُس وقت کی رسم میں لڑائی کے قیدیوں

اور قند کے معنی میں اور جس چیز کا نمل مسحق الرقوع ہو رہاں تملیل ہی کے معنی مناسب ہونے دیکھیے —
لَتَدْخُلْنَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ *
اِقْرَأُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ *
وَ اقْرَأُوا الْعَمَلُونَ إِنْ كُنْتُمْ مَرْمُؤِينَ *
اور قند کے معنی اس آیت میں

۳ اَذْكُرْ أَنْ تَفْعَلَ الْفَكْرَى *

اس میں شرط کے معنی صحیح نہیں کیونکہ ذکر اور وعظ تو ہر حال میں سامورہ ہی ایسے ہی مکاتیب میں یہی شرط کے معنی صحیح نہیں کیونکہ کتاب تو سامورہ اور اس رجوعی ہی پس آیت کے معنی بہت چسپاں اور مناسب ہونے کہ جو تمہارے غلام تم سے آزادی پر اقرار نامہ لکھوانا چاہیں اُن کو لکھو کیونکہ تم اُن میں پہنچتی جان چکے ہو —

اور اس تفسیر پر ان مملکتِ قدیم خیبر میں اس بات پر یہی اشارہ ہی کہ مکاتیب تو واجب ہی ہی مگر بڑے درخواس کتابت ہی فی نفسہ غلام کی آزادی واجب ہی *

۵ اور لفظ اِن کی بھٹ میں دور کیوں جائے اسی آیت کے بعد کی آیت میں دیکھیے اِن کیا معنی دیتا ہی *
وَلَا تَكْرَهُوا تَطْيِئْتُمْ عَلَى الْيَمَانِ إِنْ أَرَدْتُمْ تَحَصُّنًا —

۲۸ کہ صرف ایک مکاتب کرنے کا ہی حکم دیا بلکہ بہت سے احکام جس سے غلاموں کی سختی جاتی رہی اور اُن کی حالت میں بہ نسبت سابق Treatment of slaves among Mahomedans more liberal than in other nations.

کتاب صحاح و مسانید و صحاح میں بہت سی حدیثیں اور فقہ کی کتابوں میں بہت سے مسائل ایسے مسدود اور ثبوت سے ہیں کہ اگر اسی قدر ہی احکام ہوتے تو یہی نسبت اور قوموں کے رسم قانون کے مسلمانوں کی رسم و قانون میں بہت گرتی اور آسانی تھی اور انہیں احکام قرآنی اور مسائل فقہیہ کی بدولت ہند کے مسلمانوں میں غلاموں اور خدمتگزاروں میں صوف نام کا ہی فرق رہ گیا تھا — اور چونکہ اسلام کے غلاموں کے حق میں زیادہ رعایت منظور رہی ہی اسلیئے غلام کو اس ملک میں اپنے ماہیحتاج کی فکر نہیں کرنی پڑتی تھی اور نہ اسکو اپنے مال بچوں کی طرف سے تردد رہتا تھا اس کے مسلمان آقا کو غور ہی اسکی تمام ضروریات کی فکر واجب لازم ہوتی تھی اور اس سے یہہ نوعی گورِ ملامت سے پیش آیا جاتا تھا — اور اس اتفاقی کے بدلہ میں

(ب) آیت کی دلالت

اس میں کچھ گفتگو اور نزاع نہیں ہوسکتی کہ اس آیت میں لڑائی کے قیدیوں کے لیے ہجرت میں ان فدائے اور کوئی ضرورت نہیں ہے اور اختیار نہیں کہ سوائے ان دو صورتوں کے اور کسی طرح سے پیش آیا جارے۔ متعدد معجزین و صحابہ و تابعین جو اس آیت کے نسخ کے قائل ہیں وہ ہمارے استدلال کے مؤید ہیں کیونکہ اگر اس آیت سے قیدیوں کا غلام بنانا بھی کسی قاریل نہیں و توجیہ فیہ سدید سے نکل سکتا تو نسخ کی کیا ضرورت تھی۔ تفسیر کمال میں ہے: **ہی روی من ابن عباس و الحسن ابن سیرین و قال ابو حنیفہ والاوزامی ہی منسوخة لقوله تعالى في البراءة والقتال والمشرکین حیث وجد تموا ہم لان البراءة اخر منازل وروی من قتادة و مجاهد و عطاء و سدی و روی من ابن عباس ایضا۔ اور تفسیر بیضاری میں ہے۔ منسوخ عندابی حنیفہ او مخصوص بصرب بدر فاقم قالوا ینہیں القتال والاسترقاق۔ اور بیضاری کے حاشیہ پر لفظ منسوخ کی ذیل میں لکھا ہے۔**

والیہ ذہب ابن عباس و قتادة و ابن جریج والسدي والضحاک و مجاهد و روی نھروہ عن ابی بکر رضي الله عنه۔

پس ان فقہاء و محققین جن میں صحابہ و تابعین بھی داخل ہیں یعنی [۱] ابن عمر [۲] عباس (۳) حسن ابن سیرین (۴) ابو حنیفہ (۵) اوزامی (۶) قتادہ (۷) مجاہد (۸) عطاء (۹) سدی (۱۰) ابن عباس (۱۱) ابن جریج (۱۲) ضحاک (۱۳) ابی بکر رضي الله عنه اس آیت میں ہجرت ان دو صورتوں کے اور کوئی تیسری ضرورت نہیں سمجھتے تھے اور اسی لیے بقدرورت قتل یا استرقاق اس کو منسوخ بتلاتے ہیں *

اور (۱۴) امام شافعی و (۱۵) مالک و (۱۶) حنبل تو اس آیت کو مخصوص بھی نہیں بتلاتے چہ جائے کہ منسوخ۔ چنانچہ مہملے شرح موطا میں لکھا ہے۔ قوله فاما ما جاهد و اما فداء۔ الخ اے فاما تمہوں میں بالاسترقاق و اما تقدرون فداء بالاسترقاق و ہوا یت۔ مندا لائتہ اللہ منسوخ منذ ابی حنیفہ لقوله اعدوا للمشرکین حیث وجدتموہم لان سورة براءة آخر ما نزل او مخصوص بصرب بدر و یتعین معہم القتال والاسترقاق فاما المداقة لا غیر۔ یعنی یا تو اس کو احسان رکھ کر چھوڑ دو اور یا جہاد بلکہ استرقاق کے اُن سے فدیہ لیں اور یہ آیت تینوں اماموں کے نزدیک غیر منسوخ ہے اور ابی حنیفہ کے نزدیک منسوخ ہے۔ اعدوا للمشرکین سے کیونکہ سورة براءة آخر نازل ہوئی یا بدر کی لڑائی سے مخصوص ہے اور اُن کے نزدیک قتل اور استرقاق متعین ہے پس من کے معنی ہجرت چھوڑ دینے کے اور کچھ نہیں ہیں *

سے چار طرح ہو سکتا تھا [۱] قتل کرنا [۲] غلام بنانا (۳) احسان رکھ کر چھوڑ دینا (۴) فدیہ لیکر چھوڑنا۔ اس آیت نے صرف ۳ و ۴ صورت پر لڑائی کے قیدیوں کے حق میں عمل کرنا منحصر کیا اور ۲ اگلی صورتوں کو بالکل موقوف اور محدود کر دیا۔ اور یہ اسلام کی ایسی برکت اور اتنا بڑا احسان ہے کہ کسی مذہب پر مات میں ایسی تدبیر انسان کی نفع اور اصلاح کی نہیں کی گئی *

۳۰ اس آیت مستحکم پر کئی طرز سے بحث ہوئی ہے اور رسالہ تجرید الاسلام میں شیخ الاسلام و الفلم میں سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی نے بسط و تفصیل مالا قلم سے اس کے ہر ایک پہلو اور جانب پر بحث کی ہے اور اسلام میں یہ اول تحریر و تصنیف ہے جو اس آیت کی تفسیر اور تفسیر میں ہوئی ہو اور جس نے تمام عالم پر اسلام کی تفصیل ثابت کی ہو اور ہمارا یہ مضمون اسے فقہی مباحثوں کے لیے نہیں ہے اس لیے ہم مختصر گفتگو نفس آیت کے متعلق کریں گے *

(۱) زمانہ نزول آیت

مسلمانوں میں یہ اصطلاح کہ نازل ضرورت مکی ہی یا مدنی مختلف ہے بعض تو اس اصطلاح کو زمانہ کی بنا پر رکھتے ہیں یعنی تاریخ کی حیثیت سے جو آیت قبل ہجرت نازل ہوئی ہو وہ مکی ہی اور جو بعد ہجرت ظاہر ہوئی وہ مدنی ہے۔ غرض مکہ ہی میں سال حج یا سال فتح کو آئی ہو۔ اور بعض اس اصطلاح کو صوف مکان کے متعلق رکھتے ہیں یعنی جو سورہ مکہ میں نازل ہوئی غرض قبل ہجرت یا بعد ہجرت وہ مکی ہی اور جو مدینہ میں وہ مدنی ہی [دیکھو تفسیر اتفاق فی علوم القرآن نوع ۱] اور اسی اصطلاح کی بنا پر سورة مجاهد بھی مختلف ہے بعض کہتے ہیں مدنی ہی اور یہ سچ ہے کیونکہ بعد ہجرت نازل ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ مکی ہی اور یہ بھی سچ ہے کیونکہ مکہ میں نازل ہوئی یعنی سنہ ۸ ہجری میں پس یہ سورہ جو بعد ہجرت کے مکہ میں نازل ہوئی اس لیے مدنی ہی اور مکی بھی۔ پس یہ صرف اصطلاح کی تکرار توہی نہ کہ حقیقت میں اس کے شہر مکہ میں بعد ہجرت نازل ہونے پر کچھ شبہ اور تردد ہو *

علامہ بیرونی نے اس سورہ کو مختلف فیہ صورتوں میں درج کیا ہے (مقام مذکور) اور لکھتے ہیں سورہ محمد حکم النفسی قولاً شریفاً انہا مکیہ۔ اس میں قرابت صرف اصطلاح کی بنا پر ہی نہ کہ حقیقت میں *

(ج) بحث نسخ

امام شافعی اور مالک اور احمد تو اس آیت کو ثابت بتلاتے ہیں
لا حصرات حنفیہ اس کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور تفسیر اس کا سورہ
ہرماۃ کی پانچویں آیت کو قرار دیتے ہیں *

نسخ کی بحث میں تاریخ کا تعین تو ضرور ہی کیونکہ منسوخ
کو زمانہ میں تقدم ہونا چاہیئے اور نسخ کو تاخیر — مگر امر تنقیح
طلب میں کسی قدر بے انتہائی ہوتی ہی اور عموماً یہ کہا جاتا
ہی کہ سورہ ہرماۃ آخر مائزل ہی مگر یہ حجت ٹھیک نہیں ہی
آیتوں کے باب میں تو روایتیں ہیں ہی مختلف ہیں اور ہر ایک
نے اپنے علم اور رائے سے بعض بعض آیتوں کو آخر مائزل قرار دیا ہی
[۱] درررتوں میں بھی اختلاف ہی *

اخرج مسلم عن ابن عباس رضي الله عنه قال آخر سورة نزلت اذا
جاء نصر الله والفتح —

اخرج الترمذي والحاكم عن عايشة قالت آخر سورة نزلت المائدة —
واخرجوا ايضاً عن عبد ابن عمر قال آخر سورة نزلت سورة المائدة
والفتح — [۱] اذا جاء نصر الله [۲]

و في حديث عثمان المشهور ہرماۃ من آخر القرآن نزلت — [۱] اتفاق
[۲] ۸

[۱] من البرام ابن مازب آخر سورة نزلت كاملة ہرماۃ ہضاری [۲]
اگر یہ روایتیں صحیح ہوں تو ان اختلافات کی تطبیق اس
مآخذ پر ہو سکتی ہی کہ ہر ایک شخص نے اپنی معلومات کو بیان
کیا پس اس میں کوئی ہمت قطعی نہیں ہی *

قال البيهقي يجمع بين هذه الاختلافات ان مصداق ان كل واحد
اجاب بما عنده —

قال ابو بكر في الانتصار — هذه الاقوال ليس فيها شيء مرفوع
الى النبي صلى الله عليه وسلم و نك قاله بضرب من اجتهاد و غلبة الطعن

يجهل ان كلامهم (آخر من اخرها) معناه من النسخ الخ — [۱] اتفاق [۲]
پس تنقیح طلب اس امر کو قرار دینا چاہیئے کہ [۱] آیا درررتوں

آیتوں میں یعنی سورہ محمد کی ۳ آیت اور سورہ ہرماۃ کی ۲ آیت
میں ایسا اختلاف ہی کہ پھر تسلیم نسخ کے رفع ہی نہیں ہو سکتا

اور [۲] ان درررتوں میں کوئی آیت [۳] نہ کہ دررت [۴] مقدم ہی
تاریخ نزل کے اعتبار سے [۵] نہ کہ تاریخ اعتبار یا قرأت خاص کے

اعتبار سے [۶] *
مآخذ جو یہ دو امر تنقیح طلب قرار دیتے ہیں اُن کو سب

محققوں نے نسخ کے لیئے ضروری قرار دیا ہی — ابن الصمار نے
کیا عرب تقریر کی ہی *

الما يرجع في النسخ الى نقل صريح من رسول الله صلى الله عليه
وسلم او من صحابي يقول آية اذا نسخ كذا * * * * * وقد يصرح

یہ مآخذ رجوع التعارض بالمعارض مع علم التاريخ لمعرف التقدم
والتاخر * * * * * ولا يعتمد في النسخ على قول مرام المفسرين بل
ولا اجتهاد المصنفين من غير نقل صحيح ولا معارضة بينة لان النسخ
يتضمن رفع حكم او اثبات حكم بقدر في مودة صلى الله عليه وسلم
فالمتمم فيه النقل والتاريخ دون الراجح والاجتهاد — یعنی نسخ میں
تو صرف رسول کے بیان صاف پر یا اصحابی کے قول پر کہ اس آیت
نے اُس آیت کو منسوخ کیا رجوع ہو سکتا ہی اور جبکہ دونوں آیتوں
میں قطعی تعارض پایا جاوے اور ساتھ ہی اُس کے تاریخ سے اُن کا
اگر پیچھے نازل ہوتا ہو ثابت ہو جاوے تب نسخ مانا جا سکتا ہی
اور یوں نسخ میں عوام مفسرین کا قول اعتبار کے لائق نہیں ہی
بلکہ مصنفین کے اجتہاد کا بھی اعتماد نہیں ہی کیونکہ نسخ میں
ایک حکم کا جو رسول کے وقت میں مقرر تھا اُنھانا یا ثابت کرنا ہوتا
ہی پس اس میں نقل اور تاریخ ہی پر اعتماد ہو سکتا ہی نہ کہ
رائے اور اجتہاد پر *

پس اب ہم ان درررتوں تنقیحوں کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ —
۱ ان درررتوں آیتوں میں کوئی تعارض واقع نہیں ہی سورہ
محمد کی چوتھی آیت میں قیدیوں کا حکم ہی کہ جب لڑائی کے بعد
بقیۃ السیف وہ جاویں اُن قیدیوں کو یا تو احسان رکھو کہ چھڑ دیا
جاوے اور یا فدیہ لیکر چھڑ دیا جاوے اور سورہ ہرماۃ کی چوتھی
آیت میں حکم ہی کہ مشرکوں کو جنہوں نے مہر ترزا ہی قتل کیا
جاوے — پس ان میں کچھ تعارض نہیں ہی *

۲ کوئی حدیث صحیح جناب بیہقی صلی اللہ علیہ وسلم سے
آج تک مدعیان نسخ نے نقل نہیں کی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ
ہرماۃ کی چوتھی آیت سے سورہ محمد کی چوتھی آیت کو منسوخ کیا *

۳ کسی صحابی سے کسی خبر واحد یا ضعیف میں بھی یہ
منقول نہیں ہی کہ اس آیت نے اُس آیت کو منسوخ کر دیا اور نہ
مدعیان نسخ کوئی ایسی روایت بتلائے — البتہ اوزامی کا ایک
قول پیش کیا گیا ہی چنانچہ ترمذی نے لکھا ہی — قال الازلمي
والغني ان هذه الآية نزلت فاما مناهم و اما فداء تسخيتها فاختاراهم

حيث ثقته بهم — مگر اوزامی ہوں یا کوئی اور ہوں اُن کو ایسے
پے ہر کی خبریں مل کر ایسی خبروں سے کیا ہوتا ہی جب تک
نہ نقل صریح اور روایت صحیح جناب بیہقی صلی اللہ علیہ وسلم سے
نہر ایسی خبریں بعض بیکار ہیں *

۴ نسخ کا امکان انھوں احکام میں ہو سکتا ہی جو غیر مرتفع
ہوں اور سورہ محمد کی چوتھی آیت تو مرتفع ہی حتیٰ قطعاً لہرب
اوزارہا پس یہ کسی طرح منسوخ نہیں قرار پاسکتی — علامہ سیوطی
نے تقریر اتفاق نوع ۲۷ میں لکھا ہی — وكتب هو قسم مضمين

مصحف نہیں ہے کہ یہ آیات اسی قدر اور اسی وقت نازل ہوئی تھیں کیونکہ تاریخ کی راہ سے سورہ نساء سنہ ۸ ہجری کے قبل کی ہے اور ۲۶ اور ۲۸ آیات کے حقائق سے بھی اس کا عہدہ ہونا بے موقع معلوم ہوگا ہی مگر ہاں نزل یا تو وہی اصطلاح ہے کہ بتقسیم ذلک الحکم یا راوی نے اسکو اس وقت سنا ہو یا اور سچا ہے کہ راویوں نے اسکو غیر منضبط طور سے بیان کیا غرض اس سے قطع نظر کر کے نفس روایات کا مقصود جیسا میں سمجھتا ہوں میں حق و صواب ہے اور اس وقت کے مسلمانوں کا اندیشہ و کامل بھی اُنکی احتیاط اور پرمیزگاری پر مال ہے *

لشکر میں تو سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں عرصہ اطوار وغیرہ لڑائیوں میں مکہ کے لوگ جو ابھی جدید الاسلام تھے بہت جمع تھے اور اطوار کے قیدیوں میں عورتوں کو دیکھ کر بعض نے ایام جاہلیہ کی رسم + برتنے کا ذکر کیا ہوگا مگر اور اصحاب نبی نے اس امر کو گناہ سمجھا اس لیے کہ ان عورتوں میں سے کہ ایک کے ازدواج بھی مشرکوں میں موجود تھے (اور بعض بے شوہر بھی ہو گئی اور بعض کے شوہر بھی قید میں ساتھ ہی ہو گئے) — کیونکہ قید ہر جانے سے نکاح تو نسخ نہیں ہو سکتا پس وہی ۲۷ آیات سورہ نساء کی اس وقت پڑھی گئی جو ۲۶ آیات سے متعلق ہے اور جس کے معنی یہ ہیں کہ زنان مفیقہ تمپر حرام ہیں مگر وہ عورتیں جنکو تم ملک نکاح میں آئے — اور اس طرح سے اُن لوگوں کو حکم الہی سنائے اُس ارادہ قبیح سے باز رکھا *

مگر بعض جاہلیہ کی سی توحید اور طہارت والے راوی اپنے سبق ظن کی وجہ سے اس واقع کو اولاً سمجھے یا قصداً اسی رسم کی طرف اسے پھیرنے لگے مگر پچھتے راویوں نے جائز توحید اسلام نے زیادہ اثر کیا تھا اتنا فقہ شرح کے طور پر پڑھایا ادا انقض مدتوں کی حالانکہ اس آیت میں معصنات سے زنان شوہردار مراد ہی نہیں ہو سکتیں پھر مدت کے کیا ضرورت ہے — پھر پچھتے مفسروں نے اس میں ایک اور حکم الہی کی مضائقہ دیکھ کر یہ تارک کی کہ وہ قیدی عورتیں مسلمان ہو جائیں تب اُن پر یہ حکم جاری ہو ورنہ مشرک سے تو ملک پہنچنے کے طور پر مباشرت جائز نہیں [دیکھو تفسیر النجاشی ۵ ج آیات ۱]

+ ایام جاہلیہ میں جس عورت کو قید کر لیتے لڑائی میں اس کے اگلے نکاح کو نسخ سمجھ کر اس سے بے تکلف اور بلا توقف تصرف جائز سمجھتے تھے اسلام میں اسکی بڑی ضمانت ہوئی —

+ قال ابو حنیفہ لو سبی الزوجان لم یزقح النکاح و لم یصلح لسانی [تفسیر بیضاوی] —

یہ اور حلقہ الہامی کی ایک روایت میں یہ فقرہ پڑھا ہے کہ یہ اور اسکی اور راویوں میں نہیں ہے —

۱۔ اسم المنسوخ و قد اکتفی ابن العربی بتعزیرہ فاجاد قوله ان الانسان لني خسر الا الذين آمنوا — والصبراء يتبعهم الغاوير الا الذين آمنوا — فامنوا و اصنعوا حتى ياتي الله بامرہ — و غیر ذلک من الايات التي خصت باستثناء او فایة وقد اخطا من ادخلها فی المنسوخ — ومنه قوله ولا تکنوا مشرکات حتی یمرن — قبل انہ نسخ بقراءه والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب و انما هو مختصر ہے — انتهى

۵ آیتوں کی تاریخ نزول معلوم ہوئی بہت دشوار ہے اور ہر ایک راوی اپنے علم اور قیاس سے کہتا ہے — اور اُس کے علاوہ سبب نزول کی اصطلاح ایسی غیر منضبط اور وسیع مقرر ہوئی ہے کہ جس بات پر کسی آیت سے استدلال کیا جاتا ہے یا اُس آیت کی مراد بیان کرنی مقصود ہوتی ہے وہاں بھی یہی ہوتے ہیں نزول فی کذا پس انکو تو ایسی روایتیں معض راویوں کے اجتہاد اور رائے پر ہیں کہ تاریخ کی حالت اور نقل واداء پر — ابن تیمیہ نے لکھا ہے توہم نزول الایۃ فی کذا یزادہ تارة سبب نزول و یزادہ تارة ان ذلک داخل فی الایۃ و ان لم یکن السبب کما تقول منی ہذہ الایۃ کذا — اور زکھی نے پڑھان میں لکھا ہے — قد عرف من مآخذ الصحابة والتابعین ان احدهم اذا قال نزول هذه الایۃ فی کذا فانه یزید یختل انھا تنصن هذا حکم لا ان هذا کان السبب فی نزولها فہو من جنس استدلال علی حکم بالایۃ لاس من جنس النقل لما وقع — پس جب کہ محاورات کی یہ کیفیت اور اطلاعات کی یہ ضرورت ہو تو دشوار ہے کہ واقعی سبب نزول دریافت ہو سکے *

۶ کسی موقع خاص یا مشہد عام پر چند آیات کا پڑھا جانا یہ ہم نہیں ثابت کرتا نہ وہ آیت اُسی وقت نازل ہوئی ہو — جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو سورہ براءت کے شروع کی آیتیں دیکر بھیجا تھا کہ حج الکر کے دن سنہ ۹ ہجری میں ہذا سنائے اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ سورہ براءت کی وہ آیتیں اُسی وقت نازل ہوئی تھیں *

(ن) والمحصنات من النساء کی تفسیر

بعض لوگوں نے سورہ نسا کی ۲۷ آیات اس مراد سے پیش کی ہے کہ سورہ مائدہ کے بعد بھی آزاد عورتوں کی جو قید ہو آویں کوکتی پٹانے کی اجازت ہے [استغفر اللہ] اور حضرت ابو سعید خدری کی روایت پیش کی ہے جس کا ماحصل پرورایع مسام و ترمیمی نسائی اور لبر داؤد [قطع نظر از زیادت و نقصان الفاظ] یہ ہے کہ اطوار کے قیدیوں میں عورتیں بھی پہنچی آئیں تو مسلمانوں نے اُن عورتوں سے مباشرت کرنے کو گناہ سمجھا اور عرف ہایا کیونکہ اُن کی ازدواج موجود تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی والمحصنات من النساء الا ما یملک ایمانکم الخ اس میں نزول کا لفظ اس معنوں میں تو

۱۴ ان اللہ یامرکم ان تکرروا الامانات الی اہلہا و اذا حکمتکم
ببین الناس ان تصکموا بالعدل ان اللہ ذمہا علیکم ہے — [نساء]

۱۵ لا تصوم غداک للناس ولا تمشی فی الارض مرحاً ان اللہ
لا یحبک کل غرأ فزور واتصد فی مشیک وافضض من صرتک — [لقمان]

۱۶ ولا تمشی فی الارض مرحاً انک ان تطرق الارض ولن تبلغ
الجبال طولا — [احزاب]

۱۷ یا ایہا الذین آمنوا لا یستفر قوم من قوم عسی ان یرکبوا
خیرا منهم ولانفس من نساء عسی ان یرکن خیرا منهم ولاتلدزوا انفسکم
ولاتتأذروا بالاقاب ہنس الاسم الفسوق بحدالایمان — [حجرات]

۱۸ یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا نثرا من الظن ان بعض الظن اثم
ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احکم ان ینال لہم الخیر
میتا تکرہتمہ — [حجرات]

۱۹ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

۲۰ وان طاعتان من المومنین اقتدارا فاصلہما بینہما فان یمض
احدیہما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تقبیلی الی اموالہ فان فاض
فاصلہما بینہما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحبہا القسطین — اتم المومنون
اخیرۃ فاصلہما بین احدیہم — [حجرات]

اور یہی چند متفق احکام جو مصالح دنیویہ کے قائم رکھنے اور
اُس میں باہمدگر تعلقات کی رعایت اور پابندی کے لیئے ضرور دیے
گئے ہیں —

۲۱ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتام فی القربی و یحبی
من القصد والمکر والیقہ [نعل]

۲۲ یا ایہا الذین آمنوا انما النور والامور والاصحاب والاولام رجس
من عمل الشیطان فاجتنبوا انکم تظہروا انما یرید الشیطان ان یرقع
بینکم العداۃ والیفض فی النور والامور یرصدکم من ذوالالہ و من الصداۃ
فہل انتم مفہمون — [مائدہ]

۲۳ علماء الذین ارتقوا الکتاب حل انکم و علماءکم حل لہم + ایضاً

+ شیخ الاسلام معنی الذین ثروہی نے شرح صحیح مسلم [ص ۹۷]
جلد ۲ مطبع منشی ترکشور [میں لکھا ہے و علماء الذین ارتقوا الکتاب
حل لکم قال المفسرون المداۃ الذی جامع و لم یستثن منها شیئاً لاصلاً ولا
ھجراً ولا غیر و قیہ حل ذبائح اہل کتاب و ہو مجمع علیہ و ان یضائف
فیہ الاشیعۃ و مذهبنا و مذهب النجہمور اباحتہا سراد سما اللہ تعالیٰ
ام لا — و قال قوم لا یصل الا ان یمسوا اللہ تعالیٰ فاذا ذہبوا علی اسم المسبح
او کثیرت و نعرہا نہ تھل تلک الذبیحۃ منذاً ربہ نال جاہلیر العلماء —
یعنی مفسرون نے کہا ہے کہ اس آیت میں ذبیحہ کی حالت سراد ہی
اور کرہی چیز اس میں سے مستثنی نہیں ہوئی نہ گروہ نہ چربی نہ
کچھہ اور اس میں اہل کتاب کے ذبیحہ کی حالت ہی اور اس پر

حالت تک تب سیر و مغازی میں امراس کی قیدی عورتوں کے مسلمان
ہو جانے کا ذکر نہیں ہے *

اور نہ انکی استیجاد کا زمانہ پورا ہونے پایا کیونکہ یہ تھوڑے
ہی عرصہ میں انکی قید اور رہائی احسان کے طور پر حسب حکم سورہ
معدہ آیت ۴ ہو گئی تھی *

غرضکہ یہ تارویں اور شلمتیں ان معنوں پر اُتوانی پڑتی ہیں
جو بعض راویوں اور فقہوں نے اپنے سبق طے سے اختیار کر لی ہیں
یونہی قلم الہی تو ہر ایک صیب و قصور سے پاک ہے *

۳۱ معاملات میں شجاعتی اور عدالت دیانصداری ایضاً عہد
اور وزن اور پیمانہ میں راستیازی اصلاح

منزل اور اطاعت حکام اور منع ننگہ و نساد
ادائے اساتذہ کے احکام غرض جو چر باتیں
حسن معاشرت کے اصول اور بنیاد ہیں
اور جن پر ریاستوں اور سلطنتوں میں امن
و آسان قائم رہتا ہے اور جن پر خلافت

کی بھید منہصروں ہی انکی تیسرے صاف صاف تعلیم ہوئی ہے *

۱ دلیل الماطفین الذین اذا نالوا علی الناس یستغفرون و اذا کالواہم
اور ورتواہم یغفرون [تغافیف]

۲ لا تطغوا فی المیزان — اقیامہ الرزق بالقسط ولا تحضروا المیزان
(رحمن)

۳ ولا تیزو تیزوا — ان المیزان کانوا احرار الشیاطین و
کان الشیطان لیرہ ذررا [احزاب]

۴ ولا تجعل یدک مملوۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط تنفد
صلوہا معسورا —

۵ اورا بالعد ان المہد کان مسکولاً — [ایضا]

۶ اورا انکیل اذا کلمت ورتوا بالقسط المستقیم — [ایضا]

۷ اورا بالعد اذا عاہدتم ولا تنقض الایمان بعد ترکیدہا —
ولا تنقضوا ایمانکم ہلا بینکم قتل قتل دما بحدیثہا — [احزاب]

۸ یا ایہا الذین آمنوا لا تحزروا اللہ و الرسول و تحزروا اماناتکم
[انفال]

۹ و اذا قلتم فاعدوا و لو کان ذالربی و بعد اللہ ورتوا ذکم
سکم ہے — [انفال]

۱۰ یا ایہا الذین آمنوا اورا بالمعروف — [مائدہ]

۱۱ و احفظوا ایمانکم — [مائدہ]

۱۲ یا ایہا الذین آمنوا کوڑا قراہین بالقسط ہدایہ اللہ ولا
یر منکم ہلاک قوم علی ان لا تعدلوا — اعدوا ہوا قرب للقری —

[ایضا]
۱۳ یا ایہا الذین آمنوا کوڑا قراہین بالقسط ہدایہ اللہ و لو علی
انکم دارالادان والاقرہین — [نساء]

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER.

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۳]

یکم ربیع الاول سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی

[جلد پنجم]

بسم الله الرحمن الرحيم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کوئی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مقصود اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لئے بھیجنا ہو یا زر قہمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قریشین کے منایم فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جاوے فروختہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جارے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط اراہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جارہیں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف مبالغ
تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خوارہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہیگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اُس کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا ہر بار یا تین بار جیسا کہ مختلفہ مضامین ہوگا چھاپا کریگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قہمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ باقی نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو اپنی پرچہ نہال آگے مہم اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

(174)

BENEFICIAL EFFECTS OF ISLAM.

اسلام کے وعظ اور اصلاح کی تاثیر

”اسلام جس طرح کہ اخلاقی اور روحانی نیکیاں تعلیم“

” کرتا ہے۔ نہیں نہیں جس طرح سے کہ اخلاقی اور روحانی“

”نیکو دلو کو دل میں بٹھا دیتا ہی اسطرح قوموں اور حسن“

”معاشرت کی جو نیکیاں ہیں اُنکو بھی اپنے پیروں کے

”ہر تڑ میں ایسا ملا جلا دیتا ہی کہ کسی طرح اُن سے الگ“

”نہیں ہو سکتیں اور بطور فطرتی عادتوں کے دکھلائی دیتی“

”ہیں اور طبیعتِ ثانی ہونے سے بھی بڑھ کر اصلی طبیعت“

”روحانی ہیں“

عبدی احمدی

(۲۷) تہذیب الاخلاق جلد ۲ نمبر ۱۰)

۳۳ یہاں تک جو احکام بیان ہوئے انکی منشا انسان کی حالت کی اصلاح و تہذیب تھی تو اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے پیشوایان علی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح نے جو بڑی دقت اور مشقت اور کمال رافت اور شفقت سے ہوئی تھی کیا کیا نتیجے پیدا کیئے اور اس سے کیسی تعجب انگیز اور عظیم الانار تاثیریں ظہور میں آئیں اور کس طرح سے اُس نے قوموں اور ملکوں میں اصلاح اور عافیت اور خلاقیت کی بھڑکائی ہوئی کوڑا سے فرزندہ کیا اور کس طرح سے مہلک اور مضر رسوں کو نیست و نابود کیا اور کئی ایک اور خرابیوں کو جو بالکل صفت نہیں گئیں بہت کچھ اُن کی اصلاح اور دوستی کی — اور ان سب کا اثر انسانوں کی ذات واحد اور جماعت اور رعاست پر کیسا فاعل بخش اور سرمد مند ظہور میں آیا اور آتا جا تا ہے *

۳۴ احلام کو شروع ہوئے ابھی توہڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ کفار مکہ کی اذیت اور تکلیف دہی سے

کئی ایک مسلمان ملک اہی سینٹیا کر
چلے گئے وہاں کے عیسائی بادشاہ فیکروس

[نچاشی] کے دروازے میں حضرت جعفرؑ نے جو تقریر دیکھ کر فرمائی ہے وہ ایام جاہلیت اور اہتمام زمانہ اسلام کا حال خوب آئینہ کر دیتی ہے کہ جسے جو لوگ ان مسلمانوں کو ہتھیانے کے لیے بٹھے تھے ان کے مقابلے میں حضرت جعفرؑ کی تقریر میں رہتی ہے۔

Previous dark and torpid state of Mecca and Arabia.

ذہبی قایم ہوا جس کو ہم لوگوں سے جانتے تھے اور جس کے حسن اخلاق ہیئت اور طریق عمل سے ہم لوگ خوب واقف تھے اُس نے ہمکو سکھایا کہ خدا واحد کی عبادت کریں مہد اور میثاق اور قسم کر پورا کریں اپنے قریب داروں کی مدد کریں شرائط مہمان نوازی کو پورا کریں اور جملہ ناپاک چیزوں اور نفور و غداوی سے پرہیز کریں ۔ ہم اُس پر ایمان لائے اور ہم نے اُس کا ساتھ دیا لیکن ہمارے ملک کے لوگوں نے ہمکو اذیت دی ہم ظلم کیا اور ہم نے ہمارا مذہب چھوڑنا چاہا اور اب ہم اپنے آپ کو بادشاہ کی حمایت میں لے آئے ہیں ۔ ”

یہ تقریر پر ایک انگریزی کتاب سے لی گئی ہے مگر سید کی کتابوں میں منسلک لکھا ہوا ہے ۔ [دیکھو سیرت شامی صفحہ ۲۱۹ و ۲۲۰ مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۶۵ ع] — اور کتاب سیل الہی والراہدانیہ سیرت خیر العباد مشہور سیرت شامی میں اس طرح ہے — [ج ۱ ص ۱۹] ” قال الحنفی (ع) الملک کما قرأ اهل جاهلیة بعد الانعام نکل المیئة و ثانی القراش و ثنی البوار و ثالث القوی الضعیف کما علی ذاک حتی یعت الاله الینا رسولاً منا نعرف ثنبه و صفه امانته و عفانه فدعا الی الله لفرعدة رثمیده و نضعل ما کنا نعبد نحن ابادنا من دونه من العبارة والارثان وامرنا ان نعبدالله وحده لانتفرک به شیئاً و امرنا بالصلاة والزکاة والصیام فعدہ علیہ امرؤ الاعمال ثم قال امر بصدق التعذیب واداء الامانة وصلة الرحم و حسن البوار والکف من الماهم و الادماء ونهانا عن القراش و قول الزور و ائل مال الیثم و قذف المصنعة و تصدقة و اقیمة علی ما جاوره من الله تعالی و نعبدن الله تعالی وحده ولا ندرک به و حرمتنا ما حرم الله علینا و احللتنا ما حل لنا فعدا علینا قوماً فعدونا و نقتروا عن دیننا لیردوا علی فیداء الارثان من عیادة الله تعالی و ان تستهل ما کنا نستعمل من عیایده فلما قهرنا و ظلمنا و ضیقوا علینا و حالویننا و بین دیننا خرجنا الی بلادک و اختبرنا علی من سواک و رغبتنا فی جرارک و رجونا ان لا یظلم منک عا (ع) الملک “ —

۲۵ مکہ کی تیسرے و تاریک حالت جو قبل اسلام تھی اور پہلے زمانہ اسلام میں اہل مکہ میں اخلاقی اور روحانی زورانیات اور سربس، ضیاء ایمان بالانہ اور حسن اخلاق کی روشنی ایسی تعجب انگیز اور حدوت خیز ہے کہ ایسی تاثیر الہی اور برکت ربانی کا اقرار ہمارے مضائقہ نہیں ہے۔ — والفضل ما شہدت به الامام —
سور ولیم میرز صاحب تقریر فرماتے ہیں کہ ”ایک زمانہ نامعلوم

Previous dark and torpid state of Mecca and Arabia.

ایک سو مرد اور عورتوں نے اپنے ایمان عزیز سے انکار نہ کر کے اپنا گھر بار چھوڑ کر جب تک کہ یہاں ملاقات مصیبت نذر ہو رہے حبش کو ہجرت کر چکے تھے — اور اب یہاں اس تعداد سے بھی زیادہ آدمی اور اُن میں نبی بھی اپنے عزیز شہر کو اور مقدس کعبہ کو [جو اُن کی نظر میں تمام روئے زمین پر سب سے زیادہ مقدس تھا] چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر آئے — اور یہاں بھی اسی عجیب تاثیر نے ۲ یا ۳ برس کے عرصہ میں ان لوگوں کے واسطے ایک پرادری جو نبی اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو مستعد ہو گئے تیار کر دی —

”اہل مدینہ کے کانوں میں یہودی حنائی باتیں عرصہ سے گوش گذار ہو چکی تھیں مگر وہ بھی آسوت تک خواب غرغرش سے تھ چوکے جب تک کہ روح کو کھپکا دینے والی باتیں نبی عربی کی نہیں سنیں — تب الیہ دعتاً ایک نبی اور سرگرم زندگانی میں دم ہونے لگے “ * (ج ۲ ص ۲۶۹ — ۲۷۱)

اس تقریر کے بعد مصنف نے سورۃ نون کی چند آیتیں قصاصہ مسلمانوں کے معامد و اوصاف میں ترجمہ کی ہیں اُن کو ہم جداگانہ مقام پر لاؤنگے *

۳۶ اسلام کی اصلاح کی قوت تاثیر کے ثبوت میں سابقہ اول کے مسلمانوں کا حسن اخلاق اور نیک کردار اُن کے ظاہری اور باطنی انحال و احوال میں ایک تعجب انگیز لیکن معلوم کرنے والی مثل ہی کہ اس تعلیم الہی کی تاثیر سے وہ لوگ کیا تھے کیا ہو گئے تھے ہرچند کہ قرآن کا مشہور یہ ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں کا تذکرہ یا تاریخ لکھے مگر نیکیوں پر رغبت اور اور منکرات سے منع کرنا احادیث بعض مقامات پر جو اُن کے زمانہ کے مسلمانوں کی کیفیت بیان ہوئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ نال درجہ میں اخلاق اور فضائل سے آراستہ و مہذب تھے اور دینی اور دنیوی برکتوں سے معمور تھے اور یہی فرض تھی نبی کی پیشہ ”وینز کیم و معلوم الکتاب و الحکمہ“

[۱] ۲۳ الا المصلین

۲۴ الذین ہم علی صلاتہم دائمون

۲۵ والذین فی اموالہم حق معلوم لاسایل و المستحرم

۲۶ والذین یصدقون بیوم الدین +

+ (۱) مگر وہ نمازی جو اپنی نماز پر قائم ہیں — اور جنکے مال میں حصہ نہر رہا ہے سائل کا — اور فرماندہ کا اور جنگی انسان کے دس کا پچھن ہے —

یا فلسفہ کا مرب پر ہوا تھا — جبکہ ایک دریاچہ قہر رواں کی سطح کا لہر اُٹھ کر اُپر کھائیا مگر تہ میں محض بے حس و حرکت رہتا — تمام عرب تو وہاں سے ظلم اور بدکاریوں میں غرق ہو رہے تھے یہ عام رسم تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیویوں کو جو اور جائداد کی مانند میراث میں آتیں بیٹا لیتا — اُن کے غرور اور افلاس سے رسم دخترکشی بھی انہیں جاری ہو گئی تھی جیسے ہندوؤں میں — اُن کا مذہب حد کے درجہ کی ہت پرستی تھا اور اُن کا ایمان ایک مسبب الاسباب مالک علی الاطلاق پر ٹپ تھا بلکہ غیر موثر ارواح کے توہم بامال کی سی ہیئت کا اُن کا ایمان تھا انہیں کی رضامندی مانتے تھے اور اُنہیں کے قاراضی سے احتراز کرتے تھے قیام سے اور جزا و سزا جو نفل یا ترک کا باعث ہو اُن کی اُنہیں خبر ہی نہ تھی —

”ہجرت سے ۱۳ برس پیشتر تو مکہ اس طرح سے ایسی ذلیل حالہ میں بیچھاں پڑا ہوا تھا — مگر اس تیرہ برسوں نے کیا ہی اثر عظیم پیدا کیا سیکڑوں آدمیوں کی جماعت نے ہت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور اپنے اعتقاد کے موافق وحی الہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہو گئے — اُسی قادر مطلق سے بندرت و بھدت دعا مانگتے اسی کی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے اور حسانت و غیرات پورہیزگاری اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے — اب اُنہیں شب و روز اُسی قادر مطلق کی قدرت کا خیال اور یہ کہ وہی رزاق ہمارے ادنیٰ حوائج کا غیر گیراں ہے — ہر ایک قدرتی یا طبعی کیفیت میں ہر ایک امور متعلقات زندگانی میں اور اُن کی خاوت اور جارت کے ہر ایک حادثہ یا تغیرات میں وہ اُسی کے ید قدرت کو دیکھتے تھے — اور اُن پر ہلا وہ لوگ اس نبی روحانی حاکم کو جس میں وہ خود ہضال اور جہد کھان رہتے تھے خدا کے نفل خاص و کفایت اختصاص کی علامت سمجھتے تھے اور اپنے کانز اہل بھر کے کفر کو خدا کی تقدیر کھپے ہوئے خدائے ی نشانی جانتے تھے محمد [صلی] کو کہ اپنا حیات تازہ بخشش والا سمجھتے تھے جو کہ انکی ساری امیدوں کے واسطے مآخذ تھے اور انہیں کی مناسبت اور کامل اطاعت کرتے تھے “ —

”ایسے تھوڑے ہی زمانہ میں مکہ اس عجیب تاثیر سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا جو بظہار قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے ہر پے مخالف و مہذب تھے — مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل اور شکیبائی سے برداشت کیا اور گو ایسا کرنا اُن کی ایک مضامین تھی مگر تو وہی ایسی جانی ہمتی کی پردہ پاری سے وہ لوگ تعریف کے مستحق ہیں —

”ایسے تھوڑے ہی زمانہ میں مکہ اس عجیب تاثیر سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا جو بظہار قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے ہر پے مخالف و مہذب تھے — مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل اور شکیبائی سے برداشت کیا اور گو ایسا کرنا اُن کی ایک مضامین تھی مگر تو وہی ایسی جانی ہمتی کی پردہ پاری سے وہ لوگ تعریف کے مستحق ہیں —

اسلام کی دنیوی برکتیں

اسلام کی دنیوی برکتیں

- ۶۸ والذین یأیدون مع اللہ الآخر ولا یقتلون النفس التي حرم اللہ الا بالحق ولا ینزفون و من یفعل ذلک یلق اثاما
- ۶۹ (یضاعف اعداؤہم یوم القیامۃ و یضلدنیہ مہانا)
- ۷۰ الامن تاب و آمن و عمل مملأ صالحا فالویلک یدخل اللہ سیاتہم حسرات و کان اللہ غفور الرحیم
- ۷۱ ومن تاب و عمل صالحا فانی یترتب علی اللہ متابا)
- ۷۲ والذین لایشہدون الزور و اذا مروا بالظور مروا کراما
- ۷۳ والذین اذا ذکرہم بآیات ربہم لم یضربوا علیہا صما و صماتا
- ۷۴ والذین یقرؤن ربنا ہبلنا من ازواجنا و فریقنا قرة اعین و ارجلنا للمتقین اماما
- ۷۵ اولئک یمیزون الخرفۃ بما صبروا و یلقون فیہا نصیحا و سلاما — [فرقان]

- ۲۷ والذین ہم من عذاب ربہم مشفقون
- ۲۸ [ان عذاب ربہم غیر مامون]
- ۲۹ والذین ہم لغربہم حانظون
- ۳۰ الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہن فانہم غیر ملو مین
- ۳۱ فون ابتغی وراء ذلک فانلک ہم العادون
- ۳۲ والذین ہم لاسا فانہم و مہد ہم راعون
- ۳۳ والذین ہم بشہاداتہم قایمون
- ۳۴ والذین ہم علی صلاتہم یحافظون
- ۳۵ اولئک ہم فی جنت مکرمون — (مارج)
- [ب] ۶۳ و عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا و اذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما
- ۶۴ و الذین یبیتون لربہم سجدا و قیاما
- ۶۵ والذین یقرؤن ربنا اصرف عنا عذاب جہنم ان عذابہا کان فراما
- ۶۶ انہا ساعد مستقر و مقاما
- ۶۷ والذین اذا فقروا لم یسرفوا و لم یقتروا و کان بین ذلک قواما

- ۶۸ اور وہ جو نہیں پکارتے اللہ کے سوا کسی حاکم کو اور نہیں مومن کرتے جان کا جو منع کیا اللہ نے مگر جہاں چاہے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو کوئی کرے یہ کہ وہ پوچھے گناہ سے
- ۶۹ دوتا ہو اُس کو عذاب دن قیامت کے اور پڑا رہی اُس میں غرار ہو کر
- ۷۰ مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام ٹیک سہ ان کو بدل دیگا اللہ برائیوں کی جگہ بھلائیوں اور ہی اللہ بخشش والا مہربان
- ۷۱ اور جو کوئی توبہ کرے اور کرے کام ٹیک سہ دے پورایا ہی اُس کی طرف پھرانا
- ۷۲ اور وہ جو شامل نہیں ہوتے جہنم کے کام میں اور جہاں ہو نکالیں کھیل کی باتوں پر تو نکل جاوے بزرگی رکھ کر
- ۷۳ اور وہ جب اُن کو سمجھائے اُن کی رب کی باتیں نہ ہو پڑیں ان پر پڑے اندھے
- ۷۴ اور وہ جو کہتے ہیں اے رب ہم کو ہمارے مورتوں کی طرف سے اور ارادہ کی طرف سے آنکھ کی تہذیب اور کو ہم کو پڑھو گا کہ اُن کے
- ۷۵ اُن کو پڑھ لایگا کرتوں کے جہنم کے اس پر کہ تیرے دھے اور لیتے آویں گے اُن کو وہاں دما اور ظلم کہتے (فرقان)

- اور جو اپنے رب کے دوتے ہیں (بیشک ان کے رب کے عذاب سے بے خوف نہ ہو جانا چاہیئے) — اور جو لوگ اپنی نفسانی خواہشوں کو قابو میں رکھتے ہیں (مگر اپنی بیہوشی پر یا حرصوں جو ملک نکاح میں آ چکیں) اور جہاں سے کہ اُن کو مہصنات سے نکاح کا مقدور نہیں) اور جو اُتارے بڑے جاوے تو دھبی حد سے بڑھنے والے — اور جو لوگ اپنی امائتوں اور اپنا قول پورا کرتے ہیں اور جو اپنی گواہی پر قائم ہیں — اور جو اپنی نماز سے خبردار ہیں وہی لوگ جنت میں ہیں مرس سے —
- [ب] ۶۳ اور بندے رحمان کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر دیے پاؤں اور جب بات کرتے ہیں اُن سے بے سمجھ لوگ تو کہیں صاحب سلامت *
- ۶۴ اور وہ رات کا پتے ہیں اپنے رب کے آئے سجدے میں یا کہنے
- ۶۵ اور وہ جو کہتے ہیں اے رب ہٹا ہم سے دوزخ کا عذاب بیشک اُس کا عذاب بڑی چٹھی ہی
- ۶۶ وہ بڑی جگہ ہی پھراؤ کی اور بڑی جگہ دھنے کی
- ۶۷ اور وہ کہ جب خرچ کرنے لگیں تہ ازادیں اور تہ تنگی کریں اور ہی اُس کے بیچ ایک سیدھی گھڑاں

- ۹ و یصلحون الطعام علی حبة مسکینا و یشموا و اسیرا
۱۰ انما تطعمکم لوجه اللہ لا ترید منکم جزاء ولا شکورا
۱۱ - انانضاف من رہنا یوما یومنا قد طهرنا - (سورہ)
(د) کنتم غیر امتہ اخرجت للناس تاملوں بالمرحوف و تہوں من
المنکر و ترث منون باللہ - (ال عمران ۱۲ ع)
۳۷ یہ کیفیت تو انسان کے ذاتی اعمال اور خصال کی اصلاح اور
تہذیب کی تھی اب دیکھنا چاہیئے کہ
Its beneficial
effects on the poli-
tical state of the
world.
جہاں قوم پر اسلام نے کیا اثر کیا یعنی
تمدن کی حیثیت سے کونسی بڑی برکت
اور غیر کثیر ظاہر ہوئی *

اسلام کے قبل تمام قوم عرب باہم ٹوٹ پھوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے
تھے مگر اسلام نے انکو ایک رشتہ پراداری میں منسلک کر کے سب کو
بھائی بنادیا - انکی عداوت مبدل ہو الفک ہو گئی اور وہ باہم کے
شب و روز کے کشید و غنوں ایک لفظ مسدود ہو گئے اور صلح اور آمان
اور اتفاق قومی ہر قوم اور قبیلہ میں پایا گیا *

لا تفرقوا را ذکرنا نعمت اللہ علیکم ان کذلک امداد خائف ہیں قلوبکم
فایضحتہم بنعمتہ اعرانا - + (ال عمران ۱۱ ع)

ایسا تصرف انسان کے دلوں پر ایک عجیب الشان تصرف ہی اور
پے ٹھیکر مثال ہی جسکے حاصل کرنے میں سالہا سال کی ملکی تدبیریں
اور نظام سلطنت قاصر ہو جاتے ہیں *

والف بین قلوبکم لوانفقت مانی الارض جو عیسا الف بین قلوبکم
ولکن اللہ الف بینہم + - (انفال ۸ ع)

۹ اور کہاتے ہیں کھانا اُس کی معیت پر محتاج کر اور
پے باپ کے لڑکے اور قیدی کو

۱۰ ہم جو تم کو کھاتے ہیں نرا اللہ کا منہ چاہیئے کہ
نہ تم سے ہم چاہیں بلا نہ چاہیں شکر گذاری

۱۱ ہم کرتے ہیں اپنے رب سے ایک دن اوداس کی سہتی
سے - (دھر)

(و) تم ہو بہتر سب لوگوں سے جو پیدا ہوئے ہیں حکم
کرتے ہو اچھی بات کا اور منع کرتے ہو بری بات سے
اور ایمان لائے ہو اللہ پر - (ال عمران ۱۲ ع)

+ اور پھر تقاریر یاد کر احسان اللہ کا اپنے اور جب کہ
تم آپس میں دھوکہ پھر الف دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اُس
کے فضل سے بھائی - (ال عمران ۱۲ ع)

+ اور ان کے دل میں الف قالی اگر تو خرچ کرتا جو سارے
ملک میں ہی تمام نہ الف دے سکتا اُن کے دل میں لیکن اللہ نے
الف قالی اُن میں - (انفال ۸ ع)

- (ج) ۱ قدا نفع المؤمنون +
۲ الذین ہم فی صلۃ تم غافلون
۳ والذین ہم من الفو معروضون
۴ والذین ہم للزکوۃ غاملون
۵ والذین ہم لفرجہم حافظون
۶ الا علی ارحامہم او ما مالک ایمانہم فانہم فیہ مارمین
۷ ذن ابتغی درام ذلک فارملک ہم العادون
۸ والذین ہم لامانائہم و مدد ہم راعون
۹ والذین ہم علی صلوٰتہم یحافظون
۱۰ اولئک ہم الراثرین

۱۱ الذین یرثون الفودوس ہم فیہا خالسون (مومنون)
(د) ۲۰ الذین یؤمنون بعمد اللہ و لا یفترسون المعبوثات
۲۱ و الذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یصل و یخشون ربہم
و یحافظون سورہ الحساب

۲۲ و الذین صبروا ابتغوا وجہ ربہم و اقاموا الصلوۃ و انفقوا
سما رزقا ہم سرار مائتہ و یدرون بالسنۃ السنۃ
اولئک ہم عقبی الدار - (وعد)

(۴) ۸ یؤمنون بالغفر و یحافظون یوما کان سورہ مستطیرا

[ج] + نفع پائی ایمان والوں نے - جو اپنی نماز میں نوے ہیں اور
جو نیکو بات کہیں نہیں کرتے اور جو زکاۃ دیا کرتے ہیں اور جو اپنی
غراہشوں سے بچتے ہیں مگر اپنی مردتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال پر
سو ان پر الزام نہیں پڑے جو کوئی تھرتے اس کے سرا وہی ہیں حد
سے بڑھنے والے اور جو اپنی امانتوں اور اقرار سے خبردار ہیں اور جو
اپنی نماز سے خبردار ہیں وہی ہیں میراث لینے والے جو میراث
پارینکے باغ تھنتی چھائیں کے وہ اسمیں سدا رہیں گے [مومنون]

(۵) ۲۰ اور وہ جو پورا کرتے ہیں اقرار اللہ کا اور نہیں
کرتے اقرار

۲۱ اور وہ کہ جوڑتے ہیں جو اللہ نے فرمایا جوڑنا اور کرتے
ہیں اپنے رب سے اور اللہ سے رکھتے ہیں جوے حساب کا
۲۱ اور وہ جو ثابت رکھتے چاہتے توجہ اپنے رب کی اور
کھڑی رکھتی نماز اور خرچ کیا ہمارے دین میں سے
کہلے اور چاہتے - کرتے ہیں برائی کے مقابل بھائی
ان لوگوں کو ہی پچھا گھر

(۶) ۸ ہودی کرتے ہیں منک اور کرتے ہیں اُس سے کہ اُس
کی برائی بھول پڑیگی

تھے — حضرت موسیٰ کو کچھ بھی تکلف نہیں کرنا پڑا اور اس قوم نے دنیٰ آرزو اور اخلاص سے اُنکو اپنا سردار اور نجات دہندہ قبول کر لیا۔ کیونکہ وہ تو مضار اور بے بس تھے اور قربت کو تنگ کا سہارا بہت ہوتا ہی اور بالآخر وہ ایک رعایتی ہاکر شایستہ و مفاد نہروں اصل غرض تیزی باری اور توحید الہی کے کٹی ہار خلاف ظہور میں آیا۔ یہ خلاف رب کی قوم کے — ان میں حد کے مرتبہ کا تفرق اور مخالفت تھی اور جناب پیشہور صلح اس کے جملہ دین و آئین کر۔ گمراہی قرار دیتے تھے ان کے خداؤں اور پتروں کو ہیکار و معصیت بتلاتے تھے اور وہاں کے کسی ایک قبیلہ نے بھی کلیۃً جناب پیشہور کو تسلیم اور قبول نہیں کیا۔ شروع ہی سے مشرکوں کا معارضہ اور مقابلہ ہونے لگا مگر آخر کو قرآن کے احکام و نصایح کی تاثیر یہ ہوتی کہ انہیں لوگوں میں سے ہزاروں اور لاکھوں ایمان لائے اور اپنے عزیز بہنوں اور پیارے بھائیوں اور ہر کے مسعود اور ہر و رز کے معبود کو ترک اور موقوف کردیا اور وہ قومی تفرق اور طبعی بغض و عناد سب جمعیت واحدہ اور قومی اتحاد اور اخوت سے بدل گیا *۔

۳۸ اور منجملہ مصالحہ نوعہ اور امور مفید عام احکام صدقات اور خیرات اور خدا کی راہ میں مال دینے اور تقویٰ اور محتاجوں اور محتاجوں کی نفالت کرنے کے ہیں خصوصاً صیغہ وقف جسے زمانہ جاہلیہ میں کوئی نہیں جانتا تھا اور اس امر خاص میں مسلمانوں کی فیاضی اور سخاوت تاریخ دہر اور صفحات عالم پر ثبت ہے *۔

اقدار دیکھیں صاحب ایک مشہور اور عالمی مورخ لکھتے ہیں کہ [جلد ۶ ص ۵۰] ”مسلمانوں کی نیکیاں [خیرات] جانوروں تک کے حق میں ہوتی ہیں اور قرآن میں محتاج اور مسکین کی اعانت فرمائی مکرر تائید ہوتی ہی اور اس کو نہ معصیت تیرج یا ثواب کے طور پر بلکہ فرض اور حکم ناگزیر کے طور پر واجب قرار دیا ہی شاید معصود (صلح) ہی صرف ایسے صاحب شریعت ہیں جنہوں نے خیرات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا ہو اس کی مقدار معین جائداد کی نوعیت اور مقدار پر بدلتی ہی ملگزر تقدیر یا مویشی اشیاء و اشیاء تجارت مگر جب تک کہ مسلمان اپنے مال کا دسواں حصہ دے اچھے شریعت کی تکمیل نہ کی — درحقیقت فیاضی بنیاد ہی عدالت کی اور جن لوگوں کی اعانت ہمہ گام ہی اُنکو ضرر پہنچاتا مصنوع ہی — کوئی نبی عالم لاہوت اور یونان کے معنیات و اسرار بیان کیا کرے مگر احسانیت کے احکام میں اسکو ہمارے ہی دل کے احکام بیان کرتے ہوئے *۔

اس مقام کے حاشیہ پر گین صاحب لکھتے ہیں کہ مراشی نے تعصب کے مارے رومن کیتھولکوں کی زیادہ خیرات اور صدقات کا شمار کیا

یہ کیسا کچھ اسلام کا پیش ہوا کہ جس کے نتیجہ میں عربوں کے خوں خراپے اور باہم کے جدال و قتال موقوف اور معدوم ہو گئے اور ایک دوسرے سے فیاضی اور ہمدردی کرنے میں سامی اور سرگرم ہو گئے اور نہ صرف خوشخبری اور مخالفت کو روکا بلکہ کینہ کشی اور غرور کی جزا کاٹی اور تمام ملک میں امن و آمان و صلح و اہمی قائم کر دی *۔

جس شخص کو ایام عرب پر نظر ہوگی وہ عرب سمجھتا ہوگا کہ عرب کی قومیں اور قبیلے باہم ایسے متفرق اور ایک دوسرے سے بے نیاز ہو رہے تھے کہ ان میں کوئی اُمید مذہبی اصلاح اور اتحاد قومی کی نہ تھی اور یہ وجہ بھی تھی کہ کبھی کسی غیر ملک والے یا رئیس کو ان پر تسلط اور تمکن حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ جب جماعتیں ایسی متفرق ہوں کہ کوئی انکا راس و رئیس نہ ہو تو اُنکا مسطر اور مفاد کر لینا بہت دشوار ہوتا ہی *۔

یہ بھی تو عرصہ سے عرب کے اطراف و جوارب میں بلکہ وسط عرب میں رہتے تھے اور عیسائیوں کی کئی ریاستیں اور سلطنتیں قرب و جوار عرب میں مثل سلطنت مصر و شام و حبشہ تھیں اور نیز خاص عرب میں حرا و غسان اور یمن کی عیسائی بادشاہتیں اور نصیران میں ہنی حارث اور یمامہ میں یمنی حنیفہ اور تیرہ میں ہنی علی اور نیز ہنی تغلب یہ سب عیسائی قومیں رہتی تھیں مگر اُن سے نہ تو کچھ عرب کی حالت تمدن میں اصلاح نہ آئے اخلاق میں کچھ نہ آئے اوضاع و اطوار میں شایستگی نہ آئے رسم و رواج میں تغیر واقع ہو سکا — اور مذہب میں تو سب برابر ہی سے تھے *۔

خوب قرآن اور اعراب کی جمعیت اور مصیبت کی کینہ کشی اور عداوت کی رسم کو اور پھر دیکھو اسلام کی صلح اور عفو کے احکام کو اور اس کے نتیجہ میں ملاحظہ کرو عرب کی مذہبی اصلاح رسوم کی تہذیب اور موافقت عام ملکی اتحاد اور قومی یکجہلیت گویا ازسرنو ایک طبقہ جدید پیدا ہو گیا وہ خلقت ہی بدل گئی وہ جبلت ہی جاتی رہی *۔

اگر حضرت موسیٰ کے انتظام سیاست میں تھوڑا سا بھی غور کرو تو یہاں فرق پڑے — حضرت موسیٰ ایک ایسی قوم اور جماعت پر گئے جو باہم متحد تھے اور اس پر وہ کہ ایک جاہل بادشاہ کی غلامی میں گرفتار اور کسی ادنیٰ سے مہرک یا پھڑانے والے کے وقف انتظار

Islam united the hostile tribes of Arabia in a brotherly union.

ہی جو عمارت اس کے کہ ارشادات الہی اور احکام ربانی کا مصدر ہی مآرم حکمیہ عقلیہ اور حکمت الہیہ کا بھی معدن ہی — بعد اس زمانہ نزول وحی اور انتشار مآرم الہیہ کے مسامحہ کئی ایک جلیل القدر اور عظیم الشان مآرم کے موجود اور ماخذ ہوئے اور مآرم متعارفہ کو بہت کچھ تہذیب و اصلاح کر کے دور دور کے ملکوں میں پھیلایا اور کئی ایک ملک کے مالک مسلمانوں کی بدولت اہل علم ہو گئے اور جس زمانہ میں کہ اور سب قومیں جہالت کے تیرہ و تاریک قعر میں پڑی تھیں مسلمانوں ہی میں علم کا رواج پایا جاتا تھا *

۴۰ [۱] متعلقہ مآرم مشہورہ تواتر معینہ نیچرل فلاسفی اور نیچرل تہذیب الوحی — نیچرل فلاسفی جس سے مآرم علم مذاظر قدرت و مظاهر فطرت ہی اس سے تواتر معینہ مالا مال ہی اس میں حقایق موجودات اور معائنات کائنات کا بیدار ثبوت سے پایا جاتا ہی اور یہ وہ ان سے رجوع واجب تعالیٰ اور اس کے علم و قدرت پر استدلال ہو چکا ہوتا گیا ہی *

۱ + انا صبیحا الامام صبا — ثم هفتا الارض هفا فانبتنا فيها حيا و عنيا و قضيا — و زیتونا و نخلنا — و حدائق غلبا — و فانیة و ابا — [موس]
۲ انا یطرون الی الابل کیف خلقت — والی السمک کیف خلقت — والی البعوض کیف خلقت — والی الارض کیف خلقت (غاشیہ)
۳ انا نعمل الانس مہادا — و الجنان الیل لہاسا — و جعلنا النہار معاشا — و بنینا نورکم سماعا شدادا — و جعلنا سراجا و ہاجا — و انزلنا من الامصرات ماء ثجاجا — لنخرج به حیا و نباتا — و جنات الفنا — [نبا]

۱ + ہمنے کالا پانی اُڑھ کر — اور پھر چیرا زمیں کو — پھر اُٹایا اُس میں اناج اُتھر اور توکاری اور زیتون اور نہجوریں — اور گھنے باغ اور میوہ اور درہ —
۲ کیا انہیں ناکہ کرتے ادرتوں پر کیسے بنائے ہیں اور آسمان پر کیسا بلند کیا ہی اور پہاڑوں پر کیسے بکھڑے کیئے ہیں اور زمین پر کیسی صاف بچھائی ہی —

۳ کیا ہم نے نہیں بنائی زمین بچھونا اور پہاڑ سیخیں اور تمکو بنایا جوڑی جوڑی اور بنائی تیندے تمھاری دفع ماندگی اور بنائی راست اور ہٹا اور بنایا دن روزگار کو اور چنی مہلے اور رات چننی مضبوط اور بنایا ایک چراغ چمکتا اور اُتارا تھوڑی بدلیوں سے ہلکے کا ریلہ کہ کھالیں اُس سے اناج اور سبزہ اور باغ پھولیں ہیں اپنے ہوئے

ہی کہ ۱۵ ہزار شفاخانے ہزاروں بیماروں اور زائوروں کے لئے بنے ہوئے ہیں اور ۵۵ سر دروڑوں کو ہر سال چھیڑ ملتا ہی ۵۶ مدرسے غیر اقلیہ بنے ہوئے ہیں اور ۱۲۰ جلسے ہزاروں ایمانی کے اپنے ہاتھوں کی امانت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ — اور اندس کی فیاضی کو اس سے بھی بڑھ کر ہی — ہر مچھہ انڈیچہ ہی کہ بہت کچھ اس میں سے لوگوں کی انسانیت کی طرف منسوب ہو سکتا نہ یہ کہ مذہب کی حیثیت سے جو — انتہی *

(۱) ”سورۃ بقرہ میں ہی ” ان تبدوا الصدقات فنعماہی و ان یقبواھا و یتوبوا انفراد نہو غیرکم “ (۲)
(۲) ”والذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعہن ما انفقوا سفارا انی لہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون“ — قول معروف وصغیرۃ خیر من صدقۃ یتبعہا انی اللہ غنی حلیم [۲ ح]
(۳) ”والذین تبؤ انداروا لایمان من قبلہم یحییون من ہاجر الیہم ولا یتحدون فی صدورہم حاجۃ مما ارتوا و یؤثرون علی انفسہم و لو کان بہم خصاصہ “ (حشر ۶)

اپر اہم رئیس کے مجمع المآرم میں ایک جگہ لکھا ہی کہ خیرات دینے میں انکار اور اس کے ترفیع دینے میں مسلمانوں کے مذہب سے زیادہ سرگرم کوئی مذہب نہیں ہی — قرآن نے قبول دعا کے واسطہ خیرات کرنے کو واجب قرار دیا ہی اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کہا کرتے تھے کہ ’ نماز ہرگز اُدھے رستہ تک پہنچاتی ہی اور روزہ ہرگز عمرش الہی کے دروازے تک لپچاتے ہیں ’ اور خیرات سے ہرگز خدا کے گھر تک بار ملتا ہی — خیرات کو اہل اسلام بہت ہی ثواب کا کام سمجھتے ہیں اور بہت سے مسلمان خیرات دینے کی شہرت میں قرب الممکن ہیں — ہاں تخصیص حضرت حسن بن علی جو کہ محمد [صلم] کے نواسے تھے روایت ہی کہ اُنہوں نے اپنی حیات میں ۳ مرتبہ اپنا مال مسکینوں کو نصف نصف بانٹ دیا اور دو مرتبہ تو سب جو کچھ تھا بے دیا — اور عوام مسلمان نیکیاں کرنے کے ایسے عادی ہو رہے ہیں کہ حیوانات تک سے وہ ٹپکی کرتے ہیں *

[دیکھو سائیکلو پیڈیا رئیس لفظ آموز]

قرآن کے معدن حکمت اور مسلمانوں کے مصدر

علوم ہونے کا ذکر

LITERARY BENEFITS OF ISLAM.

۴۹ زمانہ جاہلیہ میں تمام عرب میں کسی عام کی کوئی کتاب نہ تھی اور بچہ علم انساب اور شعر کوئی کے اور کوئی تعلیم نہ تھی پس پہلی کتاب مستطاب جو عرب میں صدر ہوئی وہ قرآن معینہ

۸ ان فی خلق السموات والارض لآیات للذہین - و فی ہماکم و ما یک من ذابۃ آیات لقوم یرفقون - و اختلاف اللیل والنہار وما انزل اللہ من السماء من رزق فأرسلناہ فی الارض بعد موتہا و تصریف الریاح آیات لقوم یعقلون - † [جائید]

۹ ذابۃ لہم اللیل تساع مہل انہار فاذا ہم مظاہرین - والشمس تجری لمستقر لہا ذلک تقدیر المیزان العلیم - والقمر قدوات منازل حتی عادنا لوجہہ القديم - لا الشمس یغیب لہا ان تدرک القمر واللیل سابق النہار - و کل فی فلك یسہبون - [یس]

۱۰ الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فأخرجناہ ذہوات مختلفا الرانہا و من الجبال جدد یضی رعدہا مختلفا الوانہا و فیہا سواد و من الناس الذہاب والانعام مختلفا لوانہ - [فاطر]

۱۱ خلق السموات بغير عمد ترونها والقی فی الارض رواسی ان تمیدیکم ذلک فیہا من کل ذابۃ و انزلنا من السماء ماء فأنبتنا فیہا من کل زوج کریم [لقمان]

† ۸ بیشک اسمانی میں اور زمین میں بہت بہت پتے ہیں مائے والوں کو اور تمہارے بنائے میں اور آئیں جائزوں کے پھیلنے میں بہت پتے ہیں لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اور بدلے میں رات دن کے اور وہ جو اتاری اللہ نے آسمان سے روزی پھر جلائی اس سے زمین کو مرگنے پہنچے اور بدلے میں ہواؤں کے پتے ہیں ان لوگوں کو جو پوچھتے ہیں -

۹ اور ایک نشانی ہی انکو رات ادھیڑ لیتے ہیں ہم اس سے دن پھر رہتے ہیں اندھیرے میں اور سورج چلا جاتا ہی اپنی تہوی راہ پر پھر سادہ ہی اس زبردست باغیہ کو اور چاند کو ہمنے ہانک دی ہیں منزلیں کہ پھر آئے جیسے ٹہنی پڑائی ہمنے سورج کو پھونچے کہ پھر چاند کو اور نہ رات آئے بڑھے دن سے اور ہو کر ٹہنی ایک ایک گھیرے میں تیرتے ہیں -

۱۰ تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے سیورے طرح طرح کے آنکے رنگ اور پھاڑوں میں گواہیاں ہیں سفید اور سبز طرح طرح کے آنکے رنگ اور کالہ پھچک اور آدمیوں میں کیڑوں میں چربایوں میں ٹہنی رنگ کے ہیں -

۱۱ بنائے آسمان پے ٹہنی اُسے دیکھتے ہو اور قالے زمین پر پوچھتے کہ تمکو لیٹر جہک نہ پڑے اور پھر اُس میں سب طرح کے جانور اور اتارا ہمنے آسمان سے پانی پھر آگاہے زمین میں ہو قسم کے جوڑے خاتمے -

۳ والارض وضعنا لثام - فیہا فاکہة والنخل ذات الاکام والعنب ذوالعصف والربیعان *** مروج البھریں یلتقیان - بیٹھنا ہونج لا یغفیان † [رحمان]

۵ انہم یظہروا الی السماء فترہم کیف بیٹھاہا و زینھاہا وما لہا من نورج - والارض مددناہا والقیناہا فیہا رواسی

۶ وانیٹنا فیہا من کل زوج بیہج - تبصرۃ و ذکرى لکل عید منیب ونزلنا من السماء ماء مبارکا فانیٹنا فیہ جنات و حب العصفید - والنخل باسقات ہا طاع نصید - رزقا للامیاد و احیاناہ بیلدۃ سیتا - (ق)

۶ والذی خلق الزراعی کما و جعل لکم من الفلک والاعنام ما تروکیون لتستوا علی ظہورہ ثم تذكروا نعمۃ ربکم اذا استویتم علیہ وتقولوا سبحان الذی سخر لنا هذا وما کنا لہ مقربون - وانا الی ربنا لمنتقلون - [زحرف]

۷ ومن آیاتہ الجوار فی البھر کالاعلام ان یشاہ یسکن الریض فیظللن رواکد ما ی ظہرہ - ان فی ذلک لآیات لکل صابر شکور - [شوری]

† ۳ اور زمین کو رکھا واسطے خالق کے اس میں مہرہ ہی اور کھجوریں جس کے مہرہ پر خلاف ہیں اور اناج جس کے ساتھ ہوس ہی اور پھل خوشبو کے *** چلنے کو دریا جو آہستہ میں ملکر چلتے ہیں آنکے بیج میں ہی ایک پردہ زیادتی نہیں کرتے -

۵ کیا نکاہ نہیں کیا آسمان کو اپنے ارد گرد کیسا ہمنے پڑایا اسکر اور رونق دی اور اُس میں نہیں کوئی سوراخ اور زمین کو پھیلایا اور قالہ اس میں پوچھو اور آگاہی اس میں ہو قسم کی رونق کی چیز سرچھانے کو اور یاد دلانے کو اُس بدلے کو جو رجوع رکھے اور اتارا ہمنے آسمان سے پانی بونک کا پھر آگاہے ہمنے اس سے باغ اور اناج گھنے کھیت کا اور کھجوریں لٹہی اُن کا گاہا ہی تہ پر تہ روزی دینے کو ہندوں کے اور جلائی اس سے ہمنے دیس مردہ -

۶ جس نے بنائے سب چیز کے جوڑے اور بنادیتے تمکو چربائے اور کشتی جس پر سوار ہوتے ہو تا جڑے بیٹھو اسکی پیٹھ پر پھر یاد کو اور اپنے رب کا احساس جب بیٹھو چکر اُسپر اور کھڑ پانڈاں ہی رہ جس نے بس میں دیا ہمارے ہمنے اور ہم نے تھے اسکے مقابل ہرنے والی اور ہکر اپنے رب کی طرف پھر جانا ہی -

۷ اور ایک اسکی نشانی ہی چلتے جہاز دریا میں جیسے پہاڑ اگر چاہے تھام دے ہوا پھر رہ جادیں سارے دن تھوڑے اس کی پیٹھ پر مقرر اس میں پتہ ہوں ہو ٹھہرنے والے کو جو حق کی بات مانے -

من الجبال انثانا وجمعکم لکم سراویل لتتیکم العز و سراویل لتتیکم ہاسکم
نذاک یتم نعمتہ علیکم لتکم تشکرون ﴿ نکل ﴾

۱۶ والاعنام خلقناکم فیہا فہم فیہا فہم و صناع و صنایہ و صنایہ و صنایہ و صنایہ
فیہا جمال حیات تزیین و حیات تزیین و حیات تزیین و حیات تزیین و حیات تزیین
لم تکرثوا بالقیۃ الا یثقی الانفس ان یرکم لوزف الرحیم — والعیاذ
والیغافل والہمیز التزیینا ہزینہ و یثقی لکم ما لاتعلمون ﴿ نکل ﴾

۱۷ ولہ الجوار المنہات فی البہز کالاسلم ﴿ رحمان ﴾

۱۸ ولہ اقسام بالطنس الجوار الکئس ﴿ کریم ﴾

غرض کہ اسی طرح تمام قرآن میں ٹیچرل ہسٹری اور ٹیچرل
تہذیبی کے اصول کی متصل کیفیتیں اور مکرر اہارتیں ہیں مگر
یونانیوں کی طبعی والہی کی نہیں بلکہ حقیقی باتوں کی اور نیز دیگر
عالم حکمہ کے اشارے خصوصاً علم جہاز کے اصول پر نثر سے
حوالہ ہوا ہے مگر جن لوگوں نے اس علم کا نام بھی نہ سنا ہو وہ
اُس کے استنباط پر کیسے قادر ہو سکتے ہیں *

۲۱ [۲] دوسرا ایک عظیم الشان علم جو خاص مسلمانوں

میں ایجاد ہوا وہ علم اسماء الرجال ہے
Mahomedan Biographies.
جس کو یونانی زبان میں بیوگرافی کہتے
ہیں — جس کثرت سے مسلمانوں نے

اس علم خاص پر توجہ کی اور جس دفعہ اور تلاش سے ہو ہر اہل علم
اور راویوں کے حالات ضبط کیے اور اُن کے مولد اور منشاء کا بیان اور
مزاج کی وقعت اور رائے کے تغیرات اور عام رویہ کے حالات کو قلمبند کیا
اور بڑی بڑی معینہ کتابوں میں لکھ دیا وہ آج تک کسی قوم میں
اور کسی مذہب میں نہیں ہوا *

اور اللہ نے پناہی تمکو اپنی پناہی چیزوں کی چھائی اور پناہی تمکو
پہاڑوں میں چھائی کی جگہ اور پناہی تمکو کرتے جو پہاڑ ہیں
گرمی کے اور کرتے جو پہاڑ ہیں لڑائی کے اسی طرح پورا کرتا ہے اپنی
احسان تمپر حاید تم احسان مانو —

۱۶ اور چوڑی پناہی تمکو اُن میں جوارل ہی اور کٹمے غافلہ
اور بعضوں کو کہاتے ہو اور تمکو اُس سے رونق ہی جب عام کو پہنچ
لاتے ہو اور جب چراتے ہو اُنہا لیچلتے ہیں بوجہ تمہارے اُن پہرے
تک کہ تم نہ پہنچتے رہاں تک مگر جان کر کے بیشک تمہارا رب بڑا
حکمت والا مہربان ہی اور کہہ دے پناہی اور چھڑیں اور گدھے کہ اُن پہ
سوار ہو اور رونق ہو اور پناہی ہی جو تم نہیں جانتے —

۱۷ اور اُس کے میں پہاڑ اُٹھے کہہ دے دریا میں جہاز پہاڑ

۱۸ سر قسم کہاتا ہوں میں پیچھے ہٹ جائے پیچھے چلتے دیکھ
جانے والوں کی —

۱۶ اللہ انہی پر اسلہ ازیاں کثرت و صلابہ فی السہد کیف
نکلتہ کسافرتی الہوق یخرج من خلاۃ ناذا اصاب ہ من یخا
من ہذا فذاہم یستفرون ﴿ روم ۲۵ ﴾

۱۷ و ان لکم فی الاعنام عبرۃ لتتیکم مما فی ہماونہ من بین
السم و الارض ما غلظہ سائف الشاربین — ومن ثمرات النضیل والاعناب
تکثرون منہ سکرا و رزقا حسنا ﴿ نکل ﴾

۱۸ و ارحی ربک الی النکل ان اتخذنی من الجبال بیوتا و من
الہمز و مہمز ہوں — ثم نلی من کل الثمرات ناسلی سبل ربک
یخرج من بیوتہا حراب مستخفا لارائہ فیہ شفاء الناس ﴿ نکل ﴾

۱۹ واللہ اخو حکم من ہمارن امہاتکم لاتعلمون شیئا و جمعکم لکم
الاسم والابصار والاثنۃ لکم تشکرون — الم یورالی الطیر مسطرات فی
جو اسماء مایسکون الا اللہ ان فی ذلک لایات لقوم یرتدون — واللہ
جمعکم من بیوتکم سینما و جمعکم لکم من جلد الاعنام بیوتا
تستفرونہا یوم یوم عنکم و یوم اقامتکم و من اسرارہا و اربارہا و اعمارہا
یغنی و متاما الی حیات — واللہ جمعکم لکم مما خلق ہلالا و جمعکم لکم

۲۰ اللہ جو چلاتا ہے ہوائیں پور اور ہاتھی ہی پناہی پور پناہی
ہی اُس کو آسمان میں جس طرح چاہے اور رکھتا ہے اُس کو
تھ پر تھ پور تو دیکھ میںہ نکلتا ہے اُسکے پیچ سے پور جب اُس کو
پور نکلتا ہے جس جگہ چاہے اپنے بندوں میں تبہی وہ لگے خوشیاں
کرتے —

۱۳ اور تمکو چھڑاؤں میں میر کی جگہ ہی پلاتے ہیں ہم
تمکو اُس کے پٹ کی چیزوں میں سے کرور اور پور کے پیچ میں سے
دردہ ستہزا رچتا پیٹے والوں کو اور میروں سے کھچور کے اور انگور کے
پناہی ہو اُس سے نشا اور روزی خاصی —

۱۴ اور حکم بھیجا تیرے رب نے شہد کی سکھی کو کہ پناہی پہاڑوں
میں گور اور درختوں میں اور جہاں چھڑیاں کاتے ہیں پور تھا
ہو بلوچ کے میروں سے اور جہاں راہوں میں اپنے رب کی صاف پڑی ہیں
نکلتی ہی اُن کے پیٹ میں سے پیٹ کی چیز جس کے کٹی رنگ ہیں
جاس میں آزار چنگی ہوتے ہیں آدمیوں کے *

۱۵ اور اللہ نے نکالا تمکو تمہاری ماں کے پیٹ سے کچھ نہ جانتے
تھے اور دیکھ تمکو کان اور آنکھیں اور دل شاید تم احسان مانو کیا نہیں
دیکھتے آرتے جانور حکم کے پناہی آسمان کی ہوا میں کوئی نہیں
تھام رہا اُن کو اللہ کے سرا اس میں پتہ ہیں اُن لوگوں کو جو یقین
لاتے ہیں اور اللہ نے پناہی تمکو تمہارے گور پیٹ کی جگہ اور
پناہی تمکو چھڑاؤں کی کھال سے تیرے جو ہلکے لگتے ہیں تمکو
جس میں سفر میں ہو اور جسد گور میں ہو اور اُنکی اُور سے اور
پہاڑوں سے اور ہالوں سے کٹمے اسلہ اور پرتے کی چیزیں ایک وقت تک

کتابوں میں تصنیف علامہ حلی و تقی الدین ہیں داؤد و شیخ شہید ثانی اور اُن کے بعد فاضل محمد استرآبادی و میر ہوش الدین علی [صاحب کتاب ایجاد المقال] مشہور و معروف ہیں *

اور محققین اعلیٰ سنی میں متاخرین کی مشہور کتابیں مثلاً استیعاب ابن عبدالباق اور میزبان الامتدال فی تقدیر الرجال حافظ حمس الدین ذہبی فی اور نیز کاشف اور کتاب الضمائم المتورکین اور شیخ الاسلام محلی الدین ترویج کی کتاب تہذیب الاحیاء و تقریب اور امام ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التہذیب و تقریب الکہذیب و السائر المیزان اور اصابع فی تمییز الصحابة اور علامہ سیوطی کی تقریب الواری شرح تقریب التوازی اور آؤر کتابیں خاصی اور مستند ہیں *

۲۲ [۳] ایک اور علم جلیل الشان علم حفظ اسناد اور اصول

درایت ہی دوسری صدی ہجری سے مسلمانوں میں حدیثوں کے قلمبند کرنے اور روایتوں کو جمع کر کے لکھنے کا شوق ہوا اور بیسیوں تصنیفیں روایتوں کی جمع ہو گئیں اسلیئے ان کے تحقیق اور رازبوں کی طرح و تعدیل عرب ضبط اور تحقیق سے نہیں ہوئے حتیٰ کہ اہل صحاح نے اس میں بڑا ضبط اور اہتمام کیا مگر متقدمین رجال کی نظر میں ان میں بھی بہت سے راوی متکلم تھے اور مجروح تھے *

البتہ جو طریقے اصول درایت کے قائم کیئے اور جستار و رایتوں کو اصطلاحی قسموں پر تقسیم کیا اس سے اُن کی دقت نظر باریک بینی ذہانت اور مدد تقلید خوب ثابت ہی — ابتدا میں واسطہ دہی نے ایک مختصر تصنیف فی درایت میں لکھی پھر حاتم تھامری نے معروف بابن البیہ نے معرّف حدیث میں کتاب لکھی اور پھر احمد بن عبد اللہ ابو نعیم اصفہانی نے کتاب الفہام فی حدیث میں لکھی اور خطیب بغدادی نے جنکی شہرت اور تلقی بالقبول تمام امام اسلام میں ظاہر ہی اس میں میں کتاب نفایہ لکھی اور اور کتابیں مثلاً شرف اصحاب الحدیث والسابق واللاحق والمتقن والمترقب والمختلف و تلخیص المتشایخ وغنیۃ المقیس فی تمییز المتلیس و تمییز الاسانید وغیرہ ذلک تصنیف کیں اور جسیک اپنے زمانہ میں خطیب تمام ایشیا میں بے مثل تھے ایسے ہی انہیں کے معاصر یونستان میں [پانچویں صدی میں ہی] ابن عبدالباق صاحب کتاب الاستیعاب حافظ مصر تھے *

یہ علم محانت سلسلہ روایت کی تحقیق اور رازبوں کی تفتیش مسلمانوں ہی سے مضمرس ہی — یہود نصاریٰ میں احادیث اور روایتوں پر عمل نہ تھا اور کتاب قاصد اور مشافہ وغیرہ کتب

قائماں لکھ صاحب جن کی مہارت علوم مزیدہ میں مشہور ہیں اور بڑے صاحب نظر تھے انہوں نے جب صاحبان کورٹ آف قانونس کی ہدایت اور کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی کے زیر اہتمام کتاب الاصابع فی تمییز الصحابة تصنیف علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی [مات ۸۰۰] چھاپنی شروع کی تو اُس کے دیباچہ میں بڑباز انگریزی یہہ مضمون لکھا کہ ” مسلمانوں کے علوم کی مزیت علم اسماء الرجال ہی نہ تو کوئی ایسی قوم گذری اور نہ کوئی ایسی جس نے مسلمانوں کی مانند بارہ سو برس کے عرصہ میں ہر ایک اہل علم کے حالات زندگی قلمبند کیئے ہوں — اگر مسلمانوں کی کتب رجال جمع کی جائیں تو غالباً ہر پانچ لاکھ امام مشاہیر کا تذکرہ مل جاوے — ان کی تاریخ میں کوئی قرن یا ثانی جگہ ایسی نہیں ہے جس کا کوئی آدمی اس تذکرہ میں نہ ہو — “ انتہی *

فن رجال میں تحقیق و تلاش کی ترقی ابن سعد کے زمانہ میں خوب ہوئی جس کی کتاب اسماء رجال و احوال روایت کے طبعات ابن سعد کے نام سے مشہور ہے — اور محمد بن اسماعیل بخاری اور ابن ابی شیبہ نے اپنی اپنی تاریخوں میں اور ابن ابی حاتم نے کتاب التبرج و التعديل میں موصلاً رازبوں کی بیگزانی لکھی اور معجل اور ابن حبان اور ابن شیبہ نے ثقہ رازبوں کو الگ چھانٹا اور ابن عسقلانی اور پھر ابن حبان نے مجروح اور ضعیف رازبوں کو جدا کیا — اور بعضوں نے خاص خاص کتب حدیث کے رازبوں کے طبعات اُن کے مولد اور ذہانت ملحدہ ملحدہ لکھے مثلاً ابی نصر الکلا بادی نے بخاری کے رازبوں کو اور ابی بکر متحریر نے مسلم کے رازبوں کو اور ابی الفضل بن طاهر نے دونوں بخاری اور مسلم کے رازبوں کو اکٹھا جمع کیا اور عبدالحق المقدسی نے کل صحاح ستہ کے رازبوں کو کتاب الکمال فی معرفۃ الرجال میں ضبط کیا اور پھر مری نے اس کتاب کا خلاصہ کیا جسکا نام تہذیب الکمال ہے — اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسکو خلاصہ کر کے اور اور بہت کچھ اس پر زیادہ کر کے تہذیب التہذیب نام کی کتاب لکھی *

اور نوبۃ اصابع میں بھی اس فن کی تذریں قدیم زمانہ سے ہوئی بہت کچھ حسن بن علی بن فضال اور عبد اللہ بن حبان نے [سنہ ۷۰۰] اسماء رجال میں کتابیں لکھی اور حمید بن زید تھامری نے [سنہ ۳۰۰] رجال کی طرح و تعدیل میں کتاب لکھی اور محمد بن عیسیٰ بن عیوب بن یزید نے بھی اس میں کتابیں لکھی اور ایسے ہی شیخ محمد بن یعقوب کلینی اور شیخ صادق محمد بن بابویہ بھی اور لکھی اور قضاہی اور شیخ ابی جعفر طوسی نے کتابیں لکھی اور متاخرین کی

یونان بھرا ہوا ہے۔ اور بعد میں فلسفہ کو پورے میں بہت ترقی ہوئی۔ اور اسی فلسفہ کی بنا پر ان میں کئی فرقے مثلاً صدوقی فریسی وغیرہ ہو گئے اور حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں فریسیوں میں بھی کئی فرقے اور ہوجے تھے اور اسی زمانہ میں ہلک یہود میں حکیم اور فیلسوف اور ہمامی [یونانی سیاست ہاید سمورن — اوق ۱ و ۲] اور گیلیک [اعمال پیرس و گلیا شاید وہی جو استاد پوروس مقدس تھا] بہت نامی زبردست اور صاحب مذاہب متبعہ گذرے *

جب سے فلسفہ یونان کا دلچسپی نے رواج پایا تھا یونانیوں نے روح کے تنازع اور غیر فانی اور پہلے سے پیدا ہوجانے کے مسئلہ کو تسلیم کر لیا تھا + یونان فیثاغورس و اریستوٹلس بلکہ انطاگون سے بھی مسئلہ تنازع + و تقدم خلق ارواح کے کی ایجاد ہوئی انہیں سے یہودیوں نے اور اُن سے عیسائیوں نے سیکھا اور اسی طور سے مسئلہ وجود اور کوس یعنی تلمہ اس طرح پر کہ وہ عین ذات الہی اور قدیم ہی عیسائیوں نے فلسفہ یونان سے حاصل کر کے اپنے دینی عقائد کے مسئلوں میں شامل کر لیا حتیٰ کہ حواریوں نے زمانہ میں ناز یہودی نیلسرف جسامور کہ فلاسفہ یونان کے تتبع پر اور کوس کا مسئلہ بیان کرتا تھا بعینہ اسی طور پر حضرت یوحنا حواری نے جیسا کہ مشہور ہے اپنی انجیل کے دیباچہ میں [باب اول ۱ — ۳] اے درج کیا

+ دیکھو تاریخ دریا الکیرا مصنفہ کین باب ۳۷

۱. تنازع کا مسئلہ حواریان مسیح کے اعتقاد میں بھی معلوم ہوتا ہے دیکھو انجیل یوحنا ۱۰

۲. عالم ارواح کا مسئلہ یعنی سب روحیں آدمیوں کے پیدا ہونے سے پہلے پیدا ہو چکی تھیں مسلمانوں میں بھی آیا اس اعتقاد سے کچھ اُن کی الہیات میں خلل نہیں واقع ہوا کیونکہ اُس کا اثر ذات الہی کے متعلق مسئلوں پر کم پور چھٹا ہے مگر ہوجاد کہ عوام یا متفلسفین نے اسے قبول کیا الا متفقین اسلام اور جامع معقول و منقول علماء مکمل سید مرتضیٰ علم الدین و امام غزالی نے اس سے انکار کیا اور عوام الناس جو سرور اوقات کی [۱۷۱] ایک اور بعضی روایتوں سے جن کو اصحاب موارد بہت ہرعتی ہیں اس پر غلط استدلال کیا تھا اچھی طرح پر اُس کے صحیح معنی ظاہر کیئے ہیں چنانچہ سید مرتضیٰ نے کتاب دروغز میں اور امام غزالی نے کتاب الفتن والتسریع [المصنوع یہ علی غیرہ] میں اُس کی تفصیل کی ہے —

|| ” ابتدا میں نغم تھا اور نغم خدا کے ساتھ تھا اور نغم خدا تھا وہی ابتدا سے خدا کے ساتھ تھا “ [انجیل یوحنا] مگر یاد رہے کہ تفسیر کلیمس الکسندریانوس میں پہلی ایک یوں ہے * * * اور نغم خدا میں تھا * * * پس حال کی عیا سے جو تمدد قدما لازم آتا ہے جاتا رہتا ہے — اور دوسری ایک تو چند قدیم اور معتبر تفسیروں میں جو متفقین گذر پہنچے اور مہتمم نے یوحنا کی پہلی نہیں جاتی *

روایتوں کے مجموعہ میں ان میں سے مشا کی روایتیں ہر سوی صدی عیسوی میں قلمبند ہوئیں اور کالمرد ہجرت سے سو برس پیشتر لکھی گئی مگر سلسلہ اسناد گویا کہ نثارہ ہی ہے چہ جائے ان میں وہ تاریکیاں اور نازک خیالیاں اور خبر کے انادہ علم کرنے یا مفید پڑھنے کے معقول قاعدے معلوم ہوتے ہوں *

۳. [۲] ایک اور علم مہتمم بالشان علم نظام ہے یونانیوں

میں علوم عقلیہ و حکمت کی اشاعت سے عیسوی سے پانچ یا چھ سو برس پیشتر ہو گئی تھی اس لیے یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے مذہب پر یونانی فلسفہ کا

گہر و بیش ضرور اثر ہوا یہودی کی دینی کتاب یعنی توراۃ میں تو اسکا کچھ اثر نہیں پایا جاتا کیونکہ اسکی تالیف یا تصنیف اس فلسفہ کی اشاعت سے سالہا سال پیشتر کی ہی البتہ مہرور کے علوم و فنون کا تعلق توراۃ کے احکام سے اگر کئی شوق کرے تو دریافت ہو سکتا ہے مگر یونانی فلسفہ کی اشاعت ہوجانے کے بعد یہودی کے عقائد میں بہت کچھ تلمیذی آگئی تھی اور عیسائیوں نے تو اول راجع عقائد کو اسی طرز پر قائم کیا اور حضرت یوحنا اور پوروس نے اور پوروس نے بھی شاید عموماً یونانیوں کی زبان اور علوم کی شہرت اور رواج سے اور خصوصاً ناز یہودی سرآمد فلاسفہ و جامع معقول و منقول کی معاشرت اور کچھ مصاحبت سے بھی تعدد قدما کا مسئلہ بالتفصیل اور کوس یعنی کلمہ کی ازلیات اور واجب الوجود سے اُس کی معیت دینی ہی اعتقاد کرنے جیسی فارغہودی نیلسرف اور یونانیوں نے کی تھی *

پورے میں علم حکمت و معقولات کا رواج حضرت داؤد اور سلیمان سے ہوا — حضرت سلیمان کے زمانہ حکمت کے مختلف علوم کے محفوظ نہیں [علم جبرانات میں سے بالتفصیل علم متعلق الطیر کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے — یہ آئے جانوروں کا علم ایک شاخ ہے فیچرل ہسپری کی — اور متعلق کا لفظ یونانی زبان کے لرحی کے مقابلہ میں ہے جس کے معنی ہیں علم جسمہ حیوانی — اور لرحی لڑنہ لرحی میں اور اسی متعلق الطیر اور دیگر علوم طبیعی کا ذکر کتاب اسطیون باب ۵ پیرق ۱۲ (تفسیر میرانی) میں ہے] مگر بعد زمانہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے یہودیوں نے علوم حکمیہ میں بہت کم ترقی کی — قید کے زمانہ میں انہوں نے بہت سی نئی باتیں حاصل کیں اور بعد میں فلسفہ یونان میں سے بہت کچھ حق اور باطل باتیں حاصل کیں — اور کتابی حکمت سلیمان میں فلسفہ

کے طالب علم جوق جوق آندلس کو آئے شروع ہوئے اور ریاضی اور طب عربوں سے سیکھنے لگے۔ آندلس میں ۱۲ مدرسے اور ۵ بڑے بڑے کتب خانے جن میں سے حاکم کے کتب خانے میں ۶ لاکھ کتابیں تھیں جمع ہوئے۔ یہہ کیفیت ترقی عام کی جب کہ اُس زمانہ سے مغربی جارجے جو قبل زمانہ (صعود مسلم) گذرا تو ثابت ہوتا ہی کہ جیسا کہ عرب تفرحات میں سبقت کرتے تھے ایسے ہی ترقی میں بھی پہلے اور کبھی رفتار تھے *

”جغرافیہ تاریخ فلسفہ طب طبعیات اور ریاضی میں مسلمانوں نے بڑا ہی کام کیا۔ اور عربی الفاظ جو اب تک عالم حکمیہ میں بولے جاتے ہیں مثلاً الکھل مظلومہ زینقہ قنار اور بہت سے ستاروں کے نام وغیرہ خالص اس بات کی دلیل ہیں کہ یورپ کے انتساب عالم ہر قدیم سے مسلمانوں کو بہت دخل و تصرف ہوا۔ مگر بعد کے زمانہ میں ان سے جغرافیہ کا نام بہت کچھ عرب کو حاصل ہوا۔ ایشیا اور افریقہ میں جغرافیہ کی بہت اشاعت ہوئی اور عالم جغرافیہ میں پرانی عربی کتابیں اور سفر و سیاحت کے نامی تصنیفات ابوالفدا ادریسی لیر افریقہ تونس ابن بطوطہ ابن فضل ابن جلیسر البرزنجی المنجم اور اوروں کی تصنیزوں اب تک مفید اور گرامی قدر ہیں۔“ *

”علم تاریخ بھی مہذب سے حاصل کیا گیا اور قدیم عربی مورخ جیس کا حال ہو کر ملتا ہی متعدد الکلی ہی (جو سنہ ۸۱۶ ع میں مرگیا) مگر اسی زمانہ میں اور کئی ایک مورخ گذرے۔ اور دہریں صدی کے شروع سے تو عرب نے علم تاریخ پر بہت توجہ کی اور جن لوگوں نے تمام جہان کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا اُن میں ارک۔ مسعودی۔ طبری۔ ہشام۔ اصفہانی۔ اور جریر بن عیسیٰ بطریق اسکندریہ ہیں (مسعودی کی تاریخ کا نام مروج الذہب و معنی الکبریا ہوئی) اس کے بعد ابوالفتح اور حاج المائیس (جو دو عیسائی) اور ابوالفدا وغیرہ ہیں۔ نورذی نے جزیرہ سقلیہ کی تاریخ اہم سلطنت عرب کی لکھی۔ بہت سے ارباب عربی تاریخوں کے جن میں عیسائیوں کی جنگ مقدس کا بیان ہی فوائسسی زبان میں ترجمہ ہوئے ہیں اور آندلس میں مسلمانوں کی سلطنت کے حالات ابوالقاسم قرطبی [ماہ ۱۱۳۶ ع] عینی وغیرہ نے متعدد کتابوں میں لکھے ہیں جس کسی کو اس حالات کے دریافت کرنے کا زیادہ شوق ہو تو نظر پڑے گی تصنیفات کھرمسا وان ہیر کی کتابیں پڑھو کرے۔“ *

”عرب کے فلسفہ کو جو یونانی الاصل تھا قرآن سے وہی تہذیب تھی جو اوسط زمانے کے متفرقات کو عیسائیوں کی کتب مقدسہ سے

اس سے پایا گیا کہ فلسفہ کا بہت بڑا اثر یورپ اور علی الخصوص عیسائیوں پر ہوا مگر مسلمانوں نے فلسفہ یونان کے مقابلہ میں علم نظم ایجاد کیا اور عمدہ عمدہ کتابیں اصول عقاید کی لکھیں اور اُس کی تردید اور تطبیق میں کوشش کی *

۳۴ مسلمانوں میں علوم کی عموماً ترقی اور حکومت اور فلسفہ Real progress of Moslems in Sciences ہوئی *

علامہ ذہبی نے سنہ ۱۲۴ ع کے بیان میں لکھا ہرج امام الاسلام فی هذا العصر فی تدریس التہذیب والفلسفہ والتفسیر تصانیف ابن جریر یمکۃ و مالک الموطا بالمدينة والارزاقی بالقشام و ابن ابی عروبة و حماد بن سالمہ و غیرہما بالبحرۃ و معمر بالیون و حنین الثوری بالکوفہ صنف ابن اسحاق الغازی و صنف ابو حنیفہ رحالہ الفقه والاراء ثم بعد یسیر صنف شہید و اللہ و ابن لہیعہ ثم ابن المبارک و ابو یوسف و ابن وہب و کثیرتدوین العلم وتبصرہ و درتہ کتب العویض و الفقه و التاريخ و اہام الناس [تاریخ الکفلاء سیرطی] -

چیمبوس کے سائکلو پیڈیا میں ایک مختصر سی کیفیت اسلام میں ترقی علوم و فنون کے بیان میں لکھی گئی ہی اُس کا کچھ انتہاب یہاں نقل کیا جاتا ہی *

”سنہ ۷۲۹ ع میں خلفاء عباسیہ کے عہد میں علم ادب و فنون حکمت کا شہور ہوا اور المتصور [سنہ ۷۵۲ — ۷۷۵] کے اہم حکمرانی سے ہارون الرشید [۷۸۶ — ۸۰۸] تک بڑی ترقی سے اُن کی ترقیب ہوئی بہت سے ملکوں سے اہل علم طلب کیئے گئے اور بادشاہانہ سفارت سے اُن کی بہت کچھ داد و دہش کی گئی اہل یونان و شام و ایران قدیم کی عمدہ عمدہ کتابیں عربی میں ترجمہ ہو کر مشہور اور شایع ہوئیں خلیفہ مامون نے [جس نے ۸۱۳ سے ۸۳۴ تک سلطنت کی] سلطان روم کو سارے پارہ من سوتا اور ہمیشہ کی صلح اس شرط پر منظور کی کہ لیر فیلسوف کو اجازت دی جاوے کہ چند موصے کے لیئے وہ یہاں آکر مامون کو فلسفہ و حکمت سکھلا جاوے فلسفہ حاصل کرنے کے لیئے ایسے زر خلیفہ صرف کرنے کی بہت کم مثال ملیگی۔ اسی مامون کے زمانہ میں بغداد پھر بھارا اور کوئی میں بڑے بڑے مدرسوں کی بنا پڑی اور اسکندریہ بغداد اور قاہرہ میں عظیم الشان کتب خانے بنائے گئے۔ اسپین میں مدرسہ اعظم مقام قرطبہ کا بغداد کی علمی شہرت کی ہمہری کرتا تھا۔ اور مصر میں مدرسہ صلیب جہاں دیکھو وہاں مسلمان ہی علوم کے حافظ اور سکھانے والے نظر آتے تھے۔ فرانسی اور اور ممالک فرانسیسی

ہی [؟] — علم طب میں بڑے نامی مشہور ہرگز اہل زور
 الکیمی — اہی سینا + جس نے قانون لکھا اور ایک عرصہ تک اس
 فن میں بڑی ایک کتاب درس میں دہی — ملی بین عباس — احسان
 بین سلیمان — ابو القاسم — اور زور + جس نے طب کی تکمیل کی
 اور ملی ابن عباسی وغیرہم *

”ریاضی میں اہل عرب نے بڑی ترقی کی اور ایجنیور المکابا کو
وصف دی بغداد اور طریقہ کے مدرسوں اور رصدگاہوں میں علم ہیئت
کمال ہرق سے پڑھا جاتا تھا الحسن نے علم مظاہر و مرايا میں تصنیف
کی اور نصیر الدین طوسی نے اصول اقلیدس کا ترجمہ کیا جبر ابن
مقلہ نے ہطایوس کے علم متکلف پر شرح لکھی اور نظام ہطایوس کی
کتاب مجسماتی کو ’اهازی [?] اور سو جیوس نے سنہ ۸۱۴ میں عربی
میں ترجمہ کیا — اور دسویں صدی ع میں الیاقن نے زمین کے دائرہ
عظیمہ کے ارتفاع پر نظر کی اور محمد بن جبر الیاتی نے رفتار
فوس کی دریافت کی — الطیراجا جبرس نے ٹواریخ کے بیان میں کتاب
لکھی اور ابوالحسن علی نے آلات علم ہیئت میں تصنیف کی “ اکتے

۴۵ - اسلام کی علمی فیض بخشی دور و دراز ملکوں میں بھی ہوئی اور ممالک فرنگستان کے دھن دھن والے بھی مسلمانوں کی ترقی عام سے ہو رہی ہے۔

وجہ سے عربی زبان اور عرب کے اخلاق و عادات کے علم سے بہت بڑا فائدہ
دینی ہے ہر ایک مہد متیق کی کتابیں جس کی زبان عبرانی مذہب سے
متروک استعمال ہی بہت سے مقامات پر عربی کی استعان سے صاف
صاف سمجھ میں آئی شروع ہوئیں — لیکن مہد متیق میں بہت سے
ایسے محاورات صرف ہوئے ہیں اور ایسے عادات کا بیان ہی جو

† قانون فی الطب میراثی زبان میں ۱۱۷۱ء میں ترجمہ ہوا — اردو
 الطائینی زبان کا ترجمہ سنہ ۱۵۹۵ء میں چھاپا اور اردو فلسفہ کے رسائل
 الطائینی زبان میں ترجمہ ہو کر سنہ ۱۳۹۰ء، ۱۵۲۳ء و ۱۵۶۳ء میں شہر
 میں چھاپے گئے — اور قانون کا عربی متن سنہ ۱۵۹۳ء میں
 روما میں چھاپا گیا —

† یعنی ابن رشد جن کا پورا نام ابو الولید محمد بن احمد
بن محمد ابن رشد ہی ولادت سنہ ۱۱۴۹ ع مقام قرطبہ اور وفات
۱۱۹۸ یا ۱۲۰۶ ع میں — اپنی رشد کی تصانیف سے ترجمہ حکمت
ارسطاطالیس اور شرح ارسطاطالیس اور غاب میں کلیات مشہور ہیں اور
اکثر لائق میں ترجمہ ہرشی اور جرمن میں اصل بھی چھپی ہے

چینی فلسفہ کو حیثیات کا خاہم سمجھا جاتا تھا عربوں نے ارسطاطالوس کی تصنیفات کو بہت پڑھا اور اسپین میں اُس کی بڑی شہرت ہوئی اور بالآخر تمام یونگستان میں عربی زبان سے لاطینی میں ترجمہ کے ذریعہ سے اس کی اشاعت ہوئی گو عرب کو خود ہی عہد عباسیہ میں ترجمہ کے وسیلے سے حاصل ہوا تھا — متعلق اور علم مابعد الطبیۃ پر زیادہ تر ترجمہ ہوئی — اور مسلمانوں میں مشاہیر اہل فلسفہ یہ کہہ کر ہوئے ہیں الکندی بصری جو نویں صدی عیسوی میں تھا الفارابی جس نے ۹۵۲ء میں اصل [؟] میں کتاب لکھی ابن سینا [مات ۴۰۶] جس نے متعلق اور علم مابعد الطبیۃ اور طب کو جمع کیا اور عام کھدیا و تشخیص امراض اور شناخت اہوریت نباتی میں بڑی ترقی کی — ابن یحییٰ جس کی تحقیق کی بڑی شہرت ہوئی — الفارابی [مات ۱۱۱] جس نے کتاب تہافت الفلاسفہ تصنیف کی — ابوبکر ابن طفیل (مات ۱۱۹۰) جس نے اپنے قصہ حی ابن یقذان [مطبوعہ پونکر مقام اسکفرۃ سنہ ۱۱۷۱] میں انسانوں کا حیرانوں سے ظہور میں آنے کا مسئلہ بیان کیا اور اس کا شاگرد ابن رشد جو ارسطاطالوس کے مفسر ہوئے میں بڑا مشہور اور گواہی قدر تھا — ابن لوہی کا اور ان کے مسلک کا بیان شوہنکدرس اور رتو کی کتابوں میں مفصل ملے گا *

” بہت سے ان عرب فیلسفوں میں طایب بھی تھے ان کے علم خواص ادریہ میں سہارت کامل حاصل کرنے کو ہنپولٹ نے معلومات جغرافیہ سے منسوب کیا ہی * * * * *

* * * * * علم طب اس حیثیت سے کہ وہ ایک علم ہی عرب ہی کی ایجاد ہی چنانکہ نہایت قدیم اور وسیع مآخذ یعنی ہندی طایب شروع ہی سے مل گئے تھے — معجزوں بنانے کی کیمیائی ترکیب عربوں نے ہی ایجاد کی اور دواؤں کے مرکب کرنے اور نسخہ لکھنے کی ایجاد بھی انہیں سے ہوئی — اور مدرسہ سلرنو کے ذریعہ سے یہ علم فرنگستان چترائی میں پھیل گیا [دیکھو رسالہ کوس موس مصنفہ ہنپولٹ جلد ۲ ص ۵۸۱ ترجمہ پوهن] درازاسازی اور قوابادین کی وجہ سے علم ثواقات اور کیمیا کی حاجت پڑی — اور قریں سو برس تک یعنی ۸ صدی ع تک نشر سے ان علوم کی تحصیل ہوتی رہی — اور چندبار بغداد اصفاہان نیز زآباد بلخ کوئہ بصرہ اسکندریہ قرطبہ وغیرہ میں فلسفہ اور طب کے مدرے جاری ہوگئے — اور طبابت کے ہر ایک صیفہ میں ہجرت علم تشریح کے بڑی ترقي ہوئی — اس کے استقامت کی وجہ سے کہ قرآن میں احكام کی تشریح منع کی گئی

جن سے ایسی مسرت حاصل ہوتی ہی بہت کم ترجمہ ہوتی ہیں — اور فی الحال ہر کسی ہی تفصیلات ایشیا کے علوم و فنون پر حاصل ہو مگر جہاں سے ہم نے اپنے مبادی علوم کو حاصل کیا تھا اُس کا دروازہ کرتا ہے سرد نہرگا — اس نسبت میں ہم کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ ایشیا کی زمیں فرنگستان کی پڑی بہن اور معلمہ ہی — اور اگرچہ وحشیوں کے ایک گروہ نے اُس کے ملک غریب و شمالیہ سے سیلاب کی مانند پھیل کر کے اُس کی روشنی کو بچھا دیا مگر تو بھی ہم لوگ فرناطہ قوطیہ اور سیرالی کی مسلمان سلطنتوں کے مہموروں احسان ہیں جنہوں نے پھر علم کی روشنی ظلم کی کیونکہ یورپ نے بہت سے وہ علوم و فنون جو اب اُس نے بڑے اعلیٰ درجہ پر پہنچائے ہیں ابتدا میں وہیں سے حاصل کیئے تھے — ریاضی اور طب کی ایشیائی تصنیفوں سے اب شاید کچھ علم نہ حاصل ہو مگر جب کہ یونانیوں سے علم جاتا رہا تھا تو خلفاء کے عہد میں ان علوم کی ترقی کا نشان پانا علم کے شایق کو بے سزاقت نہ معلوم ہوگا کیونکہ یونان کی مشہور کتابیں خلفاء بغداد نے عربی میں ترجمہ کرائیں تھیں تو کچھ عہد قبل کے یونانیوں کی بعضی مفید کتابیں اب عربی لباس میں پائی جا رہی ہیں الخ *

۲۶ یہ کیفیت ترقی کی مسلمانوں کی چند صدیوں تک رہی مگر فقہ کی نفرت اور فقہ میں بے حد توغلب ہونے سے وہ ترقی رک گئی اور زوال شروع ہو گیا — اور اب اس اخیر زمانہ میں جہل اور اُس کی وجہ سے نکبت اور ظلمت مسلمانوں کے نصیب حال ہو رہی جس طرح پورے متقدمین مسلمانوں نے

All this culture of early ages of Moha-medanism presents a strong contrast to the ignorance which now prevails among them.

حکمت قدیم اور فلسفہ یونان کی تحصیل و تحقیق میں جودت اور نہایت دھلائی اور اپنے اصول عقاید سے اُس کی تطبیق یا تردید کرنے میں نامروری حاصل کی اسی طرح واجب اور لازم تھا کہ متاخرین اہل اسلام بھی حکمت جدید اور فلسفہ مجددہ کو حاصل کر کے اپنی تفصیلات اور اسلام کی حقیقت تمام دنیا پر ظاہر کرتے کیونکہ ان دنوں علوم جدیدہ کی تحصیل بہت آسان ہے اور نیز حکمت جدیدہ مذہب اسلام کی مؤید اور مصدق ہے اور فلسفہ ترنگ میں وہ فتنے

اہل یورپ نہیں سمجھتے تھے مگر عرب میں اُن کا استعمال اور رواج تھا — مگر انوس کے یہاں کے مسلمان باوجود شدت احتجاج زبان میری یا یونانی نہیں سیکھتے اور بڑے بڑے افضال انصاف یہ نہیں جانتے کہ فارسیہ کس زبان کا لفظ ہے — میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے زمانہ کے اکثر علماء دین اور نیز مفسرین سابقین چہارم قرآن کے مضمون کو اس وجہ سے اچھی طرح نہیں سمجھ سکے کہ اُن کو یہودی کی زبان اور رسوم و عادات مذہب و خیالات طریق معاشرت اور اُن کی کتب دینی پر اطلاع نہیں †

ہندی رئیس نے ہندو آف فلسفی میں لکھا ہے کہ —

”مسلمانوں کی وجہ سے یورپ میں علم اور فلسفہ پہنچا اس امر خاص میں یورپ اُن کا مہمور احسان ہے اور اُس سے بڑا احسان عرب کا یورپ پر یہ ہے کہ اُن لوگوں نے علم ہندسہ اور ہیئت اور طب اور کیمیا میں بڑی کوشش کی اور انہیں کی بددعا — انیس سے نوائس ہو کر فرنگستان میں علم پھیلا“ ‡

اور ٹینٹل ٹرانسلیشن کمیٹی کی ارگ تجریز میں اس امر کا اعتراف ہے کہ شاید عربوں اور فارسیوں سے زیادہ کسی قوم میں علم تاریخ و تذکرہ و فن ہدیج کے تذکرہ جمع نہیں ہیں — اُن کی تاریخوں اور تذکروں کی کتابیں جن میں اُن کے ارد گرد کے ملکوں کے حالات لکھے ہیں وہی کتابیں اصلی ماخذ ہیں اُن ملکوں کی تاریخ اور نامی اہم قص کے تذکرہ کی — اُن کی تاریخیں جنگ مقدس کے یہاں کی جن میں صحیح صحیح حالات لکھے ہوئے ہیں اُن کے پڑھنے میں ہر ایک پڑھنے والے کا دل لگتا اور اہل تاریخ کو اُن سے بڑی مدد ملے گی — نئی ادب اور عصری قصص و حکایات میں تو کوئی اُن سے بڑھ کر نہیں ہوا اور جو کچھ ایسی کتابیں فرنگی زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہیں اُن کے پڑھنے سے انوس آتا ہے کہ ایسی کتابیں

† وارکمر مع البراکمین [قر ۵۰] کی تفسیر میں مفسرین متعیر ہیں اور بعضی بڑے متعیر لکھتے ہیں ”لان الیہود لارکوع فی صواتہم“ اور ایسا ہی تفسیر بیضاوی — معالم — کمالین وغیرہ میں ہے —

۴۷ یہ مختصر تحریر اسلام کی دنیوی نعمتوں کے بیان میں جیسی کہ مفصل اور متین چاہیئے تھی نہیں ہو سکی اور بہت سے مصنفان ملی و مدنی اور اخلاق اور معاشرت کی عربی زبان جو اسلام کی وجہ سے مسلمانوں میں پھیلے ہوئے ہیں وہ اچھی طرح سے تحریر نہیں آسکتے اور جو نائیدہ غیر قوموں اور دور و دراز کے ملکوں کو اسلام کے نور سے حاصل ہوئے اُن کا بھی استفادہ اس تحریر میں نہیں ہو سکتا کیونکہ ان سب مضامین کے لیئے ایک ضخیم کتاب اور اُس کے لیئے بہت بڑا سامان چاہیئے اور نیز حواصیل اور جملوں کے بیچ میں آ پڑنے سے سلسلہ کلام اور تقریر کے نظام میں خلل پڑ جاتا ہے مگر تاہم جس قدر اسلام کی خوبیاں اور اُس کے اثر میں بدیہی نکلیں گے ہمتی بیان کیئے ہیں اُن سے ثابت اور ظاہر ہے کہ جماعت اور قوم کے تمدن اور اخلاق پر اور نیز شخصی تہذیب اور تزکیہ میں اسلام کی جو تاثیر ہوئی اور جو اصلاح اُس کی مد نظر رہی وہ اُس کے منجانب اللہ ہونے کی مضبوط دلیل ہے — اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ کسی فیلسوف کی حکمت یا کسی مقرر کی جہرٹی باتیں ایسی الہی تاثیر اور عام اصلاح نہیں پیدا کرسکتیں *

اسرِ تقدیر کو میں اس شہادت پر غم کرتا ہوں جو افضل الامام دیوبندہ راقیل صاحب نے قرآن کے حق میں لکھی ہے — جو چاہے کہ وہ اس پر تصدیق غرضی و غلامی وغیرہ کے بغیر صحیح الزامات لگاتے ہیں مگر اُس کے کرماتہ اخلاق اور حکمت پابانہ کو تسلیم کرتے ہیں اور بالآخر لکھتے ہیں کہ ”مرب کے سیدھے سادھے پیغمبران چوائے والے خانہ بدوش ہندو اور ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو — وہ اور مملکتوں کے باطنی مہمان اور غیوروں کے بنائے والے اور [جتنے کتب خانہ انہوں نے غراب کیئے + تھے اُن سے

+ معلوم نہیں مصنف نے کس حادثہ پر اشارہ کیا ہے — لوگوں کے ذہن اُسی طرف جڑ گئے کہ اسکندریہ کے کتب خانہ کی ویرانی جو چھ بیابانوں کے ہاتھ سے چلیا، ذہنی کے حکم سے چوٹی سے مگر

جورسلفہ بھٹیہ کیا سیدہ میں تھیں نہیں ہیں اور فلسفہ شہودیہ جس کی بنا مہار و شہرہ پر ہے بہت مفید اور کار آمد ہے —

اس زمانہ میں بعض دور اندیش دردمند اور مستعد مسلمانوں نے اردو کے علوم جدیدہ کا اقتساب اور Modern writers have attempted to imitate European forms of thoughts and sentiments, علوم اسلامی سے اُس کی تطبیق دینی چاہی ہے اور ملز معاشرت اور شائستگی و عادات و ملز تحریر اور عارف تعلیم میں

پورے کا تتبع اختیار کیا ہے چنانچہ میکانک صانع شامی جن کی کتاب ہزبان عربی و فرانسیسی پاریس [۱۸۰۵ ع] میں چھپی اور ہیخ رفاعة الکاھری جنکی متعدد تصنیفات نئی ملز پر قاہرہ اور پاریس میں مطبع ہوئیں اور اُس میں ایک کتاب تلخیص الابرز فی تلخیص الہاریز ہے جس میں فرانس کے سیر و سفر کا حال لکھا ہے — اور سیفانندی پورٹی جس نے قبی سامی کے چھاپے ہوئے مقامات ہندی [سنہ ۱۸۳۸ ع] پر مستقائد نظر کی اور جنرل خیر الدین احمد وزیر مملکت گونس (توسیس) جن کی کتاب اقزم المسالک فی احوال الہمالک کا اردو ترجمہ بھی یہاں مشہور ہونے والا ہے — اور شیخ احمد انندی جن کی کتاب کشف المہجبا عن نثر اور بیا جس کی ثواب لفظت گروہ بہادر ممالک مغربی و شمالی نے کتب درسیہ میں داخل کرنے کی تجویز کی ہے — اور مولوی کرامت علی صاحب جوہری پتولی امام بازارہ مجتبیہ ہوگلی صاحب رسالہ ماخذ علوم معہ ضمیمہ عمدہ مصنفین ہیں — اور مولوی مہدی علی صاحب کی نوزائے اور چرمندہ تقریریں اور حکیمانہ تحریریں مسلمانوں کی درد انگیز حالت پر تھانہ صریحہ پر تاثیر ہوتی ہیں — خصوصاً جناب مولوی سید احمد خاں بہار کی کوششیں جو مختلف ملز سے ہائیم شای سیدانوں کی خراب حالت اور شکست و فلاکت کی اصلاح اور درستی اور علوم جدیدہ کی اشاعت اور حمایت اسلام میں بڑے کار آمدی ہیں انہوں نے اکثر مخالف اور موافق کے پڑھنے بلکہ مردہ دلوں میں تھریک پیدا کر دی — اور ہندوؤں کے تنگ و تاریک خیالات کو حقیقی نور کی آبیاری سے ترو و تازہ کرنے کا سامان ہے — اور بالتفصیل مدرستہ الامامیہ لکھنؤ کی بنیاد ہمارے دین اور دنیا کی آریاں اور آسائش کا سرچشمہ ہے *

زیادہ (کتب خانوں کے جمع کرنے والے ہو گئے — اور قسطنطنیہ — بغداد — قسطنطنیہ اور دلی کے شہروں کو وہ قوت ہوئی کہ عیسائی یورپ کو کچکا دیا — اور قرآن کی قدر ہمیشہ اُن تبدیلیوں کے اندازہ سے ہوئی چاہیے جو اُس نے اپنے (طوعاً یا کرہاً) ماننے والوں کے عادات اور اعتقادات میں داخل کیں — بس پرستی کے مٹانے — جہاز اور مادیات کے شرک کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے — اطفال کشی کی رسم کو نپسٹ و فابود کرنے — یہاں سے توہمات کو دور کرنے اور ازواج کی تعداد کو گھٹا کر اُس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن بے شک عربوں کے لیئے ہرگز اور قدرم حق تھا گو عیسائی مذاق پر وحی ثبوت — اور جبکہ ہر ایک عیسائی کو باضرور اس امر پر اندسوس

اعل یورپ میں اب تو یہ عالم رہا ہے کہ یہ نصف دروغ متعصب اور بے بنیاد ہی — چیمپرس کے انشاکار پیتیا جلد ایک میں اسکندریہ کے کتب خانہ کے بیان میں لکھا ہے کہ — متعصب عیسائیوں کے ایک گروہ نے — بدکردگی ایک شہب تھیوفانیس حملہ کر کے سنہ ۳۶۱ ع میں جو پطرسراپیس کے ہتھکانہ کو ڈھادیر اور غالباً رہاں کے علمی خزانہ یعنی کتب خانہ کو بھی برباد کیا — اور یہ اُس وقت میں ہوا کہ کتب خانہ کی تباہی شروع ہوئی تھی کہ سنہ ۶۳۲ ع میں عرب کے ہاتھوں سے خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں — وہ قصہ جس میں یہ ہے کہ عربوں کو یہاں سے کتابیں جو چھ مہینے تک حمام گرم کرنے کے لیئے کافی ہوں وہاں ملگئیں تھیں — سقزہ کے طور پر مبالغہ بیان کیا گیا ہے — مورخ اُروسیوس جس نے اس مقام کو بعد ازاں کہ عیسائیوں نے اسے خراب کر ڈالا تھا ملاحظہ کیا لکھتا ہے کہ اُس نے اُس وقت کتب خانہ کی صرف حالیہ امانتیں دیکھیں *

مسلمانوں میں تاریخی واقعات میں تسامع اور مساہات بہت ہوئی ہیں اس وجہ سے بے تکیہ اڑاتے ہیں شاید اس قصہ کی ابتدا

ہوگا کہ مسلمان قسطنطنیوں نے بہت سے یہ وہ پہلے مکتوبی کلیہ ڈھانڈیئے مگر اُسی وقت اس بات کو نہ بھولنا چاہیئے کہ یورپ نے منطقی تلافی کا علم — طبابت اور فن معارف عربوں ہی سے حاصل کیا — اور مسلمانوں نے میس و مشرت کے بہت سے سامان اور مفید چیزوں کو ایک ملک سے دوسرے ملک کو ایچانے میں مشرق اور مغرب کے قلابہ ملا دیئے —

(دیباچہ ترجمہ قرآن ص ۲۴ مطبوعہ سنہ ۱۸۶۱ ع)

واقہ —

درج علی

لکھاؤ : ۸ ذیقعد سنہ ۱۲۹۰ ہجری

مبداللطیف (۱۱۶۲ — ۱۲۳۱) صاحب تاریخ مصر سے ہوئی ہو اس کے بعد ابوالفرجیوس (۱۲۶۶ — ۱۲۸۲) عیسائی مورخ ارمینی اسقف کے ذریعہ سے بھی شہرت ہوئی اور احمدالمقرنی القاعری [۱۲۶۰ — ۱۳۳۲] اور ابن خلدون وغیرہ مورخوں نے مقلدانہ نقل کیا — مگر یزطیکیرس مصری بطریق اسکندریہ (۸۷۶ — ۹۳۰ ع) اور جارج الاسین مصری مورخ [۱۲۲۳ — ۱۲۷۳ ع] ان دونوں عیسائی قدیم و جدید مورخوں نے اور شاہ اسمعیل ابوالفدا (۱۲۷۳ — ۱۳۳۱) مسلمان مورخ اور نیز اوروں نے اس امر کا ذکر نہیں کیا — اور ارقارہ کین [۱۷۳۷ — ۱۷۹۳] اور اسکندر ہمدولت جرمنی نے بڑی قوت سے اس کا انکار کیا ہے [دیکھو تاریخ رومیہ جلد ۶ صفحہ ۳۳۶ مطبوعہ سنہ ۱۸۶۲ ع] [اور جلد ۲ کتاب کاس موس ص ۵۸۲ سنہ ۱۸۶۳ ع] *

مجھے ایک حیرت ہے کہ جب کہ کتب خانہ اسکندریہ ۶۳۲ میں جل گیا تھا تو نسخہ قدس اسکندریہ جو قبول ہجرت کا لکھا ہوا کہلاتا ہے کیونکر بچ رہا ہوگا ! — چ غ *

بمقام علیحدہ — مصلح علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[جلد پنجم] یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی [نمبر ۳]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجتا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور توثیق کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جائے کیونکہ یہہ پرچہ علیحدہ میں چھپ کر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہہ ہے کہ مسلمانوں کی جس معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو فطرت اہرام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جائیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف مبالغ

تہذیب الاخلاق

جستدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * جن دوستوں نے شریک ہو کر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح ہر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تیس بار جیسا کہ مقتضائے مضامین ہوگا چھپا کرینا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ اعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہےگا اُس کو ہی پرچہ چار آٹھ مہینہ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۷۷

حب ایمانی

اور

حب انسانی

کسی شخص کا قول ہی کہ محبت کسی حیثیت سے ہر ایک ایسی چیز ہے کہ محبت کی دوستی دل میں بٹھا دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ کانروں سے دوستی و محبت کسی وجہ سے کیوں نہ ہو ممنوع ہی پس سید احمد خاں جو یہ بات کہتے ہیں کہ مذہب اسلام کی رو سے کانروں سے صرف وہی دوستی ممنوع ہے جو من حیث الدین ہو اور اسکے سوا کسی کی دوستی اور سچی محبت جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے ہرگز ہوتی ہے کانروں سے کرنی شروع ممنوع نہیں تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ دوستی و محبت میں ان دونوں حیثیتوں کی تمیز ہم کیونکر کر سکتے ہیں *

مگر ایسا کہنا اور ایک پدیدہ امر میں تمیز نہ کرنا کافی طرز پر غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ ان دونوں حیثیتوں سے جو محبت اور دوستی انسانوں میں ہوتی ہے وہ ایسی پدیدہ ہے کہ ہر شخص اعلیٰ و ادنیٰ عالم و جاہل اس میں تمیز کرتا ہے *

فرض کر کہ کوئی شخص کسی سے محبت رکھتا ہے ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ تم اس سے کیوں محبت رکھتے ہو وہ اس کا جواب دیتا ہے کہ وہ میرا بڑا مہسن ہے اس نے بڑے مشکل و مشکل وقتوں میں مجھے احسان کیا ہے میں تنگی کے وقت روپیہ سے مدد کی ہے یہاں کی حالت میں میری تیمار داری کی ہے دوا دارو علاج معالجہ میں بڑی کوشش کی ہے۔

یا وہ اس کا بڑا جواب دیتا ہے کہ ہم اور وہ مدت تک ساتھ رہے ہیں دن رات آپس میں اُٹھنا بیٹھنا کھانا پینا ساتھ رہا ہے روز روز کی ملاقات بات چیت ہنسی مذاق دل لگی مزاح کی باہمی موانعت کے سبب آپس میں دوستی و محبت ہو گئی ہے۔

یا وہ یہ کہتا ہے کہ جس دن کا مجھے شوق ہے اس دن کا اس کو بدمعہ غایت کمال ہے اس فن کے کمال کے سبب جس کا مجھے شوق ہے اس شخص سے دلی محبت اور جانی دوستی ہو گئی ہے۔

یا اس کا سبب وہ یہ بتاتا ہے کہ وہ شخص نہایت خوبصورت ہے اس کے حسن و جمال نے میرے دل میں اس کی محبت بلکہ اس کا عشق پیدا کر دیا ہے *

پھر ہم اس سے دوسرا سوال کرتے ہیں اور کسی بزرگ کا بزرگان دین میں سے نام لیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تم ان بزرگ سے بھی محبت رکھتے ہو وہ ضرور جواب دیتا ہے کہ ہاں کیوں نہیں *

تب ہم اس سے کہتے ہیں کہ وہ بزرگ تو تم سے کئی سو برس پہلے گذر چکے ہیں انہوں نے کوئی تمہارا تمہارا احسان نہیں کیا کسی مشکل کے وقت میں تمہارے کام نہیں آئے کبھی تنگی کے وقت میں تمکو کچھ نہیں دیا کبھی تمہاری تیمار داری نہیں کی کبھی تمہاری دوا درمن علاج معالجہ میں کوشش نہیں کی کبھی وہ اور تم ساتھ نہیں رہے نہ کبھی ساتھ آئے بیٹھے نہ کبھی آپس میں ملاقات بات چیت ہوئی نہ کبھی ہنسی مذاق ہوا نہ باہم مزاحیہ موانعت ہوئی جس فن کا تمکو شوق ہے وہ اس کا نام بھی نہیں جانتے تھے نہ تمہارے اُن کو دیکھا کہ اُن کے حسن و جمال نے تمکو ترقیت کر لیا ہو پھر کیوں تم اُن سے محبت رکھتے ہو *

اس سوال کا وہ نہایت ناراض ہو کر اور لال مرقعہ کر کے غصہ بھری آواز سے جواب دیتا ہے کہ میں وہ بزرگان دین تھے خدا کے ہاں اُن کا بڑا درجہ ہے وہ دینداری میں یگانہ وقت تھے خدا پرستی اور زہد و تقویٰ و عبادت میں یگانہ تھے ایمان کامل اُن کو نصیب تھا دین میں سب کے سردار تھے اس لئے اُن سے محبت رکھتے ہیں *

اب میں بتاتا ہوں کہ یہی پچھلی محبت، محبت من حیث الدین ہی جس کو میں حب ایمانی کہتا ہوں اور یہی محبت فیہ مذہب سے رکھنی شاماً ممنوع اور حرام بلکہ کفر ہے اور پہلی محبت جس کو میں حب انسانی کہتا ہوں شروعاً ممنوع نہیں اور دونوں قسم کی محبت میں بالبدھافت تفرقہ و تمیز ضرور ہے کہ ایک قسم کی محبت اُن اسباب ظاہری کی باعث تھی جو پرمقتضائے فطرت انسانی ایک کو دوسرے کے ساتھ پیڑا ہو جاتے ہیں اور دوسری قسم کی محبت باوجود معدوم ہونے اُن تمام اسباب ظاہری کے صرف من حیث الدین تھی اب کون شخص ہو جو ان دونوں قسموں کی محبت میں تمیز نہیں کر سکتا *

پس جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ غیر مذہب والوں سے سچی دوستی اور دلی محبت کرنا ممنوع ہے یہ اُن کی محض غلطی ہے جو چیز کہ خدا تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں بنائی ہے وہ بوجہ اور بالکل سچ ہے ہر کو تمام دوستوں سے گر وہ کسی مذہب کے ہو سچی دوستی اور دلی محبت رکھنی اور بڑتی چاہئے مگر وہ تمام محبت اور دوستی حب انسانی کے درجہ پر ہو نہ حب ایمانی کے کیونکہ حب ایمانی بلا اتعاد مذہب بلکہ بلا اتعاد مشرب ہوئی غیر ممکن ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی ہدایت ہوگی ہمارے سچے مذہب اسلام نے کی ہے۔ رللہ درسی قال *

ما قصہ سکندر دارا نظرائدہ ایم

از ما پسر حکایت مہر و نا مہر

راز
سید احمد

دسمبر ۱۷۸

افسوس

مسلمانوں کے حال پر

گناہ و اغیار دہلی نے مسلمانیت کے اغیار سے کچھ حال
لیکھا۔ مقدس کے مسلمانوں کا لکھا ہی ہم بھی اُس کو اپنے اس پرچہ
میں نقل کرتے ہیں اس مراد ہے کہ ہمارے بھائی ہندوستان کے
مسلمان اُس پر غور کریں اور اپنی قوم کی بھلائی و بہتری و ترقی کی
کوشش کریں۔ دیکھو تمام دنیا کے مسلمانوں کا اور اُن کا بھی جو
خود مسلمان بادشاہ میں رہتے ہیں تمصب و جاہالت و گناہی اور
کم فہمی سے کیا حال ہو گیا ہے اور آئندہ کیا حال ہونے والا ہے
جس اب کون سی فکرت اور غواہی پاتی ہے جس کے آنے کی خوشی
میں بیٹھتے ہو۔ دیکھو خیردار ہو ہر خیردار جو راہ ہم نے
مدرسۃ العلوم قائم کرنے اور مسلمانوں کی تعلیم و ترویج کی سوچی ہے
وہی راہ اُن کی بھلائی کی ہے۔ دیکھو اُس کی امداد سے غافل نہ ہو
کوشش کرو اور دل و جان سے اُن کے لیئے چندہ جمع کرو۔ دیکھو
ہماری ناچیز کوششوں سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار سے زیادہ چندہ ہو گیا
ہے اگر اور لاکھ بھی دل سے کوشش کریں اور باہمی اتفاق اور اختلاف
کو نکال ڈالیں تو مسلمانوں کے حق میں زیادہ تو مفید ہوگا۔ کیا
تمصب کی بات ہے کہ جو کرکٹ یہ چندہ خیال کرے کہ اگر مجبوراً
مدرسۃ العلوم قائم نہ ہو تو سین احمد کو حفظ ہوگی سید احمد کو
حفظ ہو یا نہ ہو اس میں کچھ شک نہیں کہ ہندوستان کے تمام
مسلمانوں کو تو منہ دہانے کی جگہ نہیں دہنے کی اور یہ بھی
ہم اپنی عزیز قوم کو سمجھاتے دیتے ہیں کہ اگر یہ تہذیب کارگر نہ رہی
اور انجام کو نہ پہنچی تو یقیناً جان لیوا کہ ہو کر بھی مسلمانوں کی
بھلائی و بہتری کی توقع نہیں ہو سکتی پس یہ اغیار درا ہی خدا کو
مانوس کر دیتے اور اپنی قوم کے حق میں اپنے ہاتھوں کاٹتے مسافر
کو مسلمان مسافر میں بعض ہی یا مخالفت ہی تو ہم سے مدرسۃ العلوم
کو اُس سے کیا تعلق ہے گنہگار ہوں تو میں ہوں تقصیر راز ہوں تو
میں تمام مسلمانوں نے اور اُن کی اولاد نے اور خود تمہاری اولاد نے
تمہارا کیا قصور کیا ہے جو مدرسۃ العلوم کی مخالفت ہے یا اُس میں
بہت نقصان ہے اُن کے ساتھ دہشتی کرتے ہو *

اُس اغیار میں لکھا ہے کہ اس زمانہ سے پیشتر ہر قدس میں
ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان آباد تھے اور تین سو ساٹھ سے زیادہ مدرسے
تھے چنانچہ اب تک اُن کے نشان موجود ہیں اور بڑاں حال اس
مضمون کے قریب ہیں کہ سوائے خدا کے سب ہی کو تغیر و زوال ہی اور

اب اُس شہر میں تیس ہزار سے زیادہ باشندے نہیں ہیں جنہوں سے
اتھارہ ہزار یہودی اور پانچ ہزار مسلمان ایک ہزار کاتھک اور تیس ہزار
رومی اور مسکری اور ایک ہزار ارمینی و قبطی اور سریانی و حبشی اور
ایک ہزار انگریز پورٹنٹ اور الیمانی اور ایک ہزار اور مختلف قومیں
ہندی اور عیسوی ہیں *

اٹھو مکتب یہودی اور نصرانیوں کے ہیں اور مسلمانوں کے مکتب
کا پتا بھی نہیں ہاں ایک مکتب رحیمینہ خاص اُن کا ہے مگر ایسا
مکتب ہے کہ جس دن سے وہ مکتب کھلا ہے جسکے سات برس کا عرصہ
گزرنا ہے کبھی عالمیہ اُس میں ایسا نہیں نکلا جو مری لکھنا جانتا ہو
چند چاندیکہ ترکی یا فرانسیسی یا اور کوئی زبان بھی جانے اس واسطے
تمام سوداگر اور اہل حرفہ یہودی ہیں یا نصاریں ہیں لیکن کوئی لکھنے والے
اور لکھنے والے اور ترکاری والے اور مزہر مسلمان ہوں۔ فاعبورا یا
اولی الاپیاب *

پس ہم اپنے بھائی ہندوستان کے مسلمانوں سے اجنبی نہیں کرتے
ہیں کہ اس واقعہ سے نصیحت پکڑیں اور اپنے بھائی مسلمانوں کی
تعلیم و ترویج کے لیئے جو مدرسۃ العلوم قائم ہونا چاہیے ہوا ہے اُسکے
لیئے چندہ فراہم کرنے کی کوشش فرمائیں *

یہ حال جو لکھا گیا اُن مسلمانوں کا تھا جو خاص سلطان روم
کی مولداری کے رہتے تھے ہیں ہندوستان کے مسلمانوں کا حال بھی
ایسا ہی ہے یا ایسا ہی ہونے والا ہے میوز گزٹ میں پنجاب ریاست کے
ایک ملازم نے ایک واقعہ چھاپا تھا جسکی اس مقام پر مرقعہ تہذیب
لکھتے ہیں یعنی نقل کیجاتی ہے اُس واقعہ کا راقم لکھتا ہے کہ میں
پنجاب ریاست کے کارخانہ سے متعلق ہوں انڈیوں کو دو ملازمین کے ساتھ
کی ضرورت پڑی۔ کیا عرض کروں جس کثرت سے امیدوار آئے ہیں
یوں ہمارے ہاں تو روز بروز دوچار تانکے میں لگے رہتے ہیں لیکن
انڈیوں اس کثرت سے آئے جیسے مسلمان لوگ نہیں نیاز کی روٹیاں
تقسیم ہوتی ہوں اور وہاں اوروں قلعے گھرے پڑتے ہیں دو سو
آسی رہے بھی گئے مگر ابھی تک ایک اسی طرح چلے آتے ہیں
مجلس قلعہ دہلی کو دھک دیکر نکالایا جاتا ہے مگر بیبیوت دوسرے
روز ہر اُفقہو اُن موجود ہوتے ہیں۔ میں خوب غور سے
دیکھتا ہوں کہ مسلمان ہی بہت آتے ہیں اور ہندو بہت کم
سید اور خانہ دار ملے اور بعض لکھ پڑتے خاصہ صنایع ان تلبوں کی
تربوی کرنے کے لیئے میزے پاس آئے جو دو سو آدمی ملازم رہے گئے
ہیں اُنکا حال بھی سن لیجئے درگاہ مسلمان ہیں اور ایک ٹکٹ
ہندو کل ہمارے میں سید چوتھائی سے زیادہ ہونگے۔ سو قلعے کے کام
پر لکھے گئے اور بیس اوروں اور اسی مسکری کے کام پر۔ نو ہارنی

سو روپیہ سالانہ کی جاگہ وقتی قیمتیں تیس ہزار روپیہ کی بطور سرمایہ
مدرسہ مرحومہ فرمائی ہی اور نو تشکیل کے اخراجات جو پانچ ہزار
روپیہ سے کم تھیں اپنے ذمہ قبول فرمائے۔ ہیں اور اس عطیہ کی
میزانہ پچاس ہزار روپیہ کی ہوتی ہی *

گورنمنٹ اضلاع شمال و مغرب نے ایک نہایت عمدہ اور وسیع قطعہ
زمین تمدنی ہونے کو سو بیگھہ پھتہ کا واسطے تعمیر مکان مدرسہ
اور باغ متعلق مدرسہ کے مرحومہ فرمایا ہی *

کمٹی نے فی الفور باغ کی درستی کی تدبیریں شروع کی۔ ہیں اور نظر
اُن مقامات و امداد کے جو حضور سو ولیم میور صاحب بہادر ایل
ٹی کے سی ایس آئی ٹراپ لکھنؤ گورنر بہادر اضلاع شمال و مغرب نے
فرمائی ہی اُس باغ کا نام ”دی میور پارک“ رکھنا تجویز ہوا ہی *

اب ہم اپنے بھائی مسلمانوں سے عرض کرتے ہیں کہ جو لوگ
اس خیال سے ہمت ہارے ہوئے تھے کہ اتنا بڑا کام کیونکر انجام ہوگا
اُنکو غور کرنا چاہیئے کہ بہت کچھ اس کام میں ہوتا جاتا ہی اب
ہمت ہارنا نہیں چاہیئے اور مستعد ہو کر اس کام کے انجام میں
کوشش کرنی ضرور ہی ہمت مردان مدد خدا مشہور مقراء ہی ہمت
کو اور جس قدر بڑا کام اور جس قدر زیادہ مشکل ہو اُنہی ہی زیادہ
کوشش کر خدا سب مشکلوں کا آسان کرنے والا ہی —

مشکلے نہیں کہ آسان نشود

مرد باید کہ مراہا نشود

راقم

سید احمد

نمبر ۱۸۰

مباحثہ

نئی تہذیب اور پرانے خیالات کا

ایک درس ایک اپنے قدیم درس پاس آئے اور دیکھا کہ وہ قدیم
دوسرے سقندر نئی تہذیب میں ہیں کچھ دل میں آزردہ ہوئے اور کہا
کہ آج کل ہندوستان میں تہذیب کی بڑی دھوم دھام ہی کوئی کہتا
ہی کہ پتلون پہنا اور چھری کاٹنے سے کھانا میز کر سی پر بیٹھنا بہت
بڑی تہذیب ہی اور بہت لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب باتیں دین اسلام
کے برخلاف ہیں اپنے بزرگوں کے دستور پر جو چہرتا بہت پر بات ہی
پر فرمائیے تو کہ آپ کس رنگ میں ہیں *

جواب — آپ نے اخلاق قادی اور اخلاق جلالی ضرور ملاحظہ کی
ہوگی اُس زمانہ میں علم اسلام نے حکماء یونان کے اقوال کو نہایت
اچھا سمجھا تھا اور اُن کو اختیار کیا تھا اور جو کہ حکماء یونان کے

اور مستور میں مینے دیکھا تو بڑی تعظرافہ پانے والے فقط ہو
مسلمان نکلے ورنہ سب ہندو ہیں — اس سے یہ پایا گیا کہ مسلمان
لوگ سوائے ساگ پات پیچھنہ اور رزیل تو روزگار کرنے کے دستکاری کے
کاموں میں بھی اور اترام کے برابر تو جھہ نہیں کرتے ہیں میں شہر
میں دھتا ہوں ہر روز سیکڑوں آرائیں سنتا ہوں کہ بابا سید آل رسول
کو لہ ایک روٹی دو میں نے یہ حال آپ کی خدمت میں اسراہنے لکھ
پیچھا ہی کہ مسلمان لوگ اے دیکھ کر ذرا شرمائیں اور اپنی حالت
دوست کرنے اور اپنے نہیں مرنہ احوال پٹانے کے اسباب حاصل کرنے میں
ہمہ تن مصروف ہو جائیں کیا غضب ہی کہ آل رسول کھلائیں اور اپنے
آپ کو ایسا ذلیل بنائیں — رسول خدا کو کیا جواب دینگے اور اُس
شریف آل کو جو زونا کا مال اپنے اوپر حرام سمجھتے ہیں (گداپی تو
ایک طرف) کیا مرنے دکھائیے *

اب ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اس سے زیادہ
اور کیا بدبختی اور بدنامی ہوگی پس آپ کی مخالفت کو چھوڑ
اور اپنی نرم کی دستگیری پر یکدل ہو کر متوجہ ہو *

راقم

سید احمد

نمبر ۱۷۹

مدرسة العلوم مسلمانان

ایک ہمارے دوست نے ہم کو نصیحت کی کہ تم جو مدرستہ العلوم
کی کمیٹی کی روئدادیں تہذیب الاخلاق میں چھاپتے ہو اس سے لوگ
سمجھتے ہیں کہ تہذیب الاخلاق اور مدرستہ العلوم ایک چیز ہی آئندہ
سے منبجہا کر — اول تو ہم کو اس بات کے سننے سے متعجب ہوا
پھر ہم نے خیال کیا کہ شاید یوں ہی ہو اسلئے جواب دیا کہ بہت
خراب مگر شاید اُس کے حالات کی خبر لکھنا کچھ جرم نہ ہو *

مدرستہ العلوم کی حاکمہ مائیت الہی سے بہت اچھی ہی روز بروز
اُس کے چندہ کو ترقی ہوتی جاتی ہی انیسویں مارچ تک اُس کا
چندہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار آٹھ سو ستور روپیہ آٹھ لاکھ ہو چکا ہی
تہذیب نیک اور خدا پرست باشرع متقی عالم لوگوں نے بھی چندہ دیا
ہی اور کمیٹی کی صوبی بھی قبول کی ہی نہایت خوشی کی بات ہی
کہ ہمارے شیخہ بھائی بھی اس مدرسہ کا قائم ہوتا دل سے چاہتے
ہیں ہم کو جناب مجتہد العصر سید علی محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
سے اس معاملہ میں بہت کچھ امداد کی ترقع ہوئی ہی *

حضور عالی حاجی حرمین شریفین ثواب محمد کلب عالی خاں بہادر
والی رامپور نرنند دایندو دولت انکاشیہ کمیٹی مدرستہ العلوم کے پیشتر
نعمتی و بی و سرپرست ہرے ہیں اور پندرہ ہزار روپیہ نقد اور پارہ

دیکھو ہندوستان میں پھٹنے کی چیز بیڑھی تو کوسوں اور
کوڑوں اُس کی تہذیب میں چمڑے کی جامدائی تمام ہندوستان میں
مددہ چیز گنی جاتی تو اب چمڑے کے پکس اور انواع اقسام کے بوت
میٹکر اور بیگ اُس کی تہذیب میں کٹ کے صندوق سب استعمال کرتے
تھے اُس کی تہذیب خانوں دار الہادی میں جس میں سب چیز ملاحظہ
ملاحظہ احتیاط سے رہتی ہے *

ہندوستان میں قرعہ دار بندوق اور اخیر کو پتھر لے کر ہیر بچہ
تھے اب دیکھیے کہ اُس کی تہذیب ہرگز کیسی کسی مددہ بندوٹیوں اور
مضبوط و غریب عابثیہ ایجاد ہوئے ہیں آپ نے پینڈی کی طرف سے
بہرنے والی بندوٹیوں دیکھیں جن کا کارٹوس غرہ آتا جاتا ہے اور
چھوڑنے کے بعد غرہ گر پڑتا ہے اور بغیر تھک اور بٹاغہ لگائے چل
جاتا ہے *

آپ ہندوستانی گازی اور بیکہ و رتھ پر ضرور سوار ہوئے ہیں
جس میں بھیجا تک ہل جاتا ہے اُسکی تہذیب بکھی و چرت ہے اور
اسوقت ریل سب سے اعلیٰ اُنکی تہذیب کا درجہ ہے پس اُن نامہذب
چیزوں کا استعمال تہذیب ہی یا مذہب چھوڑنا *

حوالہ — بے شک اُن تہذیب یافتہ چیزوں کا استعمال تہذیب میں
داخل ہے اور روز بروز تمام قوموں میں اور مسلمانوں میں اُنکا استعمال
ہوتا جاتا ہے مگر پرت اور کوٹ پتلون پہننا اور میز کرسی پر چہری
کانٹے سے کھانا خاص انگریزوں کا دستور ہے مگر اُنکی تقلید کرنی
کیا ضرور ہے جناب پیغمبر خدا صلعم نے چہری کانٹے سے میز پر
بیٹھ کر نہیں کھایا مگر اس کے چار لوگ ایسا کرتے ہیں اُنکی تسبیح
علامہ من تشبیہ بقوم کی دلیل سے نفی کا نتیجہ دیتے ہیں *

جواب — آپ نے تو بہت سی باتیں گتہ گتہ کر دیں مگر سب کا
الگ الگ جواب دینے سے *

انگریز اس دلیل سے تو میز کرسی پر کانٹے چہری سے نہیں کھاتے
کہ حضرت عیسیٰ یا حارون بنی اسرائیل نے کھایا تو آپ کیوں دنیاوی
پوتاؤ کی باتوں میں جناب رسول خدا صلعم کا ذکر لاتے ہیں جو حالت
اور جو طریقت زندگی اور کثیر اوقات اور کھانے پینے کا جناب رسول خدا
صلعم کا تہاؤ دیکھا ہے جو کچھ چیزیں آپ کھاتے ہیں اور پھٹتے ہیں
اور تدری سے کھینچے ہوئے پٹنگ پر سوتے ہیں اور چار چار چھوڑا
تکبہ ادھر ادھر ہوتے ہیں اور دو دو تک تکبہ اُس پر مزید ہیں دس
واپس پان بازی ہوتی ہے دو گھنٹا بلاؤ نوش ہوتا ہے — کیسی جناب
رسول خدا صلعم نے بھی ایسا کیا ہے پس ایسی باتوں میں آنحضرت
صلعم کا نام مبارک لیتے ہوئے مگر حرم کرنی چاہیے ہمارا منہ اس
لاعن نہیں ہے — یہ سب امور دنیاوی ہیں عقل و حکمت سے ملاحظہ

اقوال اُن سے بھی مددہ ہیں اس کیلئے اس زمانہ کے مسلمانوں کو لازم
ہے کہ یورپ کے حکماء کے اقوال کی مروت کریں *

سوال — آپ نے تہذیب کے کیا معنی سمجھے ہیں *

جواب — وہی جو اخلاقی جلالی و اخلاق فاضلی میں لکھے ہیں
یعنی سیاست نفس سیاست منزل سیاست مدن مگر اتفاق ہے کہ
اُس زمانہ کے لوگوں نے لکھا ہے کیا کچھ تہذیب یورپ کی — فورس نے
اُن کیٹوں باتوں کو بدرجہ اعلیٰ پہنچا دیا *

سوال — کیا تہذیب انگریزی پرت اور کالا کرت ہی پھٹنے میں
ہے جس پر لوگ ہنستے ہیں اور ہرا کہتے ہیں *

جواب — ہنسنے تو ایک حماقت کی بات ہے مگر سمجھنا چاہیے
کہ ہر ایک چیز کی جدا جدا تہذیب ہے لباس اور روزمرہ کے مستورات
کی تہذیب بمثلہ الف بے کے ہے اگر یہ شروع نہ ہو تو سبق تہذیب کا
آگے چل نہیں سکتا *

میں جو یہ کہا کہ ہر ایک چیز کی جدا تہذیب ہے اس کی
لہجہ تمثیلی سنو ہندوستان میں پہلے سب آدمی مٹی کے چراغ میں
تیل ڈالکر طاق میں رکھتے تھے جس سے طاق چمکا اور دیوار کالی ہوتی
تھی ہزاروں پینٹے اُس میں چمک کر رہ جاتے تھے اُس میں تہذیب
ہوتی اور لکڑی کا دیوت بنایا گیا طاق کا چمکا ہوتا اور دیوار کا کالا
ہوتا تو موقوف ہوا مگر دیوت ایک ایسی بے قول چیز تھی جس پر
سیڑوں چیکت جم جاتا تھا ہزاروں جانور چمک چمک کر مرجاتے تھے
جبر، اُتھان، دوسری جگہ لیجاؤ تو ہاتھ کالا اور چمکا ہو جاتا تھا پھر
اُس میں بھی تہذیب رہتی کہ پینٹل کا دیوت بنایا اور تیل سوز آگیا
نام رکھا اُس میں بھی وہ سب نقص تو رہے مگر اتنا ہوا کہ اٹھویں
دسویں روز سلیقہ والے گھروں میں بھویل ڈالکر اور مانتھہ کر صاف کرایتے
تھے اب حکماء یورپ نے اُس کی اور زیادہ تہذیب کی امنی نکالا جسکا
تیل سب چھٹا ہوا ہے ایک نل کے گھٹنے سے پتی اوپر تلے چڑھ اُتر آتی
ہے پھر روشنی کی چیز میں ترقی کی کراہیں کا تیل نکالا جس میں
مطابق چمکائی نہیں پھر اُس سے بھی پرتہ کر گاس نکالی کہ وہ صرف ایک
ایسی صاف ہوا ہے جو نظر بھی آتی ہے مگر نہایت مددہ بغیر تیل بٹی
کے جلتی ہے اور اب ایک آؤر قسم کی روشنی نکلتی ہے جو ان سب سے
بڑھ کر ہے پس یہ تمام درجے جو میں نے بتائے چراغ کی تہذیب کے
تھے اگر ہمارے ملک کے لوگوں سے کہا جاتا کہ چراغ میں تہذیب کر
تو وہ اپنی نادانی سے ہنستے اور کہتے کہ چراغ میں کیا تہذیب رہی
تہذیب کی باتوں تو آؤر ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی لاحق ہیں جو
یہ بات کہتے ہیں کہ لباس نسجہ پوخاست میں کھاتے پینے میں کیا
تہذیب ہے تہذیب کی باتیں تو آؤر ہیں *

دی حنفی مذہب میں یہ کتاب نہایت معتبر ہے اور اسی پر حنفی مذہب کا مدار ہے اس کی جلد اول صفحہ ۸۷۵ میں یہ عبارت لکھی ہے کہ ”مشاہدہ ہونا اہل کتاب سے ہو چیز میں مکرور نہیں مثلاً کھانا اور پینا اور دوسری ضروریات مذہبی مسلمانوں اور اہل کتاب کی یکساں ہیں تو مشاہدات سے کچھ ہرج نہیں بلکہ پیرے ہاتھ میں مشاہدات مکرورہ ہے“ علامہ اس کے احادیث شریف میں بھی آیا ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلعم نے اور ملکوں کا لباس پہنا ہے یعنی جبہ شامیہ اور جلیہ رومیہ اور کسورانیہ اور قبائے نروج جسکا پیچھے سے دامن چاک تھا زیب تن مبارک فرمایا ہے اور انہی دلیلوں سے علامہ روم نے تئری دیا ہے ہندوستان کے ٹھہر ملا اگر قہصیب سے اپنی آنکھیں بند کرالیں تو اسکا کیا علاج ہے بعد اسکے کتاب فتوح المصو اور فتح الشام کھراں اُس میں لکھا تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ علاقائی لباس حاکم بدایک کا پہنے ہوئے تھے پھر کیمیاے سعادت نکالی اُس کے رکن سوم اصل ہم میں لکھا ہوا تھا کہ جناب سلطان الانبیا صلعم کے واسطے کفار جو کپڑا ہدیہ بھیجتے آپ اُسے پہنے ہوتے لیتے صحابہ کبار بھی جو کپڑا کفار کی لوٹ میں پاتے پتے تکلف میں لیتے * ایک صاحب حاضرین میں سے بول اُٹھے کہ جب ہندوستان کے بعد اگر متفق ہراجارینگے تب قدیم لباس چھوڑا جاوے گا ورنہ قدیم چھوڑنی لازم نہیں *

صاحب خانہ نے کہا کہ حضرت ہزار عاقل تو ایک بات پر متفق ہو جاتے ہیں مگر جاہل دو بھی ایک بات پر متفق نہیں ہوتے ہندوستان میں توجہات ماملہ یہاں ممکن نہیں کہ ایک بات پر گر وہ کسی ہی اچھی ہو چند شخص متفق ہو جائیں ایک زمانہ تھا کہ کھڑکی دار پگڑی اور گھیردار جامہ اور ٹیپتہ جوتے کا رواج تھا پھر ٹیپہ بھی پہننے لگے اور رنگ پرنک کے چدروے اور لپٹاؤں پتیاں باندھنے لگے پھر ڈولڑی ٹپڑی اور جوتے نکلیا انکھڑے اور فرارے دار پاجامہ شروع ہوا کسی کھیتی نے یہ لباس نہیں شروع کیا تھا کسی ایک شخص نے اُس کو جاری کیا دیکھا دیکھی سب کرنے لگے مگر جو لوگ جامہ اور ٹیپہ پہننے کے مادی تھے وہ ان لوگوں کو ہزاروں نام دیتے تھے اور برا بھلا کہتے تھے پھر چند روز کے بعد اُنہیں جامہ پہنانے وائیں نے اُس لباس کو پہنا اور اُن کی اولاد نے تو بالکل اُسی کو اختیار کرلیا اب اگر کوئی جامہ پہنکر نکلے تو لوگ قالباں بجاؤں پیچھے پڑ جائیں میرا لباس دیکھتے کہ اگرچہ ہندوستانی لباس ہے کسی قدر نرک ہے مگر انگریزی قطع کا بھی نہیں ہے صرف قدیمی لباس میں کسی قدر ترمیم کی ہے غفلت ایک قدیمی لباس ہے اُس کا مالک نصف نہ کی براہر رکھتا ہوں کلیاں چوبغلہ بدستور ہندوستانی قطع کا ہے انٹرن میں

دکھتے ہیں دین و مذہب سے اُنکو کچھ تعلق نہیں ہے ہم کب نہتے ہیں کہ تم انگریزوں کی تقلید کرو بلکہ دنیاری باتوں میں جو عقل کے نزدیک بہتر ہو اُس پر جاو *

آپ اور تمام ہندوستان کے لوگ انگریزوں کا پٹایا ہوا کپڑا پہنتے ہیں کیونکہ وہ نہایت عمدہ ہوتا ہے لباس سے ہر چیزیں متعلق ہیں ایک کپڑے کی عمدگی جس کا لباس پٹایا جارے دوسرے لباس کی قطع چاہی بات کہ تو آپ بولتے کرتے ہیں کہ انگریزی کپڑے سے بہتر کپڑا نہیں مگر انگریزی لباس کی جو قطع ہے اُس سے بہتر کوئی قطع بھی نہیں جس طرح کہ خدا تعالیٰ نے انسان کے بدن کو پٹایا ہے اسی طرح انگریزی لباس کی قطع ہی اور یہی سبب ہے کہ انگریزی لباس ہر مصر کے موافق اور بدن میں ٹھیک و چست ہوتا ہے برخلاف ہندوستانی لباس کے کہ ایک اُس کی قطع بھی اعضاء بدن کے موافق نہیں ہے پس اصطلح ہو لباس کی قطع کرنا بھی ایک صنعت ہے جس طرح کہ ہزاروں آدمی کپڑے کی صنعت کو پسند کرتے ہیں اسی طرح یہی سے آدمی قطع کی صنعت کو بھی پسند کرتے ہیں *

یہاں تک گفتگو ہوئی تھی کہ مصیب صاحب خانہ نے ایک کتاب اُٹھائی اور اہل کور دیکھایا کہ یہ تصویر سلطان عبدالعزیز خان محرم تصویر روم کی ہے اور یہ تصویر نکلس شہنشاہ روس کی ہے اب پتاؤ کہ ان دونوں کے لباس میں کیا فرق ہے — چند صفحہ اُنکو سلطان عبدالعزیز خان سلطان حال کی تصویر دکھائی یہ تصویر اُس وقت کی تھی جب وہ لندن گئے تھے پھر ایک ورق اُٹ کر اسماعیل پاشا خدیو مصر کی تصویر دکھائی پھر عبدالسلام پادشاہ مراکو کی تصویر دکھائی کہ سب انگریزی قطع کا لباس کٹ پتارن پہنے ہوئے ہیں اور کہا اب تمام مسلمانی ملکوں کے سرداروں اور امیروں نے بھی لباس اختیار کیا ہے کیا یہ سب کافر ہیں — ٹھہرنا اللہ *

ایک اُڑ صاحب جو وہاں بیٹھے ہوئے چیکے چیکے باتیں سن رہے تھے بول اُٹھے کہ صاحب جس حالت میں سلطان روم اور تمام مسلمان بادشاہ اور اُفقے امراء اور وزرا ایسا لباس پہنتے ہیں جہاں بڑے بڑے امام بھی موجود ہیں اور خود سلطان عادل کا مرقبہ مجتہد سے فائق ہے تو اب اس میں بھٹ کونسا + معنی فاصل ہے *

سوال — صاحب یہ سب سچ کر کیا تیجیئے ہندوستان کے ملا تو سن تشبیہ قیوم کا تئری دیکر کافر بنائے دیتے ہیں *

جواب — جناب یہ ملا نہیں ہیں بلکہ ٹھہر ملاں ہیں یہ توجہ در مشتار کا جسکو مولوی محمد احسن صاحب نے چھاپا ہے موجود

+ اس مباحثہ کے وقت سید احمد خاں نے کسی دوست کی روح وہاں حاضر تھی وہ بول اُٹھے کہ اسی لینے پر تقلید مسلمانان سید احمد خاں نے بھی یہ لباس اختیار کیا ہے — ۱۲ مہتمم

مردی کا ساز لگا ہوا ہی بعض میں پس ہوں اور بعض پلٹ ہار ہوں
ہوئوں طرف سینہ پر اور پشت پر ہر الجھت چڑی پلٹ ہی یہ خاص
توکوں کا ایجاد ہی اور کمز کی پٹی بھی تڑکوں کا دستور ہی اور
ہاجامہ معمولی وضع کا ہی پارک کپڑے سب نفوذ کرتے سود و گرم
ہوا کے انسان کے لیٹے مضر ہی اس لیٹے غف کپڑے کی پڑھا ک پٹاٹا
ہوں جازے میں پٹاٹ اور کھمبہ کا لباس پہنتا ہوں *

سوال — ہندوستان میں جو لباس مردج ہیں اُس میں کھا
پڑائی ہی اور اُس میں تبدیل اور تہذیب کی کیا ضرورت ہے *
جواب — آپ کو گاڑی اور راتھ کے بدلے چرت اور پگھی دکھنے
اور قیوت اور تلیک روز کے بدلے لمپ اور فانوس چلانے کی کیا ضرورت
ہی صرف اُن کی عمدگی کے سبب سے تبدیل کی گئی ہی پس لباس
کے تبدیل کرنے کی بھی یہی ضرورت ہی قہرلا لباس آدمی کو جس
نہیں دکھتا اور جازے میں دشمنی یا دھالانے میں لپٹ کر آدمی آدمی
نہیں دھتا بلکہ ایک گھٹری ہو جاتا ہی *

مہمان نے کہا کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اڑچھا لباس اور
جسٹ سب طرح سے اچھا ہوتا ہی ساری شکایاں میں بھی فائدہ دیتا
ہی مگر یہ تو فرما دیجئے کہ چھری کاٹنے سے کھانے کی کیا ضرورت ہی
بلکہ خلاف سنت ہی اور ہاتھ سے کھانا سنت ہی *

جواب — ہاتھ سے کھانا سنت مردک نہیں ہی جس کے ترک
میں گناہ ہو آپ ہزاروں کام سنت مردک کے خلاف کرتے ہیں اور
کچھ خیال بھی نہیں کرتے مگر ہاتھ سے کھانے کی سنت آپ کو یاد
ہی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چالیس چالیس روز
تک چھوڑا اور پانی کے سرا اور کچھ نہوتا تھا جو کے بغیر چھٹے آئے
کی روٹی اکثر نوش فرماتے تھے مگر آپ روز سورہ قورمہ اور پلاؤ اور
متنجن ہوجائی مؤقر فیربنی وغیرہ مغس سے مغس کھانے نوش فرماتے
ہیں کبھی مسنون کھانا کھانے کا خیال نہیں آتا مگر کھانے کے مسنون
طریقہ پر بھٹک رہی ہی اور وہی ٹھیک مثل آپ پر صادق آتی ہی
جو خامی اسلام سید احمد خاں نے کہی ہی کہ کھانے فرمونی اور طریقہ
مسنون ہی — ایک طرف دس انگریز اور ایک طرف دس مسلمان اور
ایک طرف دس ہندو کھانا کھانے کو بٹھا کر کہ اپنے اپنے طریق پر
کھائیں اور تمہارے دل میں جو باتیں سمائی ہوئی ہیں اُنکر تہوی
دیر کے واسطے مصلحت طاق میں رکھ کر اور مورخوں کی آنکھ سے
پلا تمسب دیکھو کہ تھوڑے تھوڑے میں سے کس کے طریقہ میں نقص
اور صفتی ہی میرے تین درجہ ایک انگریز کے یہاں مہمان ہوئے
ایک اُن میں سے سو گھنٹے ہوئے مولوی صاحب بھی تھے انگریز اپنی
چیز رکھ کر ہی یہ تھلے اُس کے سامنے فرش پر بیٹھ اور کھانا کھانا

سوال — انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا کیسا ہی *
جواب — انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا اور رسول کے حکم سے
جائز ہی قرآن شریف میں صاف حکم موجود ہی طعام الذین
ارتو الکتاب حل لکم اور خود جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسافہ زینب یہودیہ
کی دعوت کھائی جس نے کرشت میں زہر ملا یا تھا چنانچہ اُس زہر
کے اثر نے بھٹ سے تکلیف جناب رسالہ آپ کو دی آڑ بھی یہودیوں نے
دعوت کی ہی اور آنحضرت صلعم نے قبول فرمائی ہی اور جب کبھی
جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اپنے مدخلان میں حضرت
مہر رضی اللہ اہل کتاب یعنی یہودی یا نصاریٰ سے صلح کرتے تو شرایط
صاح میں یہ شرط بھی اُنسے قیڑل کراتے کہ جو کوئی مسلمان اُنکے یہاں
جائے اُسکی مہمانی اور دعوت کیا کریں حضرت ابو بکر صدیق کے عہد
خلافت میں جب حاطب بطور ایچی کے مقدس بادشاہ مصر کے پاس
گئے جو نصرانی تھا اور دسترخواں بچھایا گیا اور اُس پر سونے چاندی
کے برتنوں میں کھانا چھا گیا اور سب کھانے پر بیٹھے تو حضرت حاطب
سے کہا گیا کہ تم بھی کھانے میں شریک ہو آہوں نے انکار کیا تب بادشاہ
نے مسکرا کر کہا کہ میں جانتا ہوں جو تمہارے حال ہی اسلیئے سوائے
گوشہ پرندوں کے کوئی اور چیز حرام ہم تمکو نہ کھلاؤں گے حاطب نے
جواب دیا کہ میں سونے چاندی کے برتنوں میں نہیں کھانا کھانا

اور ایوان فتح کیا تو اپنی پڑائی طرز معیشت کو چھوڑ کر اچھے لباس پہننے اور عمدہ فرش مکانوں میں بیٹھانے لگے اس فرش کو صاف رکھنے کے لحاظ سے پیادہ چھوڑنے کے بعد چوتھا اوتار کر فرش پر آئے اور بیٹھنے کا دستور ہو گیا وہی دستور مسجد میں بھی جاری ہو گیا مگر خلفائے بنی امیہ کے ہاں اس کا رواج نہیں ہوا اُن کے دوروں چوتھا یا موزہ اوتار کر جانا بے ادبی میں داخل تھا مجھ کو آپ دیکھتے ہیں کہ اس کمرہ میں فرش ہی اور قلیں بھی بیٹھا ہے چار میں برت پہنے بیٹھا ہوں جب نماز کا وقت آتا تو اسی طرح برت پہنے ہوئے نماز پڑھ لیتا ہوں *

مہمان نے کہا اب مجھ کو بتاؤ ہوا کہ جو کچھ عرف عام میں مشہور ہی بعض غلطی اور وجہ اس غلطی کی بھی ہی کہ ترک علم دین سے تارافت ہیں ترہمات میں پھنسنے ہوئے ہیں مگر اب انٹر تباہی اُردو میں ہوتی جاتی ہیں تو مولوی صاحب کی بھی ضرورت گہنی جاتی ہی اب تو میں بھی ایسا ہی کرونگا کہ مکاں پر جوتا پہنے نماز پڑھا کرونگا لیکن مسجد میں رعایت علم کی وجہ سے جوتا اوتار دیا کرونگا تانہ جاہل تکرار نہ کریں — میں نے کہا کہ بعض ناخواندہ جاہل اس قدر متعصب نہیں ہوتے جتنا کہ لکھ پڑے جاہل متعصب ہوتے ہیں *

سوال — یہ تو نرمائیہ نہ انگریز مذہب اور ہندوستانی مذہب کیوں کہلاتے ہیں *

جواب — اس بات کی تحقیق نہایت آسان ہی ایک ایسے انگریز اور ہندوستانی کے گھر میں جا کر دیکھو جو یکساں عمدہ رکھتے ہو یا برابر تنخواہ پاتے ہوں تو تم انگریز کے ہنگامہ میں دیکھو گے کہ ہنگامہ کے تمام اطراف نہایت صاف ہیں احاطہ کے دروازے سے پرانہ بک عمدہ سڑک بنی ہوئی ہی ایک چھوٹا سا چمن لگا ہوا اور خوشام رویش اور پتیلیاں ہیں ہنگامہ کے اندر ہر کمرہ میں نہایت صاف اور اچھا فرش بیٹھا ہی جس فرش کے لیٹے جو کمرہ ہی اُس میں اُس قسم کا ساز و سامان مہیا ہی میزیں اور کرسیاں اور الواریاں اور شیشہ آلات سب اپنے اپنے موقع سے سجے ہیں پچھ اور اُن کی آہ نہایت صاف اور آجلا لباس پہنے ہیں کھانے کے وقت کھانے کی میز نہایت خوشنماہی اور صفائی سے آراستہ ہوگی جو دیکھنے سے تملز رکھتی ہی خاصا سامان خدمتکار کمرچاں یہاں تک سائیس اور خاکوہ تک لباس اور وردی سے تھیک اور درست ہوئے ہتیار اور خورانی قریباً ہر ایک چیز نہایت نقیص اور صاف ہوگی اور ہندوستانی کے یہاں ہر چیز پر مکیس اس کے خراب اور مہلی اور ابتر ہونے کی نقیص کرنا مناسب نہیں *

نے اُن کا عمدہ ہم سے جنس میں کیا ہی پس بدل دیا اُنہوں نے کھانا مٹی کے برتنوں میں اور حضرت صاحب نے کھانا اور ہمیشہ سے ہمارے سلطان روم اور خدیو مصر اور شاہ ایران اور اُن کے امراء اور رعایا ہر کوئی اہل کتاب یعنی انگریزوں اور یورپیوں کے ساتھ کھاتے ہیں اور کچھ پرمیز نہیں کرتے *

سوال — اہل کتاب اس زمانہ میں سرور کا گرفت کھاتے ہیں اور شراب پیتے ہیں تو پھر کیونکر ہم اُن کے ساتھ کھا سکتے ہیں *

جواب — یہ کئی بات نہیں ہی اہل کتاب ان چیزوں کا استعمال پیشہ پر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کرتے تھے اگر اُن کے استعمال کی وجہ سے اُن کے ساتھ حلال چیزوں کا کھانا جائز نہ ہوتا تو قرآن شریف میں اُن کے کھانے کی حلت کا حکم نازل نہ ہوتا اور جناب رسالت مآب کبھی کسی یہودی یا نصرانی کی دعوت قبول نہ فرماتے اب ہندوستان میں یہی حالت وغیرہ بعض ہندو قومیں سرور کھاتی ہیں اور کایتہ کثرت سے شراب پیتے ہیں اور ہندو گائے کا پیشاب بھی پاک سمجھ کر پی لیتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی مسلمان اُن کے گھر کا اور اُن کے ہاتھ کا چمکا ہوا کھانا کھانے میں کچھ بھی کراہت نہیں کرتا *

سوال — مہینے سنا ہی کہ جوتا پہنے نماز پڑھنا گناہ ہی اور آپ یوت پہنے بیٹھے ہیں کیا اسی طرح آپ نماز بھی پڑھ لیتے ہیں — آپ نے اُس سے سنا ہی کہ جوتا پہنے نماز پڑھنا منع اور گناہ ہی — لوگوں کی زبانی سنا ہی *

جواب — آپ نے رواجی مسلمانوں کی زبانی سنا ہرگا جو احکام دین پر رسم و راج کو مقدم سمجھتے ہیں در مختار میں صاف لکھا ہی مسجد میں جانے والے کو چاہیئے کہ اپنے جوتے کو دیکھ دھالے کہ کہیں نجاست سے اودھ تو نہیں ہی اور جوتہ اور مرزا بھی کر نماز پڑھنا بشرطیکہ وہ صاف ہوں انفل ہی اور وجہ انفلیت کی یہ ہی کہ طبرانی نے ایک حدیث اس مقدموں کی روایت کی ہی کہ جوتوں کو پہنکر نماز پڑھو اور یورد کی مشابہت مت کرو ہاں حاشی نے البتہ لکھا ہی کہ جوتا پہن کر مسجد میں جانا اس زمانہ کے عرف میں داخل بے ادبی ہی اور مسجد کے نوش کی آلودگی کا خوف ہی مگر یہ تو نرمائیہ کہ جناب پیغمبر خدا صلعم کا حکم راجح العمل ہی یا حاشی اور مراقی کا حاشی در مختار کا خارج ہی اگر اُس نے اپنی رائے یا زمانہ کا دستور لکھ دیا تو وہ اصل شریعت کا حکم نہیں ہو سکتا اس دستور کے قایم ہونے کی وجہ یہ ہی کہ جناب پیغمبر صاحب کے زمانہ میں عرب میں فرش بیٹھانے کا دستور نہ تھا مگر جب مسلمان عرب سے ہمارے تملے اور عام اور مصر

مہمان نے کہا کہ فی الواقع یہ مثال تو آپ نے بہت ہی قویک
بیان کی بیشک یہ جہالت اور نادانی کا سبب ہی جو ہم اچھی باتوں کے
حاصل کرنے سے انکار کرتے ہیں اور اپنی موجودہ خراب حالت کو اچھا
جاتے ہیں *

میں نے کہا کہ تمام مسلمان ترک روم اور شام اور مصر اور تونس
وغیرہ کے مدت سے بیدار ہو چکے ہیں اور اور ملکوں کے مسلمان بھی
بیدار ہوتے جاتے ہیں مگر ہندوستان کے مسلمانوں کا حال اہمال
انوس کے قابل ہی کہ یہ خراب غلط میں پکی ٹینڈ میں پائوں
پھیلے سوتے ہیں پڑچہ تہذیب الاخلاق اُنکو جگاتا ہی مگر جیسے سوتا
ہوا غافل آدمی جگانے والے سے قراضی ہو کر لاتوں مارتا ہی براتا ہی
اُنکے بھی جو کچھ مرنے میں آتا ہی بکتے ہیں مگر اُنکے نہیں نہیں
نہرتے ہاں جن لوگوں کی ٹینڈ بہت غفلت کی نہیں تھی وہ بیدار ہو کر
کوشش کرنے لگے ہیں اور اوروں کو جگاتے ہیں *

راقم

نارقیما اللہ

اشتہار

ہمارے دوستوں نے یہ صلاح دی ہی کہ اس نظر سے کہ
تہذیب الاخلاق کے مضامین سے زیادہ تو لوگ فائدہ اوتھائیں
اُس کی پچھلی جلدوں کی قیمت جو بترقیہ ہمارے پاس
موجود ہیں کم کر دی جارے ہں ہم اشتہار دیتے ہیں کہ
آئندہ سے اگر کوئی شخص پچھلی جلدیں مکمل خرید کر نی
چاہے تو بقیہ مفصلہ ذیل اُسکو مل سکیں گی اور محصول
قاک بھی خریدار کو دینا نہوگا ہمارے ذمہ ہوگا *

تہذیب الاخلاق روز اجراء سے یعنی ۱ یکم شول

سنہ ۱۲۸۷ ہجری سے لغایت آخر سنہ

۱۲۸۸ ہجری بابت سوا برس کے ۰۰۰ ع

تہذیب الاخلاق بابت سال تمام سنہ ۱۲۸۹ ہجری ع

تہذیب الاخلاق بابت سال تمام سنہ ۱۲۹۰ ہجری ع

راقم

سید احمد منہجر تہذیب الاخلاق

از مقام بنارس

سوال — یہ تو آپ نے صحیح فرمایا انگریز نوایس صفائی سے
مددہ طرز پر رہتے ہیں گویا دنیا کی زندگی کا اطف انہیں کو حاصل
ہی مگر یہ تو فرمائیں کہ ہندوستانی انگریزوں کو دیکھتے ہیں پھر
کیوں نہیں صفائی سے زندگی بسر کرتے *

جواب — خدا تعالیٰ نے انسان میں ایک قسم کی خودبینی پیدا کی ہی
جس کے سبب سے ہر ایک شخص اپنی ہر ایک بات کو گورہ کیسی ہی
بڑی ٹیوں تہرہ پسند کرتا ہی اور دوسروں کی باتوں کو گورہ کیسی ہی
اچھی کیوں نہ ہو اچھی نہیں جانتا دیکھو حبشی اپنے کالے رنگ مرنے
ہرنگ بھیڑنے کے سے بالوں کو مددہ اور غرضرت سمجھتا ہی — میں
آپ کو ایک مثال سے اسی بات کو سمجھتا ہوں آپ فرم تعییر کے ارگرد کے
پاس جائیں جو بالکل غیر مذہب بلکہ وحشی ہیں اور اُنکو سمجھائیں
کہ تم پھر سے نوایس خراب جوہر تیز میں رہتے ہو ایک لنگوٹی
پاندھے ہو اسباب خانہ داری تمہارا نوایس خراب ہی زمین پر پھسکا
ماو کو بیٹھے ہو اس سبب سے تمہارا بدن میلہ ہی تیکو چاہیں اچھا
مکان بناؤ اچھے کیڑے پھو اپنی اولاد کو علم پڑھاؤ پاک صاف رہو تو
وہ لوگ آپ کی ان باتوں کی ہنسی آڑیں گے اور سمجھیں گے کہ آپ کو
جنوں ہو گیا ہی اور یہ جواب دینگے کہ ہماری موجودہ حالت ہزرگوں
سے ایسی ہی چلی آتی ہی یہی بہت اچھی ہی اگر آپ اُنکی طرز
معیشہ اور دستروں کی کچھ برائیاں بیان کریں گے تو آپ کو دھکے
اور گالیاں دیکر نکال دینگے کچھ بھی نہیں سنیں گے مگر اُنہیں میں سے
ایک نوجوان تعییر کو پولیس میں کانسٹبل مقرر کر دو اور اُسکو اُردو
لکھنا پڑھنا حسب دستور پولیس کے سکھاؤ تو اُسکو درہی کے پھٹے رہنے
سے چند روز میں ننگے پھرنے کی عادت چھوڑ جاویگی اور کچھ ضابطہ
نوجواری بھی یاد کرلیگا اسکے بعد وہ حقہ ہوجارے یہاں تک کہ انسپکٹری
کے مددہ پر ترقی پارے اور کچھ انگریزی پڑا لے تب اُس سے آپ
دریافت کریں کہ جب ہم تمہارے گھر تکر سمجھائے گئے تھے تو تم
اور تمہارے بھائی برادر اپنی موجودہ حالت کو اچھا پتاتے تھے اور اب
تم مددہ لباس پہنتے ہو مددہ اسباب رکھتے ہو مددہ مکان میں رہتے
ہو اور اب کہو کیا کہتے ہو تو آپ یقین فرمائیں کہ وہ ضرور کہیں
کہ مجھکو اُس وقت قتل اور تعییر نہ تھی میرے اہل برادری سب احمق
اور جاہل ہیں وہ حالت کسی طرح اچھی نہیں ہو سکتی مددہ حالت
یہی ہی جو اب میری ہی اب میرا ارادہ ہی کہ مال کا قانون یاد
کرتے تھیںنداری کا امتحان دوں صاحب کلکٹر میری کارگزاری سے نوایس
خرش ہیں فوراً تھیںندار کر دینگے اور اُمید قری ہی کہ پھر چند روز
میں کتنی کلکٹر ہوجاؤنگا *

اشتہار

کتب منسلکہ ذیل واسطے فروخت کے ہمارے
پیس موجود ہیں اور محصول دانا کا علاوہ
اس قیمت کے جس صاحب کو خریدنی
منظور ہوں وہ خرید فرماویں

وہ کتابیں جن کی قیمت مدرسۃ العلوم مسلمانان کی
کمیتی میں جمع ہوگی *

کتاب جان قیوں پور متضمن حمایت اسلام بزبان
انگریزی قیمت فی جلد ...

کتاب حمایت الاسلام ترجمہ کتاب گلابی ہینس
متضمن جواب اعتراضات عیسائیوں بزبان اردو
قیمت فی جلد ...

کتاب خطبات احمدیہ مولفہ سید احمد خاں
بزبان انگریزی قیمت فی جلد ...

اگر کوئی غریب مسلمان انگریزی خزان خطبات
احمدیہ کو خاص اپنے بڑھنے کے لیئے چاہے تو
اس کو نصف قیمت پر ملجائیگی *

کتاب مباحثہ مذہبی پادری فنکر صاحب و ڈاکٹر
وزیر خاں و مولوی رحمت اللہ صاحب بزبان
اردو قیمت فی جلد ...

جواب کتاب ڈاکٹر ہنتر صاحب مولفہ سید احمد
خاں انگریزی مہ ترجمہ اردو قیمت فی جلد ...
حصہ اول تاریخ ہندوستان زمانہ ہندوان مولفہ
منشی محمد ذکاء اللہ صاحب بزبان اردو قیمت
فی جلد ...

وہ کتابیں جن کی قیمت کمیتی خواستگار ترقی
تعلیم مسلمانان میں جمع ہوگی *

کتاب رپورٹ سلیمت کمیتی اردو و انگریزی مہ
خلاصہ رسالہ ہے موصولہ کمیتی قیمت فی جلد ...

وہ کتابیں جن کی قیمت دوسری کمیتی مسلمانان
میں جمع ہوگی *

جواب کتاب ڈاکٹر ہنتر صاحب مولفہ سید احمد
خاں بزبان انگریزی قیمت فی جلد ...

اسباب بغاوت ہندوستان مولفہ سید احمد خاں
بزبان انگریزی قیمت فی جلد ...

تہذیب الاخلاق من ابتداء شوال سنہ ۱۲۸۷

ہجری لغایت سنہ ۱۲۸۸ ہجری قیمت ...

تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۲۸۹ ہجری قیمت ...

دستخط

سید احمد خاں سرکاری

کمیتی ہے مذکورہ

بمقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ
محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی] نمبر ۵

بسم الله الرحمن الرحيم

إطلاع

بخدمت معبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مقصود اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیامت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قرآنیش کے منایب فرماتا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس مقام پٹنارس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جائے کیونکہ یہ پرچہ مالکیت میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہی اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہی اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہی * اس پرچہ میں صرف مقامیں مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوئے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجراء سے یہ ہی کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی قوتی ہو اور جو غلط اورام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور ہر حقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جاویں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف مبالغ

تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراج بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجراء و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہی اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجراء کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہی کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینہ میں ایک بار یا دو بار یا تیس بار جیسا کہ مقتضای مقامیں ہوگا چھپا کرینا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ متعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ چار آنہ مرہ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۸۱

تفسیر السموات

حور العبد المقتدر الى الله الصمد السيد احمد

ہم کو یہ بات معارف نہیں ہے کہ عالم اسلام نے کوئی خاص علم ہیئت ایسا مقرر کیا ہے جس کی پندار قرآن مجید یا حدیث پر ہو جہاں تک ہم کو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ جو علم ہیئت یونانی حکیموں نے اختیار کیا تھا وہی ہمیشہ پذیرہ ترجموں کے جو یونانی زبان سے عربی زبان میں ہوئے ہم مسلمانوں میں بھی پھیل گیا — جب قرآن مجید کی تفسیریں لکھی گئیں اور قرآن مجید کی کسی آیت میں کوئی ایسا مضمون آیا جو علم ہیئت سے ملتا رہتا تھا تو انہوں نے اُسکی تفسیر اُسی یونانی علم ہیئت کے اصول پر ہی کیا ان تک کہ قرآن مجید میں سات آسمانوں کا ذکر تھا اور یونانی تو آسمان مانتے تھے تو عالم اسلام نے اُن سات آسمانوں میں مریخ اور کُرسی کو ملا کر پورے نو گردیئے پس ہم سمجھتے ہیں کہ عالم اسلام نے یونانی علم ہیئت کو تسلیم کیا اور اُسی کے اصول کو مذہبی کتابوں اور قرآن مجید کی تفسیروں میں داخل کر دیا رشتہ وقتہ وہ مذہب کے ساتھ اور مسائل مذہبی میں ایسا مل جل گیا کہ یونانی علم ہیئت سے انکار کرنا گریا مسائل ضروریہ مذہب سے انکار کرنا خیال میں سما گیا پس جقدر کہ ہم انکار ہی اُنہی مسائل علم ہیئت یونانیہ سے ہی جتنکر علماء اسلام نے مسائل مذہبی و تفسیر قرآن مجید میں شامل کیا ہے *

یونانی حکیم آسمانوں کا ایک ایسا جسم مانتے ہیں جو تہایت مضبوط و سست ہے اور وہ ایک مکان کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ مثل کر کے گول اور اندر سے خالی ہے جیسے انتے کا چھلکا اور دنیا کے چاروں طرف کو گھیرے ہوئے ہے اور تمام دنیا اُن کے اندر ایسی ہی جیسیکے انتے کے چھلکے میں اُس کے اندر کی زہی و ستیدی *

وہ کہتے ہیں کہ بیحدوں بیچ میں زمین اسطرح پر ہے جیسیکے انتے میں انتے کی زہی اُس کے اوپر پانی ہے مگر جس طرح کہ بعضی دماغ اندازہ ہوتا ہے میں اُس کی زہی ایک طرف کو ہرجاتی ہے اور سفیدی سے باہر نکل آتی ہے اسطرح زمین بھی بیچ میں سے نکل گئی ہے اور پانی کے ایک طرف نکل آئی ہے جس کے اوپر ریح مسکون یعنی دنیا ہے + وہ کہتے ہیں کہ پانی پر ہوا ہے اور ہوا پر کرہ آتش ہے اور کرہ آتش پر ازل آسمان ہے جس میں چاند ہے اور دوسرا آسمان ہے جس میں عطارد ہے پھر تیسوا آسمان ہے

+ یونانیوں کو احیاء کی خبر نہ تھی کہ اس دنیا کے نیچے دوسری دنیا آباد ہے اگر اسی کی خبر ہوتی تو ایسا خیال نہ کرتے ۱۲

جس میں زہرا ہے پھر چوتھا آسمان ہے جس میں آفتاب ہے پھر پانچواں آسمان ہے جس میں مریخ ہے پھر چھٹا آسمان ہے جس میں مشتری ہے پھر ساتواں آسمان ہے جس میں زحل ہے پھر آٹھواں آسمان ہے جس میں یہ لاکھوں ثوابت جزے ہوئے ہیں پھر قرآن فلک الافلاک ہے جو سب کو محیط ہے *

وہ یہ کہتے ہیں کہ فلک الافلاک کے اوپر کچھ نہیں ہے یعنی فلک الافلاک کے اوپر مکان کا اطلاق نہیں ہے اور اسی سبب سے وہ نہیں بتاتے کہ فلک الافلاک کی سطح محدب کسکی ماس ہے یعنی اُس کے اوپر کیا ہے مگر یہ کہتے ہیں کہ اُسکی سطح مقعر فلک اُہم کی سطح محدب کی ماس ہے اور اسطرح تمام آسمانوں کی سطح مقعر اُس کے نیچے کے آسمان کی سطح محدب سے ماس ہے اور ایسا کہتے وہ قایل ہوں کہ زمین سے فلک الافلاک تک کہیں غلہ نہیں ہے *

وہ کہتے ہیں قایل ہوں کہ تمام آسمان معہ کواکب کے جو اُن میں جزے ہوئے ہیں زمین کے گرد پھرتے ہیں اور زمین اُن مشر مثلاً مرکز کے ہے کرہ میں انہی اصراروں کو عالم اسلام نے بھی اختیار کیا ہے اور الہی اصول پر قرآن مجید کے مفسرین نے توان کی تفسیر کی کرکہ بعض بعض باتوں میں کچھ اختلاف بھی کیا اور مگر نظام بھی تسلیم کیا ہے — اس تحریر کے ساتھ جو ایک پرچہ شامل ہے اُس میں جو شکل نمبر اول کی مندرج ہے اُس سے بطوری تعریض آسمانوں اور ستاروں کی سمجھ میں آسکتی ہے جس طرح پر کہ یونانی حکیموں نے مقرر کی ہے *

اب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جس طرح پر یونانی حکیموں نے آسمانوں کا مبسم ہونا تسلیم کیا ہے اور اُن کو معہ کواکب زمین کے گرد پھرتا مانا ہے یہ بالکل غلط اور خلاف واقع ہے اور علماء اسلام نے بڑی غلطی کی ہے جو انہی اصولوں کو اپنے مذہبی مسائل میں ملا دیا ہے اور قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر اُسی یونانی علم ہیئت کے مطابق کی ہے کیونکہ وہ پندار فاسد علی القاعدہ ہے *

ہم کو مشاہدہ سے پذیرہ دوزیہیں کے (جو ہمارے نزدیک اور ہر ایک انسان کے نزدیک جو فرا بھی واقفیت اور عقل رکھتا ہے دلیل قطعی ہے) برخلاف اُس کے ثابت ہوا ہے جو آسمانوں اور کواکب نظام یونانی حکیموں نے قرا دیا ہے اور جس کی تفصیل ذیل میں مندرج ہے *

اول — ان سات سیاروں کے سرا جن کو ہر کوئی دیکھتا اور جانتا ہے اور جن کے لیئے یونانیوں نے سات آسمان مثلاً انتے کے چھلکے کے قرا دیئے تھے اُڑ بھی ہمارے پذیرہ دوزیہں کے دکھائی دیتے ہیں جو اب تعداد میں یا گیارہ ہمارے ہوئے ہیں پس یونانیوں نے جو

دوربین کے ذریعہ سے اسی طرح معلوم ہوتا ہے جس طرح کہ اُس
شکل میں دائرے کھینچے ہیں پس اب خیال کرو کہ اگر آسمان اس
طرح پر متحکم ہوں جیسا کہ حکماء یونان نے قرار دیا ہے اور ایک کا
مقدور دوسرے کے مذهب سے مماثل ہو تو مشتری اور زحل اور
جو جیس کے چاند کیونکر اُن کے گرد پھر سکتے ہیں اور اگر آسمانوں
میں فاصلہ بھی مانا جائے تو یہ ذرات الانساب یعنی دم دار ستارے
کس طرح تمام آسمانوں کو گزر پھر چکنا چور کر کو ٹک جاتے ہیں *

اگر یہ بات بھی جائزہ کہ ہم آسمانوں کا جسم ایسا نہیں مانتے
جیسا کہ یونانی حکیموں نے مانا ہے بلکہ ہم ایسا ہی لیا اور قہلم
ڈھک مانتے ہیں جسموں سے سب چیزیں ٹک جاتی ہیں جیسے پانی
یا ہوا یا اُس سے بھی زیادہ جسم لطیف مگر اس کہنے پر ہم پوچھتے
ہیں کہ ایسا جسم مانند کی کیا ضرورت پیش آتی ہے — اُس پر
ہمارے دوست کہتے ہیں کہ ضرورت یہ ہے کہ قرآن مجید سے انکار
لازم نہ آئے *

ہم اُس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ضرورت اگر ایسا ہی جسم
آسمانوں کا مانا جاوے گا تب بھی مقبول کی ضرورت ہے تو انکار کرنا
پوچھا کیونکہ یہاں حقائق کے جو معنی اُنہوں نے قرار دیئے ہیں وہ
کیطرح ایسے ہی لے ڈھک قہلم کے جسم پر صادق نہ آؤں گے اور ضرور
دوسرے معنی قرار دینے پڑیں گے *

پھر ہم اُن کو دوسری طرح سمجھاتے ہیں کہ قرآن مجید کے
صیب سے کسی چیز کو مان لینا اور اُس کی واقفیت پر کسی دلیل کا
نہ لا سکا کچھ کام کی بات نہیں ہے — جاہل مسلمانوں کا یقین
ہمارے یقین سے بہت زیادہ مضبوط ہے اُن کو تو یہ ہمیں اس بات کے
سمجھانے کی حاجت ہے کہ آسمانوں کا جسم یونانی حکیموں والا جسم
ہی یا اور کیطرح لطیف والطف ہی لیا اور قہلم ڈھکا جہاں تک
گفتگو ہے وہ لکھ پڑھ آدمیوں سے ہے اور مذہب کے سچے ہونیکے دلائل
زیادہ تر اُن لوگوں سے متعلق ہیں جو اس مذہب کو نہیں مانتے تھے یا
اُن لوگوں سے متعلق ہیں جو پہلے اس مذہب کو مانتے تھے مگر کسی
وجہ سے اب اُس سے پھر گئے ہیں پس اگر اس دوروں قسموں کے لوگوں
کے سامنے آپ نورانیہ کہ ہم آسمان کا ایسا جسم لطیف اس لیئے
مانتے ہیں کہ قرآن کا انکار لازم نہ آئے تو اُس کے دل میں یہ بات
کیا اثر کرے گی بلکہ مثل اُس شخص کے جس نے آٹاڑی خام کو کہا
تھا کہ ہمارے گتےں چھ ضرور نعرہ بالہ وہ بھی جواب دینا کہ تسلیم
کرتے قرآن چھ ضرور *

ملاحظہ اس کے نہایت ضعف یقین کی بات ہے کہ ہم قرآن مجید
کے کسی کلام کی نسبت جسموں واقعات اور حقایق موجودہ کا ذکر ہو

سات آسمان سات ستاروں کے لیئے قرار دیئے تھے وہ بالکل غلط ہو گئے
اور علماء اسلام نے جو لفظ سبع سموات کی تفسیر میں دہی یونانی
حکیموں کے ساتھ آسمان سمجھے تھے یقینی اُن علماء نے غلطی کی
تھی کیونکہ کلام الہی کبھی خلاف واقع نہیں ہو سکتا پس اس سے
ثابت ہے کہ سبع سموات سے یہ مطلب نہیں ہے جو علماء اسلام نے
تفسیروں میں قرار دیا ہے *

دویم — مشتری کے گرد چار چاند اور زحل کے گرد سات چاند اور
جو جیس کے گرد چار نیا سیارہ دکھائی دیا ہے چھ چاند دوربین کے
ذریعہ سے دکھائی دیئے ہیں اور وہ اپنے اپنے سیارے یعنی مشتری و زحل
و جو جیس کے گرد پھرتے ہیں اور ہم اُن کی گردش کو اپنی آنکھ سے
بذریعہ دوربین کے دیکھتے ہیں پس اگر آسمان ایسے ہی مجسم ہوتے
جیسیکے یونانی حکیم قرار دیتے ہیں اور جیسا کہ علماء اسلام نے
غلطی سے قرار دیا ہے تو اُن چاندوں کا گرد اُن ستاروں کے پھرنا
ممکن نہ تھا *

فرض کرو کہ ایک کوکبی ہے اور غول کیوتروں کا اُس کے اوپر
سے اندر گھستا ہے اور دروازے کے ٹکڑے ہی تر ہو شخص یقین کریگا
کہ اُس کوکبی پر چھت نہیں ہے یا کیوتروں کے گھسنے کے بقدر کھلی
ہوئی ہے یا وہ چھت ایسی ہی کہ کیوتروں کے جانے آئے کو مانع
نہیں ہو سکتی ورنہ ممکن نہیں کہ کیوتروں کے کوکبی میں گھستے
پس اگر ستارے آسمانوں میں چڑھتے ہوتے ہمارے آسمان اُن کے چھانکے
کی طرح ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ اُن ستاروں کے چاند بغیر
آسمانوں کے توڑے اُن ستاروں کے گرد دراز کرتے *

سریم — اگلے زمانہ میں یونانی حکیموں نے دم دار ستاروں کو
یہ سمجھا تھا کہ آسمان و زمین کے بیچ میں پیدا ہو جاتے ہیں
اور پھر جاتے رہتے ہیں مگر اب مشاہدہ سے بذریعہ دوربین کے ثابت
ہوا ہے کہ یہ بات غلط تھی وہ بھی بجاے خود ستارے ہیں اور پھر
دور چلے جاتے ہیں اور پھر چلے آتے ہیں اور اُن کی حرکت ایسی
ہوتی ہے کہ تمام کواکب اور فلک الافلاک مقررہ حکماء یونان سے بھی
آزاد ہو جاتے ہیں اور چونکہ دم دار ستارے بھی متعدد ہیں اس
لیئے متعدد سمتوں پر حرکت کرتے ہیں پس جس طرح کا جسم
آسمانوں کا یونانی حکیموں نے قرار دیا ہے اگر ویسا ہی جسم
آسمانوں کا ہوتا تو دم دار ستاروں کا یا اس طرح پر حرکت کرنا
ناممکن ہوتا یا اُن کی حرکت سے تمام آسمان ہیشہ کی طرح
چکنا چور ہو جاتے *

دوربین کے ذریعہ سے دکھائی دیتا ہے کہ کواکب اس طرح پر واقع
ہیں جیسا کہ شکل دویم میں پٹائے گئے ہیں اور اُن کا دورہ بھی

مشاہدہ سے اور تمام دلیلوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک رستہ میں غواہ اُس میں کوئی جسم لطیف سیال ہو یا ٹھوس تمام کرات جو کواکب دیکھائی دیتے ہیں پہلے دیکھے ہیں یہ زمین بھی اُنہی کی مانند ایک کرہ ہے اُن کی مثل ایسی ہی جیسے کہ ہم رات کو مختلف مقامات میں بہت سے قیامے اڑا دیتے ہیں اور وہ اڑیں چلے جاتے ہیں اور معلق ہوتے ہوئے اور چلتے ہوئے دیکھائی دیتے ہیں اسی طرح یہ سب کرے کواکب کے معہ ہماری زمین کے خدائے تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک رستہ میں بکھیر دیئے ہیں جو اپنی اپنی جگہ میں ہیں اُن سب کے بیچ میں آفتاب ہی اور وہ سب اُس کے گرد پھرتے ہیں اور ہمیں معلوم ہے ایسے آفتاب اور نکتے ہیں اور نکتے ستارے اُن کے ساتھ ہیں جو اُس کے گرد پھرتے ہوئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور صفہ بے انتہا ہے *

ہمارے مضافوں کو اور ہم پر مسئلہ وجود آدمی اور قدرتی کفر دینے والوں کو ذرا غور سے انصاف کرنا چاہیئے کہ خدائی قدرت اور مہمت اُس کو صرف اس دنیا کا جو اُن کے نزدیک مثل ایک اللہ کے مہدود ہے خدا اور خالق مانتے ہیں یا اُس کو ایسی بے انتہا مطلق کا خالق اور خدا مانتے ہیں جس کی انتہا مثل اُس کی قدرت کے بے انتہا ہے جیسی یہ ہماری دنیا ہے جس کے لئے یہ آفتاب ہی اور جس سے بہت سے کواکب ستارے متعلق ہیں اسی طرح اور بہت سے بے انتہا ہوس ہیں جو اس کا نظام ہی جدا ہے اور مثل ہماری دنیا کے بلکہ اُس سے بھی زیادہ عجیب بے انتہا نظام ہوس جس کے معبر کو ہم دنیا کہتے ہیں موجود ہیں اور وہ اُن سب کا خالق اور سب کا ایک خدایہ واحد ذوالجلال ہے جس کا نہ کوئی نہ ہے اور نہ کوئی ضد — تعجب ہے کہ صرف ایک چوڑا کے انقار کے برابر چیز کا خدا کو خدا اور خالق جاننا تو اسلام ہو اور اُس کو ایسا قادر مطلق اور بے انتہا مطلق کا خالق اور اُس سب کا خدا ماننا کفر ہو یہ بات غیبات لئیل هذا الاسلام و مرجعاً ثم مرجعاً لئیل هذا الکفر ولہ در من قال —

گو مسلمان ہیں ہمیں اس کے واسطہ دارہ

وایے گر در پس امروز ہر فردائے

ہاں بلا شبہ اب ہم کو اس بات پر غور کرنا پائی ہے کہ جس چیز کا ہم نے مشاہدہ کیا ہے اور جس کو ہم نے دلیل قطعی یعنی مشاہدہ سے واقعی بیان کیا ہے قرآن مجید یا وہ احادیث صحیحہ جو بدرجہ یقین یا قریب بدرجہ یقین یا قریب یقین غائب پہنچتی ہیں اور کوئی نقص یا کوئی وجہ اُن کے انکار کی بھی نہیں ہے وہ تو اُس کی مخالف نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ اُس کی مخالف ہوں تو ہرگز

یہ کہیں کہ اُس کے واقعی ہونے کا کچھ ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے ایسی بات سے کیا فائدہ ہے جسکے واقعی ہونے کا دل میں تو یقین نہ ہو مگر صرف زبان سے التوا کیا جاوے ہمارا ایمان تو قرآن مجید پر ایسا مستحکم ہے کہ ہم تمام حقایق موجودہ کو اور قرآن مجید کو مطابق دل سے یقین کرتے ہیں *

چہارم — ہم بذریعہ دوربین کے زہرہ کو اور اُس کے سوا اور ستاروں کو بھی دیکھتے ہیں کہ مثل چاند کے بدر و ہلال ہوتے ہیں پس اگر وہ ستارے آفتاب کے گرد پھرتے ہوتے بلکہ زمین کے گرد پھرتے ہوتے تو اُن کا بدر و ہلال ہو کر ہو کر دکھائی دینا غیر ممکن ہوتا یرناتی حکیموں کو یہ بات معلوم ہی نہیں ہوئی تھی کہ اُوں ستارے بھی بدر و ہلال ہوتے ہیں *

پنجم — ہم بذریعہ دوربین کے اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں کہ عطارد اور زہرہ جب آفتاب کے پاس آجاتے ہیں تو کبھی تو وہ آفتاب سے اس طرح بڑھ مل جاتے ہیں کہ آفتاب ٹپچے ہوتا ہے اور وہ اُس کے اوپر ہوتے ہیں اور کبھی آفتاب اوپر ہوتا ہے اور وہ اُس کے ٹپچے ہوتے ہیں اور یہ بات ہو نہیں سکتی جب تک کہ آفتاب ساکن نہ ہو اور تمام سیارات بہ زمین کے اُس کے گرد نہ پھرتے ہوں اگر آفتاب چرتے آدمی میں جڑا ہوا ہوتا اور وہ دونوں اُس سے ٹپچے ہوتے یعنی عطارد دوسرے آدمی میں اور زہرہ تیسرے آدمی میں اور وہ سب زمین کے گرد پھرتے ہوتے تو ممکن نہ تھا نہ عطارد و زہرہ کبھی آفتاب کے اوپر آفتاب سے جا کر ملتے یرناتی حکیموں کو یہ بات معلوم ہی نہیں ہوئی تھی کیونکہ اُس زمانہ میں دوربین ایجاد نہیں ہوئی تھی مگر اس زمانہ میں اُنکا مقررہ علم ہیئت مشاہدہ سے غلط ثابت ہوتا ہے پس اس سے زیادہ انسان کی نادانی کیا ہوگی کہ قرآن مجید کی تفسیر ایسے اصول پر کرے جنکی غلطی غلطی ہو اور ایسے اصول پر تفسیر کرنے کو کفر سمجھے جو بالکل واقع کے مطابق ہو *

عارفہ اس کے اور بہت سی دلیلیں ہیں جنسے بطوریہ نمونہ ہیں یقین بلکہ حق الیقین کے ثابت ہوتا ہے کہ یرناتیوں نے آدمیوں کا جیسا جسم مانا تھا اور کواکب کو اُنیں جڑا ہوا تسلیم کیا تھا اور یہ جانتے تھے کہ تمام آدمی معہ کواکب کے زمین کے گرد حرکت کرتے ہیں اور زمین ساکن ہے یہ معض غلط اور غلط واقع ہے مگر وہ دلیلیں فی الجملہ مشکل ہیں اور اقل رسیدہ کی واقف کاری اور عام طبعمات کے جائزہ پر موقوف ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ عام لوگ جو اُن علوم سے معض ناراض ہیں سمجھ نہیں سکتے کہ اس لئے ہم نے اُن کو بیان نہیں کیا اور صرف چند مرئی مرئی باتیں بیان کی ہوں جو ہر سمجھ دار آدمی کی سمجھ میں آسکتی ہوں غرض کہ اُن علم سے واقف ہو یا نہ ہو *

نظام کام میں لاتا ہی جس سے نتیجہ بھی حاصل ہوا جو اس وقت حاصل ہوتا اگر اس مطلب کی تعبیر کے لیئے کوئی لفظ کسی قوم کی زبان میں ہوتا *

اسکی مثال یہ ہے سمجھو کہ قرآن مجید میں خدا کی نسبت ہاتھ کا پاؤں کا منہ کا لفظ آیا ہی یہ تینوں لفظ انسان کی زبان میں ایک خاص شی کی تعبیر کرنے کے لیئے ہیں مگر چونکہ خدا کی ذات ہمارے ادراک سے خارج ہی تو ہوگز ان لفظوں کے وہ معنی ہم نہیں لے سکتے جو یہ دراز ساق اور وجہ کے لیئے ہیں بلکہ ان لفظوں کے مفہوم سے ہم توافقت نہیں لیتے ان لفظوں سے وہ نتیجہ حاصل کرتے ہیں جو اس وقت حاصل ہوتا اگر خدا کی ذات کی تعبیر کے لیئے کوئی لفظ ہوتے *

پس جو لوگ یہ بات کہتے ہیں کہ ہم قرآن مجید کے الفاظ سے وہ مقام پر بھی معلیٰ لینے اور وہی حقیقت سمجھنے جو عرب کی زبان میں آنے لیئے معنی ہیں یہ آنکی مہض غلطی ہی بلکہ الفاظ مستعملہ قرآن مجید کے مہل کو دیکھنا چاہئے کہ اگر وہ مہل ایسا ہی جو ہمارے ادراک کے محدود احاطہ میں داخل ہی تو بلا شبہ اس کے ہم بھی معنی لینے جو زبان عرب میں حقیقتاً یا مجازاً موافق معادرت زبان عرب کے اس کے لیئے ہیں اور اگر وہ مہل ایسا ہی جو ہمارے ادراک سے باہر ہی تو ہم اس لفظ کے حقیقتاً وہ معنی نہیں سمجھنے کے جو انسان کی زبان میں ہیں بلکہ ہم اس سے صرف اس نتیجہ کو حاصل کونے جو نتیجہ ہم کو اس وقت حاصل ہوتا اگر اس حقیقت کی تعبیر کے لیئے کوئی لفظ ہوتا — ہذا ماہمونی ربی والحمد لله علی ذلک و صلی اللہ علی حبیبہ محمد والہ اجمعین *

چوتھ — یہ کہ قرآن مجید اگرچہ خالق نل کائنات کا نظم ہی مگر جو کہ وہ بلا یقین اعجاز انسان کی زبان میں بولا گیا ہی اس لیئے اس کے معنی اور مراد لینے میں نصائح اور بلاغت کے لحاظ سے بھی اس کو اس کے ارازم میں شمار کیئے جارہے جو ایک اعلیٰ درجہ کی زبان عرب میں معتبر ہوں نہ آؤ کچھ — پس جس طرح کہ نصیص و بلیغ انسان آپس میں بول چال کرتے ہیں اور جو مارز آنکی بول چال کا ہوتا ہی انیکا لحاظ قرآن مجید میں بھی ہمیشہ رکھنا چاہئے *

ان اصول اربع کے سمجھنے کے بعد ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ عربی زبان میں سہ کا لفظ کن کن معنوں میں آیا ہے اور ان پڑے عرب کس چیز کو اس اسم کا معنی سمجھتے تھے *

میں سے ایک کام ضرور کرنا پڑے گا اس مشاہدہ کو غلط مانتا ہوگا یا نہ کرنا بالاد اسلام کو غلط تسلیم کرنا ہوگا مگر میری دانست میں نہ قرآن اور نہ کوئی حدیث صحیح اس کے برخلاف ہی جس کا ہم مفصل بیان کرتے ہیں *

نمگر اس کے بیان کرتے سے پہلے چند باتیں بیان کرنی ضرور ہیں کیونکہ وہی ہمارے اصول ہیں جن پر ہمارا بیان مبنی ہوگا * اول — یہ کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ ہمارا بیان اس لیئے غلط ہی کہ مغربوں نے اس کے برخلاف بیان کیا ہی کیونکہ ہمارے نزدیک مغربوں نے قرآن مجید کی تفسیر انہی اصولوں پر کی ہی جو حکماء یونان نے مقرر کیئے تھے اور جن کی غلطی ہم کو مشاہدہ سے ثابت ہوئی ہی *

دوسرے — یہ کہ الفاظ قرآن مجید کے بھی معنی لینے جو ان پڑے اعلیٰ عرب ان کے معنی حقیقی یا مجازی موافق اپنی بول چال کے سمجھتے تھے نہ وہ معنی کہ کسی عام کے عالموں نے بہر جب اپنی اصطلاح کے قرار دیئے ہیں کیونکہ خود خدا نے فرمایا ہی کہ ”رما ارسلنا من رسول الا بلسان قرمہ“ *

تیسرے — یہ کہ قرآن مجید بلسان قرم عرب نازل ہوا ہی زبان اعلیٰ عرب بلکہ تمام دنیا کی قوموں کی زبان انہی الفاظ پر محدود ہی جن سے وہ اپنے مافی الضمیر کو تعبیر کرتے ہیں اور انسان کے خیال میں یا دل میں بھی وہی چیزیں آسکتی ہیں جنکو وہ حواس خمسہ ظاہری و باطنی سے جان سکتا ہی پس جس چیز کو یا اسکی مثل کو ہم نے نہ بھی دیکھا ہو نہ چہرہ ہر نہ چکھا ہو نہ سونگھا ہو اور نہ ہمارے کان کی قوت سامع نے اسکا حس کیا اور نہ ہمارے خیال میں آئی ہو اس کا بیان کسی زبان کے الفاظ سے نہیں ہو سکتا اس کے بیان سے انسان چیکہ وہ کسی قوم کی زبان میں تمام کو یقیناً عاجز ہی اور خداوند پاک بھی ایسے لفظ کو استعمال نہیں فرما سکتا جس کے سمجھنے سے وہ ہی قوم عاجز ہو جس کے سمجھنے کے لیئے وہ لفظ بولا گیا ہو خدائی مامیت ذات ہم کسی لفظ سے بیان نہیں کر سکتے اور نہ خدا ہم کو اپنی ماہیت ذات عربی زبان کے یا آؤ کسی زبان کے لفظوں میں بتا سکتا ہی کیونکہ کسی زبان میں کوئی لفظ اس کی اصلیت پر مطلع کرنے کے لیئے نہیں ہی *

* اس طرح چٹنی چیزیں ایسی ہیں کہ وہ نہ ہمارے دل میں آسکتی ہیں نہ ہمارے خیال میں ان کی تبدیروں کے لیئے کوئی لفظ کسی زبان میں نہیں ہوتا اور جبکہ کوئی شخص اور وہ بھی جو ان چیزوں کو جانتا ہی کسی قوم کی زبان میں آنکر نہیں بیان کر سکتا تو ایسا مارز

نیلی نیلی چیز کی وسعت میں پرنندوں کو آرتا ہوا دیکھتے ہیں جسکا نام ہمکو خدا نے سماہ بتایا ہے *

پھر سورہ روم آیت ۲۷ میں فرمایا ہے ”اللہ الٰہی رسول الریح تنشروہما فی بیسطہ فی السماہ یعنی اللہ وہ ہے جو چلاتا ہے ہواؤں کو پھر اُٹھاتی ہیں بادلوں کو پھر پھیلاتا ہے اُس کو آسمان میں“ پس ہم دیکھتے ہیں کہ اسی نیلی نیلی چیز میں ہوا چلتی ہے اور اس میں بدل اُٹھتے ہیں اور اسی میں پھیلتے ہیں اور اسی نیلی نیلی چیز کا نام خدا نے ہمکو سماہ بتلایا ہے *

پھر سورہ سیا آیت ۶ میں فرمایا ہے ”اظم دیوا الی مابین یدیم و ما خلفہ من السماہ و الارض ان نشاء تفسف ہم الارض و تفسطاعیم کفا من السماہ“ یعنی کیا اُنہوں نے اُس چیز کو نہیں دیکھا جو اُنکے آگے ہے اور جو اُس کے پیچھے ہے آسمان اور زمین سے اگر ہم چاہیں تو اُنکو زمین میں دھنسا دیویں یا اُنکو آسمان سے نکڑا ڈال دیں“ پس ہمارے چاروں طرف یہی نیلی چیز ہے جو ہمکو دکھائی دیتی ہے اور جس طرح کہ ہمکو زمین میں دھنس جانے کا خیال آتا ہے اسی طرح اس نیلی نیلی چیز کے اوپر سے ٹوٹ پڑنے کا خیال ہوتا ہے اور اسی نیلی چیز کا نام خدا نے سماہ بتایا ہے *

پھر سورہ ق آیت ۶ میں فرماتا ہے ”اظم ینظروا الی السماہ فرقم یعنی کیا نہیں دیکھا اُنہوں نے آسمان کو اپنے اوپر“ پس یہی نیلی چیز ہمکو اوپر دکھائی دیتی ہے اور اسی کا نام خدا تعالیٰ نے ہمکو سماہ بتلایا ہے *

پھر سورہ حج آیت ۱۴ میں فرمایا ہے ”و یسکنا السماہ ان قنح مای الارض یعنی تھام رکھتا ہے آسمان کو زمین پر گرنے سے“ پس وہ کیا چیز ہے جو ہمکو زمین پر گرنے سے تھام رکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے یہی نیلی نیلی چیز ہے جسکا نام خدا نے ہمکو آسمان بتلایا ہے *

پس لفظ سماہ جو قرآن مجید میں آیا ہے وہ تو اُسی چیز پر بولا گیا ہے جس کو اہل عرب سماہ سمجھتے تھے — ہمارے شفیق جب چاہتے ہیں کہ سماہ کے معنی کچھ اور بدل دیں تو وہ تواریخ خفگی سے فرماتے ہیں کہ ”یہ نیلی چھ جلیبی اودھن من بیحہ السکھوت سئل ہوا و دخان کے کیا سماہ منصرفہ قرآن یہی ہے اور

اسی کی تفسیر قرآن میں وارد ہوا ہے اثم اھد خفا۔ ام السماہ پناھا رنح سکھا * و السماہ پناھا ہا باید — وہ یہی آسمان ہے جس کی تفسیر فرمادیا ہے و لقد جعلنا فی السماہ پروجاً و زینا للناظرین *

قاموس میں جو لفظ زبان عرب کی کتاب ہی صرف اتنا لکھا ہے کہ ”السماء معروف“ یعنی آسمان وہ ہے جسکو سب جانتے ہیں پس اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کیا چیز ہے جسکو سب آسمان جانتے تھے یا جانتے ہیں بجز اس نیلی یا سبز چیز کے جو ہمکو دکھائی دیتی ہے اور کسی چیز کو کوئی شخص (بشرطیکہ وہ مروری نہو) نہ آسمان جانتا تھا اور نہ آسمان جانتا ہے یہی نیلی یا سبز چیز جو ہمکو دکھائی دیتی ہے سماہ کا مسمیٰ سمجھا جاتا ہے *

اس مقام پر میں شرط مذکور ہے فائدہ لگائی کیونکہ اگلے بزرگوں اور عالموں کے نزدیک یہی سماہ کا مسمیٰ یہی نیلی یا سبز چیز تھی * ایک بزرگ نے ابی حاتم کی روایت پسند قاسم ابن یزہ ہمارے سامنے پیش کی ہے کہ ”قل لیست السماء مریعة لکنھا مقبویۃ یراھا الناس خضرا“ یعنی آسمان صریح ٹھوس ہے مگر قیہ بتلایا گیا ہے دیکھتے ہیں اُس کو لرب سبز * *

پھر دوسری روایت ثمالی کی پسند ضحاک پیش کی ہے تفسیر کوہ قاف میں ”انہ جبل مصیط الارض من زمرہ خضرا خضرة السماہ منہ“ یعنی قاف پہاڑ ہے مصیط ساتھ زمین کے زمرہ سبز سے سبزی آسمان کی اُسی سے ہے *

پھر تیسری روایت ابو الجوزا کی پسند ابن عباس پیش کی ہے کہ ”قال ابن عباس قاف جبل من زمرۃ خضراء مصیطہ بالعالم نظرة السماہ منہا“ یعنی قاف ایک پہاڑ ہے زمرہ سبز کا مصیطہ ہے ساتھ عالم کے پس سبزی آسمان کی اُسی سے ہے *

اگرچہ ہم ان روایتوں کو نہیں مانتے اور ضعیف بلکہ موضوع سمجھتے ہیں مگر اتنی بات رن سے ضرور پائی جاتی ہے کہ اگلے زمانہ کے ارک لفظ سماہ کا مسمیٰ اسی چیز کو جو نیلی نیلی یا سبز سبز دکھائی دیتی ہے سمجھتے تھے *

خدا تعالیٰ نے یہی آسمان کے ہمکو یہی معنی بتائے ہیں بلکہ اس طرح بتاتا ہے کہ یہ آسمان ہی اسکو دیکھو *

سورہ هل اتاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”انظروا الی الابل کیف خلقت والی السماہ کیف رفعت“ یعنی پھر کیوں نہیں دیکھتے ارئف کو کہ کیسا بنایا گیا ہے اور آسمان کو کہ کس طرح ارتچا کیا گیا ہے“ پس خدا اسی چیز کے دیکھنے کو جو ارئف اور نیلی ہمکو دکھائی دیتی ہے فرماتا ہے اور اسی کا نام سماہ لیتا ہے *

پھر سورہ نحل آیت ۸۱ میں فرمایا ہے ”ان یروا الی الطیر مستطرات فی جو السماہ یعنی کیا نہیں دیکھتے ارنے والے چالروں کو کہ فرمانبردار کیسے گئے ہیں آسمان کی وسعت میں“ پس ہم اسی

جناب مولوی محمد علی صاحب نے اپنے رسالہ میں جو ہم گذراہوں کی حکایت کے لیے لکھا ہے ارقام فرمایا ہے کہ ”ہمارا اعتقاد نسبت آسمانوں کے یہ ہے کہ وہ ایسی چیزیں ہیں کہ خدا نے اُن کو بنایا ہے اور ہمارے اوروں میں اور خلقت اُن کی ہماری خلقت سے معکم تو اور شدید اور وہ بے ستون معض قدرت کاملہ سے مراد ہے ہیں اور ہوس و قدر و تجریم کے مغایر ہیں اور ہوس و نامر و تجریم آئیں ہیں اور قابل انشقاق اور انقطاع ہیں پھر وہ لکھتے ہیں کہ ہم اس امتکان کے منکر کر منکر آیات قرآن سمجھتے ہیں “

کسی کر منکر آیات کہدینا تو بہت آسان بات ہے ہر شخص ایک آیت کے کوئی معنی اپنے نزدیک تھار کر دوسرے کو کہہ سکتا ہے کہ اس معنی کے کہ مانتے والے کو ہم منکر آیت قرآن سمجھتے ہیں جیسے مثلاً مغربوں کے دو فرتوں میں سے ایک اسبات کا قائل ہے کہ آسمان سقف مسطح ہے اور اُس کے ستون کرا قاف پر رکھے ہوئے ہیں اور دوسرا اس بات کا قائل ہے کہ آسمان منک مرئی کے اُتے کے گول ہے پس اس صورت میں جو فرقہ اس کے مسطح ہونے کا قائل ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ جو شخص آسمان کو منک اُتے کے اعتقاد کرے وہ منکر قرآن ہے اور جو اُس کو اُتے کے منک کہتے ہیں وہ کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص آسمان کو مسطح کہے وہ منکر قرآن ہے حالانکہ یہ دونوں مضامین فوق اب تک مسلمان مفسروں میں ہمارے ہوتے ہیں اور اُن کے مذاہب ہمارے تحقیق و اختلاف آزاد ہوتے ہیں تفسیروں میں نقل کیے جاتے ہیں پس مولوی محمد علی صاحب کے قواعد کے موافق ان میں سے بھی ایک تو ضرور منکر قرآن ہوگا مگر اس سے کسی کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ اپنا ہی کچھ نقصان ہے *

مگر جو کچھ مولوی صاحب نے فرمایا اگرچہ وہ کسیقدر ترمیم کے قابل ہے مگر ہم کو اُس سے انکار بھی نہیں بیشک آسمان ایسی چیزیں ہیں کہ خدا نے اُن کو بنایا ہے اُن پر کیا موقوف ہے تمام چیزوں کا یہاں تک کہ جناب مولوی صاحب کا بھی بنانے والا خدا ہی ہے دوسرا کوئی نہیں ہے شک وہ ہمارے اوروں میں مگر یہاں خرا غلطی ہے کیونکہ وہ ہمارے بڑوں تلے بھی ہیں بے شک وہ ہماری خلقت سے معکم تو اور شدید ہیں لیکن اگر لفظ معکم اور شدید سے یہ سمجھا جائے کہ جیسے کچی مٹی کی دیوار اور ایک ریشمہ کی یا اڑدھات کی دیوار یا جیسے ایک مٹی بڑی ہوئی چھت اور ریشمہ کی ڈالت لگی ہوئی تو اس سے ہم کو معاف رکھوں کیونکہ ہمارے نزدیک قرآن مجید کے اُن لفظوں کا یہ مطلب نہیں ہے — بے شک وہ بے ستون معض قدرت کاملہ سے مراد ہے یہاں صرف اتنی بات ہے کہ جناب مولوی صاحب کو یہ نہیں معلوم ہوا کہ وہ قدرت کاملہ

و حفظاھا من کل شیطان رجیم * انا زینا السماوات علیا یزینة الکراکب و حفظاھا من کل شیطان مارء لیسعرون النی السماوات الاعلی * و من ایتاتہ ان تقوم السماوات و الارض بامر * کیا یہ معجمہ اُن کئی کے ہے جس کی تفسیر قرآن میں ہے دوم نظری السماوات کما فی السجول للکتب * کیا اسی کی نسبت ہے کہ السماوات ان تقع علی الارض * و دوم تشقق السماوات بالقیام * دوم تھور السماوات مرا * دوم قاتی السماوات بدخان میں * اسی کی نسبت فرمایا ہے تبارک الہی جعل فی اسماء ہر وجہ و جعل فیہا سواجا و قوما مغیثا وہی ہے جس کی نسبت قرآن میں ہے و انشق السماوات فی یوم مئذ و العین و الملک علی ارجائہا * دوم تھور السماوات کاہل * دوم یوم السماوات ہیب السماوات مستطرب * اذا السماوات فرجت و تنھت السماوات تکانت احوالہا * اذا السماوات کشفت * اذا السماوات انقضت * اذا السماوات انشقت * و اسماء ذات الیروج * و السماوات ذات الیروج *

مگر ہم ادب سے کہتے ہیں کہ حضرت خفا ہونے کی کوئی بات نہیں ہے فرمایا تو اسی کی نسبت ہے کیونکہ یہ سب باتیں بقول آپ کے سما کی نسبت ہیں اور اسی نیلی نیلی سبز سبز چوڑ کو اہل عرب سما جانتے تھے پھر بولا ہم پر خفا کیا ہے اگر خفا ہونا ہے تو خدا پر خفا ہو جائے کہ اُس نے اُس نیلی چھت چھتری اڑھن میں بیت المنکبر پر کیوں ان مقنن کا اطلاق کیا جو اُس پر صادق نہیں آتیں یا اسی چیز کو انسا مانیہ جس پر یہ مقنن صادق آجاریں یا ہمارے ساتھ ہو جائے اور ایسے معنی اختیار کیجیے کہ خدا پر یہ لہر ہالہ کذب کا الزام آئے *

یا ونا یا خبر وصل تو یا برگ رقیب

بازی درخ ازیں یک دوسہ کارے بکند

ایک ہمارے شفیق نے نہایت خوشی سے ہم کو الزام دیا ہے کہ تم کہتے ہو کہ ”یوجود للسماوات جسمانیا“ اور اگر یہی سبب چھتری مصداق آیت ہو تو اُس کا ہی تو جسم ہے پھر خود تمہارے اقرار سے تمہارا قول غلط ثابت ہو گیا *

یہاں یہی الزام ہم پر بہت بڑا الزام ہے جس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر جناب آسمانوں کی ایسی جسمانیات مانتے ہیں ہم کو کچھ مقرر نہیں ہم تو اُس جسمانیات کے منکر ہیں جس کو ہم کو یونان نے قرار دیا ہے اور جس کی تقلید علماء اسلام نے کی ہے و کہ جبب کسی خاص وجہ کے اُن کی ایک آدہ بات سے اختلاف ہی کیا ہو *

لفظ بادل یعنی ابر پر بولا گیا ہی مگر ہمارے حقیق فرماتے ہیں کہ ہم قرآن کے معنی بدل دیتے اور کہتے ہیں کہ اس سے من جانب السموات مراد ہی مگر میں نہیں سمجھتا کہ سورہ ہود کی ۵۲ آیت کی تفسیر کیا فرماؤ گے جہاں خدا نے فرمایا ہے ”یرسل السماء علیکم مدرارا“ یعنی بھیج دیگا آسمان کو یعنی ابر کو تو تم یہ دیکھتے والے“ پھر ۲۶ آیت میں فرمایا ہے ”وقیل لارض ایلعی“ مادک و یا سماء اقلعی یعنی ابر کو کہا گیا اے زمین نکل جا اپنا پانی اور اے آسمان ابر یعنی ابر توہم جا۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے اقلع السماء بعد ما مطرت اذا امسکت یعنی صوب کے مٹا دینے میں کہا جاتا ہے اقلع السماء جبکہ پرس کو توہم جاتا ہے پس اب کون شخص احباب پر شہرہ کر سکتا ہے کہ قرآن مجید میں سماء کے لفظ کا ابر و بادل پر بھی اطلاق ہوا ہے *

تیسرے جس چیز میں کواکب پڑتے ہیں اُس پر لفظ فلک کا بھی اطلاق آیا ہے سورہ انبیاء آیت ۳۲ میں خدا فرماتا ہے ”وہو الذی خلق اللیل والنہار والشمس والقمر فلک یسبحون“ یعنی ابر و زمین جس نے پیدا کیا رات کو اور دن کو اور سورج کو اور چاند کو ہر ایک بیچ آسمان کے تیرے ہیں“ *

پھر سورہ یس آیت ۳۰ میں فرمایا ”لا اشاء من یخفی لہا ان تدرک القمر ولالیل سابق النہار“ فلک یسبحون یعنی سورج کے لیئے لائق نہیں ہے کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات پہلے ہوسکتی ہے دن سے اور سب ستارے آسمان میں چلتے ہیں“ اور اہل علم تو آسمان کی جگہ فلک ہی کا لفظ بولتے ہیں جیسے فلک قمر وغیرہ اور فلک کسی ایسے مجسم کو نہیں کہتے جیسے یرواقع و نکا آسمان *

چوتھے سموات کی جگہ طرائق کا لفظ بھی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے پس اس دوتوں لغاتوں سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ سماء اور فلک اور سموات اور طرائق مرادف ہیں بلکہ صرف استدلال اس قدر کہ سماء و سموات کی جگہ ان نظروں کے پڑنے سے پایا جاتا ہے کہ آسمان کا ایسا جسم جیسا کہ یونانیوں اور ان کی تقلید سے علماء اسلام نے تسلیم کیا ہے ویسا جسم اُنکا نہیں ہے *

جناب مولوی محمد علی صاحب نے یا تو ہمارا مطلب نہیں سمجھا یا ہمارا بیان ایسا ناقص ہے کہ عالموں کی سمجھ میں نہیں آتا کہ فرماتے ہیں کہ ستارے حرکت کرنے والے اجسام ہیں پس ضرور ہے کہ مدار اُنکا طویل و مدید و میق ہو * * * جب یہ امر سمجھ رہے ہیں کہ بعد مدار حرکت سیارگان اُن لوگوں کی رائے پر جنکے نزدیک خلا محال ہے بلا شک و شبہ جسم ہی ہوگا خلاء جسم لطیف مثل پانی و ہوا کے ہو خلاء کثیف شفاف ایسا جو مائع

کے ذریعے سے ظاہر ہوئی ہے مگر مگر معلوم ہو گیا ہے کہ عالم اجباب میں وہ قدرت اُس قوت کے ذریعے سے ظاہر ہوئی ہے جسکو ہم جذب کہتے ہیں۔ اور مولوی صاحب کے قلم میں شاید لفظ ”مرفوع“ میں، کی جگہ یوں ہونا چاہیئے کہ ہو ایک کی تفسیر مرفوع دکھائی دیتے ہیں۔ اس سے بھی مگر کچھ انکار نہیں کہ وہ شمس و قمر و نجوم کے مغایر ہیں مگر اتنا کہتے ہیں کہ اُن پر بھی پورجہ اُنکے مرتفع ہونے کے اطلاق ہوسکتا ہے مگر یہ جو مولوی صاحب نے فرمایا کہ شمس و قمر و نجوم اُن میں ہیں یہ بڑا بڑا بات ہے اگر اس سے یہ مراد ہے کہ شمس و قمر و نجوم اُن میں اس طرح ہیں جیسے پانی میں مچھلی یا ہوا میں کپوتر تو تو ہم بدل تسلیم کرتے ہیں اور اگر اُنکے اُن میں ہونے سے اس طرح کا ہونا مراد ہے جیسے تھنہ میں کپڑا انکڑی میں نکیٹہ تو ہم اُسکو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ ہمارے نزدیک خدا کے قلم کا یہ مطلب نہیں ہے۔ پھر جناب ممدوح ارقام فرماتے ہیں کہ وہ قابل اشتقاق و انفطار کے ہیں۔ ان لغاتوں میں جو مولوی صاحب نے فرمائی ہیں قرآن مجید کی پٹری مطابقت نہیں ہوتی اگر یوں فرماتے کہ اُنہر انشقاق اور انفطار کا اطلاق ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے تو بالکل صاف ہوجاتا مگر غیر بلحاظ ادب جناب مولوی صاحب کے ہم اُسکو تسلیم کریں گے *

اب ہم کو یہ یاد ہے کہ جناب مولوی صاحب ہم سے خوش ہوجاؤ گے اور اب مگر اور ہمارے مسلمان دوستوں کو بے فائدہ ملحد و مرتد اور منکر قرآن اور بیدین فرماؤ گے کیونکہ ہمارا اس میں کچھ نقصان نہیں اور مفت میں جناب مولوی صاحب کی زبان گندی ہوتی ہے مگر ایک جگہ مولوی صاحب نے ہم لوگوں کی بات کو مجذباتانہ پڑ لکھا ہے پس اُنکا ہم نہایت شکر کرتے ہیں کہ اُنہوں نے ہمکو تکلیفات شرعیہ سے بڑی کیا ہے مگر پھر نہ معلوم کہ کیوں ملحد و مرتد و بیدین قرار دیتے ہیں مگر باتیں تو مولوی صاحب کی بھی ایسی ہیں کہ ایک کو دوسری سے مناسبت نہیں خدا رحم کرے *

اب یہ بات پٹری ظاہر ہو گئی کہ قرآن مجید میں سماء کے لفظ کا اطلاق یعنی آسمان اسی ٹہلی چٹری چھ پڑ آیا ہے خلاء وہ ارہن من بیہ العنکبوت و خلاء اشد من علف الحدید *

دوسرے معنوں میں سماء کا اطلاق قرآن مجید میں ہماروں پر آیا ہے بیسیوں جگہ قرآن مجید میں خدا نے فرمایا ہے کہ ازل من السموات ماد یعنی اوتارا آسمان سے یعنی بادل سے پانی اور کچھ شک نہیں کہ بادل سے مینہ ہوتا ہے اور اس جگہ سماء کا

اُس آسمان پر جو رہتے ہیں وہ اُترینگے اور وہ تمام دنیا کے مکان سے زیادہ ہونگے پھر اسی طرح ایک ایک آسمان پھٹتا جاوے گا پھر کو کرہی اور لڑھکتاں حملۃ العرش اُترینگے اور پھر سب سے اخیر خدا تعالیٰ رب العرش العظیم اُترینگے کیونکہ وہ تو سب سے اوپر تھے جب سب آسمان پھٹ گئے تب جناب باری کو اُترنے کا راستہ ملا نہ تو بالکے سے ہذا الہامی - اگر درحقیقت مذہب اسلام یہی ہو تو اُس سے دہر اور پڑی کے قصے ہزار درجہ بہتر ہوں جناب مولوی صاحب قلیک آپ جو ان لغویات کی قائلید کرتے ہیں یہ اسلام کی خواہد راہی نہیں بلکہ کمال بدخواہی ہی اور جھوٹی باتوں سے اسلام کا بدنام کرنا ہی اور اُسکا لتیجہ یہ ہرگا کہ جوں جوں ترقی حکمت ہرورہیہ اور علوم یقینیہ کی ہرگی لوگ اسلام سے پھرتے جاوینگے اور اسلام کو آپ لوگوں کی بدولت انحر سےجھیں گے اور اُس سب کا گناہ مولوی صاحبوں کی گرفت پر ہرگا اسلام کی دوستی یہی ہے کہ نہ شہاک کی رماہیت کیجیہ نہ

مقاتل کی صرف اسلام پر عاشق رہیہ اور جسدہر غلط روایتیں اور غلط رائیں اسلام میں مل گئی ہیں جو درحقیقت اسلام کی نہیں ہیں اُس کو اس طرح نکال ڈالینگے جو ایک درجہ دودہ میں سے مکھی اور اسلام کی روشنی دھورہ و لامذہب و حکیم پھور حکمت قدیم و پھور حکمت جدید سب کو ایسی طرح پر ڈھالینگے کہ سب دنگ ہر جاووں قلم ہاتھ میں لیکر بے سہ باتوں سے کاف کو سیاہ کردینا اور تفسیر القرآن پالا یرضی قائلہ کرے لوگوں کو کافر و ملحد و مرتد کہنا کچھہ دینداری کی بات نہیں ہی البتہ جاہلڑوں میں بیٹھہ کو ہٹھکی کوٹنے کو اور بڑے پکے دیندار کہلانے کو تو بہت مددہ ہی ہم غیور پھوری کریں اُن علماء کے قول کی جن کا قول خلاف واقع ثابت ہوا ہی اور کہوں پھوری کریں اُس تفسیر کی جس سے تمام قرآن لٹر ڈالہ غلط اور خلاف واقع معلوم ہوتا ہی ہم کسی مفسر اور کسی عالم پر ایمان نہیں لائے جو اُن کی بات کی پیچ کریں ہم تو خدا پر اور اُس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اُس کے کلام پر ایمان لائے ہیں اور اُس کے عاشق ہیں پس جو شخص یا جو قول ایسا ہی جس سے اُن میں نقص لازم آتا ہی ہم تو اُس کے دشمن ہیں پس نہایت مناسب ہی کہ آپ ہمارے دشمن وجہیکر مگر اتنا سمجھہ کیجیہ کہ دوست کے دشمن ہوتے ہو اور یہ بات ہو کرٹی جانتا ہی کہ دوست کا دشمن کرن ہوتا ہی *

پانچویں — سماء کا اطلاق ہی مروجہ ہے ہی آتا ہی ہم نے اپنے اس قول کی قائلید میں امام فخرالدین رازی کا قول نقل کیا تھا کہ

السماء عبارة عن کل ما ارتفع اور جناب مولوی محمد علی صاحب نے یہ قول امام صاحب کا بھی نقل فرمایا ہی کہ ان السماء المتماہ

سہر نہر اور جو لڑکے کے اچانک نے قابل ہیں اُس کے نزدیک ممکن ہی کہ بعد مجبور ہو یا بعد مجسم *

خدا مولوی صاحب کا یہاں کرے ہم تو اسی صغار کو جسکا ایہی ذکر کیا سماء وسیع سموات مانتے ہیں اور صرف یونانی حکیموں کے آسمان مجسم سے انکار کرتے ہیں کہ ایسے مدار سے جسکا جناب مولوی صاحب نے ذکر کیا اور اُس بات کا کچھہ خیال ہی نہیں کرچے کہ خدا تعالیٰ ہی یا ممکن کیونکہ اُس کے معال یا ممکن ہونے پر آپ تک کرٹی دیکھا قطعی معلوم نہیں ہرٹی ہی بلکہ یہاں آسمان خدا ہی ہم اُس مدار کو منظور بلکہ ہی ابداہ لٹرہ تسلیم کرینگے صرف ہم میں اور جناب مولوی صاحب میں اتنا فرق ہی کہ عاید جناب ممدوح خدا کو غیر مطلق مانتے ہیں اگر وہ ممکن ہو مگر ہم خدا کو ہی مطلق مانتے ہیں اور خدا کو سب چیز کا پڑاں تک کہ خدا کا بھی خالق جتہ ہیں *

تمجب ہی کہ ہم ہوا پر اور اپنی ہر ایک تحریر کے شروع میں کہتے آتے ہیں کہ ہم اُس جسمانیات آسمانوں کے منکر ہیں جو یونانی حکیموں نے تسلیم کی ہی اور جسکو علماء اسلام نے یونانیوں کی تقلید کو کر یہ تبدیل قائل تسلیم کیا ہی اور جزو مذہب قرار دیا ہی *

ہم علماء اسلام کی اُن لغو باتوں سے انکار کرتے ہیں جنہیں اُنہوں نے یونانیوں کی تقلید سے اور موضح روایتیں سنکر آسمان کو ایسا جسم مانتا ہی جو ہم میں اور اُور کی مطلق میں آتا ہی اور لڑھے سے ہی زیادہ سطحہ ہی دیکھو تفسیر کبیر میں یوم تعلق السماء والذمام کی تفسیر میں کیا لغو روایتیں لکھی ہیں ایک روایت لکھی ہی کہ انبیاء کے وقت میں کرتے تھروں میں سے ٹھٹھہ نازل ہوا کرتے تھے آسمان بدستور چورے رھتے تھے مگر جب آسمان پھٹ جاوینگے تو زمین میں اور ٹھٹھوں میں کوئی حائل نہیں رہنے کا پس ٹھٹھے زمین پر اُتر آوینگے *

دوسرا قول لکھا ہی کہ آسمان کے اوپر تو فرشتے رھتے ہیں مگر جب وہ پھٹ جاوینگا تو خراہ ٹھٹھراہ اُن کو نیچے اُترنا پڑیگا بقول خطبہ کہ جب اذا ہی ٹھٹھراہ تو بیٹھینگے کاہے پر پھر حضرت ابن عباس کی طرف روایت کو منسوب کیا ہی اور ساتوں آسمانوں کا پھٹنا اور رہاں کے فرشتوں کا زمین پر آنا بیان کیا ہی پھر اس نکر میں لڑھے ہیں کہ زمین پر سب وہ سمائینگے کیونکر پھر اُس کے لیئے ایک روایت لکھی ہی *

پھر حضرت مقاتل کی نسبت ایک روایت لکھی ہی اور اُسوں تو خیاست ہی کرہی ہی اُسوں لکھا ہی کہ اول دنیا کا آسمان پھٹیکا اور

اشتہار

کتب مفصلہ ذیل واسطے فروخت کے ہمارے
پاس موجود ہیں اور محصول ذاک کا علاوہ
اس قیمت کے جس صاحب کو خریدنی
منظور ہوں وہ خرید فرماویں
وہ کتابیں جن کی قیمت مدرسۃ العلوم مسلمانان کی
کمپنی میں جمع ہوگی *

- کتاب جان دیوں ہوت متضمن حمایت اسلام بزبان
انگریزی قیمت فی جلد ... صفحہ
کتاب حمایت الاسلام ترجمہ کتاب گاندھی ہیکنس
متضمن جواب اعتراضات عیسائیوں بزبان اردو ... صفحہ
قیمت فی جلد ...
کتاب خطبات احمدیہ مولفہ سید احمد خاں
بزبان انگریزی قیمت فی جلد ... ع
اگر کوئی غریب مسلمان انگریزی خوان خطبات
احمدیہ کو خاص اپنے پڑھنے کے لیئے چاہے تو
اُس کو نصف قیمت پر ملجائیگی *
کتاب مباحثہ مذہبی باہری فتنہ صاحب و ڈاکٹر
وزیر خاں و مولوی رحمت اللہ صاحب بزبان
اردو قیمت فی جلد ... ۸
جواب کتاب ڈاکٹر ہنگو صاحب مولفہ سید احمد
خاں انگریزی مہ ترجمہ اردو قیمت فی جلد ... صفحہ ۸
حصہ اول تاریخ ہندوستان زمانہ ہندوان مولفہ
منشی مسعود ذکاء اللہ صاحب بزبان اردو قیمت
فی جلد ... ۸

- وہ کتابیں جن کی قیمت کمپنی خواستگار ترقی
تعلیم مسلمانان میں جمع ہوگی *
کتاب ریورٹ سلیکٹ کمیٹی اردو و انگریزی مہ
خلاصہ رسالہ ہائے موضوعہ کمیٹی قیمت فی جلد ... صفحہ
وہ کتابیں جنکی قیمت دوسری کمیٹی مسلمانان
میں جمع ہوگی *
جواب کتاب ڈاکٹر ہنگو صاحب مولفہ سید احمد
خاں بزبان انگریزی قیمت فی جلد ... صفحہ ۸
اسباب بغاوت ہندوستان مولفہ سید احمد خاں
بزبان انگریزی قیمت فی جلد ... صفحہ ۸
تہذیب الاخلاق من ابتداء شوال سنہ ۱۲۸۹
ہجری لغایت سنہ ۱۲۸۸ ہجری قیمت ... صفحہ
تہذیب الاخلاق ہائے سنہ ۱۲۸۹ ہجری قیمت ... صفحہ
دستخط سید احمد خاں سکرٹری
کمپنی ہائے مذکورہ

سماء سمواہا نکل ماسماک فہو سماء فاذازل الاماء من السحاب فقدرزل
من السماء یعنی اسمان کا نام سماء اسی سبب سے رکھا گیا ہے کہ وہ
پلندہ ہی پس جو چیز کے تجسم سے پلندہ ہی وہ آسمان ہی پس جب
تازل ہوا پہلے پادل سے تو پوسا سماء سے *

مگر جناب مولوی صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ امام نصرالدین
وازی علماء لکھ میں سے نہیں ہیں اُن کا قول بیان معانی لکھ اور
دیگر علوم عربیہ میں معتد نہیں *

پھر ارقام فرماتے ہیں کہ امام وازی نے یہ بات بطریق قیاس
فی اللغة کے فرمائی اور چونکہ قیاس فی اللغة مقبول نہیں ہی پس یہ
قول بھی اُن کا مقبول نہیں ہو سکتا *

غیر ہرگز اس سے تو پتہ نہیں ہے کہ امام نصرالدین وازی کو
علوم عربیہ کی لیاقت تھی یا نہیں اگر لیاقت تھی تو یہی دل ما شاد
اور اگر نہ تھی تو جو کچھ مولوی صاحب نے اُن کے حق میں فرمایا
ہماری طرف سے یہی بیش پاد مگر اس قدر تو ہاید جناب مولوی
صاحب یہی تسلیم فرماتے ہونگے کہ بطور استعارہ کے مرفوع چیزوں پر
سماء کا اطلاق ہو سکتا ہی پس اس قدر ہم یہی کہتے ہیں کہ اُنہو
یہی سماء کا اطلاق ہو سکتا ہی *

یہ ہم تب کہتے ہیں کہ ہر [کچھ] سماء اور سموات کے معنی
اور پڑ کے یا اُڑنے کی چیزوں کے اور ہم تو خود سماء کا اطلاق متعدد چیزوں
پر اس لیئے ثابت کرتے ہیں کہ اُن میں سے جوں سی چیز مقتضایہ
مقام ہو اور سیاق و سباق عبارت سے پائی جارے وہ مراد لیجائے
تہ کہ یونانیوں کی تقلید سے ہر کچھ رہی فرضی غیر واقعی جسم
مراد لیا جارے جو محض غلط و خلاف واقع ہی *

ہرگز نہ مولوی مہمد علی صاحب کا اور نہ اور کسی تفسیر کا
جواب لکھنا مقصد ہی اس مقام پر اتفاقیہ چند باتوں تیار کرنے کے پھر
میں آگئیں پس ہم نے اُن کی یہ سی لکھا اور غیر صحیح باتوں سے
جو تعرض نہیں کیا تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اُن کو تسلیم کیا
ہی بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ بیفائدہ اوقات ضایع کرنے سے کیا
فائدہ ہی *

اب ہم آئندہ بیان کریں گے جو کچھ ہم نے بیان کیا کرئی آیت
آراں مجید کی اُس کے برخلاف نہیں ہی *

(بانی آئندہ)

بمقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انتستیمتہ وقت میں چھپا اور حافظ

مسعود عبد الرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [10 جمادی الاول سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی] نمبر ۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور ترغیب کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جارے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جارے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہی اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہی اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہی * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — متصور اس پرچہ کے اجراء سے یہ ہی کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط فہم مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی سائلے جارہیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراء بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجراء و ترقی میں صرف کیا جارہگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہی اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجراء کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور مجوز کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہی کہ اگر چاہیں تو اُڑ کسی کو بھی بطور مجوز اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضائے مضامین ہوگا چھپا کر پکا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روائتی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو نی پرچہ چار اُنہ مہرہ اخراجات روائتی پرچہ دینا ہوگا *

مقدمہ نمبر ۱۸۲

مسلمانان یارقند

مسٹر رابرٹ شا صاحب یارقند اور اُس کے گردنواح کے ملکوں کا حال دریافت کرنے کو سنہ ۱۸۹۸ء میں اُس طرف گئے تھے اور انہوں نے اپنے سفر کا حال ایک کتاب میں لکھا ہے جو سنہ ۱۸۷۱ء میں لندن میں چھپی ہے۔ ہم اُس کتاب سے اُس نواح کے مسلمانوں کا حال انتہاب کرکے ذیل میں لکھتے ہیں اور اس انتخاب کے لکھنے سے ہمارا مقصد اپنی قوم کو وہ باتوں سے متنبہ کرنا ہے ایک یہ کہ ہماری قوم جو ہندوستان میں رہتی ہے وہ سمجھے کہ اُسے کس قدر عادتیں ہندوؤں کی سیکھ لی ہیں اور کھانے اور پہنے اور غیر قوموں سے ملنے میں ایک خیالی وہم اور چھوٹ جسکی اصل نہ شرع میں ہے اور نہ اُن ملکوں کے رہنے والے مسلمانوں میں ہے اختیاء کی ہے دوسرے اسیات پر افسوس دلانا ہے کہ ہمارے قوم کے لوگ کیا ہندوستان کے رہنے والے اور کیا اُن ملکوں کے رہنے والے کچھ بے علم اور واقعات تاریخی سے جو دنیا میں گذرے ہیں کس قدر بیخبر اور واہیات زلل اور بیہودہ کھائیوں پر یقین اور امتیاز کرنے والے ہیں جس سے اُن کی نادانی بے علمی بظرفی ثابت ہوتی ہے *

انتخاب سفر رابرٹ شا صاحب

صاحب موصوف نے کانکرہ سے اپنا سفر شروع کیا اور جب وہ شہر اہیہ میں پہنچے جو لدانج سے آگے جانب شمال میں واقع ہے تو وہاں کے لوگوں کا حال انہوں نے اسطرح پر لکھا ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ جب میں اہیہ میں پہنچا تو میں نے تیس کے باشندوں کے چال چاں اور رسم و رواج کو فوراً تحقیق کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب کہ میں پہلے پہل شہر کی سیر کو نکلا تو وہاں کے لوگوں کے حالات دریافت کرنے کا جو جوش تھا وہ سب جاتا رہا اور اُس کے موش میں ایک دوسری بات کا شوق دل میں اُٹھا کیونکہ جو لوگ اُس ملک میں تھے یعنی تبتی اُن سے بالکل مختلف قسم کے لوگ تو کی بازار میں چلتے پھرتے یا خاموش نظاروں میں بیٹھے ہوئے نظر آئے اُن کے سروں پر بڑے بڑے سفید عمامہ تھے لہذا تڑپ اڑو چہ زمین تک لٹیا سامنے سے نکلا ہوا نیچے صبری پہنے تھے اور ہاڑوں میں کالے چمڑے کے موٹے موٹے برت تھے اس سب باتوں سے اُن کا ایک دم داب معام ہو تا تھا اور اُن کا برتاؤ نہایت شستہ تھا جس سے لوگوں کے دل میں اُن کا ادب پیدا ہو اُن میں ہندوستانیوں کی سی خراماد نہ تھی اور نہ تبتیوں کی سی نقالی تھی اس سے معلوم ہوتا تھا کہ دنیا بندوں کے بیچ میں آدمی ہیں جب میں اُن سے ملا تو اُنکا مزاج

بالکل عرف ناک نہ پایا جیسا کہ اُن کے ہوملوں کا سنتا تھا وہ لوگ ہمارے خیمہ میں آکر بیٹھتے اور بذریعہ مترجم کے دوستانہ بات چیت کرتے تھے اور نہایت مزے سے ہماری چام پھونک پھونک کر جوہ جودہ کرکے پیتے تھے پرغلاف ہمارے ہندوستان کے ڈپوک مسلمانوں کے جو اس قدر ہندو ہو گئے ہیں کہ ایسا کرنے سے اُن کی ذات جاتی رہتی ہے ہمارے مہمان در اصل بہت اچھے لوگ تھے ہنسی مذاق سے غرض ہوتے اور جراب بھی مذاق کے ساتھ دیتے تھے آزادی کے ساتھ گفتگو کرتے مگر کبھی حد مناسب سے تجاوز نہیں کرتے تھے ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بھی عزت کرتے ہیں اور جس سے گفتگو کرتے ہیں اُس کی بھی قدر و سزا کرتے ہیں جب رخصت ہوتے تو مردب طرز پر سلام کرکے رخصت ہوتے رنگ میں اہل یورپ سے کچھ کم نہیں ہیں لال ہونٹ اور گلاب کے رنگ کا سا چہرہ ہوتا ہے جب ہم پہلے پہل وہاں پہنچے تھے تو ایک شخص عمدہ پوشاک اور اونچی ایڑی کا جوتہ پہنے ہوئے ہمارے پاس آیا اُس کی تازگی اور موچوں کے بال بھورے تھے اور چہرہ بہت گورا اور صاف تھا اُس نے مجھکو اس طرح سے دیکھا جیسے انگریز دیکھتے ہیں میں نے اُس کو انگریز سمجھ کر اُس سے بات کرنا چاہا تھا کہ اتنے میں وہ مرز کو میرے مسلمان توکروں کے پاس جا بیٹھا معلوم ہوا کہ یارقند کا رہنے والا ایک حاجی تھا جب ہم روئشیں میں پہنچے تو وہاں کے مسلمانوں سے قرآن و مذہب کی نسبت بہت سی گفتگو ہوئی مسلمانوں کو وہ نصاریٰ کہتے ہیں اور مسلمانوں کی بدنامی کچھ ہی کم سمجھتے ہیں کیونکہ مسلمان اہل کتاب ہیں اور اُنکے لیٹم توڑت موسیٰ اور زبیر داؤد اور انجیل عیسیٰ بھیجی گئی ہے اور اُن کے خاص پیغمبر یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام درجہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے ہیں ہندو اور اور پت پوستروں کو ایسا نہیں سمجھتے اسی مقام پر محمد نذر سے جو یارقند کا ایلچی ہندوستان میں آیا تھا ملاقات ہوئی اُس نے اور اُس کے ہمراہیوں نے میرے ساتھ چام پور اور رخصت ہوئے *

جب مسٹر شا صاحب چنگ چیمہوں میں پہنچے تو وہاں یہ بات دریافت ہوئی کہ گرد نواح کے ملک میں جس قدر چارل ایک بکرے پر لہ سکتے ہیں اُن کی قیمت میں آٹھ توارہ سونا یعنی بارہ ہونڈ کی برابر ملتا ہے جس کے ایک سو بیس روپیہ چہرہ شاہی ہوتے ہیں اسی طرح سفر کرتے ہوئے مقام شہدادانہ جو پہنچے جہاں ایک چھوٹا سا قلعہ ہے اور شا صاحب کے آنے کی خبر سنکر شاہ یارقند نے چند سپاہی اور اندر ایک مہینہ پہلے سے وہاں متعین کر رکھے تھے وہ لوگ مسٹر شا صاحب سے نہایت دوستانہ طرز پر ملے

پوہی کی وجہ سے تھی کہ اُس کی بی بی نے وفات پائی تھی اُن کے ماتم میں وہ سیاح پوش تھے *

یار قند کے قریب سڑکوں اور پوائے پلوں کی موسم کرائی گئی تھی اور ٹھہروں اور چھوٹی چھوٹی ندیوں پر تھم پل بنائے گئے تھے صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے اس قدر اچھی قدر و منزلت کی ہرگز امید نہ تھی یار قند والوں نے میرے منشی دیران بخش سے پوچھا تھا کہ جب کوئی معزز مسافر آتا ہے تو اُس کی آمد میں کیا اہتمام ہوا کرتا ہے منشی نے معذرتی طایریاں سڑکوں کی موسم وغیرہ جو یہاں ہوا کرتی ہیں بیان کی تھیں اس پر اُنہوں نے ایسی طایریاں کیں کہ پلوں کے پڑانے شہتیر بھی بدلا دینے کا وہ صاحب کے ساتھ جو سوار آریں تو اُن کے گھوڑوں کی ٹانگوں کے صدمہ سے وہ پوائے شہتیر ٹرت نکلا دیں صاحب اس بات کا اقبال کرتے ہیں کہ سب طایریاں جو اُن کے لیئے ہوئیں اور اس قدر اُن کی قدر و منزلت جو ہوتی تھی اُس کا اُنپر بار گذرتا تھا وہ کہتے ہیں کہ وہ ہستی میں اُس ضلع کا حاکم ہونے استقبال کے واسطے آتا تھا جب مقام کارغلی تین میل کے فاصلہ پر رہا تو وہاں کا بیگ مجھ سے ملنے آیا اور نہایت خاطر داری سے ملا چند درختوں کے سایہ میں فرش بچھا کر دسترخوان بچھایا گیا اور اس پر شوربا اور پلاؤ اور بڑی بڑی رشتیاں اور میرے چاہ گئے سب نے ساتھ بیٹھے کو کھانا کھایا بعد کھانے کے لوگوں نے ظہر کی نماز پڑھی اسی جگہ ایک ہفتار کے حاجی سے ملاقات ہوئی اُس نے ہندوستان عرب اور روم تک کا سفر کیا تھا اُس سے فارسی میں بھی گفتگو ہوئی درگاہ تک میرے پاس بیٹھا رہا چاہ بیٹھا جاتا تھا اور سفر کا حال کہتا جاتا تھا *

شا صاحب لکھتے ہیں کہ جب ہم لوگ مقام ٹکلا سے ریگستان میں پہنچے تو یوزباشی نے رہاں کی ایک روایت اس طرح پر بیان کی کہ یہاں کانو آباد تھے ایک بزرگ مسمیٰ شاہ جلال الدین صاحب نے اُن کے روزرو اسلام کا وعظ کیا اُنہوں نے اس وعظ پر مسلمان ہوئے انہوں نے کہا کہ اُن کے مکان سرنے کے ہو گئے مگر وہ سب کانو اپنے اترال سے پہر گئے اور کہا کہ جو کچھ ہم چاہتے تھے وہ ہمیں مل گیا اب ہم کیوں مسلمان ہوں وہ بزرگ یہ سن کر چلے گئے زمین سے ریت اُٹا کر کافروں کے تمام مکان وغیرہ اُس میں غرق ہو گئے یہاں کے خزانوں کی بھی جستجو کی گئی مگر کوئی ایسا جادو ہی کہ جو کوئی اس ریگستان میں پھرتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے *

شا صاحب کہتے ہیں کہ اگر میں ایلچی ہوتا تو اس سے کچھ زیادہ میری خاطر داری نہ ہوتی بلکہ میں اُن لوگوں کا دوست اور

اُن کے ساتھ چاہ پی کھاتا کھایا شا صاحب نے بھی ایک روز اُن کی دعوت کی اُن لوگوں نے شا صاحب کے آنے کی خبر یار قند کو بھیجی اور جب تک یار قند سے روانگی کی اجازت نہ آئی وہیں تہوے رہے مگر اُس قیام کے عرصہ میں اکثر آدمی یار قند سے شا صاحب کی مدارات کے لیئے آتے جاتے رہے اور نہایت خاطر داری کے ساتھ اُن کو وہاں رکھا آخر کار جب اجازت روانگی کی آئی تو سب لوگ روانہ ہوئے راستہ میں اہلکار شا صاحب کے استقبال کے واسطے آتے تھے جب کہ یار قند کے قریب پہنچے تو ایک اہلکار جس کو مہماندار کہتے ہیں پیشوائی کو آیا اور تعظیم و تواضع کے ساتھ ملا مہماندار نے اپنے ہمراہیوں کو سواری پر سے اُتار کر شا صاحب کے ملازموں کو جو پیادہ تھے سوار کرایا اور نہایت تپاک سے شا صاحب کی مزاج کی خیرروایت پڑھی اور مصافحہ کیا اور اُن کے گھوڑے کی برابر اپنا گھوڑا کر کے ساتھ ساتھ آگے کر چلا ایک سوار سب سے آگے گھوڑا دوڑاتا اور بندرت چھوڑتا جاتا تھا یہ گویا شا صاحب کی تعظیم کے لیئے سلامی کی شاخ ہوتی جاتی تھی کچھ تھوڑے سے آگے بڑھنے پر ایک اور جماعت ملی جو شا صاحب کے استقبال کے لیئے تھوڑی ہوتی تھی اُن سے ملکر اور اُن کے ساتھ چاہ پانی پیکر آگے بڑھے تب یوزباشی وزیر یار قند کا بھائی آکر ملا اور شا صاحب سے راستہ کی خیرروایت پڑھی مقام شہید اللہ میں جو اُن کو بہت دنوں تک ٹھہرنا پڑا تھا اُس کی معذرت کی آخر کار اسی روز سے پھر کر شا صاحب یوزباشی کے خدمت میں اُس سے ملنے کو گئے اُس نے بہت اعزاز کے ساتھ قالین پر بٹھایا چاہ منگوائی دسترخوان پچھوایا جب شا صاحب اُس سے رخصت ہو کر اپنے خدمت میں آئے تو تھوڑی سی دیر بعد یوزباشی اُن سے ملنے کو آیا اُنہوں نے زرد رنگ کی ریشمین کشمیری پگڈی یوزباشی کی نذر کی *

اٹھواہ میں ایک روز وزیر نے یوزباشی کے پاس ایک خط بھیجا اور اُس میں مہمان یعنی شا صاحب کی غور و غور فرمائش کی اور لکھا کہ اُن کے لیئے کسی بات کی دقت یا کوتاہی ہو اسی طرح وہ روز قاصد آتے جاتے رہے جو وہ مرتبہ مدد اور نیا خاص بھیجتے آتے تھے شا صاحب اپنی اسی عزت اور توقیر دیکھ کر نہایت خوش ہوئے بحقیقت یہ تھی کہ والی ملک اپنے مہمان کے قریب پہنچنے کی خبر سے سن کر اس قدر خوش ہوتا تھا کہ قاصدوں کو انعام اور خلعت دیتا تھا جب کسی قدر اور یار قند کے قریب پہنچے تو ایک جماعت ہزاروں سی ملی جن کا سردار سیاح پر شاہک بنے ایک مشکی گھوڑے پر سوار تھا یوزباشی نے شا صاحب سے کہا کہ یہ بیگ یعنی حاکم سنہو آپ کے استقبال کے واسطے آیا ہے جب نزدیک پہنچے تو یوزباشی نے شا صاحب اور بیگ سے ملاقات کرائی دونوں ہاتھ ملے اور نہایت تعظیم اور تواضع کے ساتھ ہاتھ چیت ہوئی بیگ کی سیاح

میرے یارقند میں پھر نچنے سے پہلے میرے واسطے میز اور کرسی ملایا کرا لی گئی تھی کئی دن کے بعد میں پھر شافراں کی ملاقات کے لیئے گیا اور وہ اُسی طرح عزت اور خاطر سے پیش آیا ایک ریشمین چھ عنائیت کیا اُسکے بعد پھر کئی مرتبہ چھ اور گویاں وغیرہ مجھکو بھیجیں *

یارقند میں کانوروں کے لیئے حکم ہی کہ پگزی نہ باندھیں اور کمر میں ایک سیاه کزری باندھتے رہا کریں مگر میرے ہندو نوکروں کو مسلمانوں پر شاہک پہننے کی اجازت تھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات میرے حال پر نہایت بڑی مہربانی ہونے کے سبب سے تھی *

ایک روز میرا منشی شافراں کا ایک رتہ لیکر آیا جس میں اس بات کی شکایت تھی کہ تمہارے نوکروں نے روپیہ کے لیئے کچھ جنس بازار میں فروخت کی ہم سے روپیہ کیوں نہ طلب کیا اسیکے ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ بدخواہ لوگ کہیں کہ ایک مہمان انگریز کی مہمانداری کی نسبت مناسب توجہ نہیں ہوتی تب میں نے اپنے منشی کو اُن کے پاس بھیجا اور کہا بھیجا کہ کچھ کپڑا بیٹھے نوکروں کے لیئے خریدوا تھا اس پر روپیہ نے کہا اگر یہ بات بادشاہ کے کان تک پہنچ جاوے تو مجھپر حد سے زیادہ عتاب ہو *

ایک روز رمضان کے دنوں میں میں روپیہ کی ملاقات کو گیا اُس روز وزیر صاحب نے اپنے ہاتھ سے میرے لیئے چاہ ملایا کی ایک دن یوزباشی نے مجھ سے کہا کہ آپ یہاں کوئی چیز ہرگز نہ خریدیں بیٹھے کہا کہ تھوڑی تھوڑی سی چیزوں کے مانگنے میں مجھکو حرم آتی ہی یوزباشی نے کہا کہ جو چیز آپ کو درکار ہو خواہ وہ ہزار ملے کی ہو خواہ ایک پھول کی اُس کے مانگنے میں ہرگز شرم نہ کیجیئے شافراں کو میں نے ایک ملاقات میں ایک ہندو رق رافعل اور ایک ریوا اور ایک ریشمین پگزی اور کچھ کپڑا اور ایک سر بیس پونچہ چاہ نذر کی جس کو انہوں نے نہایت خوشی سے قبول کیا جب ہمارا بڑا دن قریب آیا تو میں نے اپنے نوکروں کو غرض خریدنے کے حکم دیا مگر شافراں کے ہاں سے پیغام آیا کہ آپ بازار سے کچھ نہ خریدیں سب چیزیں مہیا ہوجائیں گی بڑے دن کو شافراں نے ایک بڑا باری دستو خوان اور دو ریشمین چھ اور ایک گوبی بھی بھیجی وزیر نے میری تفریح کے لیئے گانے بجانے والے بھی مہینے کیئے تھے *

ایک روز میں نے اپنے دوستوں کی دھرت کی جس میں میرا منشی دیوان بخش اور یوزباشی اور مہماندار اور چار پنجابا ہاشی شریک ہوئے اُن لوگوں نے پہلی روتی کا کٹوا ٹمک کے ساتھ کھا کر روزہ کھولا پھر کھانا کھایا کھانے میں کچھ انگریزی اور کچھ اُنکا کھانا تھا یوزباشی کو احبات کی بڑی تھوڑی تھی کہ کونسی چیز کھائیں اور کونسی

ہو مان بھی ہوتا تب بھی اس سے زیادہ مجھ پر مہربانی نہیں ہو سکتی تھی ایک روز یوز باشی نے مجھ سے کہا کہ اے شا صاحب اگر آپ نرنکی نہرتے تو ہم اور آپ بھائی ہوتے اور ایک ساتھ رہتے یارقند سے تین میل درے دوسرا یوز باشی نہایت زرق برق پوشاک پہنے ہوئے تیس سواروں کے ساتھ مجھ سے ملنے کو آیا میں اور وہ دونوں گھوڑوں پر سے اُترے اور مشرقی ملکوں کی رسم کے موافق گلے ملے یوزباشی صاحب نے اس روز سے میرا کلا دیا کہ میرا دم کھٹکے لگا اور خیر و مانیت مزاج کی پوجہ پر گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر میں داخل ہوئے دونوں یوزباشی میرے دونوں پہلوں میں چلتے تھے جب شہر کے اندر پہنچے تو ایک ایسے مکان میں جسکو قالیں اور فرش پچھا کر خوب آراستہ کر رکھا تھا اور آگ روشن کر رکھی تھی مجھکو آتارا اور یوزباشی نے کہا کہ یہ مکان آپ کا ہی آپ آرام فرمائیئے اُس کے بعد دسترخوان پچھا کھانے کے بعد شافراں یعنی وزیر کا بھائی مجھ سے ملنے آیا میں نے اپنی خاطر داری کی نسبت مہربانی ظاہر کی اُس نے جواب دیا کہ بادشاہ کے مہمان کی ہم نکتی ہی تعظیم اور تواضع کیوں نہ کریں کسی طرح کافی نہیں ہو سکتی اُس کے واپس جانے پر تھوڑی دیر بعد میں شافراں یعنی وزیر سے ملنے کو گیا جب اُس کے مکان پر پہنچا اور دروازے سے آنکھیں چار ہوئیں میں نے جھک کر سلام کیا وزیر وہاں سے اُٹھ کر دروازہ تک آیا اور مجھ سے ملا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اندر لیکر آیا اور آتش خانہ کے قریب اپنے مقابلہ میں مسند پر بٹھایا نہایت خاطر کی اور بہت سی باتیں پرچھیں میرے آنے کی خوشی ظاہر کی اور کہا کہ سلطان روم اور انگریزوں کے باہم جو مصیبت اور دوستی ہی اُسکو میں جانتا ہوں اور انگریزوں کو اپنا دوست سمجھتا ہوں آپ نے جو اسقدر دور و فراز سفر اختیار کیا اور ہمارے بادشاہ سے ملنے کے واسطے ایسی تکلیف گوارا کی یہ ایک عمدہ ثبوت اُس دوستی کا ہی دوستی سے ہر ایک چیز ترقی پاتی ہی اور دشمنی سے ملک ویران ہوجاتے ہیں میں نے ان سب باتوں کا مناسب جواب دیا اور کہا کہ مجھکو آمید ہی کہ میرا یہاں آنا دونوں ملکوں کے باہم دوستانہ پرتاؤ اور آمد و رفت کا باصف ہوگا کیونکہ انگریزوں کا ترکوں کی نسبت نیک خیال ہی اور جبکہ اس تمام خاطر داری اور مہمان نوازی کا حال جو میری نسبت ترکستان میں ہوتی ہی ہمارے ملکہ سلطنت کی تو نہایت خوش ہوتی اسی گفتگو میں دسترخوان پچھا اور چاہ میرے دربار پیش کی گئی اُس کے بعد میں اُٹھنا چاہا مگر شافراں نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر پھر مجھ سے کہا لیا اور اُن کے ایک ملازم نے ایک عمدہ ریشمین چھ میرے شانہ پر قال دیا تب میں رخصت ہوا شافراں بھی میرے ساتھ آئے اور مجھکو دروازہ تک پہنچا گیا *

کہ کہانیوں کیونکہ کہ ہفت شہزادی اور ہندوستانیوں نے جو شاہ یارقند کے ملازم تھے توکوں سے ہماری شکایت کی تھی اور یہ کہدیا تھا کہ سوائے سرور کے گرفت کے یہی اور کچھ نہیں کہاتے ہیں کسی مسلمان کو انکے ساتھ کہانا کہانا نہ چاہیئے اس لیئے یوزباشی نے میرے اور مہمانوں سے کہہ رکھا تھا کہ منشی پر نظر رکھو جس چیز کو وہ لے آسکو ہاتھ نہ لگائیو مجھکو اس بات کی کچھ خبر نہ تھی یہی خبر ہوئی پھر میرے منشی نے انکو سمجھا دیا کہ رزائل انگریز کبھی کبھی سرور کا گرفت کہاتے ہیں شاہ صاحب کو میں نے کبھی کہاتے نہیں دیکھا اس بات سے سب خوش ہو گئے *

شاہ یارقند کاشغر میں تھے وہاں میرے آنے کی خبر بھیجی گئی اور جب تک مجھے وہاں جانے کی اجازت نہ ملی میں یارقند میں رہا۔ جرنل اجازت آئی وزیر صاحب نے مجھے سے دریافت کرایا کہ بادشاہ کی نذر کے واسطے اگر کچھ چیزیں درکار ہوں تو ہم پورنچادی جاریں میں نے کہا بھیجا کہ سب آپ کی نوازش ہی میں بادشاہ کے حضور میں رہی چیزیں نذر گذراننا چاہتا ہوں جو خاص میری اور میرے ملک کی ہیں اس پر بھی وزیر نے یوزباشی کی معرفت کچھ روپیہ اور چند خلعت میرے پاس بھیجئے اور کہا بھیجا کہ بادشاہ کے اہلکاروں کو دینے کے لیئے لیٹے جائیئے اتفاق سے میری گھڑی کا شیشہ ٹوٹ گیا تھا تو میں نے ایک شیشہ منگرایا تھا مگر وزیر صاحب نے بچاے شیشہ کے اپنی گھڑی میرے پاس بھیجی تھی اب جومیں کاشغر کو جانے لگا تو وہ گھڑی میں نے انکے پاس واپس بھیجی وزیر صاحب نے فرمایا کہ اگر یہی مجھے پھر دیکھو گے تو میں سخت ناراض ہونگا جو چیز میرے پاس سے جاتی ہی وہ پھر نہ ہوں آیا کرتی اگر شاہ صاحب اس کو اپنے لائق نہ سمجھیں تو اور کسیکے ہدیوں آخر کار یارقند سے کاشغر کی طرف روانہ ہونے کا سامان ہرسٹ ہوگا اور صبح کے وقت تہاہیت عہدہ خوبصورت گھڑا داہ خواہ یعنی وزیر کے واسطے سے میری سوارگی کے لیئے آیا اور میرے سب توکوں اور اسباب کے واسطے بھی گھوڑے ملے اور وہاں سے روانہ ہوئے محمد اسحاق جان بواہر داہ خواہ شہر کے دروازہ تک مجھے رخصت کرتے کو میرے ساتھ آیا کاشغر میں پہنچانے کے بعد میں نے ان سب چیزوں کی درستگی کی جو بادشاہ کی نذر کے لیئے میں لیگیا تھا اور ان کو کشتیوں پر رکھا قریب توجیہ صبح کے بہت سے اہلکار مجھے بلاتے آئے اور میں ان کے ساتھ بادشاہ کی مجلس کے لیئے چلے میرے ہمراہ دو یوزباشی اور معتمد باقی رہی تھے اور تیس یا چالیس آدمی نذر کی چیزیں لیئے ہوئے تھے میں جس مکان میں نورکش تھا اُس کے دروازے سے بادشاہی محل کے دروازہ تک ایک چوتھائی میل کا فاصلہ تھا سڑک کے دو توں طرف لوگوں کا

ہجوم تھا جو اپنے مختلف رنگوں کی پڑھاک کے ہامٹ سے زندہ تصویروں کی مانند معلوم ہوتے تھے دروازے کے اندر پھونچکر کئی بڑی بڑی تہریزیوں میں سے گذرا ہر ایک تہریزی پر مددہ مددہ کہتے ہوئے ہونے پورے کے سپاہی خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی اُس عمارت کے جزیروں میں اُن کے سوا اور لوگ قطار کی قطار زمینیں لباس پہنے بیٹھے تھے اُس میں جو لوگ کچھ اعلیٰ درجہ کے تھے اُن کی پڑھاک اردوں سے زیادہ مددہ تھی پہلے پہل میں نے کامک قوم کے سپاہی دیکھے جنکے پاس قبو و کمان ر تونش تھا اندر کے صحن میں چند جدیدہ مصاحب نظر آئے یہاں سوائے ایک یوزباشی کے جو الگ میرے پاس گیا تھا اور کوئی میرے ہمراہ نہ تھا میں ایک دالان میں سے گذر کر ایک دروازے میں گیا پھر ایک کوٹھالی میں سے ہو کر دربار کے کمرے میں پہنچا اس کمرے میں درپچے کے قریب ایک شخص کو تھا بیٹھا پایا میں نے قیاس سے جانا کہ یہی بادشاہ ہی تب میں آئیے آگے بڑھا اور جب قریب پہنچا تو بادشاہ اپنی مسند سے کھنٹوں تک اُٹھے اور دو توں ہاتھ مصافحہ کے لیئے بڑھائے میں نے توکوں کے دستور کے موافق مصافحہ کیا اور انکی اجازت سے انکے درپور بیٹھ گیا پھر حسب قاعدہ مزاج پرسی کے لیئے اُٹھا مگر بادشاہ نے اُنہیں دنیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا اور زیادہ تر اپنے قریب کھڑا پھر میری مزاج پرسی کی اور فرمایا کہ اُمید ہی کہ سفر پرآرام ہوا ہوگا اسکے جواب میں میں نے مفر کیا کہ میں فارسی زبان بھڑتی نہیں جانتا بادشاہ نے ہنس کر فرمایا کہ بھڑتی سمجھ میں آتی ہی اس کے بعد ایک امیر خادشہ رہی میں منتظر تھا کہ بادشاہ کچھ فرمادیں اور بادشاہ منتظر تھے کہ یہ کچھ کہے آہوکار بادشاہ نے انگریزی کی طرح مرحوم کی گفتگو شروع کی میں نے اُسکا مصاحب جواب دیا اور یہی کہا کہ میرے ہوموٹوں کو اس بات کے سنے سے بڑی خوشی حاصل ہوئی ہی کہ ہمارے دوست سلطان رزم اور اُن کی فرمایا کے بہائیں نے اہل چین کو نکال کر جن کے ساتھ ہماری تیس لڑائیاں ہرچکی ہیں توکستان میں ایک نئی سلطنت قائم کی ہی اور اپنی نسبت میں نے یہی کہا کہ مجھے لاک صاحب نے نہیں بھیجا ہی اور نہ کوئی خط دیا ہی میں صرف آپ کے نام کی ہدوت سکر اپنی خوشی سے آغا ہوں بادشاہ میری باتیں سنکر سوہلاتے جاتے تھے پھر فرمانے لگے کہ جب میں نے یہی خبر سنی کہ شاہ صاحب درستگی کی نظر سے میری سلطنت میں آتے ہیں مجھکو بڑی خوشی ہوئی لاک صاحب تو یہی بڑے ہشمتوں میں اُن کے مقابلہ میں سختی اور ناچیز ہوں میں نے جواب دیا کہ لاک صاحب تو بڑے ہیں مگر ہماری ملکہ جو اُن کی آقا ہوں اُن سے بھی بہت بڑی ہیں اس پر بادشاہ میری طرف دیکھتے لگے تب میں نے کہا کہ

شاہ یارقند کاشغر میں تھے وہاں میرے آنے کی خبر بھیجی گئی اور جب تک مجھے وہاں جانے کی اجازت نہ ملی میں یارقند میں رہا۔ جرنل اجازت آئی وزیر صاحب نے مجھے سے دریافت کرایا کہ بادشاہ کی نذر کے واسطے اگر کچھ چیزیں درکار ہوں تو ہم پورنچادی جاریں میں نے کہا بھیجا کہ سب آپ کی نوازش ہی میں بادشاہ کے حضور میں رہی چیزیں نذر گذراننا چاہتا ہوں جو خاص میری اور میرے ملک کی ہیں اس پر بھی وزیر نے یوزباشی کی معرفت کچھ روپیہ اور چند خلعت میرے پاس بھیجئے اور کہا بھیجا کہ بادشاہ کے اہلکاروں کو دینے کے لیئے لیٹے جائیئے اتفاق سے میری گھڑی کا شیشہ ٹوٹ گیا تھا تو میں نے ایک شیشہ منگرایا تھا مگر وزیر صاحب نے بچاے شیشہ کے اپنی گھڑی میرے پاس بھیجی تھی اب جومیں کاشغر کو جانے لگا تو وہ گھڑی میں نے انکے پاس واپس بھیجی وزیر صاحب نے فرمایا کہ اگر یہی مجھے پھر دیکھو گے تو میں سخت ناراض ہونگا جو چیز میرے پاس سے جاتی ہی وہ پھر نہ ہوں آیا کرتی اگر شاہ صاحب اس کو اپنے لائق نہ سمجھیں تو اور کسیکے ہدیوں آخر کار یارقند سے کاشغر کی طرف روانہ ہونے کا سامان ہرسٹ ہوگا اور صبح کے وقت تہاہیت عہدہ خوبصورت گھڑا داہ خواہ یعنی وزیر کے واسطے سے میری سوارگی کے لیئے آیا اور میرے سب توکوں اور اسباب کے واسطے بھی گھوڑے ملے اور وہاں سے روانہ ہوئے محمد اسحاق جان بواہر داہ خواہ شہر کے دروازہ تک مجھے رخصت کرتے کو میرے ساتھ آیا کاشغر میں پہنچانے کے بعد میں نے ان سب چیزوں کی درستگی کی جو بادشاہ کی نذر کے لیئے میں لیگیا تھا اور ان کو کشتیوں پر رکھا قریب توجیہ صبح کے بہت سے اہلکار مجھے بلاتے آئے اور میں ان کے ساتھ بادشاہ کی مجلس کے لیئے چلے میرے ہمراہ دو یوزباشی اور معتمد باقی رہی تھے اور تیس یا چالیس آدمی نذر کی چیزیں لیئے ہوئے تھے میں جس مکان میں نورکش تھا اُس کے دروازے سے بادشاہی محل کے دروازہ تک ایک چوتھائی میل کا فاصلہ تھا سڑک کے دو توں طرف لوگوں کا

ہی اور اُسکی نسبت بھی یا اسی قسم کی کہانی مشہور ہی تھیں گاہیں
کی روایت سے یہ بھی بیان مذکورہ کی تصدیق ہوتی ہی وہ لوگ کہتے
ہیں کہ تیمور لنگ کے کچھ سپاہی اُس ملک میں رہ گئے اور ہم
انہیں کی اولاد ہیں (لیکن تیمور لنگ کہی اُس ملک میں نہیں گیا)
جب مشرقی ترکستان کا تذکرہ چلا تو لوگوں نے بیان کیا کہ چار ہزار
اُسی برس اب سے بیشتر اس ملک کے باشندے کانر یعنی پت پرسی
تھے حضرت سلطان قاسمی ایک بادشاہ پیدا ہوا اور اُس نے سب کو
مسلمان کیا میرے منشی نے اُن لوگوں سے پوچھا کہ اُس کو کس نے
مسلمان کیا تھا انہوں نے کہا کہ وہ عہد مسلمان ہوا منشی نے کہا
نہیں نہیں کرتی اُستاد اُس کا ہوگا منشی سے کہا جب رہو یہ
لوگ جس طرح ہو کہتے ہیں کہنے پر جب تم نے ان لوگوں سے یہ سنا
کہ تین ہزار برس تمہارے پیغمبر صاحب سے بیشتر مسلمان بادشاہ
حکومت کرتے تھے تو ان سے تاریخی واقعات کی صفحہ کی اُمید ہی
اسپر غرض اسی اور اُس کے معمر نے اپنی یادداشت کا مقابلہ کیا اور
دیکھا تو منشی کی بات صحیح تھی اور پھر بیان کیا کہ حضرت
سلطان کانر بادشاہ تھا اُس کو عبدالنصر سامانی بغداد کے ایک مولوی
صاحب نے مسلمان کیا ہی جب سلطان بچہ تھا اُس وقت میں اُس کے
باپ نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسلمان ہوگا اُس پر اُس کا ارادہ اپنے
بیٹے کے قتل کرنے کا ہوا لیکن جب اپنی بی بی سے مشورہ کیا تو
اُس نے کہا کہ ابھی قتل صحت کرو پہلے اس کا امتحان کرو یعنی
بندہ میں لیجاؤ اگر وہ ہمارے طریقہ پرستش کو قبول کرے تو زندہ
رہے ورنہ قتل کر ڈالو آخر لڑکے یعنی سلطان کو پت سے سامنے
لیگئے وہ اُس کی پرستش میں شریک ہوا اسلئے اُس کو قتل نہیں
کیا گیا لیکن جب مسلمان اُستاد کی تعلیم اُس کو خفیہ ہوئی تو وہ
اپنے دل میں بہت متروہ ہوا اور جب اُس کے باپ نے ایک مندر
بنانے کا اُس کو حکم دیا تو وہ اُڑ بھی زندہ تر متروہ ہوا اُٹنے اپنے
اُستاد سے مشورہ کیا درویش نے کہا کہ اپنے باپ کی اطاعت کرو مگر
دل میں یہ سمجھو کہ مسجد بنوا رہے ہیں جب کہ تمہارا مقصد
لیک ہوگا تو صرف بتخانہ کے نام سے کچھ نقصان نہرگا جب وہ مندر
بنوا چکا تو ایک اور بھی بڑی مشکل پیش آئی یعنی اُس کے باپ نے
اُسی مندر میں ایک پت نصب کیا اور اُس کی پرستش کا اُس کو
حکم دیا اُس درویش نے منہ پھیرتے ہوئے اُس کو جو اس مسلمان کو
سمجھا دیا کہ کافر کے در پرچوں پر اللہ کا نام لکھ کر اپنے ہاتھوں کی
گھائیوں میں رکھو جب پت کے سامنے ہاتھوں پر سر رکھ کر سجدہ کررہے
تو وہ خدا کی عبادت ہوگی تم اُس پت کی چٹانچہ اُس نے ایسا ہی
کیا ہی اور ان تدبیروں سے اُس کا نیا عقیدہ بھی درست رہا اور

مجھ کو اُمید ہی کہ ان دونوں قوموں کے باہم دوستی اور صحبت
مستحکم ہو جاوے گی اور دوستوں کے درمیان بڑائی چھٹائی کی کچھ
بھٹ نہیں ہوتی پھر میں نے عرض کیا کہ میں اپنے ساتھ انگلستان
کی چند ہندوؤں سے ملوٹہ حضور کی نذر کے واسطے لایا ہوں اُمید
ہی کہ وہ قبول فرمائی جاویں بادشاہ ہنسے اور فرمایا کہ ہم تم تو
دوست ہیں ہمارے تمہارے بیچ میں نذر نذرانہ کی کیا ضرورت تھی
تمہارا خیانت سے پھر بچنا ہی بڑی عرصہ کی بات ہی اسی کے ساتھ
بادشاہ نے اپنے دربار میں واقعہ کی انکشف شہادت کو جوڑ کر تیرہی کرکے
اظہار دوستی کیا اور میرے رخصت ہونے کے وقت بادشاہ نے فرمایا کہ
چند روز آرام کرکے سب مقاموں کو دیکھو اس جگہ کو اور جو کچھ
اس میں ہی سیکر اپنا مسجد اب تیسرے روز پھر ہم سے اور آپ
سے ملاقات اور بات چیت ہوگی پھر خدمتگار کو اشارہ کیا اُس نے ایک
سائیکل کا چھ لاکھ میرے شانہ پر ڈالا اسکے بعد نہایت مہربانی سے
بادشاہ نے مجھ کو رخصت کیا *

پت-ریں جہڑی کی شام کو مسجد سے یزیدی شامی سے ملاقات ہوئی
یہیں کاشغر میں معمر بھی ہوا یہاں کے لوگوں نے حضرت سکندر
یعنی سکندر اعظم کی نسبت عجیب واقعات بیان کیئے یعنی اُن کی
دارالسلطنت سرگند میں تھی اور انہوں نے ملک چین پر اس غرض
سے کہ وہاں کے لوگوں کو دین اسلام کی طرف پھیریں فوج کشی کی
راہ میں ایک مقام پر اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ہر شخص اس
جگہ ایک ایک پتھر رکھ دے وہاں ایک بڑا تعمیر پتھروں کا ہو گیا
جب چوٹ میں پہنچے تو شاہ چین نے اُن کی اطاعت قبول کی اور
پتھر مقابلہ خراج گزار ہو گیا سکندر کے سپاہیوں نے اُس ملک کی
مورتوں سے شادی کی اور حضرت سکندر نے اس صوم کے مطالب کو پورا
کرکے اللہ اکبر کہا اور وہاں سے کوچ کیا جب پتھروں کے اُس انبار کے
پاس آئے جو سپاہیوں سے جاتے وقت جمع کرایا تھا تب حکم دیا کہ
ہر شخص ایک ایک پتھر اٹھالے سب نے ایک ایک پتھر اٹھا لیا لیکن
ہزار ہا پتھر وہاں پر باقی رہ گئے اُن پتھروں کے شمار کرنے سے تعداد
اُن سپاہیوں کی معلوم ہوئی جو چین میں اپنی جگہ بیٹھیں
ساتھ رہ گئے اُن لوگوں سے دو قومیں پیدا ہوئیں ایک ٹینگانی جو
مسلمان ہیں (ٹینگانی ترکی لفظ ہی اس کے معنی ہیں وہ جانا)
دوسری کالم جو اب بھی چین کے راستے کے قریب ملکوں میں پستی ہیں
میں خیال کرتا ہوں کہ حقیقت میں یہ دو داستان تاتار کے قتلہایوں
میں سے کسی کی ہی لیکن عام غلطی سے سکندر کے ساتھ منسوب کیا
کیا ہی شمالی تاتار میں ایک میدان ہی جو ستناش کے نام سے
مشہور ہے اور اُس میں اب بھی ایک پتھر بڑا انبار پتھروں کا موجود

جاتی اور ہندوستان میں جب انگریزوں نے یہ بات کہہ دی تو تم اعتبار نہیں کرتے مگر دیکھو کہ ہندوستان سے نکلتے ہوئے ہی تم پر ایک سخت مسلمانانہ ملک میں خود تمہیں کو ایسے تعصبات کے ٹھونے پر تعجب ہوتا ہے یہی حال تمام دنیا کا ہے منشی نے اس بات کو قبول کیا اور کہا کہ میں یہی ہندوستان میں جا کر اپنی رائے تبدیل کر لیتا ہوں

کاشغر میں پانچویں اپریل کو بادشاہ سے دوسری ملاقات ہوئی جس کا میں مدد سے منتظر تھا یعنی سہ ہفتے کے بعد سرکار نے آکر کہا کہ آج تو کوئی بڑا سردار تم سے باتیں کرنے کے لیے آ رہا ہے تم ہی بادشاہ کی ملاقات کے لیے بلائے جاؤ گے جواب دیا کہ جو کچھ اتالیق غازی کا حکم ہو اس پر میں راضی ہوں بعد چند منٹ کے پھر سرکار نے آکر کہا کہ غازی اور آمادہ رھو ہم کو بلائے جاؤ گے اس کے جانے کے بعد دو بندہ تینوں میں سے صاف اور درست کپڑے پہنے شام کو میری طلبی ہوئی چنانچہ مجھ کو لوگ محل کے سامنے سے بڑے پھاٹک میں ایکٹھ رہائے تھیں دیکھی ہوئی تھیں پھاٹک کھول کر ہم لوگ چوک میں پہنچے جہاں چند کپڑے لٹائیں روخت تھیں اس کے مقابلہ میں دیوانخانہ تھا جس میں تھوڑے عرصہ درشتی ہو رہی تھی میرا رہنما مجھ کو دیوانخانہ کی سیڑھیوں پر چھوڑ کر چلا گیا میں انیٹھ گھر سے اندر گیا اتالیق غازی ایک گوشہ میں بیٹھتے تھے مجھ کو دیکھ کر ہاتھ بڑھایا اور یہ کہہ کر کہ آرام سے بیٹھو اپنے دربار بیٹھایا بعد مزاج دوسری کے ایک ہندوستانی جو عمارت ترجمان بنایا گیا تمام گفتگو لفظ بلفظ تو میں نہیں بیان کر سکتا کیونکہ گھنٹہ بھر سے زیادہ میں بیٹھا رہا اور گفتگو ہوتی رہی تھی خلاصہ تمام گفتگو کا یہ ہے — بادشاہ نے فرمایا کہ اس ملک میں آپ کے آنے سے میں اپنی بڑی عزت سمجھتا ہوں اور میں انگریزوں کے مقابلہ میں طاقت اور مرتبہ میں بہت کم ہوں میں نے جواب دیا کہ آپ کے انگریزوں کے باہم ایسی ہی دوستی ہو جانے کی مجھے امید ہے جیسی کہ سلطان روم اور انگریزوں کے درمیان میں ہے اور دوستوں کے درمیان میں کبھی ہیشی کا کوئی خیال نہیں کیا کرتا بادشاہ نے کہا خدا ایسا ہی کرے اور مجھ کو بھائی کہہ کر فرمایا کہ میری رعایا سب تمہاری عطا ہے جب قوت و جوار کی قومیں تمہارے یہاں آئے کہ حال سیکھتی تو میری اور یہی عزت بڑا جائزگی میں نے جواب میں عرض کیا کہ تم مجھ کو ملکہ نے بھیجا ہے تو لاٹ صاحب نے میں آپ کی نامزدی سن کر غرہ آیا ہوں مجھ سے آپ کو صرف اس قدر فائدہ ہو سکتا ہے کہ میں اپنے ملک اور اپنے بادشاہ کا حال بتاؤں بادشاہ نے کہا کہ تم ہمارے بھائی ہو اور بہت سے اور یہی تعلیمی کلمہ کہہ کر فرمایا کہ میں اس سے پیشتر کبھی کسی

اُس کے والدین کے دل میں بھی تسلیم شک نہ آیا اسی عرصہ میں چالیس لاکھ امیروں اور سرداروں نے اُس نے اپنے ساتھی کر لیے اور اُن کے ساتھ تیرا انداز اور فنون سپہ گری کی مشق کی جب یہ سب دیکھ سیکھے آدمی اُس کے فائز اور اختیار میں ہو گئے تو وہ دلتا اپنے باپ کے دربار آیا اور اُس کو حکم دیا کہ مسلمان ہو بادشاہ نے انکار کیا تب اُس کے ساتھیوں نے بادشاہ کو گرتا کر لیا اور اُس کا مرتبہ آسمان کی طرف لے کر لے کر لے کر اس پر بھی وہ انکار کرتا رہا پھر اُس کو زمین پر گرا کر اُس کے پاؤں تلے زمین پھٹی لگی اور وہ رفتہ رفتہ دھسا لگا تب بھی اُس کے بیٹے نے دیں اسلام قبول کرنے کی ہدایت کی مگر اُس نے انکار ہی کیا یہاں تک کہ وہ بالکل زمین میں غائب ہو گیا اور اُس کا بیٹا یعنی سلطان بادشاہ ہوا — لوگ کہتے ہیں کہ مقام ارتاش میں ہے کچھ اب بھی نمک کے غار کی مانند نظر آتی ہے ارتاش کاشغر سے بیس میل شمال کی طرف واقع ہے اس ملک کا بھی پیشتر دارالخلافہ تھا

پہلی فروری کو یوزباشی اور محرم باہی نے دو ہفتے کے وقفہ میں ساتھ ملا کر کہا اُس کے بعد میرے ملازم مسوے کپڑے نماز کے پڑھے اس لیے لوگوں نے اُس کو ملامت کی اور محرم باہی نے کہا کہ جو کوئی شخص کسی وقت کی نماز تھا نہ کرے تو چوری اور جہت اور قتل سے اُس کا کچھ ہرج نہیں ہوتا کپڑے نے نماز قضا کرنے پر مدد فرمائی کا مضر کیا لیکن محرم باہی کے اس مسئلہ پر کہ نماز سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بھٹ کی درختوں میں سے منشی کے پاس گئے منشی نے محرم باہی کے دعویٰ کے برخلاف تصدیق کیا اور وہ مسئلہ اسلام کا بیان کیا جس کا یہ مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ کے تمام گناہ مثلاً شراب خوری قمار بازی وغیرہ اُس شخص کے معاف ہو گئے جو برابر پانچ گناہ نماز پڑھتا رہے اگر ایک گناہ شریف کے حج کو جاوے گا لیکن انسان کے مقابلہ کے گناہ مثلاً چوری زبردستی بوجہ وغیرہ حج کرنے سے بھی معاف ہو گئے جب تک گناہ کا حق الوضع اُس کا معاوضہ دیکھ مظلوم سے معافی نہ حاصل کرے پس صرف نماز سے ایسے گناہ معاف نہیں ہو سکتے — اُس دن منشی نے متعجب ہو کر مجھ سے کہا کہ ترک لوگ نورو مذہب والوں سے نہایت آزادی کے ساتھ ملتے جلتے ہیں میں نے کہا ہاں یہ لوگ دنیا کے اور سب لوگوں کی مانند ہیں منشی نے مجھ اور مجھ سے بڑھا کہ نہ اس کا کیا مطلب ہے میں نے جواب دیا کہ تم ہندوستان کے لوگ اپنے ملک کے پہاڑوں کے اندر بند رہتے ہو اور باقی دنیا کے انسانوں کی یہ نسبت تمہارے خیالات بالکل مستحب ہو رہے ہیں صرف تمہی لوگ عوام ہند عوام مسلمان اور لوگوں کے ساتھ کھانے پینے میں ہمہ تن رہتے ہو سب سے ہندوستان کے اور لوگوں یہ بات پائی نہیں

انگریز کو نہیں دیکھا تھا گو اُن کی طاقت اور سچائی کا حال سننا تھا
ہوں اور مجھے یقین ہی نہ انگریزوں سے سروے بولائی کے کوئی مقدر
بات ظہور میں نہ آدھکی میں تمکو اپنا پھوٹی سمجھتا ہوں جو کچھ
تم صلاح در وہ میں کروں میرا ارادہ تمہارے ملک میں ایلچی بھیجنے
کا ہی تمہاری کیا صلاح ہی میں نے جواب دیا کہ آپ کا ارادہ نہایت
ممدہ ہے اور ایلچی بھیجنا بہت مناسب ہی پور بادشاہ نے کہا کہ
میں ایلچی بھیجوں گا اور اُس کے ہاتھ ایک خط اس درخواس سے
بھیجوں گا کہ وہ اُسکو ملکہ کی خدمت میں روانہ کر دیں میں نے عرض
کیا کہ یہ بہت بہتر تدبیر ہی بادشاہ نے پرچھا کہ کب بھیجنا چاہیئے
میں نے کہا جب آپکی مرضی ہو میرے ساتھ خراج مجھے سے لے لے یا
میرے بعد روانہ فرمائیئے مگر میری رائے یہ ہے کہ جو کچھ کرنا ہو
جاد بھیجئے تب بادشاہ نے فرمایا کہ میرا ایلچی بیشک تمہارے ساتھ
جاریگا اب میں یہاں پر تمکو تین دن اور تھراؤنگا پھر یارقند کو چلنا
پڑیگا اور ایلچی کو میں جا تو یارقند میں یا نانک حصار میں تمہارے
سچرہ کرونگا میں نے کہا بہت اچھا اگر ارشاد ہو تو جو کچھ باتیں
اُس سے پڑچھیں جارینگی وہ سب میں اُس کو بتاؤں گا اور پھر وہ
ایلچی اُن سب اوروں کی نصیحت حضور کی اجازت حاصل کرلیگا ورنہ
جب وہ ہمارے حاکموں کے روزمرہ جاریے کو گفتگو کرنے میں شاید
اُس کو دفع پیش آوے بادشاہ نے فرمایا کہ ہاں سب باتیں اُس کو
بتادیجیو اور نل شام کو اور پھر پانک حصار میں ہم سے تم سے گفتگو
ہوگی اور کہا کہ ملکہ انگلستان ملکہ آنتاب کے ہیں جس پر اُن کی
شعاع پڑتی ہی اُس کو گرمی پھونکتی ہی میں سردی میں ہوں اور
چاہتا ہوں کہ اُنکی کچھ شہامیں مجھے پر بھی پڑیں میں ایک
چھوٹا سا آدمی ہوں چند دوسروں میں خداوند کریم نے اتنا بڑا ملک
عطا کر دیا ہی تم آئے میری بڑی عزت ہوئی مجھکو اُمید ہی نہ تم
اپنے ملک میں میری اعانت کروگے جو کچھ مجھے سے تمہاری خدمت
ہوئی ممکن ہو اُس کے لیئے ارشاد کرو اور اسطرح میرے ساتھ بھی
پیش آنا اب کب واپس جاؤ میرا کیا حال بیان کروگے مہلے کہا میں
کہوں گا کہ جو کچھ آپ کی شہرت ہندوستان تک پہنچتی ہی وہ اصل
حقیقت سے نصف ہی ہے سنکر بادشاہ ہنسے اور مصافحہ کرنے کو
ہاتھ بڑھایا پھر فرمایا کہ تم اپنے آدمی ترکستان میں تجارت کے لیئے
بھیجا کرو ملکہ اپنا ایلچی یہاں بھیجیں یا نہ بھیجیں مگر خاص
تمہارے آدمی آیا جایا کریں پھر پوچھا کہ سال پھر میں ایک آدمی
بھیجوں گے میں نے عرض کیا کہ اگر حضور کی اجازت ہی تو ضرور بھیجوں گا
بادشاہ نے فرمایا سب قسم کی سوداگری کی چیزیں بھیجنا اور ہمارے
نام خط لکھنا اور جو کچھ تمہیں درکار ہو ہم سے طلب کرنا تمہارے

بھیجیئے پھر پوچھنے کا خط ہمارے واسطے ایک نعمت ہو گا میں نے جواب
دیا کہ بے شک اس نریمہ سے آپ کی خیر و مانیت کا حال مجھے معلوم
ہوتا رہیگا جس سے مجھکو بڑی خوشی ہوگی میں دعا کرتا ہوں کہ
آپ کی سلطنت صدہا برس قائم رہے انصاف اسی قسم کی گفتگو کی
بعد میں چار ہی اور مجھکو غلط مرحمت ہوا جس کے بعد کچھ
تہریزی سی دیر بیٹھے کر میں رخصت ہوا ایک شاہزادہ مجھکو صدر
دروازہ تک پہنچا گیا سب لوگوں نے مجھکو مبارکباد دی *
چوتھی اپریل کو بادشاہ کے ہاں سے درپیش اشرقیوں اور کچھ سرنے
کے ریزے کاغذ میں ایٹھے ہوئے سرکار لایا اور کہا کہ یہ آپ کے ذاتی
اخراجات کے لیئے ہیں وہ سب مالیت تصفیفا چھ سو نوے پونڈ یعنی
چھ ہزار نو سو درپیش کی تھی تہریزی دیر بعد وہی شخص پھر آیا
اور بیٹنالیس پونڈ یعنی چار سو پچاس درپیش منشی کے لیئے لایا اور
پھر ایک زردوزی سرخ ساتن کا چھہ اور ایک اونچی مشعل کی تڑپی
میرے لیئے اور کچھ کپڑے منشی اور اور میرے ملازموں کے لیئے آئے
تہریزی عرصہ بعد ایک گھوڑا نہایت عمدہ اسباب سے سجا ہوا آیا اور
اُس کی باگ میرے ہاتھ میں دی گئی اور دعائیں پڑھی گئیں شام
کو میں پھر بادشاہ کی ملازمت کے لیئے گیا معمولی گفتگو کے بعد
بادشاہ نے پھر یہی کہا کہ بمقابلہ ملکہ کے جو مفت اقلیم کی حکموں
میں میری کچھ حقیقت نہیں اس کے بعد انگلستان کے ساتھ
دوستی کا تذکرہ آیا خصوصاً میری دوستی کا بادشاہ نے فرمایا کہ جب
میں تمہارا منہ دیکھتا ہوں میرے دل میں ایک ٹپک شگون کا
خیال پیدا ہوتا ہی میں عرض کیا کہ آپ کی بے انتہا تواضع ہی
میں اس کا مستحق نہیں ہوں اور مجھے پر کیا منحصر ہی آپ
میرے تمام قوم اور ملک پر بھی ایسی ہی مہربانی فرماتے ہیں یہ
سنکر بادشاہ نے مجھکا کہ جو چیزیں صبح کے وقت مجھے عطا فرمائی
تھیں اُن کی قیمت کرنا میں نے یہ کہا کہ وہ میری قوم اور ملکہ کے
واسطے ہیں چنانچہ فرمائے لگے نہیں تھیں وہ سب چیزیں خاص تمہارے
لیئے ہیں تمہاری ملکہ کے لیئے مناسب تحفہ میں مہیا کرونگا میں
تمہارے ملک کے دستوروں سے ناواقف ہوں مگر تم ہمارے دوست ہو
ہمکو بتاؤ کہ ملکہ کے لیئے کیا کیا چیزیں بھیجینی مناسب ہوگی
ملکہ کا مرتبہ بہت اعلیٰ ہی میں بے حقیقت ہوں میں تم سے کوئی
بات نہیں چاہتا تم میرے ملک کے حال سے واقف ہو یہاں اُردی کپڑا
اور اسی قسم کی اور چیزوں کے سرا کچھ نہیں ہوتا پس تمکو چاہیئے
کہ تم مجھکو صلاح در میں نے جواب دیا کہ بادشاہوں لیئے درستی
اور اتحاد ایک بہت پیش پہا تحفہ ہی جو وہ آپس میں ایک دوسرے
کو دے سکتے ہیں ایکس اگر میری مصلحت کی ضرورت ہی تو میں

جو بادشاہ نے عطا فرمائے تھے پہلے ہوئے تھا اسلئے کرسی کے سارے
میں گھبرا گیا تھا *

میں نے چاہا کہ اُس سرکار کو جو بادشاہ کے حضور میں سے
میرے لیئے نقد و جنس لایا تھا کچھ ہوں مگر اُسے انکار کیا اور کہا کہ
اگر میں صہمان سے ذرا سی بھی کرٹی چیز لے لوں تو بادشاہ میری
گردن مارے گا اور یوں کئی بار وہیں تاریخ صبح کو بادشاہ سے رخصت
ہوتے کو گیا ملازمان شاہی مجھ کو قلعہ میں لیگئے جسکے اندر جا کر
ایک صحن کی حد پر بادشاہ کو بیٹھے پایا حسب معمول میں زبرد
بٹھایا گیا اور توجہاں طلب ہوا باہم مزاج پرسی نے بعد امنی گفتگو
ہوئی جسکا پرور پرور لکھنا ممکن نہیں مختصر یہ ہے کہ بادشاہ نے
فرمایا ایک معزز سید کو میں بطور ایلیچ تمہارے ساتھ روانہ کرنا
چاہتا ہوں جب ایڑی کاٹ میرے کی نکل آئے تب تم روانہ ہو
کیونکہ اسیر قلعہ راہ کھلی رہتی ہی اور مارلند اور شہیدالہ و کشمیر اور
تبیس سے اپنی خبر بھیجو پھر فرمایا کہ مہاراجہ کشمیر کے نام بھی کرٹی
خط لکھو یا نہیں اس میں تمہاری کیا صلاح ہی ہے کہ میرے منہ
کی طرف دیکھنے لگے میں نے چاہا کہ اس کا کچھ جواب نہیں لیکن
جب بادشاہ نے مکرر پوچھا تو میں نے کہا کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو
باج گزار رہیوں سے خط کتابت کرنا مناسب نہیں بادشاہ نے کہا میں
یہی جاننا چاہتا تھا میں تمہارے ساتھ ایک شخص ایسا بھیجو لگا
جو بالکل تمہارے حکم کے تابع رہے اُس کو کشمیر سے جب جی چاہے
واپس کر دیکھو پھر پوچھا کہ کشمیر میں کوئی ایسا تاجر مقرر کروں جو
وہاں کے حالات لکھتا رہے میں نے کہا بیشک رکھنا چاہیئے اور اُمید ہی
کہ آپ لاہور میں اپنا ایک رکھل رکھنے کا بہت جلد اہتمام فرما دینگے یہ
سب باتیں میں نے بہت رک رک کر کہیں اور یہ بھی کہہ دیا کہ افسہ
امور میں صلاح دینا میرا کام نہیں ہی آپ اپنی تجویز سے کام لے لیجئے
مگر بادشاہ سب باتوں میں دوستی کا حالہ کر کے کہتے تھے کہ تم
ہندوستان کے حال سے واقف ہو اور جب کہ تم سا دوست ایسی باتوں
میں بھی صلاح دے جس سے وہ واقف ہی تو اُس سے اور کیا ہوتا ہی
پھر ملکہ کی مہمت اور بزرگی کا تذکرہ ہوا اور بادشاہ نے کہا کہ ملکہ
مئل آفتاب کے ہیں جسکی کرکوں سے ہر چیز کو گرمی پہنچتی ہی
ایسے بڑے بادشاہ کی دوستی کے لائق تو میں نہیں ہوں مگر یہ
اُمید رکھتا ہوں کہ مجھ کو بھی اُن کی شہماں کی دھوپ کھانے کی
اجازت ملے اور یہ بات میں اسلئے چاہتا ہوں کہ میرے چاروں طرف
دشمن ہیں اس کے بعد پھر میری دوستی کا ذکر ہوا اُس پر میں نے
مرض کیا کہ میرا دل آپ کے دل کے ساتھ راستہ ہی اپنے جو کچھ الطاف
ور نوازش میرے دل پر فرمائی ہی اس کا حال میں اپنے ملک کے

حاضر ہوں بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر میں تمہیں پور چھوڑتا ہوں
جب یاںک حصار میں ملاقات ہوگی تب اس کا اہتمام کرینگے یہاں کام
کی کثرت ہی روس اور ترقان اور بشارا وغیرہ سب طرف سے لوگ یہاں
آئے ہوئے ہیں لیکن یاںک حصار میں سب کام چھوڑ کر تم سے مشورہ
کوونگا جو کچھ تم صلاح بتلاؤ گے وہ کرونگا خواہ خط لکھیں گے یا ایلیچ
بھیجینگے یا اور جو کچھ تم کہو گے سو کرینگے میں نے کہا کہ ایلیچ
بھیجنے کی راہ بہت عمدہ ہی اس کی تمہیل میں جو کچھ تائید
مجھ سے ممکن ہی اُس کے لیئے میں حاضر ہوں پھر بادشاہ نے
انکلیوں پر ہمار کر کے فرمایا کہ نلک چہار شنبہ ہی پرسوں پنجشنبہ اور
اتر سون جمعہ کو میں اپنے لئے کو یہاں چھوڑ کر یاںک حصار کو روانہ
ہونگا دھن تم یہاں اور دھو مہرا ملک اور میری سب رعایا
تمہاری ہی اور جمعہ کے روز یاںک حصار میں مجھ سے ملو
مجھ کو اُس جگہ سے فہرست اُس ہی کیونکہ اس ملک میں
میں نے پہلے پہل اسی شہر کو فتح کیا تھا میرا ارادہ ہی کہ جمعہ
کی نماز وہیں جا کر ادا کروں اُس کے بعد سب بندوبست ہوگا اور میں
دو یا تین مقامند رئیس بھی تمہارے ساتھ کر دینگا وہ لوگ تم کو
ہاتھوں ہاتھ آرام سے میرے ملک میں سے لیجاؤینگے اور تمہارے
ملک میں تمہارے ہمراہ جاؤینگے اس کے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ
میں نہایت مصحوب اور ہومند ہوں کہ اس سے پیشتر اس ملک میں
ایک انگریز آیا تھا اُس کو ولی خان ڈاکو نے مارا والا میں نے جواب
دیا کہ ہمارے خوب جانتے ہیں کہ آپ کا اُس میں ایما نہ تھا اور نہ
ہم آپ پر اُسکا الزام لگاتے ہیں وہ مسافر انگریز نہ تھا جرمنی تھا
مگر پھر بھی ہماروں کو اُس کے مارے جانے کا بڑا رنج ہی کیونکہ
وہ ہندوستان میں ہمارا مہمان تھا اور رعیں سے ترکستان میں آیا تھا
پھر بادشاہ نے چھ اوتگلیاں اُٹھا کر فرمایا کہ اتنے برس سے میرا اختیار
اس ملک پر ہی اس سے پیشتر میں کچھ بھی نہ تھا میں نے مرض
کیلئے جو بادشاہ باسحقان موروثی بادشاہ حاصل کرتے ہیں اُمید
اُن کی کچھ لیاقت نہیں سمجھی جاتی بلکہ جو لوگ مثل طہور
اور سکندر کے ایسی قوت بازو سے بڑی بڑی سلطنتیں حاصل کرتے ہیں
وہی قابل تعریف ہوتے ہیں بادشاہ نے فرمایا خدا تمہارا قول سچا
کرے اور یہ بھی کہا کہ ایک اور انگریز یار قند میں آیا تھا تم اُس کو
جاتے ہو میں نے کہا کہ ایک انگریز مجھ کو تبت میں ملا تھا اور اُس نے
مجھ سے درخواست کی تھی کہ مجھ کو اپنے ساتھ لیجاؤ مگر میں نے انکار
کیا کیونکہ میں نے صرف اپنے ہی لیئے حضور سے درخواست کی تھی
بادشاہ نے کہا کہ میرے ایک جو کرٹی انگریز یہاں آئے میں اُس سے عرض
ہوں اس کے بعد میں رخصت ہوا لیچے اور تین پہاڑی چھ

میں جو اُس سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ہی واقع ہے اور اُس میں سے ایک پہاڑ میں ڈو پورا قریبی سیڑھیاں ہیں جنہیں سے ایک ایسے درہ کی راہ ہے جسکا دروازہ نہایت تنگ اور چھوٹا ہے اور درہ بہت وسیع ہے یہاں سیڑھیاں اور عمارت چھل ستون نکلاتی ہے یہاں کے لوگ اس عمارت کی نسبت بجز اس بات کے کہ یہ عمارت قدیم ہے اور کوئی روائت نہیں رکھتے *

شہر یارقند کی کل آبادی میرے انداز سے پچھتر ہزار آدمیوں سے کم نہیں ہے کیا شہر یعنی قلعہ بہت چھوٹا قریب ہزار گز مربع کے ہے اُس کی آبادی پانچ ہزار سے کم نہ رہی پس کل آبادی شہر اور قلعہ کی اسی ہزار آدمیوں کی ہوگی گو تعلیم اتنی درجہ کی ہوتی ہے مگر انتظام تعلیم بہت اچھا ہے جہاں مسجد ہی وہاں اُس کے ساتھ ایک ابتدائی مدرسہ بھی ہے زیادہ دور کے طالب علموں کے لیے یعنی پندرہ برس سے بیس برس کی عمر کے طالب علموں کے لیے پچاس یا ساٹھ مدرسہ ایسے ہیں جن میں پچاساب اوسط صو طالب علم تعلیم پاسکتے ہیں اور اُن مدرسوں کے لیے زمین عطا ہوئی ہے ہر ایک طالب علم بھی تھوڑی سی نفیس دیتا ہے مگر تعلیم وہاں صرف اس قدر ہوتی ہے کہ کچھ لکھنا پڑھنا آجائے اور قوافل شریف پڑا سکیں بعض اوقات قوافل شریف یا معنی بھی پڑھایا جاتا ہے اسی تعلیم کی بنا پر لوگ اپنے آپ کو ملا لکھتے ہیں اہل چین کے زمانہ کی نسبت اب مدرسوں کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے بالکل اتالیق غازی نے بھی دو مدرسے جدید یارقند میں تعمیر اور قائم کیئے ہیں جن کے ساتھ بڑے بڑے تالاب بھی سایہ دار بنائے ہیں اندجان والوں اور اتالیق غازی کے عہد سے اسلام کا دین ہی سختی اور تشدد کے ساتھ پوتاؤں ہی جیسا کہ بشارا میں تھا متعجب کلی کوٹچوں میں پھرتا ہے اور جس مرد کو بلا دستار اور جس صورت کو بغیر برقع کے دیکھتا ہے سزا دیتا ہے جہاں کہیں وہ گذرتا ہے ہر شخص راستہ چھوڑ کر اس خوف سے گھبرا جاتا ہے کہ کہیں میری کوئی خطا نہ نکل آئے میں سزا دے گا اتالیق غازی سوائے ایسے شخص کے جو ملک میں نساد پڑا کرے لڑائی کے قیدیوں کو کبھی قتل نہیں کرتا چوروں کی عام سزا پھانسی ہے اور بدکاروں کی گردن ماری جاتی ہے *

گیارہویں مئی کو داد خاں نے میرے لیے یوزباشی کی معرضہ ایک گھوڑا بھیجا اور کھلا بھیجا کہ میں نے سنا ہے آپ کوئی گھوڑا خریدنا چاہتے ہیں اگر آپ خرید لینگے تو میری میزبانی میں بٹہ لک جاویگا یہ وہی عہدہ گھوڑا تھا جس کی میں نے ایک مرتبہ تعریف کی تھی یہ یوزباشی نے مجھ سے پوچھا کہ داد خاں عہدہ دریافت کرتے ہیں کہ آپ کو اور بھی گھوڑے کی ضرورت ہے میں نے کہا کہ میری ضرورت

اور کوں سے کم رنگا بادشاہ نے فرمایا کہ کسی منشی کو یا کسی اور ملازم کو میرے پاس بھیجا کیجیو اور اپنی خیر و عافیت کا حال لکھتے بھیج میں بھی اپنا حال تم کو لکھ رہا ہوں اس ملک کی جو چیز مطلوب ہو وہ غالب کیجیو یہ سب تمہارا ہے میں نے عرض کیا کہ ضرور ایسا ہی کروں گا اس گفتگو میں یہ نسبت پیشتر کے بادشاہ کی طرف سے میراثی کا زیادہ اظہار ہوتا تھا بات چیت ہنس ہنس کر نہایت آسان فارسی میں کرتے تھے اور ہر جملہ پر جھک کر یہ کہتے تھے صاحب سمجھو آخر کار چاہ کے ہند مجھ کو خلعت مرحمت ہوا اور میں رخصت ہوا بادشاہ نے میرا ہاتھ اپنے دہنوں ہاتھوں سے تھام کر کہا خدا حافظ اور پھر ہاتھ اٹھا کر میری میں میری خیر و عافیت کے لیے دعا پڑھی اور چہرہ پر سے قارہی تک ہاتھ پھیر کر کہا اللہ اکبر *

یارقند کو واپس آئے ہوئے پندرہویں اپریل کو ہم ایک گاؤں میں ناگتہ کے لیے آئے وہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا یعنی میں یوزباشی اور پنچا باشی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور چورامو نام میرا ملازم میرے لیے ٹوٹی چیز لایا یوزباشی میرے آدمیوں پر بہت مہربان رہتا تھا اُس نے پنچا باشی سے ہنسر کہا کہ دیکھو یہ ایک ہندو ہے ہندو کسی دوسری قوم کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے پنچا باشی کی طبیعت ذرا آزاد کم تھی اُس نے حقارت کے ساتھ چورامو کی طرف دیکھ کر توشی سے کہا کہ تو ہندو ہے چورامو نے یا تو جملہ میں یا یوزباشی کی مہربانی کے خیال سے ہنسر جواب دیا نہیں میں مسلمان ہوں اُس پر دہنوں شخص اور چھل پڑے اور بولہ کہ دیکھو اُس نے اپنے مرتبہ سے کہا کہ میں مسلمان ہوں پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولہ کہ ہم دہنوں آدمی اس بات کے کراہ ہیں میں چپ رہا پھر ہنسر جواب دیا کہ ہاں میں نے بھی سنا لیکن خیر اب اس بات کو جانے دیجئے اُنہیے کھانا کھائیں گے کھانا کھاتا ہوتا ہے وہ لوگ متمجب ہو کر بیوقوف گئے مگر وہی تذکرہ کرتے رہے میں نے دو ایک باتیں ہنسی کی کہہ کر اُس بات کو ڈالا لیکن دہنوں تک میں بھی مشر ش رہا کیونکہ وسط ایشیا کے متمجب مسلمانوں کی سختی کے حال سے میں واقف تھا یہ مسلمان کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اتفاق سے بھی ایک مرتبہ یہ کہے نہ میں مسلمان ہوں یا صرف یا اللہ کہے تو ہم اُس کو پھر بہت پرستی نہیں کرتے دیتے یا وہ اسلام اختیار کرے یا موت یوزباشی نے پھر مجھ سے کہا کہ چورامو خوب بچا کہ اس موقع پر میرے اور پنچا باشی کے سرا اور کوئی نہ تھا ہم آپ کے سب سے اس بات کو دہانہ دیتے ہیں تاکہ قاضی کے کان تک نہ جائے *

شام کے وقت مجھ سے اور پنچا باشی دادا خان سے ایک پورا قریبی عمارت کا تذکرہ ہوا یہ عمارت کافور اور قرغان کی راہ پر مقام ارادان

زیادہ بلند نظر آتا ہی داد خواہ نے کہا کہ میں یہی نہیں جانتا کہ حق اقلیم میں سے کس اقلیم میں آپکا ملک ہی اور وہاں دن اقلیم گھنٹہ کا ہوتا ہی کیا سولہ گھنٹہ کا ہوتا ہی مینہ جراب دیا کہ ہم دنیا کو حق اقلیم پر تقسیم نہیں کرتے ہمارے ہاں دنیا کے پانچ حصہ ہیں پس میں نہیں کہہ سکتا کہ ہمارا ملک کس اقلیم میں ہی لیکو سب سے بڑے دنوں میں دن رات کے چوبیس گھنٹہ میں سے اٹھارہ یا انیس گھنٹہ کا دن ہوتا ہی داد خواہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا کہ تم تو اقلیم پنجم کے کنارے ہو وہ مینہ کہا کہ اُس سے بھی اور شمال کی طرف جہاں ہمارے جہاز بڑی بڑی مسجدیں پکڑنے جاتے ہیں وہاں گرمی کے موسم میں لختاب شب و روز اُنک سے نیچے نہیں اُترتا داد خواہ نے پوچھا کہ وہاں کس قسم کے لوگ آباد ہیں اور کہا کہ ہمارے قاعدہ کے موافق ایسی آب و ہوا سے جسم میں بڑی طاقت پیدا ہوتی ہی میں نے وہاں کے باشندوں کا حال بیان کیا اور کہا کہ اُن کے قد ہمارے سینے سے اُونچے نہیں ہوتے اُس پر داد خواہ نے کہا کہ وہ سردی سے بہتر کُئے ہونگے مینہ پھر کہا کہ ہمارے ملک سے انٹر جہاز اور ذی عام لوگ ملکوں کی تحقیقات کے ایٹھے جایا کرتے ہوں داد خواہ نے کہا کہ عقلمند گورنمنٹ کا یہی طریقہ ہی کہ سب باتوں سے مطلع رہے *

شا صاحب لکھتے ہیں کہ مینہ ملک اور آب و ہوا کا تذکرہ اس بات کے ظاہر کرنے کے لیٹھ لکھا ہی کہ داد خواہ ذہین اور عالم شخص ہی کیونکہ ایشیا کے رہنے والوں کو جو یورپ کے موسم سے ناواقف ہیں اس بات کی واقفیت نہیں ہوتی کہ جس قدر شہل کی طرف جائیں اُسی قدر دن اور رات میں فرق ہوتا جاتا ہی گو مینہ صرف اتنی ہی بات کہی تھی کہ قطب کے قریب کے ملکوں میں گرمی کے موسم میں ہر وقت آنتاب موجود رہتا ہی اور اس بات کو میں کہنے بھی نہیں پایا تھا کہ سردی میں آنتاب مطلق ملوے نہیں ہوتا تاہم داد خواہ نے فوراً مسجد لیا کہ وہ ملک سرد ہوگا *

اٹھائیسویں مئی کو یوزباشی نے آکر یہی خبر دی کہ پرسوں کی تاریخ آپ کی روانگی کی قرار پائی ظہر کی نماز کے بعد میں داد خواہ سے ملنے کو گیا اور اُن سے پوچھا کہ ہندوستان سے میں آپ کے لیٹھ کیا چیز بھیجوں اُنہوں نے جواب دیا کہ میں سڑاھی ہوں سولے بندرت کے اور کس چیز کی مسجد خواہش ہی مگو میں تمہاری خیر خواہی سے چاہتا ہوں اور پھر بندرتوں کے لیٹھ درخواست کرتا ہوں جو ایلچی میوے ساتھ روانہ ہونے والا تھا مینہ اُس کا حال دریافت کرنا چاہا مگر داد خواہ نے بالکل لاعلمی ظاہر کی اور کہا کہ اب آپ نے دروازہ آمد و شد کا کھولا ہی آپ کی دوستی اور آپ کا نام میوے دل پر

بند ہی کیونکہ جب میں گھرؤا خریدنے کی اجازت چاہتا ہوں داد خواہ اپنے پاس سے مفایت کو دیتے ہیں بہت سی چیزیں مثل چھپر اور ریشم وغیرہ کے میں خریدنا چاہتا ہوں لیکن اگر بلا اجازت خریدوں تو داد خواہ ناراض ہو جازینگیے اور جو اجازت چاہتا ہوں تو وہ خود ہی مفایت خریدینگے پس شرم کے سبب سے میں تو کچھ کہہ نہیں سکتا چپ ہوں *

بارہویں مئی کی صبح کو داد خواہ کا ایک رقمہ منشی لیکر آیا اور مسجد سے کہا کہ آپ اپنے لیٹھ چیزیں خرید کرتے ہیں اس سے داد خواہ بہت ناراض ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھکو کیوں نہیں اطلاع دیتے جو میں سب چیزیں میا کر دوں یہ بات دوستی کے برخلاف ہی تب مینہ منشی سے اُس رقمہ کے جواب میں لکھرایا کہ داد خواہ کی تواضع میوے حل ہو اسقدر ہی کہ وہ مجھکو صرف وہی چیزیں نہیں مفایت کرتے جنکی میں درخواست کرتا ہوں بلکہ وہ چیزیں بھی موصحت فرماتے ہیں جنکی میں دل میں خواہش کرتا ہوں پس مینہ اب اپنے دل میں بھی کسی چیز کی خواہش کرنا ترک کر دیا ہی میں اُنکے باراحسان سے دبا جاتا ہوں اور مجھکو بڑی شرم آتی ہی * بیسویں مئی کی صبح کو یوزباشی داد خواہ کے پاس سے یہ خبر لایا کہ اب وقت روانگی کا قریب آگیا سامان سفر گھرے وغیرہ طیار کرنا چاہیئے اور جو چیزیں درکار ہوں وہ خرید لینی چاہیئے اور مسجد سے پوچھا کہ داد خواہ آپ کے دوست ہیں آپ اُن سے کیا تحفہ لیٹھینگا میں نے جواب دیا کہ ہمارے ملک میں دوست سے تحفہ لیٹھ کر راج نہیں ہی اُس نے کہا آپ اپنے ملک میں نہیں ہیں جہاں ہیں وہاں کا دستور پڑتنا چاہیئے اور اگر آپ کسی تحفہ کے لیٹھ اپنی خواہش ظاہر کر دینگے تو داد خواہ ناراض ہو جائینگے *

یائیسویں مئی کی صبح کو میں یوزباشی کے ساتھ داد خواہ سے ملنے گیا وہاں موسم کی گرمی کا تذکرہ ہوا داد خواہ نے کہا پانی نہیں دے رہا جو ہوا ٹھنڈی ہو اندجان میں گرمی بہت ہوتی ہی لیکن وہاں انٹر پانی دے رہا ہی اس لیٹھ وہاں کی گرمی برداشت ہو سکتی ہی مینہ کہا شاید اندجان کی آب و ہوا ہمارے ملک انگلستان کی آب و ہوا کے موافق ہی مینہ سنا ہی کہ اندجان میں جازے کے موسم میں برف نثر سے پڑتی ہی اور گرمی میں پانی افراط سے ہرستا ہی یہی حال ہمارے ملک کا ہی داد خواہ نے کہا ہاں یہی حال ہی شاید اندجان کے ٹھیک مغرب اور مقابل میں انگلستان ہی جس کے سبب سے دنوں کی آب و ہوا یکساں ہی تب مینہ مسجد لیا کہ انگلستان اندجان سے شمال کی طرف واقع ہی اور قطب کے قریب ہی یہ نسبت یہاں کے انگلستان سے وہ ستارہ آسمان پر

نہو جیسا یہ مدرسۃ العلوم ہی اُسوقت تک ان چھوٹے چھوٹے موجودہ مدارس سے کسی طرح کامیابی کی توقع نہیں ہوسکتی *

اس سب کمیٹی کے صدر انجمن خود جناب خان بہادر فقیر سید جمال الدین صاحب بہادر ہیں اور مولوی محمد امام الدین صاحب رئیس گوجرانوالہ اور مولوی ابو احمد مراد علی مدرس ارل گوجرانوالہ سکرتری اور انٹر صاحب ممبر ہیں خدا کے فضل و کرم سے امید ہی کہ ان سب بزرگواروں کی توجہ اور جناب خان بہادر موصوف کی کوشش سے گوجرانوالہ کے ضلع سے مدرسۃ العلوم کے مقاصد میں آئندہ بہت مدد ملیگی *

چاندۃ ضلع بستی

۲۶ جون سنہ ۱۸۷۲ء کو بستی خاص میں جو ایک سر حدی ضلع جنمک کے قنارہ پر واقع ہے اور جہاں سوائے معدودے چند نوکری پیشہ مسلمانوں کے بہت کم مسلمان رہتے ہیں ایک جلسۃ مدرسۃ العلوم مسلمانان کے مقاصد کی تائید کے لیئے قائم ہوا جس کے صدر انجمن جناب مولوی محمد کامل صاحب صدر امین بستی تھے جو ایک بڑے عالم اور درویش اور دیندار و خدا پرست مسلمان ہیں *

اُسی ایک جلسہ میں ایک ہزار چھیانوے روپیہ کے چنڈہ پر لوگوں نے دستخط کیئے اور خود صدر انجمن صاحب نے اور انٹر لوگوں نے جو نوکری پیشہ تھے اپنی پوری پوری ایک تنخواہ اس چنڈہ میں دی اور تجویز ہوئی کہ جو مسلمان اسوقت خریدک نہیں ہوئے اُن سے چنڈہ وصول کرنے اور مدرسۃ العلوم کے مقاصد کی تائید کرنے کے واسطے ایک سب کمیٹی اس ضلع میں مقرر ہو چنانچہ ایک سب کمیٹی مقرر ہوئی جس میں جناب مولوی محمد کامل صاحب صدر امین صدر انجمن اور جناب سید حسن رفیع صاحب ناظر کلکتہ سکرتری اور جناب حافظ محمد فضل حسین صاحب قسٹی کلکٹر اور آؤر انٹر صاحب ممبر مقرر ہوئے اُنہی کے یہ سب کمیٹی ہمیشہ مدرسۃ العلوم کی تائید میں سرگرم رہیگی اور اُن مسلمانوں کی کوشش جو اس ٹیک کام میں دل سے خریدک ہوئے ہیں کامیاب ہوگی *

حافظ فضل حسین صاحب نے جو چنڈہ دیا ہے اُس میں یہ شرط ہے کہ یہ چنڈہ خاص دینیات کی تعلیم کے لیئے بہر جب اصول اہل سنت و جماعت کے دیا گیا ہے *

واٹس

مشقی حسین

نہش کالہجر ہی جو پچھڑ موت کے منت نہیں سکتا اس کے بعد میں سب سے رخصت ہوا *

نمبر ۱۸۳

مدرسۃ العلوم مسلمانان

نہایت خوشی کی بات ہے کہ مدرسۃ العلوم کے چنڈہ کی خبر ہر ایک طرف سے چلی آتی ہے اور جو مالی ہمت اور مال اندیش مسلمان اپنی قوم کی غراب و غصہ اور موجودہ حالت پر ہمدردی کے ساتھ نظر کرتے ہیں وہ دن بدن مدرسۃ العلوم کی تائید پر متوجہ ہوتے ہیں اور روز بروز ایسے انسان جو سو انسانوں اور مدرسۃ العلوم کے چنڈہ کی تعداد بڑھتی جاتی ہے — حال میں ضلع گوجرانوالہ علاحد پنجاب اور ضلع بستی میں بھی چنڈہ ہوا ہے جسکی مستحضر کیفیت ہم لکھتے ہیں *

چنڈہ گوجرانوالہ واقع پنجاب

یہاں جناب خان بہادر سید فقیر جمال الدین صاحب بہادر انسٹرا اسٹنٹ کمشنر نے جنمک خاندان کا نام پنجاب کے مسلمانوں کی عزت کے ساتھ ہمیشہ نامور رہیگا ایک سب کمیٹی مدرسۃ العلوم کے واسطے چنڈہ فراہم کرنے کی غرض سے مقرر نصابی ۲۲ مئی اور ۷ جون سنہ ۱۸۷۲ء کو دو اجلاس اس سب کمیٹی کے جناب خان بہادر فقیر صاحب کے دو تضافہ پر منعقد ہوئے اور اس دوسرے اجلاس میں نو سو روپے روپیہ کا چنڈہ ہرگیا جس میں جناب ممدوح عیاض سے نو سو پچاس روپیہ ہیں اور جناب مسٹر جے جی کارگری صاحب بہادر قسٹی کمشنر گوجرانوالہ کا سو روپیہ چنڈہ اور جناب ٹی جی واکر صاحب بہادر اسٹنٹ کمشنر گوجرانوالہ کا تیس روپیہ چنڈہ دیکھ کر اس بات سے نہایت خوشی ہوئی ہے کہ جو قوم اسوقت ہمارے اوپر حکمران ہے وہ کسی توجہ سے اپنے فرض کو پورا کر رہی ہے *

مدرسۃ العلوم کے چنڈہ کے ساتھ ساتھ ایک اور چھوٹے سے مدرسہ سلامیہ کے واسطے بھی چنڈہ ہوا ہے جو گوجرانوالہ میں مسلمانوں کی طرف سے اپنی اولاد کی تعلیم کے واسطے قائم ہوگا — اس سے معلوم ہوگا ہے کہ گوجرانوالہ کے مسلمانوں نے جنمک اتالیق خان بہادر سید فقیر جمال الدین خاں صاحب کی اچھی طرح اس بات کو سمجھ لیا ہے کہ اُن تمام اشخاص کے مسلمانوں کی تعلیم اور خصوصاً ابتدائی تعلیم کے لیئے ہر ایک مناسب جگہ میں بہت سے مدارس کا ہونا ضروری ہے لیکن جب تک اُن سب مدارس کا سلسلہ ایک ایسے کامل مدرسہ پر منتہی

بمقام علیحدہ — مطبع انسٹیٹیوٹ علیحدہ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [۱۵ جمادی الثانی سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی] نمبر ۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور ترغیب کے منایب فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جاوے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار اصناف و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط لوہام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جاویں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور میز کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اوپر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر پٹا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ چار آنہ مع اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

خریدی جارے اور اس روپیہ کا کسی طرح سود
میں لگانا اور ڈرامہ سیري نوٹ خریدنا جائز
نہوگا *

[ب] اُس روپیہ کا حساب جو دینے والے نے خاص پفرض
تعلیم مذہبی دیا ہی ملحدہ رکھا جاویگا اور
اُسکی آمدنی اُسی مذہب [یعنی شیعہ یا سنی
مذہب] کی تعلیم میں صرف ہوگی جس کی
تعلیم کے لیئے دینے والے نے روپیہ دیا ہی *

[ج] جو روپیہ کہ میٹائٹوں نے یا اور مذہب کے
لوگوں نے اس شرط سے دیا ہی کہ اُس کی
آمدنی مادم دنیاوی کی تعلیم میں خرچ ہو
اُسکا حساب جداگانہ دھیکا اور اُس کی آمدنی
مادم دنیاوی کی تعلیم میں صرف ہوگی کسی
مذہبی تعلیم میں اُس کی آمدنی خرچ نہ
ہوگی *

[د] باقی روپیہ جو لوگوں نے بلا کسی شرط کے دیا
ہی اُس کی آمدنی مذہبی و دنیاوی ہو قسم
کی تعلیم میں جس میں ضرورت ہو خرچ
ہو سکیگی *

[۵] ذیل شروع ہوتے کسی قسم کی تعلیم کے اور نیز
بعد شروع ہوتے تعلیم کے اگر کسی خاص صیغہ
کے سرمایہ کی آمدنی اُس کے اخراجات ضروری
سے زیادہ ہو جارے تو ہو ایک قسم کے روپیہ
کی آمدنی جس کی تفصیل اوپر بیان ہوئی
اُسی مد میں ہمارے اصل سرمایہ جمع کر دی
جاریگی خواہ کمیٹی کی کارروائی کے ضروری
اخراجات میں یا مدرسۃ العلوم اور اُس کے
متعلق مکانات کی تعمیر میں یا مدرسۃ العلوم
کے لیئے زمین خریدنے میں خرچ کی جاریگی
کیونکہ یہ امور تعلیم مذہبی و تعلیم دنیاوی
دونوں سے برابر متعلق ہیں مگر اُس روپیہ
کی آمدنی جسکا ذکر مد [ج] میں ہی تعمیر
مساجد میں ہوگز خرچ نہ کی جاریگی اور نیز
اُس روپیہ کی آمدنی جو سنہوں نے خاص
مذہبی تعلیم کے لیئے دیا ہو شیہوں کی مسجد
کی تعمیر میں اور اُس روپیہ کی آمدنی جو
شیہوں نے خاص مذہبی تعلیم کے لیئے دیا ہو
سنہوں کی مسجد کی تعمیر میں صرف نہ ہوگی *

مضمون نمبر ۱۸۳

طریقہ انتظام و سلسلہ تعلیم

و تربیت

جو

مجوزۃ مدرسۃ العلوم مسلمانان کے لیئے

تجزیز ہوا ہی

دفعہ ۱ یہ مدرسہ از نام مدرسۃ العلوم مسلمانان یا محمدان اینٹلو
اورینٹل کالج موسوم ہوگا *

دفعہ ۲ یہ مدرسۃ العلوم مسلمانان علیحدہ میں بنایا جائیگا جیسا کہ
سابق میں کمیٹی کے اجلاس اور نڈرت رائے میٹران سے
تجزیز ہو چکا ہی *

ذکر کمیٹی خزنتۃ البضاعۃ

دفعہ ۳ کمیٹی خزنتۃ البضاعۃ اس مدرسہ کے لیئے فنڈ یعنی روپیہ جمع
کرنے کی کمیٹی ہی اور انتظام تعلیم کے لیئے جداگانہ
کمیٹیاں مقرر ہوگی مگر روپیہ کا جمع کرنا اور سرمایہ
کی حفاظت اور جائداد کا خریدنا اور اُس کی آمدنی کا
اخراجات مدرسہ کے لیئے دینا اور جو روپیہ کسی خاص
کام کے لیئے دیا گیا ہو اُس کا اُسی کام میں لگانا اور
مکانات کا بنانا اور ہر ایک امر کی نگرانی کرنا یہ سب
کمیٹی خزنتۃ البضاعۃ سے متعلق ہوگا *

دفعہ ۴ کمیٹی خزنتۃ البضاعۃ کو اُس روپیہ کا جو اُس کے سپرد ہو
اور نیز اُس کی آمدنی کا حسب تفصیل ذیل جداگانہ حساب
رکھنا ہوگا *

اول — حساب زر سرمایہ یعنی حساب اُس روپیہ کا جو لوگوں
نے اس غرض سے دیا ہی کہ اُس کی آمدنی اخراجات
مدرسۃ العلوم میں صرف ہو اور وہ روپیہ بدستور قائم رہے
اور یہی روپیہ زر سرمایہ کے نام سے ملقب ہی جسکا
خرچ کرنا بموجب دفعہ ۲۳ قواعد کارروائی کمیٹی کے ممنوع
و نا جائز ہی *

دوم — زر سرمایہ مذکورہ بالا کے حساب میں بھی مضافہ ذیل
تفصیل رکھنی ہوگی *

[الف] وہ روپیہ ملحدہ جمع رکھیکا جسکی نہایت
دینے والوں نے یہ شرط لگائی ہی کہ سود میں
نہ لگایا جارے بلکہ اُس سے جائداد غیر موقوفہ

ہوں کسی کو اختیار نہرگا اور جب کوئی عہدہ اُس کمیٹی کی مہتری کا خالی ہوگا تو ممبران باقاعدہ کسی دوسرے شخص کو اُس کی جگہ مقرر کریں گے *
اگر اُس روپیہ کی جو خاص مذہبی تعلیم کے لیئے دیا گیا ہو اُس قدر آمدنی ہو جاوے جو مذہبی تعلیم کے اخراجات کے لیئے کافی ہو اور مذہبی کمیٹیوں کے ممبر یہ چاہیں کہ مذہبی تعلیم قبل شروع ہونے دیگر اقسام کی تعلیم کے جاری ہو جاوے تو اُن کو ایسا کرنے کا اختیار حاصل ہوگا *

مذہبی تعلیم کے لیئے مدرسوں کا انتخاب کرنا اور مقرر کرنا وہ سب انہیں مذہبی کمیٹیوں سے متعلق ہوگا دوسرے شخص کو یا کسی دوسری کمیٹی کو اُس میں کچھ مداخلت نہ ہوگی *

سلسلہ تعلیم علوم

زبانوں اور عام ادب اور انشاء کی تعلیم کے سوائے دنیاوی علوم کی تعلیم کے لیئے دو صیغہ ہونگے ایک معض انگریزی اور دوسرا انگریزی و اردو اور ہر طالب علم کو اختیار ہوگا کہ جس صیغہ کی تعلیم پسند کرے اُس کو اختیار کرے صیغہ انگریزی میں لٹریچر یعنی علم انشاء اور تمام دنیاوی علوم انگریزی زبان میں پڑھائے جارہینگے اور صیغہ انگریزی و اردو میں لٹریچر انگریزی میں اور باقی دنیاوی علوم اردو میں سکھائے جارہینگے مذکورہ بالا تجویز صرف دنیاوی علوم کے جیسے ہندسہ حساب جغرافیہ جیالوجی زراعت وغیرہ سے متعلق ہی زبانوں کی تعلیم سے ملانے نہیں رہتی کیونکہ عربی فارسی وغیرہ زبانیں جو مدرسہ العلوم میں پڑھائی جارہیگی وہ اُسی قاعدہ سے پڑھائی جارہیگی جس طرح کہ وہ زبانیں پڑھائی جاتی ہیں اُس میں کچھ تغیر و تبدیلی نہ ہوگی *
ملازمہ مذکورہ بالا تقسیم کے مدرسہ العلوم کے دو تہارت منصف یعنی دو صیغہ ہونگے *

اول اسکول تہارت منصف یعنی صیغہ مدرسہ *

دوم کالج تہارت منصف یعنی صیغہ مدرسہ علوم *

بیان صیغہ اول یعنی صیغہ مدرسہ

۸ ضمیمہ ۱ — صیغہ مدرسہ کا مقصد یہ ہے کہ مدرسہ العلوم کے لیئے ایک گروہ طالب علموں کا جو اُس میں علوم سیکھنے کے لائق ہوں مہیا کرے اور یہ بھی فرض ہے کہ وہ لڑکے

سوم — اُس روپیہ کا حساب جداگانہ رکھا جاوے گا جو لوگوں نے بطور سرمایہ مدرسہ العلوم نہیں دیا بلکہ واسطیہ خاص کام کے دیا ہے مثلاً واسطیہ تعمیر مکانات مدرسہ العلوم کے یا واسطیہ تعمیر مساجد شیعہ و سنی کے اور یہ روپیہ اور اُس کی آمدنی اُسی کام میں خرچ ہوگی جس کے لیئے وہ دیا گیا ہے *

ذکر کمیٹی ہائے تعلیم

تعلیم مدرسہ العلوم میں کمیٹی خزنتہ ایضاً کو کچھ مداخلت نہ ہوگی بلکہ اُس کے لیئے حسب تفصیل ذیل جداگانہ کمیٹیاں مقرر ہونگی *

اول — کمیٹی تعلیم عام دنیاوی اور اُن مختلف زبانوں کی جو مدرسہ العلوم میں تعلیم دی جارہیگی اور یہ کمیٹی از نام ممبران تعلیم المسند و علوم دنیاویہ ملقب ہوگی *

اس کمیٹی کے ممبروں میں مسلمانوں کے ساتھ عیسائی اور ہندی اور ہندو بھی اگر ضرورت ہو تو ممبر ہوسکیں گے کیونکہ مختلف علوم اور مختلف السنہ کی تعلیم اس کمیٹی سے متعلق ہوگی اور اس دنیاوی علوم کی تعلیم کا اہتمام و انتظام تمامہ اس کمیٹی سے متعلق ہوگا *

دوم — کمیٹی تعلیم مذہبی اس کی دو شاخیں ہونگی ایک خان از نام ممبران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت اور دوسری از نام ممبران تعلیم مذہب شیعہ اثنا عشریہ ملقب ہوگی اور اُن کمیٹیوں میں اُسی مذہب کے لوگوں کے ہوں جس مذہب کی تعلیم کے لیئے وہ کمیٹی تھی دوسرے مذہب کا کوئی شخص ممبر نہ ہو سکیگا *

اس کمیٹی کے ممبروں کا انتخاب ابتدائی ہی کمیٹی خزنتہ ایضاً سے متعلق نہرگا بلکہ دونوں مذہبوں میں کا کوئی شخص جو اُس مذہب میں دیندار ہو اور جیسے اُس مذہب کے لوگوں کو طاعتیت ہو اپنے اپنے مذہب کی کمیٹی کے ممبروں کو منتخب کرے گا اور جو ممبر منتخب ہونگے وہ اپنے ممبر ہونگے یعنی اُن کی معزولی کا پتہ اُس حال کے کہ وہ استعفاء دیں یا اپنا مذہب تبدیل کر دیں یا کسی ایسے جرم میں چسکی تفصیل اقوام کارروائی کی ذمہ ۱۲ میں ہی مزایا

ہوں تو اُن کو اور صدر کمیٹی ہمارے مشترکہ صدر کو بھی اُس میں دسماندہائی کا اختیار ہوگا *

ضمین ۷ — جو حساب مدت تعلیم کا اس تجویز میں لگایا گیا ہے اُس میں یوں فرض کیا گیا ہے کہ تھمینی ہر طالب علم کی جو اس مدرسہ کی سب سے ادنیٰ جماعت میں داخل ہوئے دس برس کی ہی پس اُس ہر تک کے لئے عموماً بطور قاعدہ معجزہ کے مدرسہ میں داخل ہونگے مگر خاص صورتوں میں مدرسہ اعلیٰ کو اختیار ہوگا کہ کسی لڑکے کو جسکی عمر اُس سے زیادہ ہو مدرسہ میں داخل کرے اور اُن خاص وجوہات کو کتاب داخلہ میں لکھ دے جن کے سبب سے اُسکو داخل کیا ہے *

ضمین ۸ — اس مدرسہ میں صرف ابتدائی تعلیم ہوگی اور پانچ برس تک پورا پورا پڑھنا پڑیگا اور مفصلہ ذیل علوم اچھی پڑھائے جائینگے —

(الف) عربی زبان ابتدائی *

(ب) فارسی زبان — اور فارسی و اردو کا عام اُشاء *

(ج) حساب *

(د) جبر و مقابلہ ابتدائی *

(ه) تجزیہ اقلیدس *

(و) تاریخ *

(ز) جغرافیہ *

(ح) انگریزی زبان ابتدائی انٹرنس کی پڑھائی تک *

(ط) ضروری کتب مذہبی اعلیٰ صنف و جماعت و مذہب شیعہ اثنا عشریہ *

ضمین ۹ — ہر روز پانچ گھنٹہ مدرسہ میں پڑھائی ہوگی یعنی اپنے مکان پر پڑھنے اور پڑھا ہوا یاد کرنے کے سوا *

ضمین ۱۰ — اس مدرسہ میں ہر ایک علم کے لیئے جو پڑاے جائینگے مدرسہ مقرر ہونگے اور اُنکا تقدر اور اُن کی تعداد اور تنخواہ مدبران تعلیم کی وہ کمیٹی مقرر کریگی جس سے وہ متعلق ہوں *

ضمین ۱۱ — اس مدرسے کے طالب علموں کو اختیار ہوگا کہ اس درجہ کی پڑھائی کے بعد اگر وہ نلکتہ یونیورسٹی کے انٹرنس کا امتحان دینا چاہیں تو امتحان دیں اور کمیٹی مدبران السنہ مختلفہ و علوم دنیویہ اُن کے امتحان کا کافی اہتمام اور انتظام کریگی اور جو استحقاق انٹرنس کے امتحان سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ اُن طالب علموں کو بھی حاصل ہونگے جو اس امتحان میں کامیاب ہوں *

جنگی ہر مدرسے میں رہنے کے لائق نہیں ہی اور جنکے والدین اُسی شہر میں رہتے ہوں جہاں مدرسۃالعلوم نے ایذا کوئی مدرسہ قائم کیا ہو اور اپنے لڑکوں کو مدرسہ کی تعلیم کے بعد مدرسۃالعلوم میں داخل کرنا چاہتے ہوں اس مدرسہ میں اپنے لڑکوں کو پڑھاسکیں اس مدرسہ کو اُن لوگوں کے لیئے جو مدرسۃالعلوم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں آئندہ کی ترقی کی سیدھی سے زیادہ نہ سمجھنا چاہیئے درحقیقت اس صیغہ کو بجز اسکے کہ مدرسۃالعلوم سے اُسکا اہتمام اور نگرانی ہو اور کچھ زیادہ تعلق نہ ہوگا *
ضمین ۲ — اس مدرسہ کے لیئے مکانات اُس روپے سے بنینگے جو کمیٹی خزانۃالرضاء اس کام کے لیئے جمع کریگی اور اُس میں پڑھانے کے کمرے اور طالب علموں کے رہنے کے مکانات بنائے جائینگے جن میں مناسب تعداد کے لڑکے رہ سکیں اور اُن غریب لڑکوں کی تعلیم کے باب میں بھی ملحدہ بندوبست کیا جائیگا جو آسودہ حال لڑکوں کی طرح بچ کر نے کا مقدر نہیں رکھتے *

ضمین ۳ — اس مدرسہ کے اخراجات کچھ مدرسۃالعلوم کی طرف سے ہونگے اور کچھ اُس روپے سے جو آسودہ حال طالب علموں سے لی جائیگی اور اخراجات سکونت ہر ایک شخص اپنا آپ دیگا صرف مکانات کی درستی اور مرمت مدرسۃالعلوم سے متعلق رہیگی — اور غریب طالب علموں کی سکونت کا بندوبست اُس طرح ہوگا جس طرح کہ بموجب ضمین صدر کے کمیٹی تجویز کریگی *

ضمین ۴ — اس مدرسہ میں سکونت اختیار کرنا طالب علم کی مرضی پر منحصر ہوگا کیونکہ طالب علم کا مدرسۃالعلوم میں سکونت پڑھنا اُس وقت سے شمار ہوگا جب کہ طالب علم مدرسۃالعلوم میں داخل ہونگے *

ضمین ۵ — جن کمیٹیوں کا ذکر ذمہ ۵ میں مدرسۃالعلوم کے واسطے کیا گیا وہی کمیٹیاں ان مدارس کا بھی انتظام کریں گی لیکن جب یہ مدارس مدرسۃالعلوم کے مقام کے سوا اور مقامات میں قائم ہوں تو اُن کمیٹی ہمارے مذکورہ بالا کو اختیار ہی کہ مدارس کے انتظام اور نگرانی کے واسطے اپنے ماتحت کمیٹیاں مقرر کریں *

ضمین ۶ — ان مدارس کے لیئے مذکورہ بالا کمیٹیاں مدرسان کو مقرر کریں گی اور طالب علموں کا داخل کرنا مدرسہ اعلیٰ کے اختیار میں ہوگا اور اگر کمیٹی ہمارے ماتحت مقرر ہوگی

امتحان میں وہ کامل نکلا ہی تو کوئی مذکورہ بالا کو اسی علم کی تکمیل کے لیے اُسکے داخل کر لینے کا اختیار ہوگا *
بیان صیغۃ دوم یعنی صیغۃ مدرسۃ العلوم
دفعہ ۹ ضمن ۱ — مدرسۃ العلوم کے دو درجے ہونگے *

ایک — ادنیٰ *

دوسرا — اعلیٰ *

ضمن ۲ — مدرسۃ العلوم کے درجہ ادنیٰ کا مقصد علوم کی عام شاخوں میں تعلیم دینا ہوگا جو ایک روحنصیر اور ذہن اور عقل کی کھول دینے والی تعلیم کے لیے ضرور ہے *
ضمن ۳ — مدرسۃ العلوم کے اعلیٰ درجہ کا مقصد کسی خاص علم میں جسکو کہ طالب علم پسند کرے نہایت معیت اور قوی اور انتہائی تعلیم دینا ہوگا *

ذکر درجۃ ادنیٰ

دفعہ ۱۰ ضمن ۱ — درجہ ادنیٰ مدرسۃ العلوم کی پڑھائی چار برس تک ہوگی *

ضمن ۲ — تین گھنٹے سے زیادہ مدرسۃ العلوم میں سبق نہ پڑھائے جارہینگے *

ضمن ۳ — درجہ ادنیٰ مدرسۃ العلوم میں علوم مفصلہ ذیل پڑھنے ہونگے *

اول — کوئی دو زبانیں مفصلہ ذیل

زبانوں میں سے *

- (الف) عربی مع زبان دانی و علم ادب *
(ب) فارسی ایضا
(ج) انگریزی ایضا
(د) سنسکرت ایضا
(ه) لٹین ایضا
(و) گریک ایضا

دوم — ریاضی جسمیں مفصلہ ذیل

علوم شامل ہیں *

(الف) الجبر — یعنی جبر و مقابلہ *

(ب) تھیوری آف ایکویشنز — یعنی اصول مسائل معادلات *

(ج) پلین ٹرگنما — یعنی علم مثلث مستوی *

(د) اسپیئرل ٹرگنما — یعنی علم مثلث کروی *

ضمن ۱۲ — ملوہ اُس امتحان کے ہر سال کے آخر دو مدرسۃ العلوم کی طرف سے یہی طالب علموں کا امتحان لیا جاوے گا اور جو طالب علم اس امتحان میں لائق نکلیں گے اُن طالب علموں کو انعام اور وظیفہ مدرسۃ العلوم کی طرف سے ملے گا *

ضمن ۱۳ — اس مدرسہ میں بیس وظیفہ حسب مندرجہ ذیل مقرر ہونگے جو کہ ہر ایک کامیاب طالب علم کو ایک سال تک ملینگے آخر سال پر اگر نتیجہ طالب علم کے امتحان کا اچھا ہو تو پھر وہ وظیفہ دار مقرر ہو سکے گا *

تفصیل وظیفوں کی پیمائش

تعداد وظیفہ	تعداد ماہوار	میزان
۱۰	صہر	صہ
۶	مصر	لحہ
۴	عہ	لحہ
۲۰		لحہ

ضمن ۱۴ — مقدار انعاموں کی مدرسے کی آمدنی اور ٹیس کی آمدنی پر منحصر ہوگی *

ضمن ۱۵ — امید ہے کہ ٹیک دل آدمی اس مدرسے کو استدر و روزیہ دینگے جسکی آمدنی سے خاص خاص مضبوطیوں میں لیاقت پیدا کرنے پر طالب علموں کو انعام ملے گا *

ضمن ۱۶ — مدرس اول کو اختیار ہوگا کہ سالانہ امتحان مذکورہ بالا سے پہلے سے امتحان مناسب سمجھے ایسے مگر ان امتحانوں سے مدرسۃ العلوم کو کچھ غرض نہ ہوگی اور نہ اُس امتحان کے نتیجوں پر انعام یا وظیفہ دیا جاوے گا لیکن اگر نتیجہ کسی وظیفہ دار طالب علم کے امتحان کا نہایت خراب ہو تو مدرس اول کو کوئی مدبران تعلیم السنہ مختلفہ و علوم دنیویہ میں اُسکی ضرورت کرنے کا اختیار ہوگا تاکہ اُس طالب علم کا وظیفہ بند نہ ہو جائے *

ضمن ۱۷ — جو امتحان کہ پانچ برس کی پڑھائی کے بعد ہوگا وہ سلسلہ تعلیم مدرسۃ العلوم میں داخل ہونے کی لیاقت کے ثبوت کا وسیلہ بھی سمجھا جاوے گا — کوئی طالب علم جو کہ اس امتحان کے مضامین میں کافی لیاقت نہ دکھائیگا وہ مدرسۃ العلوم کے سلسلہ تعلیم میں داخل نہ ہو سکے گا لیکن اگر کسی خاص علم کی تکمیل کی اُسکو خواہش ہو جسکے

- (۱) ثقل اور طریقہ اُن کے مقرر کرنے کے *
عام پمپ اور زور دینے والا پمپ *
دکنچہ پانی کے دباؤ کے *
پیرو پیٹر — یعنی مقیاس البوسم *
ہوا کا پمپ *
دھانی تل *
(ل) آپٹکس (جیومیٹریکل) — یعنی
علم مناظر بالہندسہ *
اس علم کے پیمہ مضامین تعلیم میں
ہونگے *
قوانین عکس و انعکاس — عکس صماح
آئینہ پر — عکس کروی آئینہ پر — انعکاس
شیشہ میں ہوکر — تفرق ضیاء شمس
مختلف رنگ کی کرنوں میں — بیان آئینہ کا — آلات
کے مروجہ انور کا — بیان آنکھ کا — آلات
متعلق علم مناظر کی صورت ایسکوپور کا
یعنی دہ تاریک خانہ جو ہر دیکھنے والی
چیز میں ہی اور جس میں شکلیں
مبصرات کی مکرر منعکس ہوتی
ہیں — دوربینیں عکس و انعکاسی *
(م) ایکرو سٹیکس — یعنی علم آراز — اس
علم کے پیمہ مضامین تعلیم میں ہونگے *
خاصیت آوازیں کی — طریقہ منتشر ہونے
آوازیں کا — پیدا ہونا مرئی آوازیں کا
اشکال جو اُس سے متعلق ہیں *
(ن) آپٹکس (فزیکل) — یعنی علم
مناظر طبیعی — اس علم میں مضامین
مختصرہ ذیل تعلیم ہونگے *
اصولی مسئلہ نسبت اصلیت و پھیلاؤ
روشنی کے —
عام بیان مراض کا — بیان
نورتن کے پھارن کا معہ حال اُن کے
تجربوں کے جن سے کہ اُن مراض کے
اثر ظاہر ہوتے ہیں — قطبی روشنی
معہ اُن تجربوں کے حال کے جن سے کہ
رہ پیدا ہوتی ہی *
۱۰

- (۲) کانس — یعنی عام مقرر طاعت *
(و) مالت جامتری — یعنی علم مچھماک
(ز) ڈفرنشل کیلکولس — یعنی
حساب الجزیئات *
(ح) انٹگرل کیلکولس — یعنی حساب
الکلیات *
(ص) اسٹیٹیکس — یعنی علم السکون
اس علم کے پیمہ مضامین پڑھائے جاوینگے
ابتدائی مسائل حل کرنے قوتوں کے —
قواے حر ثقل — مرکز ثقل — حالتیں
میزان اجسام کی حر ثقل سے پیدا
ہوتی ہیں *
(ی) ڈینامکس — یعنی علم الحركت
اس علم میں سے مفصلہ ذیل مضامین
پڑھائے جاوینگے *
ابتدائی مسائل مع قانون حرکت اور
اشکال جو کہ ایک جسم کی مستقیم
حرکت قائم کرنے کے لئے ضرور ہیں
حرارہ و جسم بغیر کسی روک کے رکھا
ہوا ہو یا ڈھلوان پر ہو حرکت اشیاء
مدورہ اور حالتیں حرکت کی گرد
مرکز قوت کے *
(ک) ڈیفیکر اسٹیٹیکس — یعنی علم
ثقل الایعات ڈیفیکرالکس — یعنی
علم حرکت الایعات — نیوٹن کیلکس
یعنی علم ثقل و حرکت ہوا *
اس علم میں سے مفصلہ ذیل مسائل
پڑھائے جاوینگے *
ابتدائی شکلیں نسبت خاصیت و انتقال
اور مقدار دباؤ مایعات کی اور حالتیں
میزان تیرتے ہوئے اجسام کی *
خاصیت لچک دار مائعات کی اور دباؤ
جو اُن سے پیدا ہوتے ہیں *

ہشتم — دیہیات یعنی فقہ و حدیث و تفسیر وغیرہ

مذہب اہل سنت و جماعت و مذہب شیعہ
اثنا عشریہ *

ضمن ۴ — مذکورہ بالا سلسلہ تعلیم میں طالب علم کو چار برس
مدرسہ المعلوم میں صرف کرنے ہونگے اور روز مرہ ایک
سیٹ زبانون کا ہوگا اور ایک علوم ریاضی پر اور ایک
باری باری سے دیگر علوم مختلف پر *

ضمن ۵ — علوم مختلف مذکورہ باری باری سے اس ترتیب سے
پڑھائے جائینگے —

سال اول میں — تاریخ عام قدیم و جدید *

سال دوم میں — منطق — علم بھاشا و علم سیاست مدن *

سال سوم میں — فلسفہ ذہنی و اخلاقی *

سال چہارم میں — علوم طبیعیات *

ضمن ۶ — ہر سال دو تعلیمی زمانوں میں منقسم ہوگا اور
ہر ایک زمانہ ساڑھے چار مہینے کا ہوگا اور اسکا نام
مہینات التعلیم رکھا جائیگا — قریب ختم ہونے

ہر مہینات کے طالب علموں کا امتحان اُن علوم میں
ہوگا جو اس مہینات میں اُنہوں نے پڑھے ہونگے —
اُن امتحانوں سے اُن کی مہنت کا حال معلوم ہوگا
اور اگر کسی وظیفہ دار طالب علم کے امتحان کا نتیجہ
تواضع و غراب ہوگا تو کچھٹی مدبران السنہ
مختلفہ و علوم دیگر کو اُس کے وظیفہ کے بند کر دینے کا
اختیار ہوگا *

ضمن ۷ — مقررہ ان امتحانوں کے سالانہ امتحان بھی ہونگے
جنکے نتیجوں کے مطابق انعام اور وظیفے مستحق
تعلیم کو عطا کیئے جائینگے *

ضمن ۸ — اس سلسلہ تعلیم کی دو برس کی پڑھائی کے بعد اگر
کسی طالب علم کا ارادہ تلمذ تہذیب و تہذیب کے اہل اے
کے امتحان دینے کا اور چار برس کی پڑھائی کے بعد
بھی اے کے امتحان دینے کا ہو تو اُس کو اختیار
ہوگا کہ وہ امتحان دہرے اور کچھٹی مدبران السنہ
مختلفہ اور علوم دیگر کے امتحانوں کا کافی
اعتماد اور انتظام کریگی اور جو استحقاق کے ان
امتحانوں سے حاصل ہو سکتے ہوں وہ اُن طالب
علموں کو بھی حاصل ہونگے جو اس طرح پر ان
امتحانوں میں کامیاب ہوں *

(س) ایسٹرونامی — یعنی علم ہیئت

النجوم — اس علم میں مضامین

مندرجہ ذیل درس میں ہونگے *

انتظام دوائر نظام کا جس سے کہ اجرام
سماری متعلق ہیں —

مقدم فنا فلک — یعنی تغیرات جوالسماء
جو زمین کی حرکت گرد آفتاب پر منحصر
ہیں — زمین کی مستدیر حرکت گرد
اپنے محور کے —

عام حال نظام شمسی کا *

عام بیان کسوف و خسوف کا *

سوم — لاجک اور وٹورک — یعنی علم

مناطق و علم بیان *

چہارم — مینٹل اور مارل فلاسفی — یعنی

فلسفہ ذہنی و اخلاقی *

پنجم — پولیٹیکل اکونومی — یعنی اصول علم

انتظام و سیاست مدن *

ششم — تاریخ عام قدیم و جدید *

ہفتم — فیزچرل سائنس — یعنی عام طبیعی —

اس علم کی مفصلہ ذیل شاخوں پڑھائی
جائیں گی *

کیمسٹری یعنی علم کیمیا *

اور ایک عام مفصلہ ذیل علموں میں سے

(الف) اینیمل فزیالوجی — یعنی

عام تشریح حیوانات *

(ب) جیالوجی — یعنی عام اندرونی

حالات زمین کا اور مٹرالوجی

یعنی علم معدنیات *

(ج) بائی — یعنی علم نباتات *

(د) زوالوجی یعنی علم العمران *

(۵) سنسکرت مع پراکرت و ہالی اور مع علم
اُن کی مطابقت کے *

(۶) گریک و لاطن مع علم اُن کی مطابقت
کے *

قوم — علوم اخلاق — یعنی کوئی ایک قسم مفصلہ
ذیل میں سے *

(الف) منطق مع علم بیان و فلسفہ ذہنی و
اخلاقی *

(ب) علم انتظام و سیاسیات مدنی مع فلسفہ
متعلقہ بہ سیاسیات و فن تاریخ *

قوم — فلسفہ طبیعی یعنی ایک مفصلہ ذیل میں
سے *

[الف] علوم ریاضی *

[ب] علوم طبیعی *

چهارم — دیہیات اسلامی یعنی فقہ و حدیث و تفسیر
و غیرہ مذهب اہل سنت و جماعت و مذهب
شیعہ اثنا عشریہ *

ضمین ۲ — درخواسات امتحان مفاہرت کے ساتھ طالب علم کو
ہمیشہ اپنا تصنیف کیا ہوا رسالہ پیش کرنا ہوگا جو
اُس نے اُس علم کے کسی مشکل مسئلہ پر تصنیف
کیا ہو جس میں نہ وہ امتحان مفاہرت دینا
چاہتا ہو — امتحان میں داخل ہونے کی اجازت اس
رسالہ کے پسند ہونے پر منحصر ہوگی — اور طالب علم
کو تحریراً یہ اقرار کرنا پڑیگا کہ اُس نے اس رسالہ کی
تصنیف میں کسی دوسرے شخص سے مدد نہیں لی
ہی *

دفعہ ۲۸ ضمن ۱ — اُس میقات کے ختم ہونے کے قریب جو اُس میقات
کے بعد آوے جس میں مفاہرت کا امتحان ہوا تھا
امتحان میں کامل نکلے ہوئے طالب علموں کا واسطے
عطا کرنے کیلئے یعنی وظیفہ وفاقہ مدرسۃ العلوم کے
پھر امتحان لیا جائیگا — اور ہر طالب علم کا امتحان
اُسی علم میں ہوگا جو اُس نے اختیار کیا ہی اور یہ
امتحان بیان مضمونوں کے لکھنے کے ذریعہ سے لیا
جائیگا جو مدرسۃ العلوم کے اہل اس میں ممتحنوں کے
ساتھ لکھے ہونگے — تین دن تک ہر روز ہر امتحان

ضمین ۹ — مذکورہ بالا امتحانوں کے علاوہ اس سلسلہ تعلیم کے
چوتھے برس کے آخر میں تمام علوم میں جو اس
سلسلہ تعلیم میں پڑھے ہوتے ایک امتحان مدرسۃ
العلوم میں لیا جائیگا اور ہر طالب علم کو مدرسۃ العلوم
کے درجہ اعلیٰ میں داخل ہونے سے پہلے اس امتحان
میں کامل نکلنا ضرور ہوگا *

ذکر مدرسۃ العلوم کے درجہ اعلیٰ کا

دفعہ ۱۱ ضمن ۱ — اس امتحان کی تکمیل کے بعد طالب علم کو
مدرسۃ العلوم کے اعلیٰ درجہ میں داخل ہونے اور
کسی خاص علم کو مفاہرت کا امتحان دینے کے ارادہ
سے ہر درجہ کامل تصدیق کرنے کا حق حاصل ہوگا
امتحان مفاہرت کے لیئے دو برس تک پڑھائی ہوگی
مگر طالب علم کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ اگر وہ
ایک ہی برس کی پڑھائی کے بعد اپنے نئی مفاہرت
کا امتحان دینے کے قابل سمجھے تو امتحان دینے کو
پہچھے — مگر وہ طالب علم جو ایک دفعہ امتحان میں
قا کامل نکلے کر دوسرے امتحان میں کامل نکلیگا
تو اُس کا نام پندرست میں اُن کامیاب طالب علموں
کے ساتھ جو پہلے ہی امتحان میں کامل نکلے ہیں
پہتر تیب لیاقت مندرج ہوگا بلکہ پندرست کے آخر
میں اور اُن کامیاب طالب علموں کے نام سے علیحدہ
لکھا جائیگا *

ضمین ۲ — اس درجہ کے پڑھنے والوں میں سے جو شخص چاہے
اُس کو اختیار ہوگا کہ ناکتہ پرنی درستی کے اہم اے کا
امتحان دے *

ضمین ۳ — مدرسۃ العلوم میں مفاہرت کا امتحان دینے کے لیئے
طالب علم کو اختیار ہی کہ مفصلہ ذیل علوم میں
سے ایک علم چون ما چاہے پسند کرے *

اول — زبان — یعنی کوئی ایک قسم مفصلہ ذیل
میں سے *

(الف) عربی مع عبری و سریانی مع علم اُن کی
مطابقت کے *

(ب) انگریزی مع اینکلر سیکسن اور مع علم
اُن کی مطابقت کے *

(ج) سنسکرت مع ہندو — و فارسی — اور
مع علم اُن کی مطابقت کے *

علم فقہ و حدیث و دینیات مذہب اہل سنت
و جماعت و مذہب حیدر امامیہ کی تکمیل
کی کامیابی کے لیئے ... ۵

۳۰ ... میزبان

منجملہ ان پانچ وظیفوں کے جو دیہیات کی تعلیم کے
لیئے مقرر ہیں در وظیفہ حضور عالی حاجی
حرمین شریفین جناب نواب محکمہ
کلب علی خاں بہادر فرزند دلپذیر
دولت انگلشیہ والی رام پور کے نام سے مرسوم
ہونے اور جن طالب علموں نے عام مذہب اہل سنت
و جماعت کے امتحان میں کامیابی حاصل کی ہوگی
اُن کو دیئے جارہینگے *

دفعہ ۱۳ ضمیمہ ۱ - رفاقت مدرسۃ العلوم کے وظیفوں کے سوا ساٹھ وظیفے
آز طالب علموں کے لیئے ہونگے جنکی مقدار ایک سو بیس
روپیہ سالانہ سے تین سو روپیہ سالانہ تک ہوگی *
ضمیمہ ۲ - بیس سالانہ خرچ رفاقت مدرسۃ العلوم کے وظیفوں اور
طالب علموں کے وظیفوں کا حسب تفصیل ذیل ہوگا *

وظیفہ ہائے رفاقت مدرسۃ العلوم

تعداد وظیفہ ماہراری سالانہ فی وظیفہ میزبان کل
۳۰ صہ سہ

وظیفہ ہائے طالب علمی

۲۰	صہ	ماہر	۱۵۰ اسماء
۲۰	صہ	مالہ	۱۵۰ اسماء
۱۳	صہ	مالہ	۱۵۰ اسماء
۶	صہ	سہام	۱۵۰ اسماء

۵۰ میزبان کل رفاقت مدرسۃ

ضمیمہ ۳ - وظیفہ رفاقت مدرسۃ العلوم سات سو تک جاری رہیگا
اور وظیفہ طالب علمی ایک سال تک لیکن ہر سال کے
اخیر میں جو طالب علم سالانہ امتحان اچھا دیکھا
اُسکو اُس قدر یا اُس سے بھی زیادہ وظیفہ دیا جائیگا *
ضمیمہ ۴ - رفیق مدرسۃ العلوم سات سو کے بعد پچاس کسی
نواب خاص حالت کے در پارہ مقرر ہو سکیگا *

ضمیمہ ۵ - اگر کوئی رفیق مدرسۃ العلوم کا کسی مدرسہ ساتھ
مدرسۃ العلوم میں مدرس مقرر ہو تو اُس کا وظیفہ
رفاقت جاری رہیگا لیکن اگر مدرسۃ العلوم میں مدرس
مقرر ہو تو اُس کو سالانہ وظیفہ رفاقت ملنا موقوف

ہوگا اور مدرس متعدد مضمون طالب علم کو لکھ
دیکھا اور اُنہیں سے ایک کا بیان مضمون طالب علم کو
ہر روز لکھنا ہوگا اور چھ گھنٹہ اُس بیان مضمون
کے لکھنے کو مہلت دی جاوے گی *

ضمیمہ ۲ - اس امتحان کے ختم ہونے پر میزبان کو بیٹی مدرسہ
تعلیم السنہ مختلفہ و علوم دنیویہ کے سامنے مدرسہ
لوگ اُن ڈیپوزٹ کی تعداد پیش کریں گے جو ہر طالب علم
کو اس امتحان میں ملے ہوں - یہ ڈیپوزٹ اُن ڈیپوزٹ
کے ساتھ جمع کیئے جارہینگے جو ہر ایک طالب علم نے
امتحان مفاہرت میں پائے تھے اور اس طرح ہر جمع
کونے سے اس بات کا فیصلہ ہو جاوے گا کہ وظیفہ رفاقت
پانے کا کون کون طالب علم مستحق ہے *

ضمیمہ ۳ - بیس وظیفہ رفاقت مدرسۃ العلوم کے ہونگے اور ہر وظیفہ
چھ سو روپیہ سالانہ کا ہوگا اور رفیق مدرسۃ العلوم
کو علاوہ اُس وظیفہ کے کھانا اور رہنے کا مکان مفت
مدرسۃ العلوم سے ملے گا *

ضمیمہ ۴ - ہر رفیق مدرسۃ العلوم کو حدود مدرسۃ العلوم میں یا
اُسی دور میں جہاں مدرسۃ العلوم ہی رہنا پڑیگا مگر
یہ شرط ایسی حالت میں موقوف ہو سکتی ہے جب کہ
طالب علم اس پر مطمئن کر دے کہ وہ حرحقیقت
مدرسۃ العلوم کو چھوڑ کر کسی علم کی تحصیل یا ترقی
کو دوسری جگہ جانا چاہتا ہے *

ضمیمہ ۵ - رفیق مدرسۃ العلوم کو یہ بھی اقرار تعزیری کرنا پڑیگا
کہ وہ مدرسۃ العلوم کے کسی طالب علم سے جو بطور خانگی
اُس سے پوچھتا ہو کچھ معاوضہ نہ لے گا *

ضمیمہ ۶ - بیس وظیفہ رفاقت مدرسۃ العلوم کے متعلقہ ذیل علوم

کی کامیابی پر طالب علموں کو دیئے جارہینگے *

زبانوں کی تکمیل کی کامیابی کے لیئے ... ۸

علوم ریاضی کی تکمیل کی کامیابی کے لیئے ... ۵

علم منطق و بیان و فلسفہ کی تکمیل کی

کامیابی کے لیئے ... ۳

علم انتظام و سیاست مدن و فن جغرافیہ و

تاریخ کی تکمیل کی کامیابی کے لیئے ... ۴

علم علمی کی تکمیل کی کامیابی کے لیئے ... ۴

دنیویہ مدرسۃ العلوم میں داخل ہو سکتا ہی لیکن کسی وظیفہ کے ہانے کا جو مدرسۃ العلوم سے ملتا ہی مستحق نہ ہوگا تاہم اُسکو اندرونِ حدوہ مدرسۃ العلوم اور بہ تبعیض قواعد معینہ مدرسۃ العلوم کے رہنا ہوگا *

دفعہ ۱۹ کمیٹیِ مدبرانِ تعلیم السنۃ مختلفہ اور عام دنیویہ کو بیٹھ بھی اختیار ہوگا کہ اگر مسلمانوں کے سوا کوئی دوسرے مذہب کا طالب علم مدرسۃ العلوم میں پڑھنا چاہے یا کسی خاص علم کی تحصیل کرنا چاہے تو بہ اداے فیس اُس کو پڑھنے کی اجازت دیں اور کلکتہ یونیورسٹی کے امتحانوں میں اگر وہ امتحان دینا چاہے تو اُس کے لیٹم اُسی طرح اہتمام اور انتظام کیا جاوے گا جس طرح اور طالب علموں کے لیٹم ہوگا۔ اور جو ایسا طالب علم بسبب اختلاف مذہب کے مدرسۃ العلوم کے تمام قواعد کو بھانہ نہ لاسکے اور اسی لیٹم وہ اُن دیگر حقوق کا بھی مستحق نہ ہو جو مدرسۃ العلوم کے طالب علموں کے لیٹم مقرر ہیں مگر بالیں ہمہ کمیٹیِ موصوفہ کو ایسے طالب علم کی قابلیت اور لیاقت کے لحاظ سے کسی قسم کا وظیفہ یا اور کوئی مروت پیشانہ کا اختیار ہوگا *

ذکر سکونت و تربیت طالب علمان

مدرسۃ العلوم میں

دفعہ ۲۰ مدرسۃ العلوم میں طالب علموں کی سکونت کے لیٹم مکانات احاطہ چر پٹانہ جارنگہ کہ ہر ایک طالب علم کو جدا جدا ایک کمرہ سونے کے لیٹم اور ایک بیٹھنے اور پڑھنے کے لیٹم اور ایک غسلخانہ مل سکے *

دفعہ ۲۱ جو مسلمان طالب علم مدرسۃ العلوم میں داخل ہوں اُنکو مدرسۃ العلوم کے مکانات میں رہنا ضرور ہوگا مگر وہ غریب طالب علم جو اخراجات سکونت مدرسۃ العلوم ادا کرنے کے لائق نہوں کمیٹیِ مدبرانِ تعلیم السنۃ مختلفہ و علوم دنیویہ اُن کو سکونت مدرسہ سے پری کوسکتی ہی اور اُنسے اسطرحیہ سارک کوسکتی ہی جسکا ذکر دفعہ ۸ کی قسم ۲ میں ہی *
دفعہ ۲۲ اُن سب طالب علموں پر ایک شخص پٹاور اقبالیت کے مقرر ہوگا اور وہ اقبالیت بھی دن رات مدرسۃ العلوم میں رہے گا *

دفعہ ۲۳ جو طالب علم وہاں رہینگے اُن کو اختیار ہوگا کہ جیسا وہ لیاں پھنتے ہوں ویسا پھنٹیں مگر پورا لیاں اشرافوں کا سا ہو الا کسی ایسی قسم کے لیاں کے پھنٹے کی اُنکو اجازت نہ ہوگی جو بد رقصی کی طرف مائل ہو کسی کو اجازت

ہو جاوے گا مگر املازی رفیق مدرسۃ العلوم کا متصور ہوگا اور وظیفہ کے سوا جو اور حقوق رفقہ مدرسۃ العلوم کے لیٹم ہیں وہ حالت مدرسہ میں بھی بحال و قائم رہینگے *

دفعہ ۱۳ عام مذکورہ بالا کی تعلیم کے لیٹم جعفر مدرسوں کی ضرورت ہوگی نوکر رکھے جاوینگے اُن کی تنفراہیں مختلف ہونگی اور وہ ہمدہ اُنکے لیٹم بجز کسی خاص حالت کے اُن کی زندگی بھر کے لیٹم ہوگا۔ اگر کوئی مدرس فاعاقہ یا ضعیف ہو جاوے یا کوئی ایسا صدمہ پھونچے جس سے کہ وہ اپنے ہمدہ کا کام انجام نہرسکے تو مدرسۃ العلوم سے اُسکو ایک پیشکش مناسب مالیگی اور تیا مدرس اُسکی جگہ مقرر ہوگا اور پھر مدرس اگر املازی رفیق بھی ہو تو بدستور اپنی زندگی تک املازی رفیق رہے گا *

دفعہ ۱۵ رفقہ مدرسۃ العلوم باستحقاق اپنے درجہ رفاقہ کے کمیٹیِ خزائنۃ البضائع کے بھی میسر متصور ہونگے اور کمیٹیِ مدبرانِ تعلیم السنۃ مختلفہ و علوم دنیویہ کے بھی میسر ہونگے اور اس کمیٹی کے میسر ہر حقیقت میں کم سے کم ایک دفعہ مدرسۃ العلوم کے انتظام و تصفیہ کرنے کو اجلاس کیا کرینگے جو اُن سے متعلق ہیں سب سے پہلے رفیق مدرسۃ العلوم کا میسر مجلس ہوگا اور اُس کو توجیہ کی ایک رائے زیادہ دینے کا حق ہوگا اور وہ مدرسۃ العلوم کا اندر اعلیٰ بھی مجبہا جاوے گا *

دفعہ ۱۱ جب نہ رفقہ مدرسۃ العلوم کسی امر متعلق بہ تعلیم کے اصال کے لیٹم جمع ہوں تو وہ مدرس بھی جو املازی رفیق نہیں ہیں ایوانِ اجلاس میں آنے اور ملکر رفیق مدرسۃ العلوم کے رائے دینے کے مجاز ہونگے *
دفعہ ۱۷ کمیٹیِ مدبرانِ تعلیم السنۃ مختلفہ و علوم دنیویہ بذریعہ اُس رفیق مدرسۃ العلوم کے جو میسر مجلس ہو اپنی سالانہ رپورٹ کمیٹیِ خزائنۃ البضائع لتاسیس مدرسۃ العلوم لاسامین میں پیش کرے گی اور اخراجات سال آئندہ کی منظوری کمیٹی سے لیگی *

دفعہ ۱۸ کوئی شخص جو نہ اس مدرسۃ العلوم میں کسی خاص علم کی تحصیل کرنے کو داخل ہونا چاہے اور اس تمام سلسلہ تعلیم کو جو مدرسۃ العلوم میں مقرر ہو پڑھنا لے چاہے تو وہ اجازت کمیٹیِ مدبرانِ تعلیم السنۃ مختلفہ و علوم

دفعہ ۳۰ ہر ایک طالب علم کو اختیار ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو خود اپنے کھانے پکانے کا انتظام کرے اور بقریمہ اپنے خاص ملازمین کے آپ پکوائے اور کھائے اور یہ بھی اختیار ہوگا کہ دوچار طالب علم آپس میں ہفتہ وار کر کے شریف ہو جائیں اور مسجد ماخوذ کھانے پکانے کا بقریمہ ملازمان خاص انتظام کریں *

دفعہ ۳۱ مگر جو طالب علم یہ چاہینگے کہ مدرسۃ العلوم کی طرف سے انکے کھانے پکانے کا انتظام کیا جائے تو ان کے لیئے اقبال مدرسۃ العلوم انتظام کر دینا اور رسانی اخراجات ان سے لیائے جائیں گے *

دفعہ ۳۲ طالب علمان مدرسہ کو اختیار ہوگا کہ جو طریقہ تفاریح عامہ کا ان کو پسند ہو وہ اختیار کریں اور جب کہ چند طالب علم آپس میں ملکر شرکت میں اپنے کھانے کا بندوبست کریں تو انکو ایک ایسا کمرہ دیا جائیگا جہاں سب شریف جمع ہو کر کھانا کھا سکیں *

دفعہ ۳۳ باہرین ہمد ہر ایک طالب علم پر نرض ہوگا کہ ایک وقت معین ہو کھانا کھائیں تاکہ اختلاف اوقات سے اور کاموں میں ہرج نہ پڑے *

دفعہ ۳۴ الفاظ بد جو لڑکوں کی زبان پر جڑ جاتے ہیں انکے بولنے کا سخت امتناع ہوگا یہاں تک کہ اگر کوئی لڑکا کسی کو چھوڑا کہہ بیٹھے گا تو وہ ہمنزلہ دشنام سخت کے سمجھا جائیگا *

دفعہ ۳۵ طالب علموں کو جو مدرسۃ العلوم میں رہتے ہوں علم معیسی یعنی باہمی گفتگو کے طریقہ سکھائے جائیں گے مہذبانہ گفتگو کی عادت ڈالی جائیگی اور ان کو قاید انکد ہوگی کہ آپس کی ملاقات اور بات چیت میں اُسکو پرتیں اور مہذبانہ گفتگو کا اپنے تئیں عادی کریں *

دفعہ ۳۶ جو طالب علم مکانات مدرسہ میں سکونت اختیار کریں گے انکو ضرور ہوگا کہ نماز پنجگانہ میں حاضر ہوں شیروں پر نرض ہوگا کہ اُس مسجد میں جو مدرسۃ العلوم میں شیروں کے لیئے بنائی جائیگی پانچویں وقت کی نماز جماعت سے پڑھیں اور شیعہ طالب علموں پر نرض ہوگا کہ اُس مسجد میں جو شیروں کے لیئے بنائی جائیگی کم سے کم تیس وقت حاضر ہو کر نماز پنجگانہ اپنے طریقہ مذہبی پر ادا کریں *

دفعہ ۳۷ نہ ہوگی کہ گرم کناری لگا دیا جائے یا رنگا ہوا رنگین یا قلم رنگ یا ایسا باریک جس میں سے بدن دکھائی دے یا ایسا تنگ جس سے چھاتی اور بیت نظر آئے پڑا پڑے *

دفعہ ۳۸ کسی طالب علم کو اجازت نہ ہوگی کہ وہ بہت بڑے بڑے پال جو کان کی نو سے زیادہ نیچے ہوں سر پر رکھے یا کالین بٹارے یا پٹیاں جواوے یا مسی لگا دے یا ایک سے زیادہ انگڑھی اور چلی پڑے یا سیندھی لگا دے *

دفعہ ۳۹ تمام طالب علموں پر نرض ہوگا کہ مغربی اور اچھے پن اختیار کریں لباس صاف رکھیں اور ہوا میں صافی اور ستھرائی کی عادت ڈالیں اور تیل اسکے کہ کوئی لڑکا سکونت کے لیئے مکانات مدرسہ میں داخل ہو وہ بات دیکھے لیجائیگی کہ جس قسم کے کپڑے وہ پہنتا ہے اُس کے پاس اس قدر تعداد سے ہیں جن سے وہ صفائی اور اچھے پن سے رہ سکے یا نہیں *

دفعہ ۴۰ اوقات کھانے اور سرنے اور پڑھنے اور جسمانی ورزش کے معین کیئے جائیں گے اور ہر ایک شخص کو ضرور ہوگا کہ وہ ہر حال میں قدر کے اُن وقتوں میں وہی کام کرے جو اس وقت کے لیئے مقرر ہو *

دفعہ ۴۱ طالب علموں کی حفظ صحت کے لیئے اُن کے کھانے اور ہوا کھانے اور ایسے کھانے پکوانے کو جو نامشروع نہیں اوقات اور طریقہ مناسب معین کیئے جائیں گے *

دفعہ ۴۲ ہر ایک طالب علم کو اختیار ہوگا کہ اپنے مکان سے سکرتہ کو نرض اور پلنگ اور اسباب ضروری سے جس طرح چاہے خود آراستہ کرے اقبال مدرسہ صرف اسباب کی نگرانی کریگا کہ تمام ضروری چیزیں موجود ہیں یا نہیں اور یہ کہ خواب چیزیں مہلکی اور نقص مستعمل نہیں اور کس طرح کوڑا کرکٹ نہ پھیلانے پڑے اور صفائی میں تچھہ خلک نہ واقع ہو اور کس طرح کی بد تمیزی نہ پڑے — اور اگر کوئی طالب علم یہ چاہے گا کہ اسکی سکرتہ کا تمام ضروری اسباب مدرسۃ العلوم کے اہتمام سے مہیا ہو تو اقبال مدرسۃ العلوم اُس کا انتظام کریگا *

دفعہ ۴۳ اسباب کی نہایت تاکید ہوگی کہ اسباب اور تختیں اور لکھنے کا سامان اور کپڑے وغیرہ ہندسیاتی سے مکان میں پھیلے اور ادھر ادھر پڑے نہیں بلکہ سب چیزیں انتظام اور سلیقہ سے سجی اور درستی سے رکھی جائیں *

خاص علم کو حاصل کرنا چاہتا ہی — کوئی شخص علوم دینی نہیں کمال حاصل کرنا چاہتا ہی پس ایسا مدرسہ قائم کیا جاوے جس میں ہر شخص کو مطابق اپنی خواہش کے علوم حاصل کرنے کا موقع رہے * اس مدرسے سے گورنمنٹ کو ملحدہ کرنا مقصود نہیں ہی بلکہ

صرف یہی مقصود ہی کہ طریقہ تعلیم میں گورنمنٹ کچھ مداخلت نہ کرے اور اُسکو صرف ہماری قوم کی راے اور مرضی پر چھوڑ دے اور گورنمنٹ کو ہر طرح اُسکی نگرانی کا اور اُسکے حالات دریافت کرنے کا پورا اختیار حاصل رہے اور جبکہ خرد گورنمنٹ سے اس مدرسے کے اپنے اعانت چاہی گئی ہی اور گورنمنٹ نے اُسکو منظور کیا ہی تو ہمارا صاف منشاء ہی کہ گورنمنٹ کی نگرانی اس مدرسے سے قائم رہے *

سرمایہ جو مدرسے کے لیے جمع کیا جاتا ہی اُس سے کبھی گورنمنٹ کو تعلق نہوگا اور نہ کبھی گورنمنٹ کی اُس میں دست اندازی ہوگی اور ملازمت گورنمنٹ کے کوئی ممبر بھی اُس میں دست اندازی نہ کر سکے گا اور انہیں امور کے استحکام کے لیے کمیٹی غرضقا ایضاً مقرر ہوگی ہی اور اُسکے لیے قواعد بنائے گئے ہیں اور اُس کمیٹی کی اور اُن قواعد کی رجسٹری ہرجب ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۹۶ع عمل میں آئی ہی جبکہ ذریعہ سے اُن قواعد کے برخلاف کوئی ممبر عمل کرنے کا مجاز نہیں ہی *

مذہبی تعلیم کے لیے ایسے قواعد تجویز کیئے گئے ہیں اور اُسکو کلیتاً ایک ملحدہ کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا ہی جس سے اس قسم کا احتمال کہ مذہبی تعلیم میں کچھ غلط واقع ہوگا مطلقاً باقی نہیں رہا * اعلیٰ درجہ کی ثانوی تعلیم کے لیے قیادت ضرور ہی کہ کلیۃً انگریزی زبان میں تعلیم ہو تاکہ مسلمان لڑکے انگریزی میں ایسے قابل نکلیں کہ جو اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے ہندوستان میں مل سکتے ہیں اُن کو وہ حاصل کر سکیں اور نیز جو علوم کہ انگریزی زبان میں ہیں اُس میں پورا کمال حاصل کر کے اسی کتابیں تالیف و تصنیف کریں جو عموماً قوم کے لیے مفید ہوں اسلئے مدرسہ میں ایک ایسا قریب قائم کیا گیا ہی جس میں اُن لوگوں کو جو اس طرح تعلیم پائی چاہیں پوری تعلیم پانے کا موقع ملے *

مگر اس طرح صرف انگریزی زبان میں تعلیم دینے سے علوم و فنون جدیدہ تمام قوم میں عموماً رائج نہیں ہو سکتے اور تمام قوم فائدہ نہیں اُٹھا سکتی اسلئے علوم و فنون کا اُردو زبان میں بھی تعلیم دینا اُن لوگوں کے لیے قرار پایا ہی جو اُردو زبان میں اُن کو پڑھنا چاہیں اور امید ہی کہ اُردو زبان میں تمام علوم و فنون جدیدہ کی کتابیں موجود ہوجانے کے بعد ہماری قوم میں بھی وہ علوم و فنون اس طرح رائج ہوجائیں گے جس طرح اب انگریزی زبان میں

ذمہ ۳۷ ان دونوں مسجدوں کے اپنے موزن ہونگے اور سنٹی مذہب کے طالب علموں کی مسجد کے لیے ایک امام خانقاہ قرآن ملازم ہوگا اور تمام ضروری چیزیں مہیا رہینگے تاکہ کسی قسم کا ہرج اور تکلیف نمازیوں کو نہو *

ذمہ ۳۸ مدرسۃ العلوم میں جمعہ اور اتوار دروس ہو ہفتہ میں تعطیل ہوگی الا کمیٹی مدبران تعلیم مذہبی کو اختیار ہوگا کہ وہ اتوار کے دن بھی مذہبی تعلیم جاری رکھے جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ تعلیم مذہبی کا مدرسہ اعلیٰ قرآن وحدیث سے کچھ احکام و اخلاق مذہبی بطور تحقیق عالمانہ جس سے طالب علموں کو فائدہ ہو بقدر مناسب بطور وہا کے بیان کیا کریگا جس میں ذہی استعداد طالب علم اور خصوصاً وہ طالب علم جنہوں نے علوم مذہبی کی تکمیل اعلیٰ درجہ تک کی اختیار کی ہو حاضر رہا کریں گے *

ذمہ ۳۹ اتفاقیہ بیماروں کے معالجہ کے لیے انگریزی ڈاکٹر ویرناتی طبیب دونوں کا انتظام مدرسۃ العلوم میں کیا جاویگا اور جب لڑکے مدرسۃ العلوم میں داخل ہونگے تو اُن سے یا اُنکے مریضوں سے دریافت کریگا جاریگا کہ اگر کوئی اتفاقیہ بیماری پیش آئے تو کون سا علاج کیا جاوے اور ضرورت کیونٹ اُسکے مطابق عمل میں آویگا اور فی الفور اُن کے مریضوں کو اطلاع ہوگی اور بطرح وہ ہدایت کریں گے اسی طرح پرتھمیل کیچاریگی *

ذمہ ۴۰ ان تمام قواعد کی خبرگیری اور انتظام اتالیق مدرسے کے سپرد رہیگا اور جو طالب علم خلاف ورزی قواعد معینہ کریگا اُسکی رپورٹ کمیٹی مدبران تعلیم اسٹنہ مختلفہ اور علوم ثانویہ کی خدمت میں پیش ہوگی *

ذمہ ۴۱ کمیٹی موصوفہ اُس طالب علم کو فہمائش مناسب کریگی اور جب متعدد فہمائش سے نہ مانے گا تو اُسکو مدرسۃ العلوم سے خارج کرنے کا اُسکو اختیار ہوگا *

مذکورہ بالا تجویزوں کے منشاء کا بیان

مقصود یہی ہی کہ ایک ایسا مدرسہ قائم کیا جاوے جس میں خرد ہماری قوم کو سب طرح کا اختیار ہو اور وہ جس بطرح پڑ اپنی قوم کی تعلیم دینا مناسب اور فائدہ مند سمجھے اسی طرح پڑ تعلیم دے اور ہماری قوم کو ہر قسم کے علوم پڑھنے کا موقع ملے کیونکہ ہر ایک شخص کے افراط متحد نہیں ہیں کوئی شخص سرکاری عہدوں کے عمل کرتیکی آرزو رکھتا ہی — کوئی شخص علوم دینی میں سے کسی

کرنے کے سبب سے انگریزوں میں شائع ہوں یا جس طرح یونانی علوم عربی میں ترجمہ کرنے سے مسلمانوں میں شائع ہو گئے تھے *
 دنیوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی برابر ہوتی رہیگی اور اس وقت جو یہ نقص ہے کہ جو مسلمان دینی تعلیم پاتے ہیں وہ علوم و فنون جدیدہ سے بالکل غارتگ رہتے ہیں اور جو دنیوی علوم میں تعلیم پاتے ہیں وہ دینی تعلیم سے محروم رہتے ہیں یہ نقص بھی اس طریقہ تعلیم سے جو تجویز کیا گیا ہے بالکل موقوف ہو جائیگا *
 گورنمنٹ کالجوں کی تعلیم میں جو یہ ایک نقص ہے کہ اگر کوئی طالب علم درجہ ادنیٰ کے علوم میں سے ایک علم میں بھی ناقص نکلتے تو وہ اُس درجہ تعلیم سے ادرے کے درجہ میں ترقی نہیں کرسکتا اس کا علاج بھی اس تجویز میں کیا گیا ہے اور جن علموں میں طالب علم ادنیٰ درجہ میں کامل نکلا ہے اگر وہ انہیں علوم میں اعلیٰ درجہ پر ترقی کرنا چاہے تو اُس کو ایسی ترقی کرنے کا اختیار دیا گیا ہے *
 اس مدرسہ میں اُن علوم کا پڑھانا بھی تجویز ہوا ہے جو روز مرہ تو کار آمد نہیں ہوتے مگر اُن سے ذہن کو اور لیاضت کو اور استعداد کو ترقی ہوتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ روز مرہ کی بکار آمد تعلیم کے ساتھ ضرور اصولی تعلیم کی بھی حاجت ہوتی ہے — جو تعلیم کہ دل کو روشن نہیں کرتی اور عقل اور اخلاق کو کامل ترقی پر نہیں پہنچاتی وہ ہمیشہ ناقابل مقصور ہوتی ہے اور اگر ہم صرف روز مرہ کی بکار آمد تعلیم پر قناعت کریں تو ہماری قوم کے عمدہ سے عمدہ طالب علم اپنی قوم کے لیئے اُن لوگوں سے جنہوں نے ہمارے اس مدرسۃالعلوم میں تعلیم نہ پائی ہر کچھ زیادہ فائدہ پہنچانے والے نہ ہوں گے — ہم سمجھتے ہیں کہ سب سے بڑا فائدہ ہمارے اس مدرسۃالعلوم کا یہ ہونا چاہیئے کہ مباحث عامی میں ہمارے طالب علموں کے طرز خیال میں تبدیلی اور ترقی ہو — اور اس تعلیم سے ایسے اخصاص پیدا ہوں کہ گویا وہ اس مدرسۃالعلوم کے لیئے عام لوگوں میں علم پھیلائے اور مہذب خیالات اور عمدہ اخلاق سکھانے کے لیئے مثلاً آئے ہوں اگر اب ہم اپنے اس مقصد کے حاصل کرنے پر ناکامیاب ہوں تو ہم کو اپنے اس مدرسۃالعلوم کو بھی ایک ناکامیاب ہی تصور کرنا چاہیئے — لیکن اگر یہ مدرسۃالعلوم نوجوان مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کرنے میں کامیاب ہو جن کے خیالات مہذب اور ترقی کی طرف مایل ہوں تو ہم کو کچھ شک نہیں ہے کہ اُس کا نتیجہ بے انتہا فائدہ ہے مالا مال ہوگا جہاں کہیں ہمارے مدرسۃالعلوم کا طالب علم چلا جائیگا اُس کے ساتھ ہی وہ عمدہ اور مہذب اور ترقی کرنے والے خیالات اور زندہ علم اور اصلی اخلاق جا رہینگے جتنا تعلیم دینا اور پھیلانا ہمارے مدرسۃالعلوم کا مقصد ہے اور مسلمان روز بروز زیادہ تو اپنی حالت موجودہ پر غور

کریں گے اور روشن ضمیر تعلیم پھیلائے میں نہایت کوشش کرنے لگیں گے — صرف روز مرہ کی بکار آمد تعلیم جو ایک اور پری تعلیم ہوتی ہے کچھ روشن ضمیر تعلیم ہمار نہیں کی جاسکتی — اور اگر یہ مدرسۃالعلوم نہایت معین اور مستحکم اور اعلیٰ علم نہ بنیسیگا تو اُس کو ادب اور عزت اور نظر قومی کے لائق سمجھنا مشکل ہوگا *
 اس مدرسہ کے قیام کے لیئے یہ ایک اصل تجویز کیا گیا ہے کہ مدرسہ کے اخراجات کے لیئے مستقل آمدنی ہونی چاہیئے تاکہ وہ کسی بیرونی مدد کا محتاج نہ رہے اس کا سبب نہایت ظاہر ہے اور کچھ تشریح کا محتاج نہیں ہے کیونکہ کوئی بوا کام اختیار نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اُس کی تکمیل کے وسیلے اول مہیا نہ ہو جائیں مدارس جو نہ سالانہ یا ماہوار چندوں سے جاری کیئے جاتے ہیں اُن کے استحکام پر کچھ بھروسہ نہیں ہوتا اور نہ اُس چندہ کے بھروسہ پر کوئی عمدہ اور مستقل کام کیا جاسکتا ہے اور تجربہ سے ظاہر ہوا ہے کہ ہندوستان میں جس قدر مدرسے اس طرح پر جاری ہوئے بغیر کسی استثنائے انجام کو ناکامیاب ہوئے اور یہ بات نہایت ہی پیدہ رہی اگر ایسا بوا عظیم الشان مدرسۃالعلوم اُس کے ہمیشہ چلنے اور سرسبز رہنے کی ضمانت کے بغیر جاری کیا جارے *
 اس مدرسہ کے قیام میں ایسا انتظام بھی کیا گیا ہے کہ جو طالب علم سلسلہ تعلیم میں کامیاب ہو اُسے کامیابی کے ساتھ اُس کو انعام اور علوم کو اعلیٰ درجہ تک ترقی پر پہنچانے کے لیئے وظیفہ بھی دینے جارہیں اور یہ بھی تجویز ہوا ہے کہ اگر کسی طالب علم کی عمدہ کامیابی تحصیل علوم میں ثابت ہو تو اُس کو بلا شرط خدمت صرف اُس کے ترقی علوم میں مصروف رہنے کے سادہ میں ایک معتدبہ وظیفہ ملے کیونکہ درحقیقت روپیہ ہی کا فائدہ علم سیکھنے پر بہت بڑا رفیع دلاتے والا اور تعلیم کو ترقی کرنے والا ہے — نہایت تجویس یافتہ ملکوں میں بھی اور ہندوستان میں بھی جہاں کہ دولت اور علم ایک جگہ بہت کم جمع ہوتا ہے روپیہ کا فائدہ تعلیم پر صرف رفیع دلاتے اور تعلیم کی ترقی کرنے سے بھی زیادہ فائدہ مند ہوگا کیونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کی زیادہ اہمیت حالت ہے اور گو کہ اور ملکوں میں بھی ہوتا ہے مگر ہندوستان میں یہ بات زیادہ تر ہے کہ وہ لوگ جو بہت زیادہ علم حاصل کرنا چاہتے ہیں اُن کے پاس اپنی گذران کرنے کے لیئے بھی بہت کم وسیلے ہوتے ہوں اور ایسی حالت میں روپیہ کا فائدہ ہمیشہ لائق طالب علم پیدا کرنے میں خفا نہ ہوگا *
 اس مدرسہ کے طالب علم کلکتہ یونیورسٹی کے امتحانوں میں بھی داخل ہوسکیں گے جس جو فائدہ اور حقوق اُس یونیورسٹی کے امتحانوں سے حاصل ہوتے ہیں وہی فائدہ اور حقوق اس مدرسہ کے

ہونے کے سبب سے انگریزوں میں شائع ہوں یا جس طرح یونانی علوم عربی میں ترجمہ کرنے سے مسلمانوں میں شائع ہو گئے تھے *
 دنیوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی برابر ہوتی رہیگی اور اس وقت جو یہ نقص ہے کہ جو مسلمان دینی تعلیم پاتے ہیں وہ علوم و فنون جدیدہ سے بالکل غارتگ رہتے ہیں اور جو دنیوی علوم میں تعلیم پاتے ہیں وہ دینی تعلیم سے محروم رہتے ہیں یہ نقص بھی اس طریقہ تعلیم سے جو تجویز کیا گیا ہے بالکل موقوف ہو جائیگا *
 گورنمنٹ کالجوں کی تعلیم میں جو یہ ایک نقص ہے کہ اگر کوئی طالب علم درجہ ادنیٰ کے علوم میں سے ایک علم میں بھی ناقص نکلتے تو وہ اُس درجہ تعلیم سے ادرے کے درجہ میں ترقی نہیں کرسکتا اس کا علاج بھی اس تجویز میں کیا گیا ہے اور جن علموں میں طالب علم ادنیٰ درجہ میں کامل نکلا ہے اگر وہ انہیں علوم میں اعلیٰ درجہ پر ترقی کرنا چاہے تو اُس کو ایسی ترقی کرنے کا اختیار دیا گیا ہے *
 اس مدرسہ میں اُن علوم کا پڑھانا بھی تجویز ہوا ہے جو روز مرہ تو کار آمد نہیں ہوتے مگر اُن سے ذہن کو اور لیاضت کو اور استعداد کو ترقی ہوتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ روز مرہ کی بکار آمد تعلیم کے ساتھ ضرور اصولی تعلیم کی بھی حاجت ہوتی ہے — جو تعلیم کہ دل کو روشن نہیں کرتی اور عقل اور اخلاق کو کامل ترقی پر نہیں پہنچاتی وہ ہمیشہ ناقابل مقصور ہوتی ہے اور اگر ہم صرف روز مرہ کی بکار آمد تعلیم پر قناعت کریں تو ہماری قوم کے عمدہ سے عمدہ طالب علم اپنی قوم کے لیئے اُن لوگوں سے جنہوں نے ہمارے اس مدرسۃالعلوم میں تعلیم نہ پائی ہر کچھ زیادہ فائدہ پہنچانے والے نہ ہوں گے — ہم سمجھتے ہیں کہ سب سے بڑا فائدہ ہمارے اس مدرسۃالعلوم کا یہ ہونا چاہیئے کہ مباحث عامی میں ہمارے طالب علموں کے طرز خیال میں تبدیلی اور ترقی ہو — اور اس تعلیم سے ایسے اخصاص پیدا ہوں کہ گویا وہ اس مدرسۃالعلوم کے لیئے عام لوگوں میں علم پھیلائے اور مہذب خیالات اور عمدہ اخلاق سکھانے کے لیئے مثلاً آئے ہوں اگر اب ہم اپنے اس مقصد کے حاصل کرنے پر ناکامیاب ہوں تو ہم کو اپنے اس مدرسۃالعلوم کو بھی ایک ناکامیاب ہی تصور کرنا چاہیئے — لیکن اگر یہ مدرسۃالعلوم نوجوان مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کرنے میں کامیاب ہو جن کے خیالات مہذب اور ترقی کی طرف مایل ہوں تو ہم کو کچھ شک نہیں ہے کہ اُس کا نتیجہ بے انتہا فائدہ ہے مالا مال ہوگا جہاں کہیں ہمارے مدرسۃالعلوم کا طالب علم چلا جائیگا اُس کے ساتھ ہی وہ عمدہ اور مہذب اور ترقی کرنے والے خیالات اور زندہ علم اور اصلی اخلاق جا رہینگے جتنا تعلیم دینا اور پھیلانا ہمارے مدرسۃالعلوم کا مقصد ہے اور مسلمان روز بروز زیادہ تو اپنی حالت موجودہ پر غور

ہم نے جو علوم جدید کا اُردو میں پڑھانے کا ذکر کیا اس سے یہ خیال کیا جاوے کہ وہ علوم انگریزی میں نہ پڑھاے جائیں بلکہ جو لوگ انگریزی میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم پانا چاہتے ہیں وہ ان علوم کو بھی انگریزی میں پڑھینگے اور اُردو کا سلسلہ قلم میں عام تعلیم پھیلانے کے لیے قرار دیا ہے کیونکہ قلم میں عام تعلیم اُس وقت تک شایع ہوگا جب تک کہ اُس کی زبان میں عام قلموں وغیرہ ممکن نہ ہو اور اُس اُردو سلسلہ سے یہ بھی نہ ضرور کیا جاوے کہ فارسی اور عربی زبان کے پڑھانے سے کچھ غفلت ہوگی اس لیے کہ جو لوگ ان زبانوں کو پڑھنا چاہینگے اُن کو ان زبانوں کی اعلیٰ درجہ تک تعلیم ہوگی جیسا کہ سلسلہ تعلیم سے ظاہر ہوتا ہے — اور علوم و فنون جدیدہ کا سلسلہ اُردو زبان میں قائم کرنے سے صرف یہ مطلب ہی کہ علوم کی تحصیل جہاں تک ممکن ہو آسان ہو جائے *

جو آؤ کہ مدرسۃ العلوم میں وہینگے اُنکی حفاظت اور انکی مصحف اور اُنکی تربیت اور اُنکے مکانات سکونت کے لیے ایسی تدبیریں کی گئی ہیں جو غالباً اکثر اپنے مانی باب کے گھر میں بھی نہ ہوتی ہونگی اس لیے اُمید ہے کہ تمام لوگوں کی اس بات سے کہ اُن کے لڑکے مدرسۃ العلوم میں نہایت عمدہ طور سے وہینگے بالکل خاطر جمع ہوگی *

نہایت بخل اور بد اخلاقی ہوتی اگر ہم غیر مذہب کے لوگوں کی تعلیم کے لیے مدرسہ میں کوئی راہ نہ رکھتے اور اس لیے ایسی تدبیریں بھی اختیار کی گئی ہیں جس سے غیر مذہب کے لوگ بھی مدرسۃ العلوم سے مناسب فائدہ اُٹھا سکیں اور اُس کے ساتھ جو انتظام تعلیم و تربیت اپنی قوم کے لوگوں کا کیا گیا ہے اُس میں بھی کسی طرح کا نقص و نقصان واقع نہ ہوگا *

مدرسۃ العلوم میں ہفتہ میں دو دن یعنی جمعہ اور اتوار کی تعطیل قرار پائی ہے جمعہ ایک ایسا دن ہے جو مسلمانوں کے لیے تعطیل کے واسطے نہایت ضروری ہے لیکن جو کہ دنیاوی علوم کی تعلیم کے لیے اور انگریزی زبان کی تعلیم کے لیے اکثر ماسٹر اور پروفیسر اور پرنسپل انگریز ہونگے تو ممکن نہیں ہے کہ اتوار کے روز مدرسہ میں تعلیم جاری رہ سکے اس واسطے ضرور ہوا کہ اتوار کو بھی تعطیل کا دن قرار دیا جاوے لیکن چونکہ مذہبی تعلیم کے مدرس سب مسلمان ہونگے اس لیے اُس دن میں بھی مذہبی تعلیم کا جاری رکھنا تجویز کیا گیا ہے اور اُس دن میں ایک پڑا فائدہ ہے کہ مذہبی تعلیم کے لیے زیادہ وقت ملے گا *

واضح ہو کہ یہ سب تجویزیں کمیٹی میں پیش ہیں اور دو دفعہ کمیٹی ان تجویزوں پر غور کرچکی ہے اور اُس کو اب یہ دو اس لیے مشہور کرتی ہے کہ تمام ممبروں اور مسلمانوں کی نگاہ سے گذرے اور اخبار ٹریس وغیرہ اُس کو دیکھیں اور جس کسی کو جو کچھ رائے اُس پر پیش کوئی ہو وہ اُس کو پیش کرے تاکہ وہ دوسری دفعہ کمیٹی اُس پر غور کرے اور پھر تالیف غور کرنے کے بعد جو ترمیم کہ مناسب سمجھے عمل میں لائے *

دستخط مرزا محمد رحمہ اللہ بیگ

مقدم کار سکرتوری کمیٹی عزت العالیہ

کتابخانہ مدرسۃ العلوم للمسلمین

طالب علموں کو بھی حاصل ہونگے اگر وہ کالج یونیورسٹی کا امتحان دینگے اور مالوہ اُس کے غور مدرسۃ العلوم نے طالب علموں کے لیے پیش کردہ وظیفہ مقرر کیے ہیں جو لائق طالب علموں کو دینے جارہینگے اور اس سبب سے اس مدرسہ کے طالب علموں کو گویا دھری رعیت علوم کے تحصیل کرنے میں ہوگی *

طالب علموں کا اور ترقی علوم کے وظیفہ پانے والوں کا مدرسہ میں رہنا اور اُس کے قوائد کا پابند ہونا مثلاً تعلیم کے اس لیے ضروری سمجھا گیا ہے کہ یہ امر سب سے مقدم ہے اور وہ بڑے امتیاز کی چیز ہے درمیان ہمارے مجوزہ مدرسۃ العلوم اور اُن یونیورسٹیوں کے جو کہ اب ہندوستان میں موجود ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ مارز معاشرت مسلمانوں کا اُن کی تعلیم سے بھی زیادہ ترقی کا محتاج ہے — خصوصاً مسلمان لوگوں کی ابتدائی حالت زیادہ توجہ کے لائق ہے اس عمر میں انٹر اجلاں اور ریزیلوں کے لوگوں کی صحبت میں مسلمان شریعت کے لوگوں کی طبیعت میں خراب خراب اخلاق اثر کرجاتے ہیں اور انٹر فامعہب الفاظ اُن کی زبان پر چڑھ جاتے ہیں جس کے آخر کار وہ مادی ہوجاتے ہیں — پس ان سب غرائیوں کے دفع کرنے کے واسطے جب تک ہم ایک بڑے گزرہ طالب علموں اور کتابخانوں کو ایک جگہ جمع نہ کریں گے اور اُن کو ایسی صحبت میں کرہینگے جس کے خیالات اور مقاصد مسلمان لوگوں کے حال کی صحبت کی برائی اور خرابی سے پاک ہوں اُس وقت تک کوئی تدبیر تعلیم کی اور اپنی قوم کو اخلاق اور عادات فامعہب سے محفوظ رکھنے کی نہیں چل سکتی ہے — گورنمنٹ کالجیوں کا نائدہ اس وجہ سے کہ گورنمنٹ مارز معاشرت طیارہ میں کچھ اصلاح نہیں کرسکتی کچھ عیب کامیاب نہیں ہوا ہے اور اگر ہمارا مدرسۃ العلوم طالب علموں کا اور کتابخانوں کا ایک جگہ ساتھ رہنا اور طالب علموں کا خراب صحبتوں سے بچانے اور اُنکا مدرسۃ العلوم ہی میں سکونت اختیار کرنا اور اُس کے قواعد کو بچھا لانا ضرور نہ ضرور کریگا تو اُس سے کچھ بہتر نتیجہ حاصل نہ ہوگا *

ظاہر لوگ یہ بھی خیال کرتے ہونگے کہ جن علوم کی تعلیم قرار دی گئی ہے وہ نہایت نثر سے ہیں مگر یہ خیال تین وجہ سے صحیح نہیں ہے *

اول — یہ نہ کہ سلسلہ علوم کا ایسا نہیں ہے نہ اُس کے تحصیل کرنے میں کچھ عیب مشکل پڑے ہاں البتہ محنت سے اور دل سے پڑھنا درکار ہے اور جو لوگ اُس سلسلہ کو اُردو میں پڑھنا چاہینگے اُن کے لیے تو وہ سلسلہ بہت ہی آسان ہرجارہگا *

دوسرے — یہ نہ کہ اس سلسلہ کے پڑھنے کے بعد اور اُس میں کامیابی حاصل کرنے پر مدرسۃ العلوم سے پیش کردہ وظیفہ مقرر ہوتے ہیں پس ضرور ہی یہ وظیفہ اُنہیں لوگوں کو دیا جاوے جنہوں نے محنت کر کے اور دل لگا کر تمام اُن علوم کو حاصل کیا ہو *

تیسرے — یہ کہ اس طریقہ تعلیم میں ایسا ہی کوئی لازمی قید نہیں لگائی گئی ہے کہ ہر شخص وہ پورا سلسلہ پڑھے بلکہ یہ بھی اختیار دیا گیا ہے کہ جو شخص جو سلسلہ پڑھنا چاہے اُسکو پڑھے صرف اتنا فرق ہے کہ جو شخص پورا سلسلہ نہ پڑھے گا اُسکو انعام اور وظیفہ جو مدرسۃ العلوم کی طرف سے ملنا تجویز ہوا ہے نہیں ملے گا *

ہدایہ علیحدہ — مطبع علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حاضط

مستند عبد الرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۸]

یکم رجب سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی

[جلد پنجم]

بسم الله الرحمن الرحيم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرتی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مقصود اس پرچہ میں مندرج ہونے کے ليئے بھیجتا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور کنٹریبوشن کے منایا فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹانوس بھیجا جاوے فرستہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جاوے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے پرخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جائیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

بستدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے ليئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ ملتصاے مضامین ہوگا چھپا کر یکجا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ نفع نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ ہمارے آئے ممبر اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۸۵

مراسلہ مہدی

عزیز من ماجد مہی سلمک اللہ تعالیٰ
خط تمہارا آیا حال معلوم ہوا میری کیفیت کیا پوچھتے ہو میاں
را چہ بیابان *

یک سینہ صد ہزار ہملہ * یک دیدہ صد ہزار ہار
تمنے پڑھا ہی کہ تہذیب الاخلاق میں مضمون لکھنا کیوں ترکی
کہا کیا سید صاحب سے متفلسفہ کی یا فکر کے قوتوں سے درگئے — عزیز
من تم میں سید صاحب سے متفلسفہ ہوا نہ فکر کے قوتوں سے ذرا بلکہ
میرے سکوت کا اصلی سبب تمکو معلوم ہی کہ قطع نظر روحانی
صدروں کے نگہ مہینے سے ایسا بیمار ہوں کہ لکھنا پڑھنا دشوار ہی
ورز مرہ کا کام بھی ہم مشکل درجوں کی مدد سے کرتا ہوں *

عزیز من سید صاحب سے متفلسفہ کا زمانہ گزر گیا اب اس خیال
کو جانے دو کہ پھر وہ زمانہ آریگا انا احمد و احمد انا — نصیحت روحان
حالا بدنا *

نفر کے قوتوں کا قدر مامیوں کو ہوگا جنکا ارمان برادری کے حقہ
پائی ہو ہی نہ اُن متکبران کو جو اسلام کی حقیقت اُن نفر کے قوتوں
دینے والوں سے بھی زیادہ جانتے ہیں وہ تو ان بادی کافروں پر جو
کبھی مشرق سے مغرب کو اور کبھی مغرب سے مشرق کو آتے پھرتے
ہیں آنکھ آنکھار بھی نہیں دیکھتے اور پھر مگس کی برابر بھی اُس
کی وقعت نہیں سمجھتے اُنکے نزدیک خدا نے اپنی جنت و دوزخ ان
نفر کے قوتوں دینے والوں کو بھی نہیں کر دی کہ جسکو چاہیں وہ
جنت میں بھیجیں جسے چاہیں کافر ہٹاکو دوزخ میں ڈالیں *

عزیز من تم قاریخ سے فاراقت ہو اگلے لوگوں کا حال تمہیں نہیں
پڑھا ورنہ تم ان نفر کے قوتوں پر تعجب نہ کرتے یہ تو ایک ہوائی
رسم ہی کہ ہر مذہب میں اُس پر عملدر آمد رہا ہی اور مذہبی
سوداگروں نے اسے اپنی وقعت و منزلت کا ذریعہ قرار دیا ہی تاکہ وہ
بوجے جارہیں اور خدا کے نزدیک نہ ہوں اور جو آواز اُنکے آگے پیچھے سے
قلے وہ روح القدس کی آواز سمجھی جارہے انوس اُن ضعیف القلب
اور ضعیف الایمان لوگوں پر جو اپنی دلی تصدیق پر ایمان نہ رکھیں
اور اُنکے دل ان ہوائی کافروں سے پتوں کی طرح آتے پھریں *

سفر میاں دنیا میں جتنی نامور قریب گذری ہیں یا جو اب
موجود ہیں اُنکی تاریخ سپر شاہد ہی کہ جب کسی نے اپنے زمانہ کے
لوگوں کے اوسط درجہ کے خیالات سے بڑھ کر کوئی بات زبان سے نکالی یا
اس کی معمولی سمجھ سے کچھ زیادہ کہا تو وہ مجتہد اور دیرانہ

تہرا اور اگر ملکہ سے کوئی ایسی بات لکھی جو متضاد اُس زمانہ کے
دینی خیالات اور مذہبی رسوم کے ہوئی گو وہ خیال اور رسم بالکل
مذہب کے متضاد ہی ہو یا اُس سے مذہبی سرداروں کی عزت و شان
میں کچھ فرق آیا تب تو وہ لامذہب اور کافر ہی سمجھا گیا پھر یا
جلا وطن کیا گیا یا مارا گیا یا زندہ جلایا گیا *

دیکھو بڑبڑان میں سقراط کو زہر کا پیالہ کیوں چلایا گیا اسی جرم
میں کہ اُس نے پتا پرستی کی برائی کی جسے اُس زمانہ کے لوگ
اچھا جانتے تھے *

جربوت جب مسلمانوں کے مدرسے سے معزلات سمجھے کر اپنے
ملک میں گیا تو اپنی قوم کے نزدیک کیوں کا کفر اور مرتد تہرا اسی
تصور میں کہ وہ اُن علویوں کو جاری کرنا چاہتا تھا جس کی غربی
سے اُس کی قوم قاراقف تھی *

تلمیس کیوں پاگل تہرا اسی لیمے کہ اُس نے وہ بات کہی جو کہ
اُس زمانہ کے لوگوں کی عقل اور سمجھ سے باہر تھی *

ڈیورکس نے جب بھاپ کے زور سے چہاز اور گاڑی چلانے کی شبیہ
اپنا خیال ظاہر کیا تو وہ کیوں پاگل خانہ میں بھیج دیا گیا اسی
تصور میں کہ اُس زمانہ کے اوسط درجہ کے خیال سے اُس نے جڑے کو
یہ بات کہی *

روجر بیکن کے کفر کا کیوں قوی دیا گیا اسی لیمے کہ وہ اُن
مسائل سے منکر تھا جسکو اُس زمانہ کے عالم حق اور سچ جانتے
تھے *

کوپر نیکس نے کیوں ہیڈلٹ کے صحیح مسائل کے اظہار پر جرات
نہ کی اسی لیمے کہ وہ پادریوں کی مخالفت سے خائف تھا *

ہیڈروٹون حکیم کو روم کے فرپ نے کیوں زندہ جلادیا اسی جرم
میں کہ اُس نے زمین کی گردش کا انزال اور آسمان کے وجہ جسمانی
سے انکار کیا تھا جسکو اُس زمانہ کے پادری ہمارے وقت کے مولویوں
کی طرح اپنی قاداتی سے مخالفت آسمانی کتاب کے جانتے تھے *

لوٹور کو کیوں شہر بشار بھیجا پڑا اسی گناہ میں کہ وہ فرپ کو
نجات کے فرمان پیچھے کا معجز نہ سمجھتا تھا *

یہی چند نظریں تو غیر قروں کے نامور لوگوں کی ہیں اب ہم
اپنی ہی قوم اور اپنے ہی مذہب کے اُن نامور حضرات کا حال بیان کرتے
ہیں جن میں سے اب کوئی تفسیر کا — اور کوئی حدیث کا — کوئی قلم کا —
کوئی اصول کا — کوئی نغمہ کا — امام سمجھا جاتا ہی اور جس میں سے
کسی کا خطاب ہی امام الموعظہ اور کسی کا امام القضا اور کسی کا

کہ وہ ایک غلط مسئلہ میں موافقت اُس زمانہ کے لوگوں کی تکرر تھی — امام محمد بن اسماعیل بخاری و ابن کثیر نے نکالے گئے — نسائی مسجد میں شہید کیئے گئے — پانچویں بسطامی پر بھی جلاوطنی کا فتویٰ دیا گیا — خرائنوں مصری مصر سے بغداد کو اس مصیبت سے بھڑکے گئے کہ پانچویں دگرے دست بدست دگرے — اور ایک جراحہ مرادوں کی اُن کے نفرو زندقہ پر گراہی دینے کے لیئے ہمراہ گئی — ہیل بن عبداللہ تستری پائیں امامہ مروتہ تہرے — ابو سعید حجاز پر بھی کفر کا فتویٰ دیا ہی گیا — جنود بغدادی کو مالوں نے کانو کھر اسقدر تنگ کیا کہ وہ مسائل ترجید ملائکہ زبان پر نہ لاسکے — محمد بن فضل بلخی پائیں جلالہ اس مارو پر نکالے گئے کہ اُن کے گلے میں رسی تھی اور کلی کوچہ میں تشہید کیئے جاتے — امام بن حسن رازی کو دے کے زاعنون نے تکرارہی دیا — ابو عثمان مغربی بھی در بدر مارے پھرے — حضرت عیسیٰ پر کفر کا فتویٰ دیا گیا اور اُن کے پاس کا بیٹھنا بھی ایک گناہ قرار دیا گیا امام ابو بکر نابلسی کی پائیں علم و فضیلت مولویوں کے حکم سے کھال کھینچی گئی ابن حنن پائیں تیسرے امام زندقہ قرار دیئے گئے — شیخ ابو مدین بجوم زندقہ جلاوطن کیئے گئے — شیخ ابوالحسن شاذلی مغرب سے قید کر کے بد گناہ زندقہ مصر کو بھیجے گئے — شیخ مزین الدین بن عبدالاسلام بھی کفر کے فتویٰ سے نہ بچے — شیخ تاج الدین سبکی ابا حنیفہ تہرائے گئے — شیخ مصی الدین ابن عربی اور شیخ ابوالحسن اشعری اور امام حنیفہ الاسلام غزالی کا کچھہ بیان کرنا بے موقع نہرگا — سب جانتے ہیں کہ شیخ مصی الدین وہ شخص ہی جسکو امام ابو حنیفہ اور کیریت احمد اور انکیر امام اور شیخ الطایفہ کہتے ہیں اُسکی نسبت نہ نقطہ

کفر کا فتویٰ ہوا بلکہ حضرت مالوں نے یہہ فتویٰ دیا کہ نقرہ احمد من نقر الیہود و النصارى کہ اُسکا کفر یہود اور نصاریٰ کے کفر سے بڑا کر ہی اور اس پر بھی اُن ظالموں کو صبر نہ آیا بلکہ اُن کے تمام گروہ پر تکفیر کا فتویٰ جاری کیا اور اُسپر بھی اُن کے دلوں کی آگ تہنقی نہوئی بلکہ اُن کے کفر میں شک کرنے والوں پر بھی کفر کا فتویٰ دیدیا اور صاف یہہ لکھدیا کہ من لم یقف طایفۃ ابن عربی کان لم ینکفر الیہود و النصارى و من شک فی کفرہ و من ہو مثله نہو کانو و من شک فی کفر من شک فی کفرہ کفر — شیخ ابوالحسن اشعری کی کیفیت شاہو ہی کہ وہ سنہوں کے امام ہیں مگر اُنکو بھی عاروں نے الصاف کے الزام سے نہون چھوڑا اور کفر کی نسبت اُن کی طرف کرہی *

امام غزالی کا حال سب جانتے ہیں کہ آج لقب اُن کا حنیفہ الاسلام ہی مگر یہہ حضرت بھی اپنے زمانہ میں کانر نہوئیئے گئے اور اُن کی

حنیفہ الاسلام اور کسی کا کیریت احمد اور کسی کا انکیر امام تانکہ مہارم ہو کہ ان بزرگواروں نے اپنے زمانہ کے لوگوں سے کسہہ صدقہ اُٹھائے *

عبداللہ ابن عباس پر لوگوں نے طعنہ کیا کہ یہہ بے سمجھے پرچھے قرآن کی تفسیر کیا کرتے ہیں *

عبداللہ بن زبیر کے زیادہ نماز پڑھنے پر لوگوں نے کہا کہ یہہ مکار اور منافق ہیں *

سعد بن وقاص کا کونہ کے جاحلوں نے شکوہ خلیفہ تک کیا کہ اُن کو نماز پڑھنی بھی نہیں آتی * حضرت علی کو تو عارچیوں نے کانر ہی بنا دیا *

امام زین العابدین کی نسبت لوگوں نے کہا کہ یہہ تر پستون کی باتیں کرتے ہیں *

امام ابو حنیفہ کی نسبت وہ باتیں لوگوں نے کہیں کہ جانکا نقل کرنا بھی بے ادبی ہی بعضوں نے اُن کو جاہل تہرا یا بعضوں بدعتی بنادیا بعضوں نے کفر کی نسبت کی *

امام شافعی سے ایک امام کو بدعاتوں نے اضر من ابلیس کا خطاب دیا اور اُن کے مرنے کی دعاؤں کیں *

علامہ عراق اور مصر نے اُن پر یہی تک تہمتیں لگائیں کہ یہہ سے دارالاسلام تک ایسی بے حرمتی اور بے مروتی سے قید کر کے بھیجے گئے کہ ہزاروں آدمی ملامت کرتے اور گالیاں دیتے جاتے تھے اور وہ اُنکے حلقہ میں سر جھکائے ہوئے تھے *

امام مالک کی مصیبت ہمارے دل کی تسلی کے لیئے کانہی ہی کہ پچیس برس تک جمعہ و جمعہ کے لیئے باہر نہ نکلے اور ایسی ذات سے قید کیئے گئے کہ جس کے سننے سے بدن پر رشع ہوتا ہی اس پر درہی سے اُن کی مشکیں بانڈھی گئیں کہ ہاتھہ بازو سے اکھڑ گیا پھر اُونٹ پر سوار کرائے گئے اور کیا گیا کہ اُس مسئلہ کی صحت کا اقرار کر دیں جسے وہ دل سے غلط جانتے تھے آخر امام نے اُونٹ پر کھڑے ہوکر کہا کہ جو مجھے جانتا ہی وہ جانتا ہی جو نہ جانتا ہو وہ جان لے کہ مالک انس کا بیٹا ہوں اور صاف کہتا ہوں طلاق الکفرہ لیس پشتی اسپر ستر کر کے مارے گئے اور قید رکھے گئے *

امام احمد حنبل کی مصیبت سنو کہ ۲۸ مہینے تک وہ قید میں تھے اور بھاری بھاری زنجیریں اُنکے پائوں میں ڈالی گئیں اور یہہ ذلت اُنکو دی گئی کہ مجلسوں میں بٹھے جاتے اور ارک اُن کو طمانچے مارتے اور صبر پر تہنیک اور ہر نام کو جھپٹانے کے نکالے جاتے تھے اور کوڑوں کی مار اُن پر پڑتی اور یہہ سزا اُس قصور کے ہدایہ میں تھی

تہ کرنے پر مارے گئے خلق قرآن کے مسئلہ نے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہادیں خلافت و امامت کی بھٹ میں شہر کے شہر دیوان کردیئے۔ پس ہمارے زمانہ میں شیطان کے وجود خارجی اور آسمان کے وجود فرضی کے انکار پر اگر کفر کے فتویٰ ہوتے تو کوئی ٹپتی بات نہیں ہی *۔

گھائل توبی: نظر کا بڑھ دگر ہو ایک

زخمی کچھ ایک ہندہ درگاہ ہی نہیں

مزین من سحر — ایمان ایک نور ہی جو خدا دل میں پیدا کرتا ہی رہ نور خود آدمی کو اپنے ایمان کی حقیقت سے واقف کردیتا ہی اُس کی تصدیق بتائی دوسروں کی شہادت کی محتاج نہیں رہتی تہ کسی کی تکفیر سے اُس میں خال و زلک ہوتا ہی *۔

و من یک وجہ و جدأ صھیبا * فام یھتج الی اقوال المخی

لہ من خاتمہ عرب قدیم * و سکر دائم من غیرت

امام ابو حنیفہ سے یوسف ابن خالد نے وتر کا مسئلہ پوچھا امام نے کہا کہ واجب ہی اُس فقہ سے لیا کہ کفر یا ابا حنیفہ تہ اے ابو حنیفہ تم کانور گئے پیراب اُس کے امام نے فرمایا کہ ایہ ولایتی افکار ایل و انا عوفالفرق بین الواجب و الفرض کہ کیا تیزے کانور کہنے نے مجھے قرا دیا حالانکہ میں واجب و فرض کا فرق جانتا ہوں پس کیا کانور کہنا ہمارے زمانہ کے لوگوں کا اُن کو قرار دینا جو کفر و ایمان کی حقیقت جانتے اور حق و باطل میں تمیز کر سکتے ہیں *۔

مزین من میں آج تک کفر کے فتویٰ کو نہیں سمجھتا کہ یہ کیا ہی آیا کوئی نوشتہ خدا کا ہی جو جبریل امین لائے ہیں یا جہنم کے داروغہ کے نام کا وارثت ہی جو موابی صاحبوں نے جاری فرمایا ہی آخر یہ کیا بلا ہی غایت مافی الیاب وہ ایک عالم یا چند عالموں کی رائے ہی اُس کی ہمارے نزدیک اُسی قدر وقعت ہی جس قدر کہ حدیث موضحہ پر بے سند کی شاہ عبدالعزیز صاحب کے نزدیک تھی یعنی گزشتہ — میں نہیں خیال کر سکتا کہ کوئی شخص یہ سمجھتا ہو کہ کسی آدمی کے کہہ دینے سے گو وہ مکہ کا مفتی ہی ہو کوئی مسلمان کانور جاری کیا خدا اُس کے فتویٰ پر دوزخ میں بھیج دینا ہاں یہ سچ ہی کہ تقلیدی مسلمان جن کو انسان کہنا بھی زیبا نہیں اور جن کی شان کالانعام پل ہم ازل ہی رہا ان خوفناک کافروں کو دیکھ کر ڈر جاوینگے اور ان کالے کافروں کو وحی آسمانی سمجھ کر کانور کہنے لگیں گے اس سے زیادہ کوئی اور نتیجہ ان فتروں کا نہیں ہی *۔

و اذ —

مہدی علی

خداوں کا جہ دینا پاکہ اُن پر لعنت کوٹا ثواب سمجھا گیا تھا اس نامور امام کو کسی اُن کے دوست نے لکھا کہ تمہاری کتابوں پر لوگ طعنہ کرتے ہیں اور خلاف سلف صالح کے عقائد کے جائزہ ہیں اُس کا اُنہوں نے ایک نہایت عمدہ جواب لکھا ہی جسکا خلاصہ یہ ہے ہی کہ اے ہار مزین ابن حاسدوں کی باتوں پر خیال نہ کر اور اُن جاہلوں کی طعن و لعن سے کچھ رنجیدہ نہو اُن کی باتوں پر صبر کرو اور اُن کو بکنے دے استحقاق من لایستحق و لایقظ و استحقاق من یالغفر و الصلح لایعرف ذلیل جان اُس آدمی کو جسکا لوگ حد نہ کریں اور حقیر سمجھو اُس شخص کو جس کی طرف کفر اور گمراہی کی نسبت نہ کی جاوے ایسے لوگوں کی صلاح کی امید نہ کر جو صرف حد سے ہرا بہا کہتے ہیں اور ایسے جاہلوں کی بات نہ سن جو تہرزی سی مصافحت کو بھی اگلوں کی کفر جانتے ہیں اور اُن مفتیوں اور مولویوں کی باتوں پر کچھ خیال نہ کر جو ذری ذبی بات پر قد کفر تہ کفر بکنے لگتے ہیں کیا وہ فتنہ کے پڑا لیٹے اور نجاست کے ازالہ اور زعفران کے ملا کے مسئلہ جان لیو سے کفر و ایمان کی حقیقت سمجھ سکتے ہیں ایسے لوگوں کی طرف توجہ نہ کر اور اُن کی باتوں کے سننے میں اپنی اوقات ضائع نہ کر اور اپنے دھندے کو ڈھچھو *۔

ان بزرگوں کو جانے دو ہندوستان کے یہی نامور شخصوں کو خیال کر تہ اُن کو بھی یاروں نے تہ چھوڑا حضرت شیخ احمد داروقی فقہ ہندی کے کفر کا ثری دیا گیا — مولانا ولی اللہ پور بھی بدعت و گمراہی کا الزام لگایا گیا — حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید فی سبیل اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر کا ثری مکہ کے مفتیوں سے پاو لوگ لکھا ہی لائے اور ایسے پاک شخص کے کانور ہرانے میں دریغ قہ کیا — فرض کہ کوئی زمانہ ایسا نظر نہیں آتا کہ جس میں کوئی نامور اور مصلح ایسا گذرا ہو جس کی مصافحت لوگوں نے نہ کی ہو بلکہ ہم تو ہر ایک نامور کو ایسا ہی دیکھتے ہیں کہ یاروں نے اُسکا حد کیا دشمنوں نے اُسپر طعن کیئے جاہلوں نے اُس کی ہنسی اُڑائی حضرات مولویوں نے اُس کے کفر کے فتویٰ دینے ایک بھی تو اُن کے پیچھے ظلم سے نہیں بچا اور کوئی بھی تو تکفیر کے فتویٰ سے معفوظ نہیں رہا پھر اس زمانہ کے مولویوں کے کانور کہنے کی اگر کوئی شکایت کرے تو وہ نادان ہی یہ کہ تو اُن کی معمولی دادت اور پُرانی سنہ ہی و لاتجد استقامت تبدیل *۔

ایک زمانہ میں حضرات نفہار نے تکفیر کی یہ کثرت کردی کہ ذری ذبی بات پر کفر کے فتویٰ دیدیئے اور ایک ادنیٰ فرضی مسئلہ کی مصافحت پر مسلمانوں کو قتل کرایا صدھا مسلمان ہاتھ کھولکر تہاڑ پڑھنے پر کانور تہرے اور پھر اسے ایمان دار گردن اور کان کے مسح

۲۰ و ۲۱ — کہ انزلنا من السماء — یونس آیت ۲۵ —
الکف آیت ۲۳ *

ترجمہ — مانند پانی کے جسکو اوتارا ہم نے بادل سے *

۲۲ — فانزلنا من السماء ماء — العنکبوت آیت ۲۲ *

ترجمہ — پھر اوتارا ہم نے بادل سے پانی *

۲۳ — و انزل لکم من السماء ماء — النمل آیت ۶۱ *

ترجمہ — اور اوتارا تمہارے لیے ماء بادل سے پانی *

۲۴ — وانزلنا من السماء ماء — لقمان آیت ۹ *

ترجمہ — اور اوتارا ہم نے بادل سے پانی *

۲۵ — و من آیاتہ یریکم البوق خرناً و عاملاً وینزل من السماء ماء —

الزمر آیت ۲۳ *

ترجمہ — اور اُس کی نشانیاں میں سے ہی کہ دکھاتا ہی تمکو

بجلی ترانے کو اور لالچ کرنے کو اور اوتار تا ہی بادل سے

پانی *

۲۶ — اور نصیب من السماء فیضاً طاماً و معد و بزیق — البقرة

آیت ۱۸ *

ترجمہ — یا جسے دھواں دھار مینہ دینے کے بادل سے کہ اُس

میں ہیں اندھیری اور کڑک اور بجلی *

۲۷ — ولئن سألتم من نزل من السماء ماء — العنکبوت آیت ۶۳ *

ترجمہ — اور اگر تو پوچھے اُن سے کہ کس نے اوتارا بادل سے پانی *

۲۸ — وما انزلنا من السماء من رزق فأخفا به الأرض بعد موتها —

الجن آیت ۴ *

ترجمہ — اور وہ جو اوتارا اللہ نے بادل سے رزق یعنی مینہ پھر

زندہ کیا اُس سے زمین کو اُس کے مرنے کے بعد *

۲۹ — من یرزقکم من السماء والأرض — یونس آیت ۳۲ *

المائدہ آیت ۳ *

ترجمہ — کون روزی دیتا ہی تمکو بادل سے اور زمین سے —

آسمان کے رزق سے ہادوں سے مینہ دھنسا مواد ہی *

۳۰ — وینزل لکم من السماء رزقاً — المومن آیت ۱۳ *

ترجمہ — اور اوتارا ہی تمہارے لیے ماء بادل سے رزق یعنی مینہ *

۳۱ — و فی السماء رزقکم وما تمعدون — الذاریات آیت ۲۲ *

ترجمہ — اور بادل میں ہی رزق تمہارا اور جو کچھ تم سے

معدہ کیا ہی — یعنی بادلوں میں مینہ دھنسا

جو رزق پیدا کرنے کا اور زمین سے تمام مرصودہ برکتوں

کے نکلنے کا سبب ہی *

تتمہ تفسیر السموات

اسباب کے بیان کرنے کے بعد کہ سما کے لفظ کا کن کن معنوں میں اطلاق ہوا ہی اب ہم قرآن مجید کی جملہ آیتوں پر جو سما سے متعلق ہیں نظر کرتے ہیں اور اُن سب کو قسم وار بیان کرکر ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں انہیں معنوں میں سما کے لفظ کا اطلاق ہوا ہی نہ ایسے جسم معکم و صلب شفاف پورے پر جیسا کہ پرتانی حکیموں نے خیال کیا ہی اور جنکی تقلید علماء اسلام نے کی ہی *

قسم اول

وہ آیتیں جن میں لفظ سما کا بادلوں پر اطلاق ہوا ہی

۱ — وارسلنا السماء علیکم مدراراً — الانعام آیت ۶ *

ترجمہ — اور بھیجا ہم نے بادل کو اُن پر دھڑے سے برستا *

۲ و ۳ — یوسل السماء علیکم مدراراً — ہود آیت ۵۲ — نوح

آیت ۱۰ *

ترجمہ — بھیجے بادل تمہارے دھڑے سے برستا — سورہ ہود میں

جو یہ آیت ہی اُس کے ترجمہ میں شاہ ولی اللہ

صاحب نے بھی سما کا ترجمہ ابو کیا ہی اور باقی دو

جگہ مینہ *

۴ — ۱۲ — انزل من السماء ماء — البقرة آیت ۲۰ — الانعام

آیت ۹۹ — الزمر آیت ۱۸ — ابراہیم آیت ۳۷ — النحل

آیت ۱۰ — و ۲۶ — طہ آیت ۵۵ — الحج آیت ۶۲ —

المومنون آیت ۱۸ — المائدہ آیت ۲۵ — الزمر آیت ۲۲ *

ترجمہ — اوتارا بادل سے پانی *

۱۰ — والذي نزل من السماء ماء بقدر — الزخرف آیت ۱۰ *

ترجمہ — اور جسے اوتارا بادل سے پانی اندازہ سے *

۱۶ — وانزلنا من السماء ماء طهوراً — الفرقان آیت ۵۰ *

ترجمہ — اور اوتارا ہم نے بادل سے پانی پاک کرنے والا *

۱۷ — و نزلنا من السماء ماء مبارکاً — ق آیت ۹ *

ترجمہ — اور اوتارا ہم نے پانی بادل سے برکت والا *

۱۸ — و ما انزلنا من السماء من ماء — البقرة آیت ۱۵۹ *

ترجمہ — اور وہ جو اوتارا اللہ نے بادل سے پانی *

۱۹ — وینزل علیکم من السماء ماء — الانفال آیت ۱۱ *

ترجمہ — اور اوتار تا ہی تم پر بادل سے پانی *

ترجمہ — وہ وہی جس نے پیدا کیا تمہارے لیئے جو کچھ زمین میں ہی چکا سب اور پیدا کیا بلندی کو تو درست کیئے متعدد آسمان *

تفسیر کیوں میں لکھا ہی ثم استوی الی السموات الخ خلق بعد الارض السموات و لم یجعل بینہما زمانا و لم یقصد ہیئتا اخر بعد خلق الارض یعنی ثم استوی الی السموات زمین کے بعد سما کے پیدا کرنے کا استعارہ ہی اور ان دونوں کے پیدا کرنے کے بیچ میں کچھ مدت نہیں لگی اور کہ زمین کے پیدا کرنے کے بعد اور کسی چیز کا قصد کیا *

اور یہ بھی تفسیر کیوں میں لکھا ہی فان قال قائل لیل یدل التخصیص علی سبع سموات علی نفی العدد الزاید قلنا الحق ان تخصیص العدد بالذکر لایدل علی نفی الزاید یعنی کیا سات آسمانوں کی تعداد بیان کرنی اس بات کی دلیل ہی کہ سات سے زیادہ نہیں ہیں تو ہم جواب دیتے کہ حق یہ ہے کہ کسی خاص عدد کا بیان کرنا اُس سے زیادہ نہ کرنے پر دلیل نہیں ہے *

انہیں وجوہات سے ہم نے ثم استوی الی السموات کا ترجمہ اور پیدا کیا آسمان یعنی بلندی کو اور سبع کا ترجمہ ہموں سات کے متعدد کیا ہے *

علماء متقدمین کو جو یونانی ہیئت کا خیال جما ہوا تھا اس لیئے اُن کو اس قسم کی آیتوں کی تفسیر میں مشکلات پیش آتی ہیں ورنہ حقیقت میں کچھ مشکل نہیں ہے — خدا تعالیٰ ہم بندوں سے جو اس زمین پر بستے ہیں مضطرب ہو کر اُن کے حسب حال کلام کرتا ہے — جبکہ اُس نے ہمارے لیئے زمین اور اُس کی تمام چیزوں کے پیدا کرنے کا ذکر کیا تو جو کچھ اُس نے ہم سے اونچو پیدا کیا تھا وہ ہمارے لیئے سموات ہو گئی اس لیئے اول زمین کی چیزوں کا ذکر کیا اور پھر آسمانوں کا *

ہم نے سما کا ترجمہ بلندی کیا ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں سما کے لفظ سے کوئی مصلح خاص یا کوئی یونانیوں والا خاص جسم مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی ایک آسمان کے سات آسمان نہیں بنائے گئے ہیں بلکہ وہ الگ الگ جدا گانہ سات آسمان ہیں اس لیئے بجز اس کے کہ اس آیت میں لفظ سما سے بلندی مراد لیجائے اور کوئی معنی درسہ نہیں ہو سکتے اور جب اُس کے معنی بلندی لیئے گئے تو آیت کے معنی صاف ہو گئے کہ خدا نے بلندی کو پیدا کیا اور اُس میں سات یا متعدد آسمان بنائے *

بلندی ایک فضا یا رستہ محیط ہے جو ہماری سموات اس پر دکھائی دیتی ہے وہ مکانیت سے خالی نہیں گواہ آسمان کے گروہ یا

۳۲ — فقہنا ابراب السموات ہما منہوم — انقدر آیت ۱۱ *
ترجمہ — پھر گروہ دیئے ہم نے بادل کے دروازے دروازے کا پانی پڑنے سے *
۳۵ — ویفرزل من السموات من جبال فیہا من یروہ — النور آیت ۲۳ *
ترجمہ — اور ڈالتا ہے بادل کے پھاڑوں سے جو اُس میں ہیں اولی *
۳۶ — والسموات کانت الرجوع والارض ذات الصدع — الطارق — ۱۱ و ۱۲ *
ترجمہ — قسم ہے پھر نے والے بادل کی — قسم ہے زمین اوگنے والے پھاڑ والی کی *

قسم دوم

وہ آیتیں جن میں لفظ سما کا فضا بلندی محیط پر اطلاق ہوا ہے
۱ — والسموات ذات الصبغ — الذاریت آیت ۷ *
ترجمہ — قسم ہے رستوں والی اُنچائی کی *

تفسیر کیوں میں لکھا ہے والسموات ذات الصبغ قبل الطرراق و ملی هذا یتھمتل ان یکون المراد طرراق الکراکب و ممر تھا — یعنی تفسیر کیوں میں صبح کے معنی طرراق کے یعنی رستوں کے پٹائی ہیں اور لکھا ہے کہ شاید اس سے ستاروں کے رستے اور اُنکے چلنے کی جگہیں مراد ہیں *

اب اس آیت سے دو بات پر استدلال ہے ایک یہ کہ آسمان ستاروں کے چلنے کی جگہ پر بولا گیا ہے دوسرے یہ کہ وہاں کوئی ایسا جسم صفت اور صلب ذرات پر نہیں ہے جس سے ذرات یونانی حکیموں نے خیال کیا تھا اور جس کی تقلید علماء اسلام نے کی ہے بلکہ اُس مکان مرتفع کا جسمیں اجرام یا اجسام کواکب کے دورے کرتے ہیں سما نام ہے — ہم اس سے مراد نہیں کرتے کہ اُس مکان میں کوئی جسم لطیف جو مانع سیڑ کواکب نہر موجود ہے یا نہیں کیونکہ ہمارے پاس اُس کے موجود ہونے کے اثبات کے لیئے کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ قرآن مجید کی صحت اور صداقت ثابت کرنے کے لیئے ایسے کسی وجود کے تسلیم کرنے کی ضرورت ہے اور نہ درصورت اُس کے موجود ہونے کے کچھ وقت ہے *

کواکب بہت سے ہیں اور اُنکی راہیں بھی بہت سی اور جدا جدا ہیں اور ہر ایک مکان کے دورے پر سما کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر جب نہ خدا تعالیٰ نے یہہ نورایا کہ رستوں والا آسمان تو اُسوقت آسمان سے کوئی خاص مکان یا کوئی خاص جسم مصلح حکماء یونانی مراد نہیں ہو سکتا اور اس لیئے اس آیت میں لفظ سما کا بلندی پر اطلاق ہوا ہے جو مکانیت سے خالی نہیں ہے اور جسمیں وزارتوں رستہ کواکب کے دورے کے ہیں *

۲ — ہرانی خلق لکم مانی الارض جہیمہ استری الی السموات نسوی
ہم سبع سموات — البقرہ آیت ۲۷ *

پھر مگر جب وہ نصاب مرتفع متعدد نشانوں سے منقسم ہو جاتی ہے تو اُس کے ہر ہر گزے پر طبقہ یا ساد یا ارتقاع کا اطلاق ہر سکتا ہے اگرچہ ہم یونانی حکیموں کے قول کو تسلیم نہیں کرتے مگر بطور مثال کے سمجھاتے ہیں کہ جو رسمہ اُن کے نزدیک زمیں سے فلک قدر کے مقرر تک تھی اُس کو اُنہوں نے تین گزروں پر منقسم کیا تھا چنگو پہ کوا ہوا اور کوا زہریر اور کوا ناز سے تعبیر کرتے تھے اسی طرح اُس رسمہ کی تقسیم سموات پر ہوتی ہے یعنی اُس رسمہ کے اُس مصل کو جہاں پہ لیلی نیلی چیز مکر دہائی دیتی ہے ہم آسمان کہتے ہیں اور اُس مصل کو بھی جہاں چاند گردش کرتا ہے یا اور ستارے مدار و زہرہ وغیرہ گردش کرتے ہیں وہ آسمان کہتے ہیں کیونکہ یہ سب مصل پہ نسبت ہمارے مرتفع ہیں پس انہیں مصلوں پر خدا تعالیٰ نے سموات کا اطلاق کیا ہے اس بیان کی تشریح الکی آیت سے بالکل ثابت ہوتی ہے *

۲ — فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —
الفرقہ آیت ۵۶ *

ترجمہ — پھر اوتارنا ہم نے زیادتی کرنے والوں پر عذاب آسمان سے یعنی اُنکی فائرمائی پر *

۵ — فانزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یظلمون — الاعتراف آیت ۱۶۲ *

ترجمہ — پھر بھیجا ہم نے اُنہیں عذاب آسمان سے یعنی معاوضہ اُنکی زیادتی کا *

۶ — انا نازلون علی اهل هذه القرۃ رجزا من السماء بما كانوا یفسقون — الکہکب آیت ۳۳ *

ترجمہ — ہم اوتارنے والے ہیں اس جستی والوں پر عذاب آسمان سے یعنی اُنہیں اذہر سے ہوش اُنکی بدکاری کے *

۷ — فانزلنا علیہم حجارة من السماء — الانف آیت ۳۲ *

ترجمہ — تو برسما ہم پر پتھر آسمان سے *

۸ — ان نزل علیہم کتابا من السماء — النساء آیت ۱۵۲ *

ترجمہ — اُنہیں اوتار لائے کتاب آسمان سے یعنی اذہر سے *

۹ — هل یستطیع ربک ان یفرل علیہا مائدة من السماء — المائدہ آیت ۱۱۲ *

۱۰ — ان نزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —

۱۱ — ان نزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —

۱۲ — ان نزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —

۱۳ — ان نزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —

۱۴ — ان نزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —

۱۵ — ان نزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —

۱۶ — ان نزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —

۱۷ — ان نزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —

۱۸ — ان نزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —

۱۹ — ان نزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —

۲۰ — ان نزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —

۲۱ — ان نزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —

۲۲ — ان نزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —

۲۳ — ان نزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —

۲۴ — ان نزلنا علیہم رجزا من السماء بما كانوا یفسقون —

۳ — ثم استری الی السماء وہی دخان فقال لها والارض اثیبتا ماوما ارکھا قالتا اتینا علیہم قضاہن سبع سموات فی یومین و اوحی فی کل ساد امرھا — فصلت آیت ۱۱ ر ۱۲ *

ترجمہ — اور پیدا کیا بلندی کو اور وہ دھواں دھواں یعنی تاریک تھی پھر کہا اُسکو اور زمین کو حکم مانو خوشی سے خواہ ڈاٹوشی سے دونوں نے کہا ہم نے حکم مانا خوشی سے پھر کر دیتے سات یا متعدد آسمان دو دن میں اور ذال دیا ہو آسمان میں اُسکا کام *

جو تقریر کہ ہم نے اذہر بیان کی اُسی تقریر سے اس آیت میں بھی جو لفظ ساد اول آیا ہے اُس کے معنی بھی کسی مصل خاص یا جسم خاص کے نہیں ہو سکتے *

دخان سے مفسرین نے تاریکی مراد لی ہے اور یہ بالکل ٹھیک ہے اس لفظ کے بلندی میں قبل پھر کواکب بجز تاریکی کے جسکو دھان سے تعبیر کیا ہے اور کچھ نہیں تھا *

خدا مبدع القادر صاحب اپنے ترجمہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ”آسمان ایک تھا دھواں سا اُسکو بالکھ کو سات کیلے اور وہ ایک کا کارخانہ جدا ہوا“ یہ بالکل تصویر اُسی بیان کی ہے جو ہم نے اذہر بیان کیا ہے یعنی یہ تمام نصاب بلند ایک تھی اُسی کو آسمان کہا ہے جب کہ اُس میں اور اُز چبزیں پیدا ہوئیں اور اُس نصاب کی اُن چبزیں سے تقسیم ہوئی تو اُس کے گزروں پر سموات کا اطلاق ہونے لگا *

دیکھو کوا ہوا میں آفتاب کی لیلی شعاع منعکس ہونے سے یہ لیلی بھی مکر دہائی دیتی ہے اور اُس نصاب کو اپنی اُس حد سے تقسیم کر دیتی ہے اُس مصل کو ہم آسمان کہتے ہیں *

سماء کے لفظ سے جو اس آیت میں ہی کوئی خاص مہل اور خاص جسم مراد نہیں ہو سکتا پہلے نصاب مرتفع کے کیونکہ برج اور سورج اور چاند ایک آسمان میں نہیں ہیں بلکہ ایک نصاب مرتفع میں ہیں *

۲۲ — ولقد جعلنا فی السماء درجاً و زیناً للناظرین — العنبر آیت ۱۶ *

ترجمہ — البتہ بنائے ہم نے آسمان میں برج اور خوبصورت نیا اُس کو دیکھنے والوں کے لیئے *

۲۵ — والسماء ذات الازرج — البروج آیت ۱ *

ترجمہ — قسم ہی برجوں والی اونچائی کی اگرچہ اس آیت میں برجوں والہ آسمان کے معنی بھی لیئے جا سکتے ہیں مگر بمناسبت آیت سورۃ الفرقان کے اس جگہ پر بھی نصاب مرتفع کے معنی لیئے گئے ہیں *

۲۶ — ولیمددہا سبب الی السماء — الحج آیت ۱۵ *

ترجمہ — پھر چاہیئے کہ ثانی ایک وسی آسمان یعنی اوپر کی طرف شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی حاشیہ لکھا ہے کہ ”آسمان کو تانے یعنی ارچان کو“ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی سماء کا ترجمہ جانب بالا کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں ”پس باید کہ پیاریزہ رسنہ بجانب بالا“ *

۲۷ — اصلها ثابت و نورها فی السماء — ابراہیم آیت ۲۹ *

ترجمہ — اُس کی جڑ مضبوط ہے اور اُس کی ٹہنی آسمان میں یعنی ٹہنیاں بلندی میں *

قسم سوم

وہ آیتیں جن میں لفظ سماء کا اس نصاب چیز پر جو ہم کو دکھائی دیتی ہے اس کا اس نصاب سے تعلق ہوا ہے

۱ — ولقد زینا السماء الدنيا بمصابیح و جعلنا رجلاً للشیاطین — الملک آیت ۵ *

ترجمہ — اور البتہ غرض تھا کیا ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں سے اور کیا ہم نے اُس کو سنسکاری شیطانوں کے لیئے *

۲ — وزینا السماء الدنيا بمصابیح و حفظاً — فصلت آیت ۱۱ *

ترجمہ — اور غرض تھا کیا ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں سے اور حفاظت میں رکھا *

۳ — انما زینا السماء الدنيا بزیئۃ النکرا کب — الصافات آیت ۶ *

ترجمہ — البتہ ہم نے غرض تھا کیا دنیا کے آسمان کو ستاروں غرضمندی سے *

۱۲ — و من یشربک باللہ نکالہم من السماء — الحج آیت ۳۲ *

ترجمہ — اور جس نے شریک بتایا اللہ کا جو جیسے گزیرا آسمان سے یعنی بلندی سے *

۳۳ — و ما ازلنا علی قمرہ من بعدہ من جند من السماء و ما کنا منزلیں — یس آیت ۲۷ *

ترجمہ — اور نہیں اوتارا ہم نے اُس کی قوم پر اُس کے بعد کوئی لشکر آسمان سے اور ہم نہیں اوتارا کرتے *

۳۴ — لفتحنا علیہم یوکت من السماء والارض — الامراف آیت ۹۳ *

ترجمہ — تو ہم کھول دیئے اُنہیں یوکتیں آسمان کی اور زمین کی *

۳۵ — و لو نھضنا علیہم بابا من السماء — الحج آیت ۱۲ *

ترجمہ — اور اگر ہم کھول دیں اُس پر دروازہ آسمان سے *

۳۶ — لا تفتح لہم ابواب السماء — الامراف آیت ۳۸ *

ترجمہ — کبھی نہ کھولیں گے اُن پر دروازے آسمان کے *

۳۷ — یدبر الامر من السماء الی الارض — السجدة آیت ۲ *

ترجمہ — تدبیر سے اُتارتا ہے کام کو آسمان سے زمین تک *

۳۸ و ۳۹ — و ما یفرل من السماء و ما یدرج فیہا — سبا آیت ۲ والحدید آیت ۲ *

ترجمہ — اور جو کچھ اُترتا ہے آسمان سے اور جو کچھ چڑھتا ہے اُس میں *

۴۰ و ۴۱ — اأمنتم من فی السماء ان یضربکم بالارض فافا ہی تمور ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصباً — الملک آیت ۱۶ و ۱۷ *

ترجمہ — کیا نثر ہوئے ہو اُس سے جو آسمان میں ہے کہ دھنسا رہے تم کو زمین میں پھونک دیکھو وہ لرزتی ہے — کیا نثر ہوئے ہو اُس سے جو آسمان میں ہے کہ بھیجی تم پر پتھر برسائے والی ہو *

۴۲ — و من یرد ان یضلع یجدل صدراً شقیقاً حرجاً کائماً یصعد فی السماء — الانعام آیت ۱۲۵ *

ترجمہ — اور جس کو چاہے کہ راہ سے بھٹکا دے کوتاہی اُس کا سینہ تنگ ہو رہی ہے گزیرا آسمان پر یعنی اوپر کو اُٹھا جاتا ہے *

۴۳ — تبارک الذی جعل فی السماء درجاً و جعل فیہا سراجاً و نوراً منیراً — الفرقان آیت ۶۲ *

ترجمہ — بڑی برکت ہے اُس کی جس نے بنائے آسمان میں برج اور رکھا اُس میں چراغ اور چاند روشن *

- ۱۱۔ اور السموات پختہ ہونا باید و انالہ سورہن — الذاریات آیہ ۳۷ *
ترجمہ — اور بنایا ہونے آسمان کو ہاتھ سے یعنی اپنی قدرت سے
اور ہر سب قدرت ہی *
- ۱۲۔ الذی جعل لکم الارض فراشا و السموات بناء — البقرہ آیہ ۲۰
ترجمہ — جس نے بنایا زمین کو تمہارے لیٹنے بچھونا اور آسمان
کو محل *
- ۱۳۔ اللہ الذی جعل لکم الارض قرارا و السموات بناء — المؤمن
آیہ ۶۶ *
- ترجمہ — اللہ وہ ہی جس نے بنایا زمین کو تمہارے لیٹنے بچھونے
کی جگہ اور آسمان کو محل *
- ۱۴۔ ااتمم اشد خلقا ام السموات بناها رفع سمکها نسوها — النازعات
۲۷ و ۲۸ *
- ترجمہ — تم خلقت میں زیادہ مضبوط ہو یا آسمان خدا نے بنایا
آسمان کو اونچی کی اُسکی چوٹی پہو درست کیا اُسکو *
- ۱۵۔ و من ایۃ ان تقوم السموات والارض بامرہ — الزمر آیہ ۲۳ *
ترجمہ — اور خدا کی نشانیوں میں سے ہی اپنی جگہ پر رہنا
آسمان اور زمین کا خدا کے حکم سے *
- ۱۶۔ و یسک السموات ان تقع علی الارض — النجم آیہ ۶۲ *
ترجمہ — قوام رکھتا ہی آسمان کو زمین پر گرنے سے *
- ۱۷۔ یوم تشقق السموات بالغمام و تنزل الملائکۃ تنزیلا — الفرقان
آیہ ۲۷ *
- ترجمہ — اور جس دن بھٹ جائے آسمان غمام سے اور اُتارے
جاریں نوحے ایک طرح کا اُتارنا *
- ۱۸۔ فذا انشقت السموات نکاتہ وردۃ کالدھان — الرحمن آیہ ۳۷
ترجمہ — جب پھٹیں آسمان تو ہو جاریں گلابی چلیا *
- ۱۹۔ و انشقت السموات نہی یومئذ واهبہ — العاقہ آیہ ۱۶ *
ترجمہ — اور بھٹ جائیں آسمان پھر وہ اُسدن ہوگا پکسا ہو *
- ۲۰۔ اذالسموات انشقت — انشقت آیہ ۱ *
- ترجمہ — جب آسمان بھٹ جائے *
- ۲۱۔ فکیف تتقون ان تقرتم یوما یجعل الولدان شیئا السموات
منفطرا — الزمل آیہ ۱۸ *
- ترجمہ — پس اگر تم کانہ ہوئے تو کیونکر بچو گے اُس دن جس
میں بچے پڑے ہرجاویں گے اور آسمان بھٹ جائیگا *
- ۲۲۔ اذالسموات انفطرت — انفطرت آیہ ۱ *
- ترجمہ — جب آسمان پھوٹ جائے *
- ۲۳۔ فذا انفجرت طمست و اذالسموات فرجت — المدثر آیہ ۹ و ۱۰ *
- ترجمہ — پھر جب تارے مٹائے جائیں اور آسمان پھاڑا جائے *
- ۲۴۔ و قصص السموات نکاتہ ایواہا — النبی آیہ ۱۹ *
- ترجمہ — اور کھولیں گے آسمان پھر ہر جڑیں دروازے *
- ۲۵۔ و اذا السموات کشفن — کورت آیہ ۱۱ *
- ترجمہ — اور جب آسمان کا پرست اُتارنا جائے *
- ۲۶۔ یوم تکون السموات کالمہل — المارج آیہ ۸ *
- ترجمہ — جس دن ہوگا آسمان جیسے پگلا ہوا تانبہ *

- ۱۔ ان آیتوں میں جو لفظ ”سماء الدنیا“ کا جناب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک سے نکلا ہی جو اسی معنی ہے اور ملکہ اسی
ہونے کے ایسے ملک اور ایسے لوگوں میں پرورش پائی تھی جو بالکل
جاهل تھے اور کسی قسم کے علوم ان کے ہاں موجود نہ تھے وہ علم
مادعات کا نام بھی نہیں جانتے تھے تو اس سے بظہری ثابت ہوتا ہی
کہ بلاشبہ یہ لفظ روحی و انہام سے نکلا ہی ہے اور جو امر کہ اب
تحقیق ہوا ہی وہ تیرہ سو برس پیشتر ایک اُسی نے فرمایا تھا صلی اللہ
علیہ و سلم *
- اس ٹیلی ٹیلی چیز کو جو ہر گز دکھائی دیتی ہی سماء دنیا کہنا
ایسا ٹھیک ہی کہ آج کل بھی بڑے بڑے عالم علوم طبیعی کے اس سے
زیادہ عمدہ کوئی لفظ نہیں نکال سکتے ہماری دنیا کے گرد جیسے ہم
ہستہ ہیں ہوا محیط ہی ہمیں نے اندازہ کیا ہی کہ اُسکا ارتفاع یا
معتق بینتالیس میل کا ہی اور ہمیں نے اس سے بہت زیادہ خیال
کیا ہی — بہر حال اُس ہوائے محیط میں آفتاب کی ٹیلی شعاعیں
منعکس ہوتی ہیں اور اس سبب سے یہ ٹیلی گیندی چھٹ ہر گز
اپنی دنیا کے گرد دکھائی دیتی ہی جو در حقیقت ہماری دنیا کا
آسمان ہی پس اس ٹیلی گیندی چھٹ پر سماء دنیا کا اطلاق بالکل
حقیقت اور عام کے مطابق ہی اندوس کہ ہمارے زمانہ کے علماء حکماء
یونان کی تقلید کرتے ہیں اور حقائق قرآن پر غور نہیں کرتے و قد قال
اللہ تعالیٰ و لا یطوب و لا ینال فی کتاب میںین *
- ۲۔ و جعلنا السموات سقفا مغطا — الانبیاء آیہ ۳۳ *
- ترجمہ اور بنایا ہم نے آسمان کو چھٹ حفاظت کی کٹی *
- ۵۔ و السقف امر نوح — الطور آیہ ۵ *
- ترجمہ — قسم ہی اُونچی چھٹ کی *
- ۶۔ و السموات رفعا و رضع المیزان — الرحمن آیہ ۶ *
- ترجمہ — اور آسمان کو اُونچا کیا اور رکھی اُسکے لیٹے ترازو *
- ۷۔ اولم یزد الہ ما بین یندیمہم و ماخافہم من السموات و الارض ان نشاء
نخسف بہم الارض و نسقط علیہم کسفا من السموات — سبا آیہ ۹ *
- ترجمہ — کیا انہوں نے اُس چیز کو نہیں دیکھا جو ان کے آگے
ہی اور جو ان کے پیچھے ہی آسمان اور زمین سے اگر
ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیویں یا ان پر
آسمان سے ٹکڑا ڈالیں *
- ۸۔ افلا یظنن ان الہ الہ یکف خلقت و الی السموات کیف رعت —
الغاشیہ آیہ ۱۸ *
- ترجمہ — پھر کیوں نہیں دیکھتے اُونٹ کو کہ کیسا بنایا گیا ہی
اور آسمان کو کہ کس طرح اُونچا کیا گیا ہی *
- ۹۔ و السموات ما بناها — الشمس آیہ ۵ *
- ترجمہ — قسم ہی آسمان کی اور جیسا اُس کو بنایا *
- ۱۰۔ افلم یظنن ان الہ السموات فرقم کیف یلینہا و زینہا و مالہا
من نورج — ق آیہ ۶ *
- ترجمہ — کیا نہیں دیکھا انہوں نے آسمان کو اپنے اور کسسا ہونے
اُسکو بنایا ہی اور اُس کو خوشنما کیا ہی اور اُس میں
کوئی چراغ نہیں *

- ۲۱ — یوم تموز اسماء مورا — الطور آیت ۹ *
ترجمہ — جس دن کہ ہلہلا جاریہ آسمان ہلہلا جاتا *
۲۲ — یوم نظار اسماء کملی السجل للکتاب — الانبیاء آیت ۱۰۴ *
ترجمہ — جس دن ہم لکھت لیں آسمان جیسے لکھتے ہیں
عالمہ میں کافہ *
۲۳ — اریکون لک یس من زخرف اوترقی فی السماء — اسرائیل
آیت ۹۵ *
ترجمہ — یا ہرورے تیرے لکے ایک گہر سنہرا یا چوڑے جارے تو
آسمان میں *
۲۴ — فان السطوح ان تبتلی ثقفا فی الارض اوسما فی السماء —
الانعام آیت ۳۵ *
ترجمہ — پھر اگر تجھے ہوسکے دھونڈ لکالہ کرٹی سوگ زمین
میں یا کرٹی سبزہ آسمان میں *
۲۵ — فاسقط علينا کسفا من السماء ان کنتم الصادقین —
الشعرا آیت ۱۸۷ *
ترجمہ — پھر اگر ہمیر ایک گھڑا آسمان میں سے اگر ہی تو
سچوں میں سے *
۲۶ — ارتسقا السماء کما زعمت علينا کسفا — اسرائیل آیت ۹۴ *
ترجمہ — یا گردے تو آسمان جیساکے تو گمان کرتا ہی ہمارے
اوپر گھڑے گھڑے *
۲۷ — و انزلنا السماء فوجدناها ملئت حرسا شديدا وهبها ماء
الحيون آیت ۸ *
ترجمہ — اور الیتہ ہمے چھو لیا آسمان کو پھر پالیا ہمے اُس کو
پورا ہوا سست چوکیداروں سے اور شاہدوں سے *
۲۸ — فرب السماء والارض انہ الحق مثل ما کنتم تنطقون — الانزاع
آیت ۲۳ *
ترجمہ — تو قسم ہی آسمان اور زمین کے پورردگار کی یہے بات
توہیں ہی ایسی جیسے کہ تم بولتے ہو *
۲۹ — و جنة مرضها تعرض السماء والارض — الحديد آیت ۲۱ *
ترجمہ — اور بھشت کو جس کا پھیلاؤ ہی جیسے پھیلاؤ آسمان
اور زمین کا *
۳۰ — وما خلقتنا السماء والارض وما بینهما باطلا — ص آیت ۲۶ *
ترجمہ — اور ہمے نہیں بنایا آسمان اور زمین کو اور جو اُن کے
بیچ میں ہی نکما *
۳۱ — و ما خلقتنا السماء والارض وما بینهما لامبین — الانبیاء
آیت ۱۶ *
ترجمہ — اور نہیں پیدا کیا ہمے آسمان اور زمین کو اور جو
اُن کے بیچ میں ہی بطور کھلاڑی کے *
۳۲ — فما یبک علیہم السماء والارض — الدخان آیت ۲۸ *
ترجمہ — پھر نہ روتا اُن پر آسمان اور زمین *
۳۳ — والسماء والطارق — الطارق آیت ۱ *
ترجمہ — قسم ہی آسمان کی اور رات کو ٹٹکنے والے کی *
(باقی آئندہ)

- ۲۷ — قارن یوم قاتی السماء بدخان مبین — الدخان آیت ۹ *
ترجمہ — پس انتظار کرو اُس دن کا کہ نکالے آسمان دھواں
سب کو معلوم ہوگا *
۲۸ — ام یزیر ائی الطیر مسخرات فی جو السماء — النحل آیت ۸۱ *
ترجمہ — کیا نہیں دیکھتے اڑنے والے جانوروں کو کہ فرماؤندار
کیتے کئے ہیں آسمان کی وسعت میں *
۲۹ — اللہ الذی یزول الیواح فتیشو سحابا فیہ سحابة فی السماء کیف
یشاء — الزمر آیت ۲۷ *
ترجمہ — اللہ وہ ہی جو چلا تا ہی ہوائیں پھر اُٹھاتی ہیں
پادل پھر پھیلاتا ہی اُسکو آسمان میں جسطرح چاہتا ہی
۳۰ — قد نری قلب رجحک فی السماء — البقرة آیت ۱۳۹ *
ترجمہ — الیتہ ہمے دیکھا پھرتا تیرے منہ کا آسمان کیطرف
۳۱ — ان اللہ لا یضقی علیہ شی فی الارض ولا فی السماء — آل
عمران آیت ۴۲ *
ترجمہ — الیتہ خدا پور ہوشیدہ نہیں توہی چیز زمین میں یعنی
تھکت میں نہ آسمان یعنی نور میں *
۳۲ — و ما یعزب عن ربک من مثقال ذرة فی الارض ولا فی السماء
یونس آیت ۶۲ *
ترجمہ — اور غائب نہیں رہتا تیرے پورردگار سے ذرہ پور زمین
میں اور نہ آسمان میں *
۳۳ — اصلها ثابت و روعها فی السماء — ابراہیم آیت ۲۹ *
ترجمہ — اُس کی جڑ مضبوط ہی اور اُسکی ٹہنی آسمان میں
یعنی الیتہ بلند ہی میں *
۳۴ — و ما یضفی علی اللہ من شی فی الارض ولا فی السماء —
ابراہیم آیت ۲۱ *
ترجمہ — اور چوٹا نہیں اللہ پور کچھ زمین میں اور نہ آسمان میں *
۳۵ — قال ربی علم الغور فی السماء والارض — الانبیاء آیت ۴ *
ترجمہ — اُس نے کہا میرا پورردگار جانتا ہی ہو بات کو آسمان
میں ہو یا زمین میں ہو *
۳۶ — الم تعلم ان اللہ علم ما فی السماء والارض — العنکبوت آیت ۶۶ *
ترجمہ — کیا تجھکو معلوم نہیں کہ اللہ جانتا ہی جو کچھ کہ
ہی آسمان میں اور زمین میں *
۳۷ — و ما من غائبة فی السماء والارض الا فی کتاب مبین —
النحل آیت ۷۷ *
ترجمہ — اور کوئی چیز نہیں جو پوشیدہ ہو آسمان میں اور زمین
میں مگر ہی کتاب روشن میں *
۳۸ — و ما انتم بمعجزین فی الارض ولا فی السماء — العنکبوت
آیت ۲۱ *
ترجمہ — اور نہیں ہو تم تمھارے والے زمین میں اور آسمان میں *
۳۹ — و والذی فی السماء الہ فی الارض الہ — انزاع آیت ۸۲ *
ترجمہ — وہی ہی جو آسمان میں حاکم ہی اور زمین میں
حاکم ہی *
۴۰ — و ان یرو کسفا من السماء ساطعا یقرلوا سحاب مرکوم —
الطور آیت ۴۴ *
ترجمہ — اور اگر دیکھیں ایک گھڑا آسمان کرتا ہوا نہیں پھل
پادل ہی گاڑا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر 9]

۱۵ رجب سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی

[جلد پنجم]

بسم الله الرحمن الرحيم

إطلاع

بخدمت معبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مقصود اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور تقوینش کے عنایت فرمانا ہو تو حید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے آنہی سے کی جارے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُس کے پاس چلا جاتا ہی اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہی اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُس کے پاس رہتا ہی * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے رہتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — متعذر اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو لفظ اورام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور ہر حقیقت وہ مذہب اسلام کے ہر عقیدہ میں رہ بھی سکتے جارہیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جسمقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراء بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہیگا * چون دستوں نے خرید کر اس پرچہ کو جاری کیا ہی اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور مسہر کے متصور ہیں اُس کو اختیار ہی کہ اگر چاہیں تو آؤز کسی کو بھی بطور مسہر اپنے ساتھ خرید کر دیں اور جو شخص اس طرح ہر خرید کر اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تیس بار جیسا کہ مقتضائے مضامین ہوگا چھپا کرینا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُس کو کچھ تعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ چار آٹھ مہہ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

اطلاع

بخدمت بزرگان اسلام اہل مذہب

سنت و جماعت

یہ موجب صحت ۲ ذمہ ۵ فراموش انتظام و سلسلہ تعلیم مہجور
مدرسۃ العلوم للہادین کے یہ ارادہ کیا گیا ہے کہ بزرگان منصفہ ذیل
سے درخواست کی جارے کہ آپس میں صلح و مشورہ کرکے نفرت رائے
سے مدرسۃ العلوم مساعیوں کے لئے کمیٹی مدبران تعلیم مذہب اہل سنت
و جماعت مقرر فرمائیں *

جس بزرگ کو اسباب میں کوئی صلح ٹوک دینی منظور ہو تو
اپنی رائے تحریر فرماکر پندرہویں نومبر سنہ ۱۸۷۳ء مطابق پانچویں
شوال سنہ ۱۲۹۱ ہجری تک واقع ائمہ کے پاس ارسال فرمائیں *

راتم

مقام بٹارس

سید احمد سکرتوی کمیٹی خزانۃ البضاعۃ

تفصیل اسماء بزرگان مذکور

جناب حاجی مولوی محمد قاسم صاحب ہائی مدرسہ عربیہ دیرہند *
جناب حاجی مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ عربیہ
دیرہند *

جناب حاجی مولوی سید امجدالاعلیٰ خاں صاحب بہادر ڈپٹی کانکٹر
ملیکٹہ *

جناب حاجی مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر سب آرڈینیٹ جج
گورنمنٹ *

جناب مولوی محمد علی صاحب رئیس ہجڑہ راجس تحصیلدار پٹاری
ضلع مراد آباد *

جناب مولوی مفتی محمد سعد اللہ صاحب قاضی القضاۃ ریاست رامپور *
جناب مولوی ارشاد حسین صاحب رامپور *

جناب مولوی محمد احسن صاحب مدرس گورنمنٹ کالج بریلی *

جناب مولوی محمد سلطان حسن صاحب رئیس پڑوسی صدر امین *

جناب مولوی عبدالقادر صاحب رئیس بدایوں *

جناب مولوی حافظ محمد اسماعیل صاحب رئیس ملیکٹہ *

جناب مولوی محمد معین الدین صاحب مدرس مدرسہ عربیہ
مرزاپور *

جناب مولوی محمد فکرو صاحب رئیس مچھوی ہندو ضلع جوڈپور *

جناب مولوی محمد سید اللہ خاں صاحب سب آرڈینیٹ جج ملیکٹہ *

جناب حاجی محمد ممتاز علی خاں صاحب رئیس میرٹھ *

جناب مولوی حیدر حسین صاحب رئیس جوڈپور وکیل ہائی کورٹ *

جناب مولوی سید فرید الدین احمد صاحب رئیس کوا وکیل
ہائی کورٹ *

جناب مولوی محمد کریم صاحب رئیس محمد آباد ضلع اعظم گڑھ

ڈپٹی کانکٹر بہادر مراد آباد *

جناب نواب حاجی محمد مہرہ علی خاں صاحب بہادر رئیس

پہاڑی ضلع ملیکٹہ *

جناب محمد عبد الشکور خاں صاحب رئیس بہیک پور ضلع

ملیکٹہ *

مقدمہ نمبر ۱۸۹

روندان

اجلاس مہبران مجلس خزانۃ البضاعۃ لتاسیس

مدرسۃ العلوم للمسلمین — منعقدہ

۵ اگست سنہ ۱۸۷۳ ع

نمبر ۲۸

بذل حمایت

حاجی حرمین شریفین جناب عالی نواب

محمد کلب علی خاں بہادر

والی رامپور

فرزند لاپنیر دولت انگاشیک پیترون کمیٹی

مدرسۃ العلوم مساعیان

صدر انجمن

مولوی اشرف حسین خاں صاحب *

ممبران موجودہ

مرزا محمد رحمہ اللہ بیگ صاحب *

سید محمد حامد خاں صاحب *

منشی محمد یار خاں صاحب *

سکرتوی

سید احمد خاں بہادر سی ایس آئی *

سید احمد خاں سکرتوی نے چارج سکرتوی کا مرزا محمد

رحمہ اللہ بیگ صاحب متصرف کار سکرتوی سے لیا اور اپنے ہند کا

کام انجام دیا *

- ۲۰ خان بہادر محمد پروت علی خان صاحب بہادر *
- ۲۱ سید محمد احمد خان صاحب بہادر *
- ۲۲ منشی صفدر حسین خان صاحب بہادر *
- ۲۳ خان بہادر تقی سید جمال الدین صاحب *
- ۲۴ کثور محمد اعظم علی خان صاحب *
- ۲۵ منشی محمد مظفر حسین صاحب *
- ۲۶ سید ظہور حسین صاحب *
- ۲۷ مولوی محمد نجم الدین صاحب *
- ۲۸ مولوی محمد عارف صاحب *
- ۲۹ حضرت مولوی سید امداد علی صاحب بہادر *
- ۳۰ مولوی محمد حیدر حسین صاحب *
- ۳۱ مولوی اہرن حسین خان صاحب *
- ۳۲ منشی محمد مشتاق حسین صاحب *
- ۳۳ مولوی محمد رسول صاحب *
- ۳۴ مولوی محمد سبع اللہ خان صاحب *
- ۳۵ میو سید تواب علی صاحب *
- ۳۶ حکیم محمد حکیم اللہ صاحب *
- ۳۷ مولوی محمد حامد حسن خان صاحب *
- ۳۸ منشی محمد الہی بخش صاحب *
- ۳۹ سید علی حسن صاحب *
- ۴۰ غلام مرتضیٰ خان صاحب *
- ۴۱ حضرت مولوی محمد امین اللہ صاحب *
- ۴۲ مولوی محمد کریم صاحب *
- ۴۳ خان بہادر محمد حیات خان صاحب سی ایس آئی *
- ۴۴ منشی محمد سیحان حیدر صاحب *
- ۴۵ مولوی محمد اسماعیل صاحب *
- ۴۶ نواب محمد حسن خان صاحب *
- ۴۷ نواب سید ولایت علی خان صاحب *
- ۴۸ مولوی سید خمس الہدیٰ صاحب *
- ۴۹ منشی محمد صدیق صاحب *
- ۵۰ حافظ محمد تقی حسین صاحب *
- ۵۱ مولوی محمد کریم بخش صاحب *
- ۵۲ مرزا عابد علی بیگ صاحب *
- ۵۳ مولوی سید حسن رضا صاحب *
- ۵۴ مولوی محمد کامل صاحب *
- ۵۵ مولوی تقی احمد صاحب *
- ۵۶ مولوی سید نرین الدین احمد صاحب *

رونداد اجلاس منعقدہ ۱۲ جولائی سنہ ۱۸۷۳ ع نمبر ۲۷ جو
ہندوستان منہوم کار سکرٹری مرتب اور کتاب رونداد میں مندرج تھی
اجلاس میں پیش ہوئی اور ملاحظہ ہوئی *

سید احمد خان سکرٹری نے اطلاع کی کہ جملہ ممبروں کی خدمت
میں جو خطارما بطالب رائے نسبت خطا جناب مولوی حاجی علی بخش
خان صاحب بہادر سب آرٹیفیکٹ جج گروہ پر کے مینہ روانہ کیئے تھے
اور جو خطارما کہ پرموج رونداد گذشتہ کے مرزا محمد رحمت اللہ بیگ
صاحب منہوم کار سکرٹری نے خطاب رائے نسبت دفعہ ۳ و ۳ و ۵ طریقہ
انتظام و سلسلہ تعلیم مدرستہ العزم کے روانہ کیئے تھے اور وہ دننامہ
پرہیز خطا جناب مولوی حاجی علی بخش خان صاحب دستور العمل
تعلیم میں داخل کی گئی تھیں اور اسی خط میں اُس ترمیم کی
نسبت بھی رائے پر بھی گئی تھی جو دفعہ ۵ کی ضمن ۲ میں پندر
اصلاح کار روایتی ضابطہ ہوئی ضرور تھی اُن سب خطارما کا جواب
منجملہ دستہ ممبروں کے چوبیس ممبروں کے پاس سے لکھا جتنکے
نام نامی ذیل میں مندرج ہیں اور وہ سب جواب کمیشن کے سامنے
پیش ہیں *

تفصیل ممبران جنکے پاس سے جواب آیا

- ۱ ممتاز الدولہ نواب محمد فیض علی خان بہادر سی ایس آئی *
- ۲ مولوی سید مہدی علی صاحب *
- ۳ شیخ غلام علی صاحب *
- ۴ سید احمد خان بہادر سی ایس آئی *
- ۵ منشی محمد یار خان صاحب *
- ۶ سید محمد حامد خان صاحب *
- ۷ سید محمد مسعود صاحب *
- ۸ مولوی فضل احمد خان صاحب *
- ۹ نواب احمد اللہ خان صاحب *
- ۱۰ مرزا محمد رحمت اللہ بیگ صاحب *
- ۱۱ مولوی سید زین الدین صاحب *
- ۱۲ منشی محمد مسعود شاہ خان صاحب *
- ۱۳ منشی محمد ذکار اللہ صاحب *
- ۱۴ مولوی سید محمد ابو سعید صاحب *
- ۱۵ سید محمد میو پادشاہ صاحب *
- ۱۶ منشی محمد غلیل صاحب *
- ۱۷ حافظ محمد نظام الدین صاحب *
- ۱۸ نواب محمد مسعود علی خان صاحب بہادر *
- ۱۹ جناب مالی خلیفہ سید محمد حسین صاحب *

حافظ فضل حسین صاحب نے اُس تقریر میں اس قدر اصلاح چاہی
ہی کہ جن بزرگوں سے کہ درخواست مقرر کرتے کمیٹی مذہبی کیجاوے
اور اُن سے منظوری حاصل کی جاوے جب وہ منظور کریں تو اُن کے
ناموں سے تمام لوگوں کو اطلاع دی جاوے *

کمیٹی نے بالاتفاق یہ تجویز کی کہ اگر ایسی ترمیم اُس تقریر
میں کی جاوے تو مقصد کے برخلاف ہوگا اسلئے کہ اُن بزرگوں کا
قرار دینا یہی جو کمیٹی مذہبی مقرر کریگی کمیٹی خزنتہ البضائع اپنے
اختیار سے نہیں چاہتی بلکہ عام مسلمانوں کی رائے کے اتفاق سے
چاہتی ہی اور اس لئے قبل اُس کے اپنی تجویز سے کسیکی منظوری
حاصل کرنا مناسب نہیں سمجھتی *

مولوی محمد کریم بخش صاحب نے یہ امر پیش کیا ہی کہ
مذہبی کمیٹی کے ممبروں کی نسبت لفظ لیف ممبر کا ضرور نہیں ہی
اور نیز اُن کے قائم رہنے کے لئے اس شرط کا بھی لگانا مناسب ہی کہ
جب تک وہ کسیرجہ سے مصل انتظام مدرسۃ العلوم نہوں *

کمیٹی نے بالاتفاق تجویز کی کہ یہ رائے بلا غہمہ مصفاۃ اور
ماتلہ اور آزادانہ اور مدبرانہ ہی مگر جو عبارت کے باطل اُس
تقریر میں موجود ہی اُس سے دوراً مسلمانوں کو زیادہ مبالغہ و خاطر
جمعہ ہوگی اور کمیٹی کو یقین کامل ہی کہ ممبران کمیٹی تعلیم
مذہبی ہی بالاتفاق صالح و نفع مدرسۃ العلوم میں اور اپنی قوم کی
بہلائی و بہتری میں سامی ہونگے *

شیخہ ممبروں میں سے دو ممبروں یعنی مولوی سید حسن رضا
صاحب اور مرزا عابد علی بیگ صاحب نے یہ عرض کیا ہی کہ جو
دفعہ اُن لوگوں کے قرار دینے میں کی گئی ہی جو کمیٹی تعلیم مذہبی
مقرر کریں گے اُس کی ضرورت نہ تو ہی بلکہ اُن کے قرار دینے کے لئے
اُن لوگوں کی ضرورت اور عام رائے خصوصاً شیخہ مذہب کی کمیٹی
کے لئے کافی تو ہی مرزا عابد علی بیگ صاحب نے یہ بھی لکھا ہی
کہ شیخہ مذہب کے لوگوں کے واسطے اُن امور کی جو تقریر مذکورہ
میں تجویز ہوئی ہیں کچھ حاجہ نہیں بلکہ کافی تھا کہ کمیٹی
خزنتہ البضائع کے شیخہ ممبر اپنے مذہب کی کمیٹی تعلیم مذہبی مقرر
کو لیتے *

کمیٹی نے بالاتفاق اس رائے سے اتفاق کیا اور یہ تجویز ہوئی
کہ تقریر مذکور میں جو کچھ لکھا گیا ہی وہ صرف بعض اکابر اعلیٰ
سلسلہ و جماعت کی تحریر نہ ہوگی بلکہ کسی بھی شیخہ مذہب کے
مسلمان نے اُس کی خواہش نہیں کی تو ہی پس شیخہ مذہب کی
مذہبی تعلیم کی کمیٹی سے بھی اُس قاعدہ کو متعلق کرنا مناسب
نظمی ہی چلائے کمیٹی نے اُس تقریر کی ترمیم کی اور شیخہ مذہب

کمیٹی نے جناب حاجی مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر کا خط
اور نیز تمام جوابات ممبروں مذکورہ بالا کے ملاحظہ کیئے *

مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب نے جو خط بنام سید احمد
خاں لکھا تھا اُس میں کمیٹی علمائے تعلیم مذہبی مدرسۃ العلوم کے یہ
مبارت ارقام لکھائی ہی کہ ”اُس اطمینان کی میرے [یعنی علی بخش
خاں صاحب] کے نزدیک صرف یہ صورت ہی کہ آپ [یعنی سید احمد]
اور کمیٹی خزنتہ البضائع تعلیم میں مداخلت نہ کریں بلکہ مذہبی
تعلیم کے واسطے ایک اور کمیٹی مقرر کیجاوے اور اُس کے اختیار میں
تمام امور متعلقہ تعلیم مذہبی کے چھوڑے جاویں اور اُس کمیٹی کے
وے لوگ ممبر ہوں چنانچہ تمام اہل اسلام کو اطمینان ہو اور جو لوگ
مذہبی تعلیم کے واسطے جلدہ دیں اُس درجہ سے خود حاصل
نہ کیا جاوے اور اُس کی آمدنی جائز صرف مذہبی تعلیم میں خرچ
کی جاوے اور جب ممبران کمیٹی مذہبی اُس کی آمدنی میں
گنجائش دیکھیں اور تعلیم مذہبی شروع کرنا چاہیں تو اُن کو ایسا
اختیار حاصل رہے“ *

کمیٹی اہیات سے تہایت خوش ہی کہ جملہ ممبروں نے اُن امور
کو جو مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب نے پیش کیئے تھے یعنی
احیات کو کہ مذہبی تعلیم کی کمیٹی جدا بنائی جاوے اور جو لوگ
منجہ کر دیں اُن کا رویہ خود پُر فہم لگایا جاوے اور جب ممبران
مذہبی کی آمدنی کافی ہو تو مذہبی تعلیم شروع ہو جاوے بلا
اختلاف منظور کیا ہی *

جو مقصود نہ مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب کے خط
میں ملاحظہ تھا وہ بطور ذمعات کے تحریر ہوکر دفعہ ۳ و ۴ و ۵
طریقہ انتظام و سلسلہ تعلیم مدرسۃ العلوم میں داخل کیا گیا اور اُسکی
تسبیح اور نیز ضرس ۴ دفعہ ۵ مذکورہ بالا کی کمیٹی ترمیم کی نسبت
جو صورت اصلاح ضابطہ اور کارروائی سے متعلق ہی پھر جملہ ممبروں
سے رائے طلب ہوئی تھی جس کا ذکر گذشتہ اجلاس کی روٹنڈاں میں
ہمدرجہ ہی *

کمیٹی اس بات سے بھی تہایت خوش ہی کہ جملہ ممبروں نے
یہ کسی اختلاف کے دفعہ ۳ و ۴ و ۵ ضرس اول دفعہ ۵ و تقریر اول و دوم
و چارم ضرس دوم دفعہ ۵ مندرجہ طریقہ انتظام و سلسلہ تعلیم
مدرسۃ العلوم کو بلا اختلاف منظور کیا ہی *

تقریر دوم ضرس دوم دفعہ ۵ کی جو ترمیم تجویز ہوئی تھی اُسکی
تسبیح صرف پانچ ممبروں نے کمیٹی اصلاح چاہی ہی اور دو ممبروں
نے اُس سے اختلاف رائے کیا ہی جسکی تفصیل اور جو تجویز کہ اُسکی
تسبیح ہوئی حسب تفصیلہ ذیل ہی *

اُس سے اتفاق کرتا ہوں اور اُس الفاظ کی دوستی کی نسبت کمیٹی کی توجہ چاہتا ہوں *

فقرا مذکورہ کمیٹی کے سامنے پڑھا گیا اور بالاتفاق کمیٹی کی یہ رائے عرشی کہ مضمون فقرا مذکورہ سے کسی کو کچھ اختلاف نہیں مگر اُس کے الفاظ کی تہذیب کرنی مناسب ہی چنانچہ اصلاح اُس کی عمل میں آئی *

بعد اس کے مولوی نذیر احمد صاحب کی رائے پیش ہوئی جنہوں نے امر مجبوزہ ضمن فریم سے جو یہ نسبت طریقہ تقرری کمیٹی تعلیم مذہبی ہی اختلاف رائے کیا ہی چنانچہ اُس کی رائے بھینسہ ذیل میں مندرج ہوتی ہی *

مولوی نذیر احمد صاحب کی رائے

میری رائے یہ ہے کہ بزرگان دین کا توسط انتخاب کمیٹی مذہبی کے لئے اُمید نہیں کہ مفید ہو اولاً تو بزرگان دین ان معاملات میں صرف توجہ کو نہ مل سکتا ہے چنانچہ ثانیاً جو توجہ کرینگے وہ مضامین اپنے تئیں ملحدہ رکھ کر دوسروں کو نامزد کرینگے اس میں کیا تباحث ہی کہ خود ممبران کمیٹی خزانۃ البضاعۃ اپنی تجویز سے ممبران کمیٹی مذہبی کو نامزد کر کے مشہور کریں اور عامۃ ممالک کو حرج و امتراض کی اجازت دیں اور امتراضات پر لفظ مناسب کر کے انتخاب مستقیم کریں — بزرگان دین جیسے کہ زمانہ ہذا میں امور انتظامی میں رائے دینے کی کمتر قابلیت رکھتے ہیں — آپ یقیناً باور کیجئے کہ آپ کی کمیٹی خزانۃ البضاعۃ جیسی کہ اب ہی اور خصوصاً جیسی کہ وہ ہونے والی ہی بہترین اہل اسلام ذی الاراء پر مشتمل ہی اور اُسکو انتخاب کمیٹی مذہبی سے جدا رکھنا گویا دیدہ و دانستہ ایک مددۃ انتظام کا خراب کرنا ہی اور آپ دیکھ لیجئے کیا کہ گو بزرگان دین متوسط اقدار دینے جائیں اور گو جمہور ممالک کو امتراض کرنے کی اجازت بھی دیجائے مگر کام چار و ناچار کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کو کرنا پڑیگا *

کمیٹی نے بالاتفاق مولوی نظیر احمد صاحب کی رائے پر واہ راہ کی اور سب بول اُٹھے کہ بلا شبہ ہماری کمیٹی بہت سے بہترین افراد اہل اسلام ذی الاراء پر مشتمل ہی اور اُس کو انتخاب کمیٹی مذہبی سے جدا رکھنا نہایت انصاف کی بات ہی مگر جو کہ اب ہمارے اہلکار اور پاک طینت ممبروں نے بامید وفاق و رفع نفاق یہ تصریح بعض اکابر اہل اسلام اُسکو منظور کرلیا ہی تو اب اُسکا بدستور قائم رکھنا ہی مناسب ہی *

بعد اس کے مولوی سید فرید الدین احمد صاحب کی رائے پیش ہوئی کہ انہوں نے امر مانع نہی سے اختلاف کیا ہی چنانچہ اُس کی رائے بھی بھینسہ ذیل میں مندرج ہوتی ہی *

کی کمیٹی تعلیم مذہبی کو اُس سے مستثنیٰ کر کر کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کے شیعہ ممبروں کی رائے پر منحصر کیا *

جناب مولوی محمد کامل صاحب نے ارقام فرمایا ہی کہ دہمہ ۵۰ میں درج ہی کہ تعلیم مدرستہ العارم میں کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کو کچھ مداخلت نہ کری بلکہ اُس کے لئے جداگانہ کمیٹیاں مقرر ہونگی اور دہمہ مذکورہ ضمن ۲ کی چھوٹی سطر میں یہ لکھا ہی کہ اس کمیٹی کے ممبروں کا انتخاب ابتدائی بھی کمیٹی خزانۃ البضاعۃ سے متعلق نہ ہوگا ان صورتوں تقرری کی ضرورت نہیں ہی کیونکہ جب اُسور کمیٹی خزانۃ البضاعۃ دہمہ ۳ و ۴ میں مقرر ہو گئے تو اُس سے ظاہر ہوا کہ کمیٹی مذکورہ کام صرف جمع و حرج و ٹکرائی و انزونی سوسایہ کا ہی باوجود اس کے پھر یہ تصریح کہ اس کمیٹی کو تعلیم اور انتخاب ممبران کمیٹی مذہبی میں دخل نہ ہوگا فصل ہی بلکہ ان دونوں تقرری سے ممبران کمیٹی خزانۃ البضاعۃ مبرا اپنے کو مازم سوسے عقیدت تصور کر سکتے ہیں حالانکہ عموماً کمیٹی مورد اس الزام کی نہیں ہو سکتی ہی لہذا ان دونوں تقرری کا حذف کرنا مناسب ہی اور دہمہ ۵ کی ضمن دو بھذفقہ فقرا مذکورہ بالا کے واسطے کمیٹی تعلیم مذہبی اور انتخاب ممبران کمیٹی مذہبی کے کافی ہی *

کمیٹی نے بالاتفاق مولوی محمد کامل صاحب کی رائے کو تسلیم کیا اور اس بات کو دل سے قبول کیا کہ کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کی نسبت جس میں بہت سے نہایت لائق اور دیندار اور عالم و صاحب تقری لوگ شریک ہیں ایسے الفاظ کا کہنا بجا نہ ہوگا مستحسن تھا مگر بعض اکابر اہل اسلام نے ایسی ہی خواہش کی تھی اور ممبران کمیٹی نے باوجودیکہ اُس کی طرف ایک اشارہ نا مناسب تھا صرف قومی ہمدردی سے اور صرف اپنی نیکی و صفائی ہمارے اُس کی نسبت کچھ خیال نہیں کیا اور مطلق نفسانیت کو دخل نہیں دیا اور اُس تصریح کو منظور کیا پس وہ الفاظ جو صرف بظاہر وفات اور رفع نفاق کے داخل کیئے گئے ہیں اور جس کو ممبروں نے پسپا اپنی پاک طینت کے منظور کرلیا ہی خارج نہیں کیئے جا سکتے بلکہ کمیٹی کی رائے میں خود وہ الفاظ ہمارے کمیٹی کے اُن بڑک ممبروں کی نیکی اور کسر نفسی و صفائی ہمارے اور حب قومی پر گواہی دے رہے ہوں و ذالک فضل اللہ پر تکیہ من یشاد *

مولوی محمد کامل صاحب نے ضمن فریم کے فقرا جدیدہ کے بعض الفاظ کی نسبت بھی اپنی قاضیدہ کی ارقام فرمائی ہی اور مولوی سید حسن رضا صاحب نے بھی اُس کو ٹانپد کیا ہی اور مرزا رحمۃ اللہ بیگ صاحب نے اگرچہ اپنی رائے میں اُس کی نسبت کچھ نہیں لکھا مگر اب وہ بھی اُن الفاظ کو قاضی مناسب سمجھتے ہیں اور میں بھی

مولوی سید فرید الدین احمد صاحب کی رائے

نامہ مٹا دیا مرزا رحمۃ اللہ بیگ صاحب منہم کار سکرٹری کمیٹی خزانۃ البضاعۃ مرقومہ ۱۲ جولائی سنہ ۱۸۷۲ع میرے پاس پہنچا مٹا تمام و کمال اُسکو پڑھا اور چند مرتبہ مضامین مندرجہ نامہ مذکور پر غور کیا اور نیز اُن جملہ مراسلات و مصالحت پر کہ جو قیامین آپ کے [یعنی سید احمد خاں کے] و جناب حاجی مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر کے تحریر ہوئے ہیں غور کیا میری رائے میں دنہ ۳ و ۴ و ۵ جن عبارتوں سے کہ وہ تحریر ہوئی ہیں مجھ پر بالکل اُس کے ساتھ اتفاق نہیں ہے میری رائے میں کوئی شخص کمیٹی مدبران تعلیم السنۃ مختلفہ و علوم دنیویہ و مدبران تعلیم مذہب میں مقرر نہوسکیگا جب تک کہ وہ کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کا ممبر نہرگا اصل کمیٹی وہی ہے اور یہ دوتوں کمیٹیاں اُس کی نوع ہیں یہ بات ایتھ ہوسکتی ہے کہ منجملہ مدبران کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کے جو ارگ کہ بنظر مصالح تمام مسلمانوں کے قابل انتخاب ممبری کمیٹی مدبران تعلیم مذہب نہیں وہ اُس میں منتخب نہ کیئے جاویں مٹا جیسے میرے و آپ کے (یعنی مولوی فرید الدین صاحب کاتب خاں و سید احمد کی) نسبت لوگوں کو عامانیت نہیں ہے تو آپ و میں ممبر کمیٹی مدبران تعلیم مذہب مقرر نہ کیئے جائیں یہ بات سیطرح نہیں ہوسکتی کہ یہ امرام کسی ایک شخص کی ذات پر منحصر کردیا جائے یہ وہی بد نصیب سبب ہے کہ جسے مسلمانوں کے سارے امور تو برباد کردیا ہمیشہ کثرت رائے و جماعت متفقہ پر کام ہونا چاہیئے اگر اور مدبران کمیٹی میری رائے کے ساتھ متفق نہیں تو بھی میں اپنی رائے پر قائم ہوں اور میرا اختلاف رائے آپ جہاں دبئیئے اور جب میری یہ رائے ہے تو میں اس میں یہی آپ کے ساتھ متفق نہیں ہوں کہ کمیٹی مدبران تعلیم السنۃ مختلفہ و علوم دنیویہ کا کوئی ممبر میسائی یا یہودی یا ہندو ہو اگر ہماری قوم بد نصیب میں کوئی لائق نہیں ہو تو شاید ایسے آدمی تو ضرور ہونگے کہ دوسروں سے کچھ اخذ کر کے اپنی رائے دیں *

سید احمد خاں نے کہا کہ مولوی فرید الدین احمد صاحب نے جو اپنے تئیں بھی اُن لوگوں میں شمار کیا ہے جن پر لوگوں کو عامانیت نہیں ہے صرف اُن کی کسو نفسی ہے ورنہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کو مولوی صاحب مندرجہ پر طمانیت نہو ہاں بلا شبہ میرا ایسا حال ہے اور میں خود اقرار کرتا ہوں کہ میں نہ کبھی مذہبی کمیٹی کا ممبر نہرگا اور نہ کبھی تعلیم مذہبی میں کچھ مداخلت کردگا *

صدر انجمن نے فرمایا کہ اس تذکرہ کو ملتری کیا جاوے اور جو امر کہ مولوی فرید الدین احمد صاحب نے پیش کیا ہے اُسکے تصدیق پر توجہ ہو چنانچہ کمیٹی نے بالاتفاق مولوی فرید الدین احمد صاحب کی اس رائے کو کہ مدبران کمیٹی خزانۃ البضاعۃ ہی میں سے مدبران کمیٹی تعلیم مذہبی کا منتخب ہونا چاہتا تھا تسلیم کر کر یہ بات کہی کہ جو امر تجویز ہوا ہے وہ خاص بعض اکابر اہل اسلام کی تحریک سے اور بنظر حالات خاص کے تجویز ہوا ہے جس کو اب کثیر مدبران کمیٹی نے بھی منظور کر لیا ہے اور اس لئے تجویز مذکورہ کا قائم رہنا چاہیئے یا اس سے معامدہ رہے کہ ان دنوں میں یہ بات تجویز نہیں ہوتی کہ کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کا کوئی ممبر کمیٹی تعلیم مذہبی کا ممبر ہونے کی لیاقت نہیں رکھسکا بلکہ جو ارگ کمیٹی تعلیم مذہبی مقرر کریں گے اُن کو اختیار ہوگا کہ وہ جس کو چاہیں کمیٹی تعلیم مذہبی کا ممبر مقرر کریں خواہ وہ کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کا ممبر ہو یا نہو *

بعد ان تمام مباحثوں اور اصلاحوں کے دنہ ۳ و ۴ و ۵ سے اُن کی ضمنوں کے جو قرار پائیں وہ حسب تفصیل ذیل ہیں *

نکاح کمیٹی خزانۃ البضاعۃ

دنہ ۳ — کمیٹی خزانۃ البضاعۃ اس مدرسہ کے لئے فنڈ یعنی روپیہ جمع کرنے کی کمیٹی ہے اور انتظام تعلیم کے لئے جداگانہ کمیٹیاں مقرر ہونگی مگر روپیہ کا جمع کرنا اور سرمایہ کی حفاظت اور جائداد کا خریدنا اور اُسکی آمدنی کا اخراجات مدرسہ کے لئے دینا اور جو روپیہ کسی خاص کام کے لئے دیا گیا ہو اُسکا اُسی کام میں لگانا اور مکانات کا بنانا اور اور اور ایک امر کی نگرانی کرنا یہ سب کمیٹی خزانۃ البضاعۃ سے متعلق ہوگا *

دنہ ۴ — کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کو اُس روپیہ کا جو اُس کے سپرد ہو اور نیز اُسکی آمدنی کا حسب تفصیل ذیل جداگانہ حساب رکھنا ہوگا *

ارگ — حساب زر سرمایہ یعنی حساب اُس روپیہ کا جو لوگوں نے اس غرض سے دیا ہے کہ ایک آمدنی اخراجات مدرسۃ العلوم میں صرف ہو اور وہ روپیہ یہ دستور قائم رہے اور یہی روپیہ زر سرمایہ کے نام سے ملقب ہے جسکا خرچ کرنا بموجب ذیلہ ۲۳ قرامن کار روایتی کمیٹی کے منحوع و ناجائز ہے *

میں اور اُس روپیہ کی آمدنی جو شیعوں نے خاص مذہبی تعلیم کے لیئے دیا ہو۔ شیعوں کی مسجد کی تعمیر میں صرف نہ ہوگی *

دوم — اُس روپیہ کا حساب جداگانہ رکھا جائیگا جو لوگوں نے بطور سرمایہ مدرسۃ العلوم نہیں دیا بلکہ واسطے خاص کام کے دیا ہو مثلاً واسطے تعمیر مساجد شیعہ و سنی کے اور یہ روپیہ اور اُس کی آمدنی اُسی کام میں خرچ ہوگی جس کے لیئے دیا گیا ہو *

ذکر کمیٹی کے لئے تعلیم

دلع ۵ — تعلیم مدرسۃ العلوم میں کمیٹی خزانۃ البضاعۃ کو کچھ مداخلت نہ ہوگی بلکہ اُس کے لیئے حسب تفصیل ذیل جداگانہ کمیٹیاں مقرر ہوں گی *

اول — کمیٹی تعلیم علوم دنیائی اور اُن مختلف زبانوں کی جو مدرسۃ العلوم میں تعلیم دی جائیگی اور یہ کمیٹی از نام مدیران تعلیم السنۃ مستفادہ اور علوم دنیویہ مقرر ہوگی اس کمیٹی کے مدیروں میں مسلمانوں کے ساتھ عیسائی اور یہودی اور ہندو بھی اگر ضرورت ہو تو مدیر ہوسکیں گے کیونکہ مختلف علوم اور مختلف السنۃ کی تعلیم اس کمیٹی سے متعلق ہوگی اور اس دنیوی علوم کی تعلیم کا اہتمام اور انتظام پتہ عام اس کمیٹی سے متعلق ہوگا *

دوم ۱ — کمیٹی تعلیم مذہبی اس کی دو شاخیں ہوں گی ایک شاخ از نام مدیران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت اور دوسری از نام مدیران تعلیم مذہب شیعہ الٹا مشرقی ماقب ہوگی اور اُن کمیٹیوں میں اُسی مذہب کے لوگوں کے سرا جس مذہب کی تعلیم کے لیئے وہ کمیٹی ہو دوسرے مذہب کا کوئی شخص مدیر نہ ہو سکیگا *

(۲) — کمیٹی مدیران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت کے مدیروں کا انتظام ابتدائی بھی کمیٹی خزانۃ البضاعۃ سے متعلق نہ ہوگا بلکہ وہ کمیٹی مدیران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت کے مقرر کرنے کی اُن یزروں سے جو اُس مذہب میں دینداری اور علم و نقل میں مشہور ہوں اور جن پر اُس مذہب کے

دوم — زر سرمایہ مذکورہ بالا کے حساب میں بھی مفصلہ ذیل تفصیل رکھنی ہوگی *

(الف) — وہ روپیہ ملحدہ جمع رہیگا جسکی نسبت دینے والوں نے یہ شرط لگائی ہو کہ سود میں نہ لگایا جائے بلکہ اُس سے جائداد غیر منقولہ خریدی جائے اور اس روپیہ کا کسی طرح سود میں لگایا اور پرامیسی ثروت خریدنا جائز نہ ہوگا *

(ب) — اُس روپیہ کا حساب جو دینے والے نے خاص بغرض تعلیم مذہبی دیا ہو ملحدہ رکھا جائیگا اور اُسکی آمدنی اُسی مذہب (یعنی شیعہ یا سنی مذہب) کی تعلیم میں صرف ہوگی جسکی تعلیم کے لیئے دینے والے نے روپیہ دیا ہو *

(ج) — جو روپیہ نہ عیسائیوں نے یا اور مذہب کے لوگوں نے اس شرط سے دیا ہو کہ اُس کی آمدنی علوم دنیائی کی تعلیم میں خرچ ہو اُسکا حساب جداگانہ رہیگا اور اُسکی آمدنی علوم دنیائی کی تعلیم میں صرف ہوگی کسی مذہبی تعلیم میں اُسکی آمدنی خرچ نہ ہوگی *

(د) — باقی روپیہ جو لوگوں نے بلا کسی شرط دیا ہو اُسکی آمدنی مذہبی اور دنیائی ہر قسم کی تعلیم میں جس میں ضرورت ہو خرچ ہوسکے گی *

(۴) — قبل شروع ہونے کسی قسم کی تعلیم کے اور نیز بعد شروع ہونے تعلیم کے اگر کسی خاص صیغہ کے سرمایہ کی آمدنی اُسکے اخراجات ضروری سے زیادہ ہو جائے تو ہر ایک قسم کے روپیہ کی آمدنی جسکی تفصیل اوپر بیان ہوئی اُسی مد میں بطور اصل سرمایہ جمع کردی جائیگی خزانۃ کمیٹی کی کارروائی کے ضروری اخراجات میں یا مدرسۃ العلوم اور اُس کے متعلق مکانات کی تعمیر میں یا مدرسۃ العلوم کے لیئے زمین خریدنے میں خرچ کی جائیگی کیونکہ یہ امور تعلیم مذہبی اور تعلیم دنیوی دونوں سے برابر متعلق ہیں مگر اُس روپیہ کی آمدنی جس کا ذکر مد (ج) میں ہو تعمیر مساجد میں ہرگز خرچ نہ کی جائیگی اور نیز اُس روپیہ کی آمدنی جو شیعوں نے خاص مذہبی تعلیم کے لیئے دیا ہو شیعوں کی مسجد کی تعمیر

(۲) — مذہبی تعلیم کے لیئے مدرسوں کا انتظام کرنا اور

مقرر کرنا وہ سب انہیں مذہبی کمیٹیوں سے متعلق

ہوگا دوسرے شخص کو یا کسی دوسری کمیٹی کو

اُس میں کچھ مداخلت نہ ہوگی *

صدر انجمن نے فرمایا کہ دعوات مذکورہ کی نسبت بھٹ کانپی

ہو چکی اور منجملہ سرستہ ممبروں کے چھٹن ممبروں کے پاس سے

رائس آگئیں جنہوں سے توبین ممبروں نے ان دعوات پر اتفاق رائے

کیا اور جو خفیف اصلاح لفظی ہوئی تھی وہ بھی ہو گئی پس اب اُن

کی نسبت تصفیہ کامل عمل میں آئے اور دعوات مذکورہ جیسے کہ قائم

ہوئی ہیں منظور کی جارہیں *

تمام ممبروں نے اس تھریک کی تائید کی اور دعوات مذکورہ بالا

معدہ اُن کی ضمنوں کے بطور قواعد متعلقہ سلسلہ تعلیم کے منظور

ہوئیں *

سکریٹری نے تھریک کی کہ اُن بزرگوں کے نام نامی ظاہر کیئے

جاریں جن سے ہر رجب تکرہ دو شہن دوم ذمہ ۵ قواعد کے جو ابھی

منظور ہوئے کمیٹی تعلیم مذہبی کے ممبر مقرر کرنے کی درخواست

کی جارہی چنانچہ کمیٹی نے بالاتفاق بزرگان منسلک ذیل کے نام ظاہر

کیئے *

جناب حاجی مولوی محمد قاسم صاحب ہائی مدرسہ عربیہ دیوبند *

جناب حاجی مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ عربیہ

دیوبند *

جناب حاجی مولوی سید امداد العالی خاں صاحب بہادر ڈپٹی کانکٹر

ملنگٹہ *

جناب حاجی مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر سب آرڈینیٹ جج

گورنپور *

جناب مولوی محمد علی صاحب رئیس پچھواریز تحصیلدار پٹاری

ضلع مراد آباد *

جناب مولوی مفتی محمد سعد اللہ صاحب قاضی القضاۃ ریاست رامپور *

جناب مولوی ارشد حسین صاحب رامپور *

جناب مولوی محمد احسن صاحب مدرس گورنمنٹ کالج بڑیانی *

جناب مولوی محمد سلطان حسن صاحب رئیس بڑیانی صدر امین *

جناب مولوی عبدالقادر صاحب رئیس بدایونی *

جناب مولوی حافظ محمد اسماعیل صاحب رئیس ملنگٹہ *

جناب مولوی محمد معین الدین صاحب مدرس مدرسہ عربیہ

مرزاپور *

لوگوں کو عامیتھوہ درخواست کریگی۔ جن بزرگوں سے

ایسی درخواست کرنے کا ارادہ ہو اُن بزرگوں کے ناموں

سے تمام اہل اسلام کو تین مہینہ تک بذریعہ اخبارات

کے اطلاع دیجاوے گی تاکہ ہر ایک ذی علم اور دیندار

مسلمان کو اسباب میں ہر قسم کی صلاح ٹیک دینے

کا موقع ملے بعد انقضاء ميعاد کے اُن سب تھریزوں

کے لحاظ سے جو اسباب میں آئی ہوں وہ لوگ جن سے

مذہب اہل سنت و جماعت کی مذہبی تعلیم کی

کمیٹی کے مقرر کرنے کی درخواست کی جارہی گی

قرار دینے جارہے اور یہ بھی کمیٹی کو اختیار

دہے گا کہ انہیں بزرگوں میں سے کسی ایک بزرگ

کو مہتمم اُن سب امور کا قرار دیکر اُس بزرگ سے

درخواست کرے کہ بزرگان مذکورہ بالا سے خط و کتابت

کرو کر کثرت رائے سے مذہبی کمیٹی مقرر فرماوے

جس کے ممبروں کی تعداد بارے سے کم نہو اور یہ تمام

اصل خط کتابت جو اسباب میں آئے ہوں ہر کمیٹی

خزانۃ البضاعۃ کے دفتر میں رہنے کے واسطے بھیجی

جاوے اس طرح جو جو بزرگ مذہبی کمیٹیوں کے ممبر

مقرر ہونگے وہ لیف ممبر ہونگے یعنی اُنکی معزلی کا

بجائے اُس حالت کے کہ وہ استفادہ دیں یا اپنا مذہب

تبدیل کر دیں یا کسی ایسے جرم میں جسکی تصحیل

قواعد کارروائی کی دفعہ ۱۲ میں ہی سزا دی ہو

کسیکو اختیار نہ ہوگا اور جب کوئی مہدہ اُس کمیٹی

کی ممبری کا خالی ہوگا تو ممبران باقی ماندہ کسی

دوسرے شخص کو اُسکی جگہ مقرر کرینگے شیعہ

مذہب کی تعلیم مذہب کی کمیٹی کا تقرر کمیٹی

خزانۃ البضاعۃ کے شیعہ ممبروں کے اختیار میں چھوڑا

جاوے کہ وہ لوگ آپس میں صلاح کر کر جس طرح

مناصب سمجھیں اپنے مذہب کی تعلیم کے لیئے

مذہبی کمیٹی مقرر کریں *

(۳) — اگر اُس وریدہ کی جو خاص مذہبی تعلیم کے لیئے

دیا گیا ہو اسقدر آمدنی ہو جارہے جو مذہبی تعلیم

کے اخراجات کے لیئے کافی ہو اور مذہبی کمیٹیوں

کے ممبر بہم چاہیں کہ مذہبی تعلیم قبل شروع ہونے

دیگر اقدام کی تعلیم کے جاری ہو جارہے تو اُنکو

ایسا کرنے کا اختیار حاصل ہوگا *

نمبر ۱۸۷

حدیث تشبیہ

(من تشبیہ بقوم کو شیخہ حدیث نہیں کہتے)

یہ بھٹ تہذیب الاخلاق میں چھپ چکی تھ من تشبیہ بقوم
نہو منہم حدیث نہیں ہی مگر ارک اسکو بھی سید احمد خاں بہادر
کی خود رائی پر موصول کرتے تھے اندرس یہ ہی کہ شیعہ سنی
سب یہی کہتے تھے کہ سید احمد خاں بہادر نے خود رائی کی اور یہ
نقوہ حدیث ہی — معاذ اللہ لوگ اس نقوہ کو جو نہیں معلوم کس
حالت میں بنایا گیا تھا اس کا نام پاک قرار دیتے تھے جسکی شان
میں ماینتق من ہوا نازل ہی مگر خیر دیر آمد درس آمد شیعہ
تو ہٹو در توبہ بازاست اپنی غلطی سے معترف ہو جا رہے توبہ توبہ
معترف ہو گئے کیونکہ انکے مجتہد نے بتا دیا کہ سید احمد خاں بہادر
سچ کہتے تھے ہماری یہاں کی کتابوں میں بھی ہیکو احادیث میں
یہ نقوہ نہیں دکھائی دیا گو حدیث سے ملتا ہوا ہی شیعوں یعنی
ہم لوگوں کے بڑے حکمرانوں کا مقام ہی کہ یہ چھوڑا جلد صک گیا
اور کسی نئے روٹھنے والے نے نہیں مای کیا بلکہ لکھتے کہ اس مقدس
مجتہد جی نے مای کیا چنکا اجتہاد مسئلہ ہی ہم اس واسطے کہ
یہ ہمارا بیان غلط نہ سمجھا جائے سوال نمبر ۳۱۲ جامع المسائل
شیعہ اخبار الاخبار لکھنؤ مطبوعہ ۲۳ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۱ ہجری کا
انتخاب بھی درج کرتے ہیں *

انتخاب از سوال نمبر ۳۱۲ جامع المسائل

من تشبیہ بقوم نہو منہم حدیث از منقولات باللفظ است یا بالمعنی

جواب

و در کدام کدام کتاب حدیث نوشته جملہ مسطورہ مستنبط از احادیث
است و حدیثی پائیں عبارت یقیناً بنظر غلطی کا حال نہ آدہ
ہوا عالم *

رأسم

سید اقبال علی

وکیل پرتاب گدہ

جناب مولوی محمد سکور صاحب رئیس مچھلی شہر ضلع جونپور *
جناب مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب سپارڈینٹک جم علیگڈہ *
جناب حاجی محمد ممتاز علی خاں صاحب رئیس میرٹھہ *
جناب مولوی جعفر حسین صاحب رئیس جونپور وکیل ہائی کورٹ *
جناب مولوی سید فرید الدین احمد صاحب رئیس کڑا وکیل
ہائی کورٹ *

جناب مولوی محمد کرم صاحب رئیس محمد آباد شاخ اعظم گڈہ
ڈپٹی کلنٹر بہادر مراد آباد *

جناب قواب حاجی محمد محمود علی خاں صاحب بہادر رئیس
چھتاری ضلع علیگڈہ *

جناب محمد عید الشکور خاں صاحب رئیس بھیکم پور ضلع
علیگڈہ *

کمٹی نے یہ بھی اپنی رائے ظاہر کی کہ بعد تبدیل ہونے شایعہ
مندرجہ ذیل مذکورہ کے جناب مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب
بہادر کو تمام اہتمام تقرر کمیٹی تعلیم مذہبی کا حسب مواد ذیل
مذکورہ کے سپرد کیا جاوے *

سکوتی نے اطلاع کی کہ کمیٹی کی جملہ روندادیں بنظر تصفیہ
اعراض چھپ کر ممبروں کی خدمت میں اب تکرار نہ نہیں ہوئیں
بلکہ جو خاص امر صلح طلب ہوتا ہی اسی کی نسبت رائے پر چھی
جاتی ہی مگر بعض معزز و قابل ادب ممبروں نے اس طریقہ سے
اپنی کمال ناراضی ظاہر کی ہی پس اجازت ہو کہ آئندہ سے ہر ایک
رونداد چھاپہ ہو کر بطور معمول کے ممبران کی خدمت میں موصول
ہوا کرے *

کمٹی نے اس اور کو بالاتفاق منظور کیا اور اجازت دی اور
تقریر کی کہ بلا شیعہ تمام حالات جزو و نل سے ممبران کو مطلع کرنا
ضروریات سے ہی *

بعد اس کے شکریہ صدر انجمن کا ادا کیا گیا و مجلس برعاست
ہوئی *

دستخط

سید احمد خاں بہادر سی ایس آئی

سکوتی کمیٹی خزائنہ البصافہ

غلطنامہ

انسوس کہ تہذیب الاخلاق میں اس سبب سے کہ ہمارے دور پہنچا
ہی اور ہم اسکا پورے نہیں دیکھ سکتے انٹر غلطیاں چاہتی
ہیں اور ہمارے احباب مخالف کو وہ غلطیاں اعتراضات کرنے کو
نعمت غیر مقررہ مل جاتی ہیں تتمہ تفسیر السموات جو حال میں
چھپا اُس میں بھی متعدد غلطیاں ہیں جنکو پڑھنے والا سمجھ سکتا
ہی مگر مفصلہ ذیل مقاموں میں ایسی غلطیاں ہیں کہ مطلب نہیں
سمجھا جاتا انکا غلطنامہ چھاپتے ہیں *

صفحہ

خطا

۱۰۸	۱	۲۹	۱	ہر ایک مکان کے دورے پر	ہر ایک کے مکان دورے پر
۱۰۸	۲	۲۸	۲	کیونکہ اُنکے نزدیک کسی ایک	کیونکہ اُنکے نزدیک کسی ایک
۱۰۹	۲	۱۳	۲	یعنی معارضہ	یعنی معارضہ
۱۱۰	۱	۳۰	۱	پہنچے	پہنچے

راتم

سید احمد

اشتہار

کتب مفصلہ ذیل واسطے فروخت کے ہمارے
پاس موجود ہیں اور محصول تاک کا علاوہ
اُس قیمت کے ہی جس صاحب کو خریدنی

منظور ہوں وہ خرید فرماویں

وہ کتابیں جن کی قیمت مدرسۃ العلوم مسلمانان کی
کمیتی میں جمع ہوگی *
کتاب جان دیون پورت متضمن حمایت اسلام ہزبان
انگریزی قیمت فی جلد ...
کتاب حمایت اسلام ترجمہ کتاب گڈنری ہیگنس
متضمن جواب اعتراضات عیسائیان ہزبان اردو
قیمت فی جلد ...

کتاب خطبات احمدیہ مولفہ سید احمد خاں

ہزبان انگریزی قیمت فی جلد ...
اگر کوئی غریب مسلمان انگریزی خواں خطبات
احمدیہ کو خاص اپنے پڑھنے کے لیے چاہے تو
اُس کو نصف قیمت پر ملجائیگی *

کتاب مباحثہ مذہبی ہادی ہندو صاحب و ڈاکٹر

وزیر خاں و مولوی رحمت اللہ صاحب ہزبان

اردو قیمت فی جلد ...

حصہ اول تاریخ ہندوستان زمانہ ہندوان مولفہ

منشی محمد ذکرا اللہ صاحب ہزبان اردو قیمت

فی جلد ...

وہ کتابیں جن کی قیمت کہہتی خواستگار ترقی

تعلیم مسلمانان میں جمع ہوگی *

کتاب رپورٹ سلپکٹ کمیتی اردو و انگریزی معہ

خلاصہ رسالہ ہمارے موصوفہ کمیٹی قیمت فی جلد ...

وہ کتابیں جنکی قیمت دوسری کمیتی مسلمانان

میں جمع ہوگی —

جواب کتاب ڈاکٹر ہنتر صاحب مولفہ سید احمد

خاں ہزبان انگریزی قیمت فی جلد ...

اسباب بغاوت ہندوستان مولفہ سید احمد خاں

ہزبان انگریزی قیمت فی جلد ...

تہذیب الاخلاق من ابتداء شوال سنہ ۱۲۸۹

ہجری لغایت سنہ ۱۲۸۸ ہجری قیمت ...

تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۲۸۹ ہجری قیمت ...

تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۲۹۰ ہجری قیمت ...

دستخط

سید احمد خاں

سکرتری

کمیتی ہمارے مذکورہ

ہم مقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۰]

یکم شعبان سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی

[جلد پنجم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مقصود اس پرچہ میں مندرج ہونے کے ليئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور ترغیث کے منایہ فرماتا ہو تو سید احمد خان صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جارے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جارے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہی اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہی اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہی * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارعام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی جائز نہیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہیگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہی اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے ليئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہی کہ اگر چاہیں تو اُس کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر دیکھا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ متعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ چار آنہ مہہ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۸۸

نہایت

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولكن

رسول اللہ و خاتم النبیین

مکرمی میری سمجھ تو سب سے نوالی ہی میں تو جناب رسول خدا صلم کو خاتم النبیین جانتا ہوں بوجہ ختم نبوت یا رسالت کے اور ایسے خاتم کو تاخیر زمانی اور انضامیت دونوں لازم ہیں * اسکی ایسی مثال ہی کہ ایک بادشاہ نے بہت سی نعمتیں اپنی جنگلی اور وحشی رعیت کے تقسیم کرچکی تھیں ہوں اور یہ تھوڑا ہو کہ جوں جوں ان وحشیوں کو عقل و تدبیر آتی جاوے گی وہیں وہیں عہدہ نعمتیں اُن میں تقسیم ہوتی جاویں گی پس ضرور ہوگا کہ جو نعمتیں اُنکو اول دیجائیں گے وہی نفسہ رک اچھی اور عمدہ ہوں مگر اُسکے بعد کی نعمتیں یقینی طور سے اچھی ہونگی یہاں تک کہ سب سے اخیر جو نعمت دی جاوے وہ سب سے اچھی ہوگی *

اب فرض کرو کہ اُس بادشاہ نے اُن نعمتوں کے تقسیم کرنے والے پترتیب مقرر کیئے ہر ایک نے اپنی باری میں مطابق عقل اور تدبیر اُن وحشیوں کے نعمتیں دینی شروع کیں اور اسطرح درجہ بدرجہ نعمتیں تقسیم ہوتی رہیں یہاں تک کہ اخیر نعمت رک گئی اور سب سے اخیر بانٹنے والا جو تھا اُسکی باری آئی اُس وقت وہ لوگ بھی اُس نعمت کے لینے کے قابل ہوگئے تھے وہ اخیر بانٹنے والا آیا اور اخیر نعمت بانٹ گیا پس وہ خاتم القامین ہی تھے اس وجہ سے کہ وہ اخیر زمانہ میں آیا اور تھے اس وجہ سے کہ اُس کے بعد کوئی بانٹنے نہیں آئیگا کیونکہ یہ دونوں باتیں تو خاتمیت کے لوازم سے ہیں بلکہ دراصل وہ اس وجہ سے خاتم ہی کہ وہ خاتم نعمت ہی و ہر خاتم لائق خدمت القہۃ بقسمہ اور جبکہ وہ نعمت اخیر سب سے عمدہ و افضل تھی تو اس خاتم کا بھی سب سے افضل ہونا لازم ہی اور چونکہ تدریج زمانی بھی اُسکو لازم تھی اسلیئے اُس خاتم کو تاخیر زمانی بھی لازم ہی *

یعنی یہی مثال نبوت کی ہی دین اللہ کا نعمت ہی اور بندوں میں تقسیم کرنے والے انبیاء علیہم السلام ہیں انبیاء سابقین مناسب حال امت سابقہ کے وہ نعمت تقسیم کرتے آئے یہاں تک کہ جسکی' اخیر دہہ باری تھی اور اخیر نعمت ہوتی رہی تھی اور اُسکی تقسیم کا زمانہ بھی آ گیا تھا وہ آیا اور وہ نعمت دے گیا وہ نعمت ختم ہوگئی

رسالت اور نبوت بھی ختم ہوگئی اور خود اُس نعمت کے مالک نے ہمارے کو کہدیا ”الیزم انکما لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیلا“ پس تمدد خاتم کسی معنی پر او مستمع بالذات ہی اور شریعت من حیث الذات اور من حیث المراد دو ٹوں مستمع ہیں اثر ابن عباس کی صحت کا میں قائل نہیں ہوں جبکہ رسالت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عام تھی تو خاتمیت بھی بمعنی مذکور عام تھی * ہاں فیض الہی کبھی ختم نہیں ہونے کا بقول حافظ شیراز علیہ الرحمہ

فیض روح القدس ارباب مدد فرماید

دیگران ہم بکنند آنچه مسیہا میگرد

مگر سب اُسی کو گائیگے ہمارے پیدا تھا کئے صام جیسکی انبیاء بنی اسرائیل میں بہت سے ایسے تھے گذرے جو اپنے پہلے نبی کے دین کو قائم کرتے رہے پس ہمارے میں کی امت میں بھی بہت سے ایسے گذرے اور گذریگے جو دین معصومی کی حقیقت قائم کیا کریں گے اور مجدد کلاویں گے اور اگر اُنکو کانز تھا نیئے اور کھا کریں گے بھائی یہ باتیں کتابیں پڑھنے سے حل نہیں ہوتیں معصوم علی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کا نور تو تب اس مرحلہ کو طے کرے و تدارکت من اللہ تعالیٰ نور من انوار المعصوم صام والہ علی ما نقل رکب *

بھائی تم سمجھو کہ ہر ایک کو اپنے پیا سے جلدی راہیں ہوتی ہیں کوئی اُسکی باتوں ہی پر مورتا ہی کوئی اُسکی جتنوں پر ہی لوٹتا ہی کوئی اُسکی ادا کا دیرانہ ہی کوئی پہاڑ کی چوٹی پر سایہ دار سبزیں میں اپنے دل کا درتارہ بچا کر دے گراہا ہی —

ز نرق تا بدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل میکشد کجا اینجا امدا

پس جو شخص کہ اپنے تئیں امت معصومی کہتا ہی اور تصدیق کرتا ہی معصوم رسول اللہ کی تو یقینی تمام بزرگوں کا آنحضرت صلم میں اقرار کرتا ہی پھر کیونکر خیال ہو سکتا ہی کہ اُس کے کسی کلام سے گور نہ رہا وہ طیفہ میں خاتم کا ہونا ہی ہو ثمان بن نیا جاسکتا ہی وہ بھی دیرانہ ہی مگر ایک ادا ہو ہم بھی دیرانے ہیں مگر اُس کی سب اداؤں پر — جو لوگ مسلمان ہیں اور یزید ہیں اور علماء میں سے ہیں اور ہمارے نظر میں جنکی کفش برداری کے بھی ہم لائق نہیں اُن پر بد ظنی نہیں چاہئے بھائی اگر رہی کانز ہوں تو کیا ہم تم مسلمان ہونے — کبریت کامة تفرج من افراعم — والسلام علی من اتبع الهدی *

خاکسار

جید احمد

۱۱ — خلق السموات والارض بالحق تعالیٰ مما یشرون — النحل
ایہ ۳ *

ترجمہ — پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو جیسا چاہیئے اُسکی
ذات بلند ہی اُس سے کہ اُس کا شریک ٹہراتے ہیں *
۱۲ — خلق اللہ السموات والارض بالحق ان فی ذالک لآیۃ لمرئین
— النحل آیت ۳۳ *

ترجمہ — پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو جیسا چاہیئے
بیشک اس میں ایک دلیل ہی نیک دل راہوں کو *
۱۳ — و خلق اللہ السموات والارض بالحق — البقرہ آیت ۲۱ *
ترجمہ — اور پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو جیسا
چاہیئے *

۱۴ — الحمد للہ الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمات والنور
الانعام آیت ۱ *

ترجمہ — خدا ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں جس نے پیدا
کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور پیدا کیا اندھیرے
کو اور اُجالے کو *

۱۵ و ۱۶ — ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض — الاعراف
آیت ۵۲ — یونس آیت ۳ *

ترجمہ — بیشک تمہارا پروردگار اللہ ہی جس نے پیدا کیا
آسمانوں کو اور زمین کو *

۱۷ — و ہر الذی خلق السموات والارض فی سبۃ ایام رکان عرشہ
علی الام — ہود آیت ۹ *

ترجمہ — اور وہ ہی جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور
زمین کو چھ دن میں اور تھا نصف اُس کا پانی ہو *

۱۸ — و لقد خلقنا السموات والارض و ما بینہما فی سبۃ ایام — الن
آیت ۳۷ *

ترجمہ — البتہ پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور
جو کچھ اُن میں ہی چھ دن میں *

۱۹ و ۲۰ — الذی خلق السموات والارض — ابراہیم آیت ۳۷
— الفرقان آیت ۶۰ *

ترجمہ — جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو *
۲۱ و ۲۲ — خلق السموات والارض — الزمر آیت ۷ — الاحقاف
آیت ۳۲ *

ترجمہ — پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو *
۲۳ — لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس — المؤمن
آیت ۹ *

ترجمہ — البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا بڑا ہی
آدمیوں کے پیدا کرنے سے *

تہذیب الاخلاق

قسم چہارم

وہ آیتیں جن میں الفاظ سموات کا بصریہ جمع فقارے محیط پر
بلفظ اُس کے انقسام کے ابعاد متعدد میں اطلاق ہوا ہی *

۱ — ہر الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استوی الی السماء
نورین سبع سموات — البقرہ آیت ۲۷ *

ترجمہ — وہ ہی جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ
زمین میں ہی سب کا سب اور پیدا کیا بلندی کو تو
درست کیئے سات یعنی متعدد آسمان *

۲ و ۳ — ثم استوی الی السماء وہی دخان فقال لها و للارض ائتیا
عارفاً او کرہا قالتا اتینا طائعتین فقضی عن سبع سموات فی
یومین و ارجی فی ذلک سماء امرها — فصلت آیت
۱۱ و ۱۲ *

ترجمہ — اور پیدا کیا بلندی کو اور وہ دھواں دھار یعنی تاریک
تھی پھر کہا اُس کو اور زمین کو حکم مانو خوشی
سے خواہ نا خوشی سے درجنوں نے کہا ہم نے حکم مانا
خوشی سے پھر کر دیئے سات یا متعدد آسمان در دن
میں اور خاندیا ہر آسمان میں اُس کا کام *

۴ — ثم یزیرا من خلق الارض والسموات اعلیٰ — ص آیت ۳ *
ترجمہ — بویجا ہی اُس شخص نے جس نے بنائی زمین اور
آسمان اونچے *

۵ — امن خلق السموات والارض — النمل آیت ۶۱ *

ترجمہ — بھلا کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو *

۶ — و ہر الذی خلق السموات والارض بالحق — الانعام آیت ۷۴ *
ترجمہ — وہ ہی جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو
جیسا چاہیئے *

۷ — خلق السموات والارض بالحق — التغابن آیت ۳ *

ترجمہ — پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو جیسا چاہیئے *

۸ — ام تران اللہ خلق السموات والارض بالحق — ابراہیم
آیت ۲۲ *

ترجمہ — کیا تو نے نہیں دیکھا کہ پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو
اور زمین کو جیسا چاہیئے *

۹ و ۱۰ — و ما خلقنا السموات والارض و ما بینہما الا بالحق —
التھور آیت ۸۵ — الاحقاف آیت ۲ *

ترجمہ — اور تو نے نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور
جو کچھ کہ اُن کے پیچ میں ہی مگر جیسا چاہیئے *

- ۲۴ — فی خلق السموات والارض — البقرة آیت ۱۵۹ —
آل عمران آیت ۱۸۷ و ۱۸۸ *
- ترجمہ — پیچ پیدا کرنے آسمانوں کے اور زمین کے *
- ۲۷ — یوم خلق السموات والارض — التوبة آیت ۳۶ *
- ترجمہ — جس دن پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو *
- ۲۸ — ازل لم یزل ان الله الذي خلق السموات والارض قادر على ان يخلق مثلهما — اسرائیل آیت ۱۰۱ *
- ترجمہ — کیا نہیں دیکھا تمہے کہ جس اللہ نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو طاقت رکھتا ہی اس بات پر کہ پیدا کرے اُن کی مانند *
- ۲۹ — ما اشد توبم خلق السموات والارض — الکہف آیت ۲۹ *
- ترجمہ — میں نے توبہ کیا تھا اُن کو جو توبہ پیدا کرنے آسمانوں کے اور زمین کے *
- ۳۰ — الخافضات آیت ۶۱ — لعل ان آیت ۲۳ — الزمر آیت ۷ —
الزخرف آیت ۸ *
- ترجمہ — اگر تو ترجمہ اُن سے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو *
- ۳۱ — خلق الله السموات والارض — الزمر آیت ۷ *
- ترجمہ — اللہ نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو *
- ۳۵ — هوانی خلق السموات والارض في ستة ايام — الحديد آیت ۵ *
- ترجمہ — وہ وہی جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں *
- ۳۶ — الله الذي خلق السموات والارض وما بينهما — السجدة آیت ۳ *
- ترجمہ — اللہ وہاں جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ کہ اُن میں ہی *
- ۳۷ — ام خلت السموات والارض بل يرقون — الطور آیت ۳۶ *
- ترجمہ — کیا اُنہوں نے پیدا کیا ہی آسمانوں کو اور زمین کو — نہیں — اور اِمان نہیں لاتے *
- ۳۸ — اویس النبي خلق السموات والارض — يس آیت ۸۱ *
- ترجمہ — کیا نہیں ہی وہ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو *
- ۳۹ — خلق السموات بخير عمد تزينها — انعام آیت ۹ *
- ترجمہ — پیدا کیا آسمانوں کو بخیر ستروں کے کہ دیکھو تم اُسکو *
- ۴۰ — رفع السموات بخير عمد تزينها — رعد آیت ۲ *
- ترجمہ — بلند کیا آسمانوں کو بخیر ستروں کے کہ دیکھو تم اُس کو *
- ۴۱ و ۴۲ — ومن آياته خلق السموات والارض — الشورى آیت ۴۸ — الزمر آیت ۲۱ *
- ترجمہ — اور اُس کی نشانیوں میں سے ہی پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا *
- ۴۳ — وما خلقنا السموات والارض وما بينهما الا ميّين — الدخان آیت ۳۸ *
- ترجمہ — اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ کہ اُن کے بیچ میں ہی کہ لڑی میں *
- ۴۴ — الله الذي خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن — الطلاق آیت ۱۲ *
- ترجمہ — اللہ وہاں جس نے پیدا کیا سات یا متعدد آسمانوں کو اور زمین کو بھی اُن کی مانند یعنی متعدد *
- ۴۵ و ۴۶ — الم تر كيف خلق الله سبع سموات طياتاً و جعل القمر فيهن نوراً و جعل الشمس سراجاً — نوح آیت ۱۵ و ۱۶ *
- ترجمہ — کیا تمہے نہیں دیکھا کہ کس طرح پیدا کیا اللہ نے سات یا متعدد آسمانوں کو تلے اور پر اور کیا اُن میں چاند کو نور اور کیا سورج کو روش چراغ *
- ۴۷ — ان الذي خلق سبع سموات طياتاً — الملک آیت ۳ *
- ترجمہ — جس نے پیدا کیا سات یا متعدد آسمانوں کو تلے اور پر *
- ۴۸ و ۴۹ — رب السموات والارض وما بينهما ان كنتم مومنين — الدخان آیت ۶ — الشعراء آیت ۲۳ *
- ترجمہ — پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا اور اُس سب کا جو اُن میں ہی اگر تم یقین کرتے والہ ہو *
- ۵۰ — قل من رب السموات والارض — الروم آیت ۱۷ *
- ترجمہ — بوجہ کون ہی پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا *
- ۵۱ — رب السموات والارض — اسرائیل آیت ۱۰۲ *
- الکہف آیت ۱۳ — مزیم آیت ۶۶ *
- ترجمہ — پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا *
- ۵۲ — ربکم رب السموات والارض الذي نظروا — الانبياء آیت ۵۷ *
- ترجمہ — تمہارا پروردگار وہی آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہی جس نے پیدا کیا اُس کو *

۵۵ — قل من رب السموات السبع ورب العرش العظيم — المؤمنون
آیت ۸۸ *

ترجمہ — جو کہہ کرے کہ ہی پروردگار سات یا متعدد آسمانوں کا
اور پروردگار اُس بڑے تخت کا معنی اُس بڑی
بادشاہت کا *

۵۶ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
و ۴۵۲، ۲۸۳ — آل عمران آیت ۲۷ و ۱۰۵ و ۱۲۳ —

۵۷ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا
ترجمہ — پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا اور اُس سب کا جو
اُن میں ہی *

۵۸ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا

۱۰ — سبحان رب السموات والارض رب العرش عما یصفون — الزمر
آیت ۸۲ *

۵۹ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا

ترجمہ — ہاں ہی پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا پروردگار
عرش کا اُن باتوں سے جو اُس کو لگاتے ہیں *

۶۰ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا

۶۱ — قل لا یعبد رب السموات و رب الارض رب العالمین — الحجۃ
آیت ۳۵ *

۶۲ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا

ترجمہ — اللہ ہی کے لیئے سب تعریفیں ہیں جو پروردگار ہی
آسمانوں کا اور پروردگار ہی زمین کا پروردگار ہی سارے
جہان کا *

۶۳ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا

۶۴ — ولله ملک السموات والارض و ما بینہما — المؤمنون آیت ۲۱
ترجمہ — اور اللہ ہی کے لیئے ہی بادشاہت آسمانوں کی اور
زمین کی اور اُس سب کی جو اُن میں ہی *

۶۵ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا

۶۶ — لله ملک السموات والارض و ما بینہما — المؤمنون آیت ۲۱
ترجمہ — اللہ ہی کے لیئے ہی بادشاہت آسمانوں کی اور زمین
کی اور اُس سب کی جو اُن میں ہی *

۶۷ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا

۶۸ — اولم یظنوا انی ملکوت السموات و الارض — الاعراف
آیت ۱۸۳ *

۶۹ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا

ترجمہ — کیا غور نہیں کی انہوں نے آسمانوں کی اور زمین کی
بادشاہت میں *

۷۰ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا

۷۱ — و کذاب نری ابراهیم ملکوت السموات و الارض — الانعام
آیت ۷۵ *

۷۲ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا

ترجمہ — اور اسطرح دکھلائی ہم ابراہیم کو بادشاہت آسمانوں
کی اور زمین کی *

۷۳ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا

۷۴ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا

۷۵ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا

۷۶ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا

۷۷ — انما یأمن بالذین امنوا و ما یؤتیہما — المؤمنون
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — المؤمنون آیت ۶ — انما یأمن بالذین امنوا

۱۷۰ — و کم من ملک فی السموات لا تغنی شفاعتہم شیئاً — النجم
آیت ۲۶ *

ترجمہ — بہت سے فرشتے ہیں آسمانوں میں کام نہیں آتی
اُن کی سفارش *

۱۷۱ — یرم تبدل الارض غیر الارض والسموات — ابراہیم آیت ۴۹
ترجمہ — جس دن کہ بدل دی جاوے گی زمین زمین کے سوا
(یعنی اور کسی چیز سے) اور بدل دیئے جاویں
آسمان *

۱۷۲ — یا ہامان ابن لی صرحاً لعلی ابانغ لاسیاب اسباب السموات فاطاع
الی اللہ صوی و انی لاطنہ کاذباً — النور آیت ۳۹ *

ترجمہ — اے ہامان بن لی صریحاً لعلی ابانغ لاسیاب اسباب السموات فاطاع
الی اللہ صوی و انی لاطنہ کاذباً — النور آیت ۳۹
ترجمہ — اے ہامان بن لی صریحاً لعلی ابانغ لاسیاب اسباب السموات فاطاع
الی اللہ صوی و انی لاطنہ کاذباً — النور آیت ۳۹
ترجمہ — اے ہامان بن لی صریحاً لعلی ابانغ لاسیاب اسباب السموات فاطاع
الی اللہ صوی و انی لاطنہ کاذباً — النور آیت ۳۹

۱۷۳ — اررئی ماذا خلقوا من الارض ام لهم شرک فی السموات —
الانعام آیت ۳ *

ترجمہ — دیکھو تو مجھکو اُنہوں نے کیا پیدا کیا ہے زمین
میں یا کچھ اُن کو ساجھا ہے آسمانوں میں *

۱۷۴ و ۱۷۵ — یدعی السموات والارض — البقرہ آیت ۱۱۱
الانعام آیت ۱۰۱ *

ترجمہ — بخیر فہوتے کے بنائے والا آسمانوں کا اور زمین کا *

۱۷۶ لغایت ۱۸۱ — فاطر السموات والارض — الانعام آیت ۱۲
یوسف آیت ۱۰۲ — الملائکہ آیت ۱ — ابراہیم آیت ۱۱

الزمر آیت ۲۷ — الشوری آیت ۹
ترجمہ — بنائے والا آسمانوں کا اور زمین کا *

۱۸۲ — فطر السموات والارض — الانعام آیت ۷۳
ترجمہ — بنایا آسمانوں کو اور زمین کو *

۱۸۳ — اوام یواذین نفروا ان السموات والارض کانتا رتقاً ففتقنہما
الانبیاء آیت ۳۱ *

ترجمہ — شاہ ولی اللہ صاحب نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح
لکھا ہے — ایا تدیدت کافران کہ آسمان ۱۵ و زمین ہستہ

یودند پس را کردیم ایں ہا را
اور حاشیہ پر یہ عبارت لکھی ہے — را کردن آسمان ہا نازل

کردن مطارسات و را کردن زمین رویانیدن گیاه از دے
اور شاہ عبدالقادر صاحب نے اسکا ترجمہ یہ لکھا ہے — اور کیا

نہیں دیکھا ان منکروں نے کہ آسمان اور زمین مرفقہ ہند تھے پھر
ہوئے اُنکر ٹکڑا *

۱۵۱ — و جنت عرضها السموات والارض — آل عمران آیت ۱۲۷
ترجمہ — جنت جس کا پھیلاؤ ہے آسمان اور زمین *

۱۵۲ و ۱۵۳ — ما دامت السموات والارض — ہود آیت ۱۰۹
و ۱۱۰ *

ترجمہ — جب تک رہیں آسمان اور رہے زمین
۱۵۴ — تسبیح لہ السموات السبع والارض و من فیہن — احوالیک
آیت ۳۶ *

ترجمہ — پانچویں سے تھک کرتے ہیں اُس کو ساتوں آسمان اور
زمین *

۱۵۵ و ۱۵۶ — ان اللہ یعام فیہا السموات والارض — الملائکہ آیت ۳۶
الفتح آیت ۱۸ *

ترجمہ — البتہ اللہ جانتا ہے چھٹی چیزیں آسمانوں کی اور
زمین کی *

۱۵۷ — انی اعلم غیب السموات والارض — البقرہ آیت ۳۱
ترجمہ — البتہ میں جانتا ہوں چھٹی چیزیں آسمانوں کی اور
زمین کی *

۱۵۸ لغایت ۱۶۰ — و اللہ غیب السموات والارض — النحل آیت
۷۹ — النہل آیت ۲۵ — ہود آیت ۹ *

ترجمہ — اور اللہ کے لیئے ہے چھٹی چیزیں آسمانوں کی اور
زمین کی *

۱۶۱ و ۱۶۲ — و اللہ میراث السموات والارض — آل عمران آیت
۱۷۱ — الحديد آیت ۱۰ *

ترجمہ — اور اللہ وارث ہے آسمانوں کا اور زمین کا *

۱۶۳ — واللہ خزائن السموات والارض — المائدہ آیت ۷
ترجمہ — اور اللہ کے لیئے ہیں خزانے آسمانوں کے اور
زمین کے *

۱۶۴ و ۱۶۵ — مقالید السموات والارض — الزمر آیت ۶۳
الشوری آیت ۱۰ *

ترجمہ — کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی *

۱۶۶ و ۱۶۷ — واللہ جنود السموات والارض — الفتح آیت ۲ و ۷
ترجمہ — اور اللہ کے لیئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے *

۱۶۸ — اللہ نور السموات والارض — النور آیت ۳۵
ترجمہ — اللہ ہی نور آسمانوں کا اور زمین کا *

۱۶۹ — الا یسجدوا للہ الذی یخرج الغیب فی السموات والارض
النمل آیت ۲۵ *

ترجمہ — کیوں نہ سجدہ کریں اللہ کو جو نکالتا ہے چھٹی
چیز آسمانوں میں اور زمین میں *

اس آیت کے بعد کی آیتوں میں خدا فرماتا ہے — مائیں فی خلق الرحمن من تفاوت — یعنی تر نہیں دیکھنے کا خدا کے پیدا کرنے میں کچھ فرق — پھر خدا فرماتا ہے — نارجح البصر هل ترى من فطور — یعنی پھر پور اپنی نگاہ کو کہیں تبھکر دکھائی دیتی ہے کچھ خراب — پھر خدا فرماتا ہے — ثم ارجع البصر كرتين انقلاب اليك البصر خاسئاً و هو حسير — یعنی پھر پھر اپنی نگاہ کو دو بار الٹ آؤ گی تیرے پاس تیری نگاہ عاجز ہو کر اور تھک کر *

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اسمائوں کے پیدا کرنا خدا نے پہلی آیت میں کیا ہے وہ ایسی چیز ہیں کہ انسان اُسکو دیکھ سکتے ہیں لیکن سب اسماء سے کوئی سے اسماء مراد او خرافہ جسم خرافہ مہل سیر کواکب مہر و دکھائی نہیں دیتے پس خدا کا یہ کہ فرماتا کہ اُنکو دیکھو اور پھر نگاہ دوڑ اور پھر نگاہ پڑ کر دیکھو معش لغز اور بے سود ہوتا *

”نارجح البصر“ سے یہی آؤ کہ ”نگاہ مراد ہے نہ کوئی درجہ چیز چنانچہ امام صاحب بھی تفسیر میں لکھتے ہیں — فلا معنی ثم ارجع البصر مرة ارجع البصر یعنی اس آیت میں نظر کے پھیرنا حکم ہے *

تعجب یہ ہے کہ امام صاحب بھی سمجھتے ہیں کہ یہ اسماء جہتاً ذکر اس آیت میں ہی مفسوس ہونے چاہئیں اور ارقام فرماتے ہیں کہ ”ان الحسن دل علی ان هذه السموات السبع اجسام متفرقة علی وجہ الاحکام والافان“ مگر یہ نہیں بتاتا کہ کیونکو جس آنکھ اجسام ہونے پر دلائل کوئی ہے حالانکہ وہ تو مفسوس نہیں ہیں *

پس ضرور ہے کہ اس جگہ اسماء سے وہ چیزیں مراد ہوں جو مرنی اور مفسوس ہیں اور ہر کوئی اُنکو دیکھتا ہے تاہ اُنکے پیدا کرنے کی دلیل سے خدا کی عظمت اور اُس کی خالقیت ثابت کی جاوے اور جہت اسماء درحقیقت مہل سیر کواکب ہیں تو ہمزائے ظرف کے ہیں اور کواکب ہمزائے مضاف کے پس اسماء پر اسماء سے مجازاً کواکب مراد ہیں — بولا گیا ہے ظرف اور مراد ہی مضاف لفظ سبع اگر بمعنی حقیقی لیا جاوے تو اُس سے یہ اسماء کواکب سبب مراد ہونگے جو ہمارے لیٹے بٹے ہیں اور کواکب کے زیادہ تر عجیب ہیں اور اگر اُس کا استعمال بطور مہارو عرب بلا تین صدہ سمجھا جاوے تو اُس سے تمام کواکب جو ہم کو دکھائی دیتے ہیں مراد ہونگے *

ظرف سے مضاف مراد ہونے پر ترجمہ تو یہ موجود ہے یعنی اٹلی آیتوں میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ ایسی اشیا پر جو مرنی نہیں

اور حاشیہ پر لکھا ہے — مرنہ ہر پند تہی یعنی ایک چیز تہی زمین سے نوریں اور کائناتیں اور سب سے بھانٹ بھانٹ کمال آسمان سے کئی ستارے ہر ایک کا گھر جدا اور حال جدی *

۱۸۲ — ان الله يملك السموات والارض ان تزولا وان لا مثا ان امسكها من احد من بعدة — الا انك ایت ۳۹ * ترجمہ — بیشک اللہ تمام رکھتا ہے آسمانوں کو اور زمین کو ٹل جانے سے اور اگر ٹل جائیں تو کوئی نہ تمام سکے اُنکو اُسکے سوا *

۱۸۵ — ولما اتبع الحق الامم هم لفسدت السموات والارض ومن فیهن — الامم مرنے ایت ۷۳ *

ترجمہ — اور اگر خدا چلے انکی خرابی پر تو خراب ہوں آسمان اور زمین اور جو کوئی اُنکے پیچ میں ہے *

۱۸۶ — تکاد السموات يتفطرن من فطور — اشری آیت ۳ ترجمہ — قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اور سے *

۱۸۷ — قالوا لتفخر الرحمن ولدا لقد جئتم شيئا ادا تكاد السموات والارض يتفطرن منه و تشتق الارض و تتفجر الجبال هذا ان دمر الارض وادنا وما ينبغي الرحمن ان يفتق و لدا مرنے — آیت ۹۴ *

ترجمہ — وہ کہتے ہیں کہ خدا نے بیٹا کیا ہے بے شک نہیں سخت بات کہی ہے جس سے قریب ہے آسمان پھٹ پڑیں اور پھٹ جاوے زمین اور گر پڑیں پھاڑ ٹکڑے ہو کر خدا کے لیٹے بیٹا کہنے سے *

۱۸۸ — وما تدور الله حق قدرة والارض جہیماً قبضته يوم القيامة والسموات معارضة بيمينية — مہار و تعالیٰ معا یشرکون الزمر آیت ۶۷ *

ترجمہ — اور نہ قدر کی اُنہوں نے اللہ کی جتنی کہ اُس کی قدر کوئی چاہیے تہی اور سب ساری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور آسمان اپنے ہونگے اُس کے دانہ ہاتھ میں *

قسم و ترجمہ

وہ آیتیں جن میں لفظ اسماء کا مجازاً کواکب پر اطلاق ہوا ہے جیسے کہ مجازاً طرف سے مضاف مراد لیا جاتی ہے *

۱ — الذی خلق سبع سموات ماباقا — الملک آیت ۳

ترجمہ — جس نے پیدا کیا سات یا متعدد اسمائیں یعنی کواکب کو تے اور *

ہیں اور دکھائی نہیں دیتیں صادق نہیں آتا اور اسلئے ضرور ہوا ہی کہ طرف سے منظور مراد لیا جائے *

اس مقام پر طرف کو مجازاً بمعنی منظور بیان کرنے میں ایک بڑی عمدگی و باریکی ہی کیونکہ اگر یوں کہا جاتا کہ — ”الذی خاق سبع کواکب مطبقاً“ تو یہ قول صرف نفس کو آپ پر دلالت کرتا حالانکہ اُنکے حالات اور اُنکے حرکات اور جو انتظام کہ اُنکے حرکات میں ہی وہ نفس کو آپ سے بڑی زیادہ عجیب ہی اور غریب سے جو اُنکا محلہ سیو ہی اُن پر اشارہ کرنے سے جو عجائبات کہ نفس کو آپ اور اُنکے حالات میں ہیں وہ سب کے سب ایک لفظ ذہن میں آتے ہیں *

”طابقاً“ کا لفظ صحت ہی سہاوت کی جس سے کواکب ہر ایک صراط لیتے ہیں اُس سے مثل پیاز کے چھلکے تو ہر تو ہوتا پایا نہیں جاتا — ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں اُنکا ملا عرا ہونا تسلیم نہیں کیا بلکہ علیہ ”ا“ سے صرف اُن کا اوپر نلے ہونا اور متوازی ہونا مراد ہے — ”ذل الامام فی تصدیقہ لہل الورد کرنا طابقاً کوٹھا متوازیۃ لانہا متماثلۃ“ — یعنی طابق کے لفظ سے یہود ضرور نہیں ہی نہ وہ چمٹے ہوئے ہوں بلکہ یہ وہ صاحب ہو کہ متوازی ہوں (یعنی حوریت میں ایک دوسرے سے لکڑا نکھریں) *

اس کی تائید قرآن مجید کی دوسری آیت سے بشعری ہوتی ہی جہاں فرمایا ہے ”والشمس تجری استقرایا ذلک تقدیر العزیز العظیم والشمس قدرناہ منازل حتی عادک العرجون التقدیم لالشمس ینبغی لہا ان تدرك القوم و لا لایل سابق النہار و نل فی فلک یسبحون“ *

یعنی آفتاب چلتا ہی اپنی قرار گاہ میں یہ تھرا ہوا ہی اُس زہر دہش جائنہ والہ کا اور چاند کے لپٹے اُس نے مقرر کی ہیں منزلیں یہاں تک کہ پھر ہوجاتا ہی مانند پرائی ٹھہنے کے (یعنی ہلال) کہ سورج کوںکتا ہی کہ چاند کو پکڑے (یعنی ٹکڑے مارے) اور نہ رات آگے بڑھ سکتی ہی دن سے اور ہو ایک یعنی سورج و چاند و ستارے ایک ایک گھوڑے میں پھرتے ہیں — پس طابق کے لفظ سے یہی مطلب ہے کہ چارو دیکھ استقرایا کواکب ہیں جنکی انتہا نہیں اور سب اپنے اپنے محلہ سیر میں پھرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ٹکراتا نہیں *

اسی آیت کی مانند یہ آیت ہے ”و یقیموا قکم سیما عدادا و جعلنا سراجا و ہاجا“ یعنی بنائے ہم نے تمہارے اوپر سات یا متعدد کواکب مضبوط اور کیا ہم نے اُن میں سے ایک کو چراغ روشن *

انہوس ہی کہ بعض اکابر نے اس آیت کی تفسیر مکابرة کیا ہی وہ فرماتے ہیں کہ اگر سبع سے سات متارے مہرودہ مراد ہوتے تو لفظ سبع کو معرف باللام لانا ضرور تھا — اگرچہ مہرودہ سمجھتے ہیں کہ

بعض شہرت تعریف باللام ضرور نہ تھی مگر اس کے جواب سے ہم مجبور ہیں اس لپٹے نہ خدا نے اور جگہ بھی ایسا ہی فرمایا ہی چنانچہ ”والطور و ثقاب مسطور فی رق منشور“ میں کتاب مہرودہ کو غیر معرف باللام فرمایا ہی *

امام نصرالدین رازی فرماتے ہیں کہ ”مالہکمة فی تلمیح الکتاب و تعریف ہاقی الاشیاء بقول مایستعمل الضم من الامور الملتبسة بامثالہا من الاجناس یعرف باللام فیلہ لاریح الامیر و خلعت علی الرزیز فاذا بلغ الامیر الشہرة بھیت یرومن الانتباس مع شہرۃ و یرید الوصف وصفہ بالمطمة یقول الیوم رایت امیرا مالمہ نظیر جالساً و مایہ سیماء الملوک و اُنکے ترویذ ذلک الامیر المہرود و السیب فیہ اُنک بالکنکیر تشوہ الی اُنکہ خراج من ان یعلم و معرف بکنہ عظمتہ فیکون قراءۃ تمالی الصلۃ مالہکۃ و ما ادراک مالہکۃ فاللام و ان کانت مہرودۃ کن اخرجہا عن المعرفۃ و کن شدة غریبا غیر معروف نکذاک ہذا الطور لیس فی شہرۃ بھیت یرومن الیس عند التکنیر و نکذاک البیت المہرود و امال الکتاب الکریم فقد تمیز من سائر الکتب بھیت لایسوق الی افہام الاسامین من النبی صلی اللہ علیہ وسلم لفظ الکتاب الا ذلک نلما امن الیس و صحت فایدة التعریف سرام ذکر باللام اوام یدکر تصد الفایدة الاخرے وہی الذکر بالکنکیر و فی تلم الاشیاء لعلہم تصد فایدة التعریف الایاتۃ التعریف استعملہا و هذا یؤید کون المردان منہ القرآن و نکذاک ما ربح المتعقظ مشہور *

ترجمہ — اگر کوئی کہے کیا حکمہ ہی بیچ نکرے لائے لفظ کتاب کے اور معرف لائے اور جہزوں کے پس ہم جواب دینگے کہ جو چیزیں استعمال رکھتی ہیں کسی قسم کی خفا کا منجملہ اُن اُمور کے جو مشابہ ہوتے ہیں ساتھ اپنی امثال کے اجناس وغیرہ سے تو وہ معرف لائی جاتی ہیں چنانچہ یوں بولا جاتا ہی رایت الامیر و فلاح علی الوزیر یعنی دیکھا میں نے امیر کو اور گیا میں پاس اُس رزیز کے اور جیکہ کوئی امیر خاص ایسا مشہور ہوجاتا ہی کہ وقت اساطل کے وہی سمجھا جاتا ہی اور کسی دوسرے کا شیخ نہیں ہوتا اور کوئی شخص اُس مشہور امیر کی کچھ تعریف کوئی چاہتا ہی تو یوں کہتا ہی الیوم رایت امیراً مالمہ نظیر جالساً و علیہ سیماء الملوک یعنی آج میں نے امیر کو بیٹھتے دیکھا کہ اُسکی فرنی نظیر ہی نہیں ہی اور وہ ملوکانہ شان سے بیٹھا ہوا تھا پس ترجمہ شہرت کے کچھ اُسکے معرف لائے کی ضرورت نہیں ہوتی گر در حقیقت ارادہ میں امیر خاص ہی ہوتا ہی اور نکندہ اس میں یہود ہوتا ہی کہ گویا تکنکیر سے تم اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہو کہ بسبب شہرت کے وہ اس بات کا محتاج نہیں ہی کہ اُس کی کدہ عظمت کی تعریف کیجائے پس گویا کہ ہی مثل اس قول اللہ تعالیٰ کے الصلۃ مالہکۃ و ما ادراک مالہکۃ کہ اس نلم۔

سبباً کا مصداق الیہ مصدرف بلاشبہ ممکن ہی کہ سموات ہو جیسا کہ تمام مقسورون نے مانا ہی لیکن جو کہ انکے ذہن میں یہ تقلید یونانیان جما ہوا تھا کہ آسمان سات ہیں اور انکا جسم شدید صلب پوریں ہی نہ خرق والتیام کے یہی قابل نہیں اسی خیال سے انہوں نے سبباً کا مصداق الیہ سموات کو قرار دیا ہی ورنہ اُنہر کوئی وحی قابل نہیں ہوئی تھی کہ مصداق الیہ مصدرف سموات ہی غایت یہ ہے کہ کوئی قرینہ ہوگا باستدلال آیت ”اَنْتُمْ اَشْدُّ خَلْقًا اَمَ السَّمَاءِ بَنَاهَا“ لیکن یہ استدلال ایسا نہیں ہی کہ باوجود موجود ہونے دوسرے قرینہ کے بھی کوئی اور مصداق الیہ مصدرف اُسکا نامنا جاوے *

خدا تعالیٰ نے شروع آیت میں سات کا ذکر کیا اور اُس کے ساتھ سورج کا ذکر فرمایا پس یہ کیسا صاف قرینہ ہی کہ سات وہی ہیں جن میں کا ایک سورج ہی اور سورج اُنہی سات میں کا ایک ہی پس ایسے صاف اور روشن قرینہ سے جو سورج کی مانند چمکتا ہی سبباً کا مصداق الیہ کواکب اور جملنا کو متعدی الی المفعولین اور اُسکا مفعول اول احدیوں قرار دیتے ہیں اور جو کہ اُس کے حذف پر صاف قرینہ دلات کرتا تھا اسلیئے اُسکا حذف نہایت نصیح تھا صاف صاف معنی خدا کے کلم کے تو یہی ہیں پھر یونانیوں کے تقلید کرنے والے چاہیں مائیں چاہیں نہ مانیں *

واضح ہو کہ اگر ہم اس تمام تقریر سے قطع نظر کریں اور سبباً کا مصداق الیہ سموات ہی تسلیم کریں اور سبب سموات سے بھی سموات ہی مراد لیں اور اشد کے لفظ کو بھی نسبت سموات ہی کے تسلیم کریں تو بھی آسمانوں کا جسم یونانیوں کے آسمانوں کا سا جسم یا ویسا جسم جیسا کہ تیرہویں صدی کے مولوی قرار دینا چاہتے ہیں ثابت نہیں ہوتا چنانچہ اُس کی ہتھ آگہ آرہی *

۲ - اولم یز ان اللہ اذی خلق السموات و الارض قادر علی ان یخلق مثلاً - امرائیل آیت ۱۰۱ *

ترجمہ - کیا نہیں دیکھا تم نے کہ جس اللہ نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو خلقت رکھتا ہی اسبات پر کہ پیدا کرے اُنکی مانند * کیا فائدہ ہی اس آیت سے اور خدا کی قدرت پر کیرنکر اقرار ہو سکتا ہی اگر وہ سموات جملنا اس میں ذکر ہی ہو کہ دہائی نہیں دیتے بلاشبہ اس مقام میں بھی سموات سے کواکب مواد ہیں جنکو ہم دیکھتے ہیں اور خدا کی قدرت کا اقرار کرتے ہیں *

۳ - الم تر ان اللہ خالق السموات و الارض بالحق - ابراہیم آیت ۲۲ *

ترجمہ - کیا تو نے نہیں دیکھا کہ پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو کو یعنی کواکب کو اور زمین کو جیسا چاہتے *

میں اگرچہ لفظ لام موجب تعریف ہی لیکن سبب اُس کے ہول اور وحشت کے غیر معروف ہونیکے اسکو معذرت ہونے کی حالت سے نکال دیا ہی اسبطحہ پر طور اگرچہ مشہور ہی لیکن اس درجہ شہرت کو نہیں پورنیکہ التباس کا خوف نہ تھا اور یہی حال بیت اللہ معمر کا ہی بخلاف کتاب کریم کے کہ وہ اپنی امثال میں اس درجہ ممتاز ہی کہ جو ایک بن بن والے ہیں وہ اس لفظ کے سننے سے اُسی کو سمجھ لیتے ہیں دوسری کتاب کا شیعہ نہیں ہوتا پس جبکہ خوف التباس نہ تھا اور فائدہ تعریف کا شہرت ہی سے حاصل ہو گیا غرض لام ہو یا نہ ہو تو اس وجہ سے ایک دوسرے فائدہ کا مفید کیا گیا اور وہ فائدہ یہی ہی کہ اُس کو بالذکر ذکر کیا اور چونکہ اور اشیاء میں بغیر اللہ تعریف کے توصیف نہیں آسکتی تھی اس لیئے اُنکو معرف بالظلم بیان کیا اور اس وجہ سے اس بات کی تائید ہوتی ہی کہ مراد اس سے قرآن ہی اور ایسے ہی ادب محفوظ مشہور ہی *

پس جو کہ کواکب سبع نہایت مشہور تھے بلکہ اُن کو سیارہ خیال کرنے سے برگ بالتخصیص اور دیگر کواکب سے تمیز کرتے تھے تو ہماری دانست میں خدا نے کچھ غلطی نہیں کی بلکہ معرف بالظلم لاف ضرور نہ تھا *

پھر وہ فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ غلط ہی (شاید غلط ہو اسلیئے کہ ہم مولوی نہیں ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی جہالت اور ہوائے نفسانی سے جملنا کو متعدی الی المفعولین قرار دیا ہی حالانکہ وہ متعدی الی مفعول واحد ہی *

مگر یہ فرق ارقام نہیں فرمایا کہ اس مقام پر جملنا کو متعدی الی مفعول واحد قرار دینے کی اُنہر کوئی وحی نازل ہوئی ہی اور کیوں اُسکا متعدی الی المفعولین ہونا ناجائز قرار دیا ہی مگر چند ہمسے جاہلوں نے تو جملنا کو اس مقام پر متعدی الی مفعولین مانا ہی * تفسیر معالم التنزیل والا کہتا ہی و جملنا سراجاً یعنی الشمس و ہاجاً مفعول پس اس نے ایک مفعول سراج کو بمعنی شمس اور دوسرا مفعول و ہاج کو قرار دیا ہی *

پھر تفسیر ابن عباس کے مصنف نے بھی جہالت کی ہی کہ و جملنا سراجاً و ہاجاً شمساً مفعول بیان کیا ہی اور جملنا کو متعدی الی المفعولین مانا ہی *

بے شک خدا نے بھی غلطی کی ہی کہ اوپر سے برابر جملنا کو متعدی الی المفعولین نہتا چلاتا تھا - الم تجعل - الارض - مہاجاً - والعیال - اوتاداً - وجملنا - نورمک - سیاناً - وجملنا - الیل - ایسا - وجملنا - النہار - معاشا - پھر اخیر میں بھی و جملنا کو متعدی الی المفعولین کہتا ہی تو متعدی الی مفعول واحد ہوتا اگر نہ حقیقت خدا اس تصور کا تصدیق و تائید ہو مگر ہم بھی اس جملنا کو اس جگہ متعدی الی مفعول واحد تسلیم کر لیتے *

اس سے کہ پہلی آیتوں میں ایسے ہیں تاکہ دلیل پوری ہو جائے *
شمس و قمر بھی اُنہی سہرات یعنی کواکب میں داخل ہیں
مگر جو کہ وہ بہ نسبت دیگر کواکب کے زیادہ عظیم الشان ہو کر
ہوتے ہیں اور وہ چلتے ہوئے بھی ہر ایک کو محسوس کرتے ہیں
اسی لئے اپنے کمال قدرت کو زیادہ تو ظاہر کرنے کو فرمایا کہ وہ بھی خدا کے
نورمانوردار ہیں *

موربی مہدی علی صاحب نے جو اپنے ارتکاب میں مدد غیر مرئی
کی نسبت ایک مصحفانہ گفتگو کی تو اُس کی نسبت بعض اکابر نے
اپنی تعذیر میں مکاری کیا ہی ہونے لگا اُس کو بغیر دیکھا اور موربی
مہدی علی صاحب کی زبان نے صرف اتنا ہی کہنا مناسب سمجھا کہ
”شعر مرا بہ مدرسہ کہ برد“ *

علامہ ان آیتوں کے اور بھی ایتیں ہیں جنہیں سہرات کے لفظ
سے کواکب مراد لینا بہ نسبت اسمانوں کے زیادہ تو مناسب ہی مگر
ہم انہیں آیتوں پر بس کرتے ہیں *

تحقیق الفاظ آیات

جمہور سائنسہ اور اصحاب علم ہیئتہ اسمان کی نسبت بیان کرتے
ہیں کہ ”انما اجرام صلیبہ لاظلیقہ ولا خفیۃ غیر قابیۃ للشرق والاقلام
والنور والذبول“

یعنی اسمان سخت اجرام ہیں نہ بوجھل ہیں اور نہ ہلکے ہیں
پہننے اور جڑنے اور بڑھنے اور گھٹنے کے قابل نہیں ہیں۔ اس حقیقت
اور ایسے وجود سہرات کے ہم بالکل منکر ہیں *
علامہ معقول اور منقول سہرات و ناک درتوں کو ایک سمجھتے ہیں
جیسا کہ امام فیضان الدین رازی نے بھی تفسیر کبیر میں تصدیق
ایک نل نی نلک یسہر کے نلک اور سہرات میں کچھ تفرق نہیں کیا۔

ہی بلکہ درتوں کو ایک سمجھا ہی پس جو بحث کہ انہوں نے نلک کی
حقیقت میں کی ہی وہ بحث گویا معام کی اور سہرات کی حقیقت
میں ہی چنانچہ انہوں نے مفصلہ ذیل مذهب نسبت اُس کے نقل کیے
ہیں *

”قال بضم الفک ایس یسم و انما ہو مدار ہذہ النجوم و ہو
قرل الضعاک و قال الاثرین ہی اجسام تدور النجوم علیہا و ہذا
اقرب الی ظاہر القرآن ثم اختلفوا فی کیفیت تقال بضم الفک موج
مکثف تجری الشمس والقمر والنجوم فیہ و قال الکلی مام مجہور
تجری فیہ الکواکب“ *

یعنی یہ تصور کا قول ہی کہ فلک یعنی اسمان کا کرٹی جسم نہیں
ہی بلکہ وہ ستاروں کے جکر کی جگہ ہی اور یہ قول ضعیف کا ہی

اس آیت میں بھی جب تک سہرات سے ایسی چیزیں مراد نہ
لی جائیں جو حقیقت میں دکھائی دیتی ہوں اُورقت تک خدا تعالیٰ
کی قدرت کے اثبات پر دلیل نہیں ہو سکتی *

۲۔ الم تَرَکَیْفَ خالقِ اللہ سبح سہرات ملہا و جعل القمر فیہن
نورا و جعل الشمس سراجا۔ نوح آیت ۱۵ و ۱۶ *

ترجمہ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کس طرح پیدا کیا اللہ نے سات
یا متعدد آسمانوں یعنی کواکب کو تلے اور اور کیا اُن
میں چاند کو نور اور کیا سورج کو چراغ روشن *

اس آیت میں بھی ہو کر ہی بحث ہی جو پہلی آیت میں کی
ہی اور جس طرح اور جس دلیل سے ہمنے سورۃ الماعک کی آیت میں
سہرات سے کواکب مراد کیے ہیں اسی طرح اس مقام پر بھی لیتے ہیں
شمس و قمر اُن کواکب کے معانی نہیں ہیں کیونکہ اس مقام پر لفظ
نی سے داخل ہونا شمس و قمر کا اُنہی اعداد سبح میں پایا جاتا ہی

ذال اللہ تبارک و تعالیٰ من اسان ابراہیم علیہ السلام رہنا وابتعہم
رسولا منهم یتلو علیہم ایاتک ویعلمہم الکتاب و الحکمۃ و یزیدہم انک
انہ اعزیز الحکیم۔ یعنی اے ہمارے پروردگار ادا کر اُن میں ایک
رسول اُنہی میں سے الخ *

۵۔ اللہ الذی ربح السہرات بغیر مدد تورنہم المستوی علی العرش
و سخر الشمس والقمر نل یجری لاجل مسمی۔ الرعد آیت ۲ *

ترجمہ۔ اللہ وہ ہی جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستوں
کے نہ دیکھو تم اُس کو پھر پھر عرش پر اور
فرمایا پروردگار سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہی
معین مدت میں *

۶۔ خالق السہرات بغیر مدد تورنہ۔ لقمان آیت ۹ *

ترجمہ۔ پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو بغیر ستوں کے نہ دیکھو
تم اُس کو *

ان دو آیتوں میں خدا تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اس طرح پر
ثابت کرتا ہی کہ اُس نے سہرات کو بغیر ستوں کے بلند کیا ہی جب تک
کہ وہ سہرات بغیر ستوں کے بلند ہوئے نہ دکھائی دیں اُورقت تک اُس
قدرت کا ثبوت نہیں ہو سکتا *

پس اس جگہ سہرات سے خواہ یونانیوں والے مجسم آسمان
مراد ہو خواہ تیرہویں صدی کے ماربریوں والا خواہ متصل سیر کواکب
مگر اُن میں سے کوئی بھی مرئی نہیں ہی پس اگر لفظ سہرات کو
بجائے لفظ سہرات کے سمجھو اور اُس سے یہ نیلی چھ مراد ہو تو تو
ہو کر کچھ کلام نہیں لیکن اگر اُس کو بمعنی جمع قرار دو جیسا کہ
ظاہر لفظ میں ہی تو ہم اُس سے بھی کواکب مراد لینے اسی دلیل

مفسر ضرور ہی کہ ہم اسماء کو بھی بیان کریں کہ جو معنی ہمنہ لفظ سماء یا سموات کے قرار دینے میں یا جن معنوں میں اُنکا اطلاق ہوتا بیان کیا ہی کوئی لفظ کسی آیت کا آیات قرآن مجید سے اُس کے مخالف نہیں ہی اس بیان سے یہ بھی ثابت ہی کہ ہم وجود سموات کے مفہوم نہیں ہیں کیونکہ اس فضاء معنی یا اُس کے عبادات کا وجود متعارف ہی *

قسم اول کی آیتوں میں یعنی جن میں لفظ سماء کا بمعنی ابر و بادل کے اطلاق ہوا ہی کوئی لفظ ایسا نہیں ہی جو بھٹ کے قابل ہو اور جس سے اُن معنوں میں شبہہ پڑ سکتا ہو — ہاں صرف ایک اخیر کی آیت والسماء ذات الارجح شاید بھٹ کے لائق ہو کیونکہ ہمارے زمانہ کے علماء شاید اُسکو یونانیوں والا اسماء قرار دیکر اُس سے اسماء کی گردش اور زمین کے سکون قرار دینے پر متوجہ ہوں * مگر ہم سمجھتے ہیں کہ چہرور مفسرین نے بھی اس آیت میں لفظ سماء سے بادل مراد لی ہی صرف ابن زید کا ایک قول منقول ہوا ہی جس سے یونانیوں والا اسماء مراد ہو سکتا ہی مگر اُس قول کو مفسرین نے نہیں مٹا *

تفسیر کبیر میں لکھا ہی ”اما قرآن والسماء ذات الارجح فقول قال الزجاج الارجح المائل لا یستقیم و یترکز و اعلم ان کلام الزجاج و سایر ائمۃ الفقه صریح فی ان الارجح لیس اسما موضوعا بل صبیح رجعا علی سبیل المماز و حسن هذه المماز رجوعا (اعدھا) قال انفعل کانه من ترجیع الصرت وهو اعدته و وصل العرف به کذا المائل لکونه عابدا مرة بعد اخرى صبی رجعا (ورائها) ان العرب کانو یزعمون ان السحاب یعمل الہام من بہار الارض ثم یرجع الی الارض (و رائلها) انهم ارادوا التنازل نسوة رجعا لیرجع (ورائها) ان الملو یرجع فی کل عام اذا عرفت هذا فقول المفسرین اقوال (اعدھا) قال ابن عباس والسماء ذات الارجح ای ذات الملو یرجع الملو بعد مطار و رائلها رجوع السموات الملو انفق البی یكون من جہتھا حالہ بعد مطار و رائلها زمان ترجع رجعا اے تعالیٰ مرة بعد مرة (ورائها) رجوع السموات اعطاء التفتیر الذی یکون من جہتھا حالہ بعد مرة (ورائها) قال ابن زید هو انھا ترد و ترجع شمسها و قمرها بعد مغیبھا والقرن هو الاول“ *

یعنی ہم کہتے ہیں کہ والسماء ذات الارجح میں جو لفظ رجح کا ہی اُس کے معنی زجاج نے معنی کے لئے ہیں کیونکہ معنیہ اتا ہی اور پھر پھر کو آتا ہی — یہ بات جان لیٹی چاہیئے کہ زجاج کے اور تمام لغت کے علماء کے کلام میں اسماء کی تصریح ہی کہ لفظ رجح معنیہ کے لئے نہیں بلکہ لفظ ہی یعنی اُس کے آخری معنی پہنچنے کے نہیں ہیں

اور اکثر عالم مفسر یہ کہتے ہیں کہ اُن کا جسم ہی اور ستارے اُن کے ابرو پڑتے ہیں (جیسے کہ گیند پر چڑھتی) اور یہی معنی قرآن کے الفاظ کے نہایت قریب ہیں اس کے بعد پھر عالموں اور مفسروں نے اس بات میں کہ پھر وہ کیسے ہیں اختلاف کیا ہی مفسروں کا قول ہی کہ مذکور معنی سماء پانی کا بلبلہ ہی سورج اور چاند اور ستارے اُس میں پھرتے ہیں اور بلبلہ کا یہ قول ہی کہ پانی جمع ہو گیا ہی اُس میں ستارے پڑتے ہیں *

پھر امام صاحب لکھتے ہیں کہ ”والحق انه لا یصلح الی معرفة صفات السموات الا بالتقیر“ — یعنی سچ یہ ہی کہ اسماء کی صفت معلوم کرنے کے لئے بجز وحی کے کوئی راہ نہیں ہی (بشرطیکہ وحی کے معنی سمجھنے میں غلطی نہ ہو) *

اخیر کو امام صاحب نے یہ فیصلہ کیا ہی کہ ”والذی یدل علیہ لفظ القرآن ان تکرر الافلاک واقفا والکواکب تکرر جاریۃ بیہا کما تسبیح السمکۃ فی الماء“ — یعنی وہ بات جو قرآن کے لفظوں سے پائی جاتی ہی وہ یہ ہی کہ افلاک یعنی اسماء تو پھر پھرتے ہوں اور ستارے اُس میں پڑتے ہوں جیسے کہ مچھلی پانی میں تیرتی ہی *

ہمنہ جو کچھ کہا ہی وہ انہیں علماء کے اقوال کے نہایت قریب قریب ہی — حقیقت سماء اور سموات کی ہم نہیں جانتے مگر یہ بات کہ وہ اجرام صاب ہیں معض غلط ہی اس کو بھی ہم نہیں مانتے کہ وہ گیند کی طرح ایک جسم ہیں اور ستارے اُن پر پھرتے ہیں جیسے کہ گیند پر چڑھتی یا گیند پر آخرت اور ان دونوں باتوں کو اسلئے نہیں مانتے کہ قرآن مجید سے اُن کا ایسا جسم یا اُنکی ایسی حقیقت ثابت نہیں ہوتی *

باقی رہی یہ بات کہ وہ پانی کے بلبلہ کی مانند ہیں یا پانی رائٹھا ہو گیا ہی یعنی وہ ایک ایسے جسم لطیف سیال ہیں جو کواکب کی پیڑ و حرکت کو مانع نہیں ہیں — اگر کوئی شخص اُن کے ایسے جسم ہونے کا دعویٰ کرے تو ہم اُس کو اس قدر جواب دینگے کہ ہونگے مگر ہم ایسے جسم ہونے کا بھی دعویٰ نہیں کریں گے در وجہ سے اول اس لئے کہ ایسے جسم ہونے کے ثبوت کے لئے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں — دوسرے اسلئے یہ کہ قرآن مجید میں جو کچھ بیان ہوا ہی اُس سے نہ ایسے وجود کا ہونا پایا جاتا ہی اور نہ اُسکے تسلیم کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہی *

پس ملکہ اُن چیزوں کے جن پر سماء کے لفظ کا اطلاق ہوا ہی ہمنہ سماء کے معنی فضاء معنی کے قرار دینے میں اور اُسکے درجات یا عبادات کو جو بسبب حدوت اور وجود دیگر اشیاء کے اُس فضاء معنیہ میں اوپر گئے یا عبادت بعد بلبلہ پیدا ہوئے ہیں سموات کہا ہی تو اب

کرتی ہی اس لیئے اس مقام پر اس لفظ سے بھٹ نہیں کرتے کہ چونکہ
اُن کے لفظ خلق سے بڑی بھٹ کی جارہی ہے *

دوسرا لفظ بروج کا ہے — یہ لفظ تین آیتوں میں آیا ہے
تبارک الذی جعل فی السماء بروجاً وجعل فیہا سراجاً وقمرًا منیراً —
والقد جعلنا فی السماء بروجاً وزیننا للناظرین — والسماء ذات البروج
مگر یہ لفظ ہمارے یوں کے مخالف نہیں ہے اور نہ اس لفظ سے
آسمان کا ایسا حجم جیسا کہ یونانی حکیموں نے مانا تھا اور جسکی
تقلید علماء اسلام نے کی ہے ثابت ہوتا ہے *

بروج جمع ہی بروج کی اور بروج مشتق ہی بروج سے جس کے معنی
ظاہر ہونے کے ہیں قال الامام فی تفسیرہ ” اشتقاق البروج من البروج
الظہورہ “ *

پس ان آیتوں میں جو بروج کا لفظ آیا ہے مفسرین نے اُس کے
تین معنی لیئے ہیں — اول ابن عباس کی روایت ہے کہ بروج سے مراد
کواکب ہیں قال الامام فی تفسیرہ — من ابن عباس رضی اللہ عنہ ان
البروج ہی الکواکب العظام — یعنی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہی
بڑے بڑے ستارے بروج ہیں اور پھر دوسری جگہ فرمایا ہے ” البروج
ہی عظام الکواکب سمیت بروجاً لظہورہا “ یعنی بروج یہی
بڑے بڑے ستارے ہیں اُن کا نام بروج اسلیئے ہوا کہ وہ ظاہر
ہیں — لغت قرآن میں لکھا ہے ” والسماء ذات البروج وہی
ذات کواکب العظام “ یعنی آسمان بروجوں والے سے بڑے ستاروں
والا مراد ہے — پس اگر یہی معنی بروج کے لیئے جائیں تو لفظ بروج
کا اُن معنوں سے جو ہم نے لکھے ہیں کچھ بھی مخالف نہیں
اور نہ ایسے معنی لیئے سے مؤلفین کے آسمان کا وجود ثابت ہوتا
ہے *

دوسرے معنی بروج کے لیئے ہیں منازل قدر یعنی چھتھو کے محل
منازل سیارات کے جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے ” اما البروج بھی منازل
السیارات “ اور دوسری جگہ ” لکھا ہے ” البروج ہی منازل القمر “ *

تیسرے معنی بروج کے بروج السماء یعنی اسماء کے بروجوں کے
لیئے ہیں چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے ” انہا ہی البروج الاثنا
مشر وہی مشہورۃ “ اور اخلاص قرآن میں لکھا ہے ” بروج السماء منازل
الشمس والقمر وہی اثنا عشر بروجاً مہرورۃ اولہا الہمل و اخرہا
الہرت “ مگر حقیقت میں دوسرے اور تیسرے معنی ایک ہیں کچھ
ان میں فرق نہیں ہے *

اب بروج اثنا عشر کی کیفیت بتلائی چاہیئے تاکہ معلوم ہو کہ جو
معنی اسماء کے ہم نے بیان کیئے ہیں بروج کا لفظ اُس کے معنی ہی
ہے نہیں — جاننا چاہیئے کہ ابتدا میں جب اہل تاجیم نے اہل

ہلکے مجازاً بطور مینہ کے نام کے بولا جاتا ہے اور مجازاً مینہ کا نام
رجع رکھنے میں کئی خوبیوں ہیں — اول یہ کہ قفل کا قول ہے کہ رجح
کا لفظ گویا توجیع الصورت سے لیا ہے جسکو گانے والے گنگری کہتے ہیں
اور گنگری اواز کا پھیرنا اور اُس سے حرفوں کا لکھ میں ملانا ہے
اور یہی حال مینہ کا ہے پس اُسکے پرستے اور پھر پرستہ کے سبب
رجح اُس کا نام رکھ دیا گیا ہے — دوسرے یہ کہ اہل عرب سمجھتے
تھے کہ بادل زمین کے دریاؤں میں سے پانی لے جاتے ہیں اور پھر
زمین کو پھر دیتے ہیں — تیسرے یہ کہ انہوں نے ٹیک
قال کے ارادے سے مینہ کا نام رجح رکھا ہے تاکہ پھر آئے — چوتھے
یہ کہ مینہ ہو برس پھر اٹا ہے — اب نہ یہ بات جان لی گئی
تو ہم کہتے ہیں نہ مفسروں کے اُن کے قول میں اول ابن عباس کا قول
ہے کہ والسماء ذات البروج کے معنی ہیں ذات المطر یعنی مینہ والا
پھر لٹا ہے مینہ کو مینہ کے بعد دوسرے یہ کہ رجح السماء سے وہ
نیکی مراد ہے جو اسماء کی طرف سے بار بار زمانوں کے گذر جانے پر
پہی ہوتی رہتی ہے عرب پرانے میں توجیع رجحاً یعنی اُسکو دیتا ہے
بار بار تیسرا ابن زید کا قول ہے وہ کہتے ہیں کہ اسماء ایجتا ہے
اور پھر لٹا ہے اپنے سرج اور چاند کو اُن کے چوب جانے کے بعد مگر
پہلی بات ٹیک ہے *

یہاں ہم خود سیاق و سباق کلام خدا پر غور کرسکتے ہیں
اُس کے درجوں جہاں کے ملانے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہایت
فصلاحت اور خوبی سے بادلوں کا اور اُس کے ساتھ زمین کے اُگنے کا
جو دو قریب و مازوم ہیں بیان کیا ہے پھر چہر لفظ رجح کے لغوی
معنی او خواہ مجازی معنی درجوں حالتوں میں مطلب ایک ہی رہتا
ہے ہم خود یادوں کو دیکھتے ہیں کہ جاتے آتے ہیں یہاں پرستہ
ہیں پھر وہاں جا پرستہ ہیں پھر یہاں آ پرستہ ہیں زمین کو سیراب
کرتے ہیں وہ طرح طرح کے پہل پہلوں کو اُگاتی ہے *

ایک بھٹ بڑا معجزہ قرآن مجید کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ
جہتاً فیجوز کی خوبی انسان کو چلتا ہے اور اُس سے اپنی خدائی کے
ثبوت پر دلیل لٹا ہے اور پھر اُس سے انسان کو روحانی نیکی حاصل
کرتا سکھاتا ہے نور رب العرش العظیم — سبحانہ و تعالیٰ شانہ *

قسم سوم میں جو آیتیں بیان ہوئی ہیں اور جن میں لفظ
سماء کا نصراً محیط پر اطلاق ہوا ہے ان آیتوں میں کئی لفظ بھٹ
کے لائق ہیں *

اول لفظ ” استوی “ جسکو ہم نے اور اور مفسروں نے بمعنی خالق
بیان کیا ہے پس لفظ استواء سے بھٹ کرتی گویا لفظ خلق سے بھٹ

بھی نہیں ہے اور ہرگز کے لفظ کا اطلاق ہوا ہی جو ذرا بھی ہمارے بیان کے
مناہی نہیں ہے اور نہ کسی طرح لفظ ہرج کے آسمان کے مجسم ہجسم
صاحب باروز ہونے کا متقاضی ہے *

تیسرا قابل بحث کے حایہ لفظ 'قال' ہو جو آیت کریمہ فقال لہا
والارض یثمتا علما او کوا قالنا اتینا عالمین میں واقع ہے *

مگر ہم نہیں سمجھتے کہ اس میں کیا بحث کی جارہی ہے
یہ بحث ہو کہ ہر گاہ سہارے سے نکلے مہبط مرتفع مراد لی ہے اور
وہاں کسی لطیف جسم ہونے کا یہی دوسری نہیں کیا گیا تو خلا لازم
آیا اور خلا امر وجودی نہیں ہے بلکہ امر مدعی ہے تو وہ کیونکو
قابل امر و لایق اطاعت ہو سکتا ہے *

مگر یہ خیال اگر کسی کو ہو تو صحیح نہیں ہے کیونکہ ہمیں
محل سیز کراپ کو سہار قرار دیا ہے اور وہ مکانیت سے خالی نہیں
اور مکان خالی عن الہادہ امر وجودی ہے امر مدعی نہیں ہے باقی
رہی بحث استعمال لفظ قال کی جو خدا کی طرف سے زمین کی نسبت
اور آسمانوں کی نسبت کہا گیا اور اسی طرح زمین اور آسمان کی طرف
قال کی نسبت کی گئی یہ ایک جدا بحث ہے جو مانتھن فیہ سے
متعلق نہیں *

چوتھا لفظ قال بحث کے 'اُرباب' کا ہے جو آیت کریمہ لا تفتح لہم
اُرباب السما میں واقع ہے۔ اس لفظ سے لوگ خیال کرتے ہوئے کہ
آسمان میں دروازے ہیں اور جینک آسمان ایسا ہی مجسم نہو
جیسے کہ ہر قانیوں والا آسمان تو اُس میں دروازے اور کراڑ اور کنگڑے
قل کیونکو ہو سکتے ہیں *

جن علماء کے ذہن میں آسمان کا جسم یہ تقلید یونانیوں صاحب
باروزین جما ہوا تھا انہوں نے تو آسمان میں سچ مچ کے دروازے بنا
دیئے ہیں لیکن علماء محققین نے فتح اُرباب سہارے سے خیر و برکت
مراد لی ہے چنانچہ اُن کا قول تفسیر کبیر میں اس طرح ہے لکھا
ہے — فی قوله لا تفتح لہم اُرباب السما اُرباب و اُرباب الارباع لا تزل
علیہم البرزق و الخیر و ہر ماخوذ من قوله فتفتحوا اُرباب السما بام
منہو — یعنی اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھلے کی تفسیر میں
منہو کے تثنی قول ہیں انہیں سے ایک یہ قول ہے کہ لا تفتح لہم
اُرباب السما کے یہ معنی ہیں کہ اُن پر یعنی کاندوز پر خیر و برکت
نہ نازل ہوگی اور یہی معنی ہمارے نزدیک صحیح ہیں جو کہ مطارح
ہمارے بیان کے مخالف نہیں ہیں *

سوائے ان الفاظ کے جو مذکور ہوئے اور کئی لفظ ان آیتوں میں
جو قسم دوم میں داخل ہیں قابل بحث کے نہیں ہمارے ہر گاہ *

ہیکہ نے اس علم کے مسائل پر غور کی تو انہوں نے دیکھا کہ آنتاب
سال ہر میں نقطہ امتداد سے مروج و غروب میں تین مہینے تک جانب
شمال میل کرتا جاتا ہے اور پھر تین مہینے تک جانب نقطہ امتداد
رجوع کرتا آتا ہے اور جب اُس نقطہ پر پہنچ جاتا ہے تو تین
مہینے تک جانب مغرب میل کرتا جاتا ہے اور پھر تین مہینے تک
جانب نقطہ امتداد رجوع کرتا ہے یہ حال آنتاب کا تمام دنیا میں
دکھائی دیتا تھا اور اس سبب سے وہ ستارے جو ماریق الشمس میں
ہمیشہ پڑتے تھے یہ نسبت اور ستاروں کے زیادہ معلوم ہو گئے تھے یعنی
اہل تہذیب یہ نسبت اور ستاروں کے اُن سے زیادہ واقف ہو گئے تھے
جب انہوں نے اُن ستاروں پر غور کیا تو یہ سب سے ستاروں کو ایک جگہ
ایک ایسی ترتیب سے پایا کہ اگر اُن کو نقاط فرض کر کو خطوط وصل
کیئے جاویں تو ایک صورت اُس میں پیدا ہوتی ہے اور ایسا مجمع
ستاروں کا بارہ مروجوں پر اُن کو دکھائی دیا اور ہر ایک مجمع کی
حد سے قریب ایک ایک مہینے میں آنتاب کا گذر ہوتا تھا — پس
اہل تہذیب نے ستاروں کے اُن بارہ مجموعوں کو بارہ صورتیں قرار دیں
جیسے کہ اُن کراپ میں خطوط وصل کرنے سے پیدا ہوتی تھیں اور
ہر ایک صورت کا ایک نام رکھ دیا جو مشہور ہیں اور جو کہ وہ
کواپ کچھ تو اس سبب سے کہ ماریق الشمس میں واقع تھے اور کچھ
اس سبب سے کہ اُن کے مجمع سے ایک صورت قرار دیدی گئی تھی
یہ نسبت اور کراپ کے زیادہ ظاہر اور زیادہ معلوم تھے اُنکے مجمع کا
یا اُس صورت کا جو مجمع کراپ سے خیال کی گئی تھی پرج نام رکھا
جو مشتق تیزج سے ہے پس نتیجہ یہ ہوا کہ پرج نام ہے اُس
خاص مجمع کراپ کا جو اُس نصابے محیط میں ماریق الشمس
میں بوضع خاص واقع ہوئے ہیں ایسا ہی سہار کو ذات البروج کہنا
کچھ بھی منافی ہمارے ظہم کا نہیں ہے اور والسما ذات البروج کہنا
بالکل ایسا ہی جیسے کہ والسما ذات النجوم کہنا اور تبارک الذی
جعل فی السما ہرجاً کہنا ایسا ہی جیسے کہ تبارک الذی جعل فی السما
نجرماً کہنا اور واقعہ جہان فی السما ہرجاً کہنا ایسا ہی ہے جیسے کہ
واقعہ جہان فی السما نجرماً کہنا *

بعد اُس تصور کے اہل تہذیب و اہل ہیئت یونانیہ کو ایک اور
مشکل پیش آئی جس سے انہوں نے سرور ہرج کو فلک ہشتم پر اور
تقسیم ہرج کو فلک ہم پر مانا مگر یہ مسائل علم ہیئت کے ہیں
اُسکی بحث کا یہاں موقع نہیں ہے فرض ہے اُنہی کراپ کے مجمع کو
چند صورت حمل و ثور و جوزا و سرطان وغیرہ کی پیدا ہوتی ہیں
اہل عرب ہرج کہتے تھے اور اُنکا کہنا صحیح تھا پس قرآن مجید میں

جانے لگیں جو غیر ممکن ہی تپ بھی وہ نہ مانیگے اور کہینگے کہ ہماری قوت بندی کی ہی یا ہمپر جاور کیا ہی *

تنبؤ كبري من لهما هي " اعلم ان هذا الكلام هو المذكور في سورة
الذين كفروا ان هذا السحر مدين والاصل ان القوم لما علموا نزل
الملائكة يصحروا يتصدق الرسول عليه السلام في كونه رسولا من عند
الله تعالى بين التاماني في هذه الآية ان يتقروا ان يحصل هذه المعنى
قال الذين كفروا هذا من اب السحر و هؤلاء الذين يظن اننا اتراهم
نفتن في الحقيقة لانهم " *

ترجمہ — چائڈا چاہیئے کہ اس آیت میں وہی بات ہے جو سورۃ انعام میں بھی گئی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے ”اور اگر بھیجیں ہم تیرے پاس کافرانہ میں لکھا ہوا پھر چھوڑیں اُسکو اپنے ہاتھ سے تو بھی جو لوگ منکر نہیں کھینکے کہ یہہ اصل میں کچھ نہیں ہیں صریح جادو ہے“ حاصل یہ ہے کہ جب اہل عرب نے رسول خدا پر رسول اللہ ہونے کا یقین لانے کو نہ فرشتوں کا اُترنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتایا کہ بر تقدیر اگر یہہ بھی ہو جائے تو بھی جو لوگ منکر نہیں کھینکے کہ یہہ ایک جادو کی قسم میں ہے اور جنکو ہم مسجدتہ میں کہ ہم دیکھتے ہیں حقیقت میں ہم نہیں دیکھتے — پس جبکہ اس آیت میں آسمان میں دروازہ کا ہونا اور اُس میں کافروں کا چڑھنا یا فرشتوں کا اُترنا بطور معال کے بیان کیا گیا ہے تو باب کا لفظ سدا کے اُن معنوں کے جو ہم نے اس آیت میں یا اس قسم سوریم میں بمعنی اس قبلی چیز کے جو ہموک پسب انکاس شمع آفتاب کرے ہوا میں دیکھا گئی دیتی ہے کیلئے ہیں کچھ بھی معنائیں نہیں — البتہ یہہ کہا جاسکتا ہے کہ اس آیت میں جس چیز پر ہم نے سدا کے لفظ کا اطلاق ہونا بیان کیا ہے بظاہر اُسکی حالت ایسی ہوتی چاہیئے جسوں دروازہ ہونے کا اطلاق ہو سکے اسیوں کچھ شک نہیں کہ یہہ قبلی چیز جو ہموک اُسکی حالت دکھائی دیتی ہے نہایت صاف بغیر کسی ہوتار اور دُور کے گنبد کی چھت کی مانند نہایت پختہ بنی ہوئی دیکھا گئی دیتی ہے اور ہمارے خیال میں ثابت لگا ہوا سا ایک جسم سمائی ہوئی ہے پس اُس خیال کے موافق اُس جسم خیالی میں دروازہ کھولنے کا لہلاق ہر سکتا ہے — خدا تعالیٰ نے قرآن مجید ہندوں کی زبان اور مہارو میں قائل کیا ہے پس ہندوں کے اُس خیالی جسم پر ہندوں کے مہارو کے موافق دروازہ کھولنے کا اطلاق ہوا ہے

قسم سوم میں جو آیتیں بیان ہوئی ہیں اور جنہیں لفظ
سہارا اس نیاں چیز پر جو ہم کو دہلائی دیتی ہے اس لفظ سہارا ہی
اُن آیتوں میں کئی لفظ بھٹکے قابل ہیں *

اول لفظ ”باب“ جو آیت کریمہ ”و ار فتحنا علیہم بابا من السماء میں واقع ہے اور دہ دہری آیت میں ہے ”و ار فتحنا علیہم بابا من السماء فكلوا واشربوا سوغیا من فضلہم انما صکرت افعالنا دل نکلن قلم مستعززون“ *

یعنی اور اگر ہم کہیں اُس پر دروازہ آسمان سے اور وہ اپنے
 چوہاچیں کے سارے دن اُس میں چڑھتے رہیں تو کُنکے کے چوہاچیں
 نہت ہندی ہوئی ہی نہیں تو ہر چادر ہوا *

لوگ خیال کرتے ہوئے کہ جب اس آیت میں آسمان کے دروازے کا ذکر ہی اور اُس میں چڑھنے کا بھی بیان ہی تو ضرور آسمان ایسا ہی مقسم ہی جیسا کہ یونانی بیان کرتے ہیں *

مگر خود اس آیت سے آسمان میں دروازہ ہونے کا عدم امکان ثابت ہوتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ ایک غیر ممکن بات کو فرض کر کے بیان فرماتا ہے کہ اگر آسمان میں دروازہ بھی ہوا جارے اور کافر اُس میں چڑھ بھی جایا کریں تب بھی ایمان نہ لایں گے اور کہیں گے کہ یا ہمارے شک نہ ہندی کہی ہی یا ہمیں جار کیا ہی پس اس آیت سے ہمارا مطلب ثابت ہوتا ہے نہ یوں یوں کے مفاد کا *

خدا تعالیٰ کا فرس کے حال میں انٹو غیر ممکن باتوں کی نسبت
 فرمایا کرتا ہے کہ اگر یہ بھی ہوجاے تب بھی وہ نہ مانینگے
 جیسے کہ اس آیت میں ”فرمایا ہے“ ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا

منها لا تفتح لهم ابواب السماء ولا يدخرون الجنة حتى يذبحوا الجمل
في سم الشيطان *

یعنی بے شک جنہوں نے ہماری نشانیاں کو جھٹلایا اور اُن کے سامنے گھونٹ کیا مرکز نہ ٹھہریں گے اُن کے ایسے دروازے آسمان کے یعنی اُن کو خیر و برکت نہ رہے گی اور نہ ہیشت میں جا رہیں گے یہاں تک کہ دوسرے چارے آرٹس سونی کے ناکے میں *

آؤنت کا - روئی کے نائے میں گھس جانا غیر ممکن ہی پس
 اللہ تعالیٰ کا فرور پر غیر روکت رونے اور اُن کا بهشت میں جانا
 ناممکن هونا اس طرح پر سمجھاتا هی نه اگر آؤنت بهی - روئی کے نائے
 میں گھس چارے تو بهی نه اُن پر غیر و روکت روگی اور نه و بهشت
 میں جارینگے *

اصطلاح آجھ مانھی نپہ میں فرمایا ہی کہ اگر آسمان میں ایسا دروازہ جس میں آدمی آتے جاتے ہیں کھولا جاوے اور کافر اُس میں

کے ٹکڑا کرانے کا ہی اور سچ کے نزدیک اس ٹیلی ٹیلی چیز کا ایسا جسم نہیں ہے جس سے حقیقتاً ٹکڑا کرنا ممکن ہو پس جن آیتوں میں ”کسفا“ کا لفظ ہے وہ یونانیوں کے مقلد مورخوں کے ایسے کچھ مفید نہیں اور نہ اُس سے یونانیوں والا مجسم آسمان ثابت ہوتا ہے نہ تیرہویں صدی کے مورخوں کا *

علامہ اس کے اس آیت میں خدا تعالیٰ مفسر اساتے اپنی قدرت ثابت کرتا ہے یونانیوں والا مجسم آسمان محسوس نہیں ہے کیونکہ سوائے اس ٹیلی چیز کے اور کچھ انسان کو محسوس نہیں ہے پس غیر محسوس شی سے ٹکڑا کرانے کا ذکر کرنا اثبات مدعا کو کافی نہیں اسلئے ”کسفا“ کا لفظ نہ ہمارے مطالب کے مطابق ہے اور نہ یونانیوں کے مقلدوں کے مفید ہے *

اصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں بندوں کی زبان میں اور انہی کے معادرات کے مطابق نظم کرتا ہے اور جب اُنکو کسی محسوس چیز سے مدافعت کرتا ہے یا مفسر اساتے اپنے کمال قدرت کو ثابت کرتا ہے تو انہی کے خیالات کے موافق اور جس طرح کہ وہ ہی محسوس ہوتی ہے اُسی کے مطابق نظم کرتا ہے اس میں حکمت ہے کہ اگر ایسے موقع پر خیالات کی تبدیلی اور حقایق اشیاء کے سمجھنے پر مترجم ہو تو اصلی مقصد روحانی تربیت کا فوت ہو جاوے *

تمام انسان اس ٹیلی چیز کو سقف گزینی سمجھتے تھے جیسے کہ وہ دکھلائی دیتی ہے اور ریاضتہ کی قات سے بھی زیادہ مضبوط سمجھتے تھے پس خدا نے مطابق اُن کے خیالات کے اُنکو فرمایا کہ اُس میں ایسی قدرت ہے کہ اگر چاہے تو اُس چیز میں سے بھی جس کو تم ایسا مستحکم سمجھتے ہو تم پر ٹکڑا کرانے اور زمین کو بارصف اس قدر عظمت و استحکام کے دھنچانے پس ایسے مقامات پر اسباب سے غرض نہیں ہوتی کہ اُس ٹیلی چیز کا جسم اس قابل ہے کہ اُس میں سے ٹکڑا کر ٹوٹ کر گرسکے یا نہیں اور اگر ٹکڑا کر ٹوٹ کر گرنے کے قابل ہے تو وہ ایسا ہی ٹکڑا ہوا جیسے چھت میں کی پٹیا یا پتھر میں کی پٹیا *

علامہ اس کے ”سماء“ سے سماء مانعہ فیہ مواد نہیں ہے تفسیر کیلئے میں لکھا ہے ”کسفا من السماء فرد کسفا یا لسكرن والھرتہ و نا ہما جمع کسفة وہی القلعة والسماء السحاب والاطاقہ * * * * * روي انه حیس منہم الریح سماء وسط علیہم الرسل فاعنہ بالفاعہم لا ینفعہم ظل ولا مای فاضاروا الی ان خرجوا الی البریة فظلمہم

دوسرا لفظ ”سقف“ ہی جو آیت کریمہ و چلتا السماء سقفاً محفوظ میں آیا ہے اور والسقف الوقوف میں جو لفظ سقف کا ہی اُس سے بھی اسماء مراد ہے — تفسیر کیلئے میں لکھا ہے سہی السماء سقفاً لانہ الارض کا السقف للبلد — یعنی اسماء کو چھت اس لئے کہا ہے کہ وہ زمین کے ایسے ایسا ہی جیسے گھر کے ایسے چھت * بلاشبہ یہ ٹیلی ٹیلی چیز ہمارے ایسی اُچھ دکھائی دیتی ہے کہ گویا دنیا کی چھت ہی مگر اس سے یونانیوں کے مقلدوں کو کیا فائدہ ہے اُس لئے کہ اس ٹیلی چیز کو جسے خدا نے سقف محفوظ یا سقف مرفوع کہا ہے یونانی بھی تو وہ اسماء نہیں مانتے جسکے وہ قایل ہیں اور علماء اسلام بھی اُن کی تقلید سے اس ٹیلی چیز کو اپنا مسموع اسماء قرار نہیں دیتے اور قرآن مجید میں جسکو سقف مرفوع و سقف محفوظ کہا ہے وہ تو بھی ٹیلی ٹیلی چیز ہی جو تمام دنیا کے لوگوں کو دنیا کی چھت کی مانند دکھائی دیتی ہے اور عرب کے پادشہ نشین جنگی زبان میں قرآن مجید اُترا اسیکر سقف مرفوع سمجھتے تھے جو اسماء کے یونانی قرار دیتے ہوں اور جن اسماءوں کا یا جس اسماء کا ذکر علماء اسلام کرتے ہیں وہ تو کسی نے دیکھا بھی نہیں پھر کیا معامد کہ وہ دنیا کی چھت ہی یا چھت کی چھت گزری ہے *

علامہ اس کے سقف کی مثال دینے سے اُچھا ایسے جسم سے مجسم ہونا جیسا کہ یونانی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ لازم آتا ہے یہ ٹیلی ٹیلی چیز ہمارے اس طرح پر دنیا کو گزیرے ہوئے دکھائی دیتی ہے جیسے گھر کو چھت اور ایسی مشابہت سے اُس پر سقف کا املاق کیا ہے خواہ وہ اہوں من بیھا المنکبوت ہو خواہ اشد من سقف الھدود * تیسرا لفظ ”رفع“ کا ہے جو اسماء کی تسبیح پر لکھا ہے در حقیقت یہ ٹیلی چیز جو ہمارے دکھائی دیتی ہے اور جسکو اسماء کہتے ہیں شی مرفوع ہی مگر لفظ رفع سے اُچھا لگنے یا تابی کے پترے کا سا ہونا کیونکہ لازم آتا ہے *

چوتھا لفظ ”کسف“ کا ہے جسکے معنی گزوں یا پارچوں کے ہیں یہ لفظ ایسے بھٹ کے قابل ہے مگر اول ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ ان آیتوں میں جو لفظ سماء کا آیا ہے اُس سے یہ ٹیلی ٹیلی چیز جو دکھائی دیتی ہے مراد ہی یا اور کوئی چیز — کچھ شیعہ نہیں کہ یہی مراد ہے کیونکہ شروع سیا کی آیت میں خدا نے فرمایا ہے ”اولم یروا الی ما بین الیدیم وما خافہم من السماء والارض“ اور انسان کے ہر طرف یہی ٹیلی ٹیلی چیز ہی جسکو اسماء فرمایا ہے اور یہی زمین ہی پھر اس کے آگے جو زمین کے دھنسانے کا اور اسماء سے ٹکڑا کرانے کے ذکر فرمایا ہے وہ بھی اسی زمین کے دھنسانے اور اسی ٹیلی چیز

چیزیں معجز اور حیل ہوتیں تو مٹھی میں اُٹھانا اور ہاتھ پر اٹھنا بھی یقینی معجز ہو گیا *

تم قال صاحب الکشاف و قول قبضتہ ملکہ و یدینہ قدرت و قول مطاریات یدینہ اے مقفیات — یعنی صاحب کشف نے کہا ہی کہ مٹھی سے تو ملک خدا مراد ہی اور دائیں ہاتھ سے اُس کی قدرت اور بڑھ بھی کہا گیا ہی کہ دائیں ہاتھ میں اپنی ہتھیلی یعنی ننا اور مندرم ہو جاؤنگے پس اپنی ہتھیلی کے لفظ سے آسمانوں کا حقیقت میں اپنی ہتھیلی کے لایق جسم سمجھنا تو ایک ٹھیک ٹھیک ملامت ہو رہا ہی *

چوتھے الفاظ ”انشقاق و انفراج اور انفسار اور تہ“ اور مثل انکے ہیں کہ اُن کے مشققات یا یہ تبدیلی ابواب قرآن مجید میں آئے ہیں — ان الفاظ کی نسبت بھی دھی بھٹک ہی جو ہم نے بالتفصیل ”نفا“ کے لفظ کے تحت میں کی ہی یہی قبلی قبلی چیز جس کو سب لوگ آسمان کہتے تھے اور جائتے تھے اور نہتے ہیں اور جائتے ہیں سب کو ایک مجسم چیز اور چوتھ کی طرح قبلی ہوتی معلوم ہوتی ہی وہ اُس کی حقیقت سے واقف تھے مگر جیسے کہ وہ دکھائی دیتی تھی اُس قیاس پر اُس کو بھٹتے اور چرنے کے قابل خیال کرتے تھے قرآن مجید جو تو ایک عرب اول کے معارف میں اترا ہی ازہبی کے خیال اور معارف کے موافق وہ الفاظ بڑے گئے ہیں اور مقصد اُس سے صرف معدوم ہونا اور فنا ہونا موجودات کا ہی پس کسی طرح یہ الفاظ آسمان کی ایسی حقیقت پر اور ایسے جسم پر جیسا کہ یونانیوں نے تسلیم کیا تھا اور جس کی تائید امام اسلام نے کی تھی یا جیسا کہ تیرھویں صدی کے مولوی بیان کرنا چاہتے ہیں دلائل نہیں کرتے *

شاہ ولی اللہ صاحب فرائد الکبیر میں اسلوب قرآن کی بھٹ میں ارقام فرماتے ہیں کہ ”پس اگر برخلاف طور ایشاں (یعنی عرب اول) کہتے شود بھیرت فرماؤند و چیزے نا آشنا پگرس ایشاں رسد نہم ایشاں را مشورہ سازد“ مگر یہ قاعدہ صرف امویوں توں ہی پر منحصر نہیں ہی بلکہ قرآن مجید کی ہر بات میں یہ امر ملحوظ ہی *

ایک مقام میں یہ ذیل بیان معنی آیت معکم شاہ صاحب نے بیان فرمایا ہی کہ ”اعتبار دانستن عرب اول اسے کہ مرگازان زمان مارا کہ نہ شگانی بیجا راہی اسے معضال کہ معکم را متشابه مسازند و معارم را معجول“ اگر یہ یہ امر شاہ صاحب نے معنی لغت کی نسبت لکھا ہی مگر یہ ایسا قاعدہ ہی جو بہت سی چیزوں کے لئے مفید ہی مثلاً جیسے کہ عرب سہار کا اطلاق اس قبلی چیز پر کیا کرتے تھے جو ہر طور ایک سقف گنبدی کے دکھائی دیتی ہی تو ہر کسی پر انفا کرنا چاہیے اور زیادہ مرگازانی کرکے اور ملک کر مٹھی کر پھینکا پٹانا نہیں چاہیے اسی طرح جب کہ

کہی ان الفاظ سے حقیقت اُن چیزوں کا ثبوت مقصود نہیں ہوتا بلکہ اُس کے قیام بلزوم مقامی یا عادی کا ہوتا ہی تقدیر *

پانچویں لفظ ”الطی“ قابل بھٹ ہی جس کے مشققات آید کوہم یرم نصاری السماء علی السجود للکتاب اور آید کریمہ والسعوات مطاریات یدینہ میں آئے ہیں *

مگر ان آیتوں سے یہ خیال کرنا کہ آسمان کاغذ یا کپڑے یا چادر یا رومال کی مانند ایک جسم ہی جو خدا کے ہاتھ پر لپٹ جاویگا یا جیسے مکتوب میں لڑکے مکتوب اپنی لپٹ میں اُس طرح لپٹ جاویگا ایک بڑی غلطی ہی یہ کلام معجزاً بولا گیا ہی جس سے مقصود صرف اتنا ہی کہ یہ تمام آسمان و زمین جیسے کہ پہلے ٹیٹے تھے پھر ٹیٹے ہو جاؤنگے *

خدا تعالیٰ اول فرماتا ہی کہ یرم نصاری السماء علی السجود للکتاب اور اُسی کے ساتھ فرماتا ہی اما یدمان اول خالق نمدہ یعنی یہ فرماتا کہ ہم آسمان کو مکتوب کی مانند اپنی لپٹ کے اُس کے مطلب کو پتا دیا کہ جس طرح ہم نے پہلے پہل پیدا کرنا شروع کیا تھا پھر دوسرا ہی کرؤنگے اور ایسا کرنا اُسی وقت ہوگا جبکہ یہ سب ٹیٹے ہو جاویگا *

تفسیر دیگر میں یہ تحت آید والسعوات مطاریات یدینہ کے بہت سارے گفتگو لکھی ہی جس کا خلاصہ یہ ہی کہ یہ سب معجز ہی اور معجزاً واسطے اظہار قدرت و شان خدا تعالیٰ کے بولا گیا ہی *

قال صاحب الکشاف الغرض من هذا الکلام اذا اخذتہ نما ہو بجملة و معجوزہ تصریر مہمتہ والترف علی کثرتہ جلالہ من غیر ذہاب والقبضۃ والایہین الی جہۃ حقیقۃ او جہۃ معجز یعنی صاحب تفسیر کشف کا قول ہی کہ اس کلام سے جبکہ اُس سب کو جمع کرکے اور تو مقصود اُس سے خدا تعالیٰ کی مہمت کی تصریر پٹانا اور اُس کے جلال کی نکتہ میں متوقف رہنا ہی بغیر اس بات کے کہ مٹھی اور دائیں ہاتھ سے حقیقت میں مٹھی اور داہان ہاتھ سمجھیں یا معجزا خیال کریں *

بعد اس کے ایک لپٹا چوگڑا تاریل کا اور حیل ناکم کا حقیقت سے معجز پر لکھ کر ارقام فرماتے ہیں ”ولا شک ان لفظ القبضۃ والایہین مشہور لہذا المعضد والبعراج الا ان الدلائل العقلیۃ قاصد الی امتناع ثبوت الامضاد والبعراج اللہ تعالیٰ فوجب حمل هذه الامضاد علی وجہ المعجز — یعنی اس میں کچھ شک نہیں ہی کہ مٹھی اور داہان ہاتھ ان امضا اور ہاتھوں کو جو ظاہر میں ہیں پٹانا ہی مگر عقلی دلائلوں سے ثابت ہوا ہی کہ خدا تعالیٰ کے امضا اور جبروح کا ہونا غیر ممکن ہی اس لئے واجب ہی کہ مٹھی اور داہان ہاتھ جو بیان ہوا ہی اُس کو معجز پر حمل کریں پس جبکہ دوسری

تفسیر کیوں میں تھیں تفسیر آیت کریمہ اَللّٰهُمَّ اِشْدْ خَلْقًا اَم السَّمَاءِ
کے لکھا ہی کہ ”اِنَّ اَسَدَ لَالٍ عَلٰی مَشْكُوْرٍ اَلَيْسَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِشْدْ خَلْقًا
اَم السَّمَاءِ لَنْبِهِمْ عَلٰی اَمْرِ يَمْلِكُ بِالْمُشَاهَدَةِ وَذٰلِكَ لَنْ خَلْقَةِ الْاِنْسَانِ
عَلٰی صَغَرٍ وَضَعَتْ اِذَا اَضْيَعَتْ اِلٰی خَلْقِ السَّمَاءِ عَلٰی عَظَمِهَا وَعَظَمِ
اَحْوَالِهَا فَبَيَّنَ تَعَالٰی اَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ اَعْظَمَ وَ اِذَا كَانَ كَذٰلِكَ نَظَرًا
عَلٰی وَجْهِ الْاِمَادَةِ اَوَّلٰی اَنْ يَكُوْنَ مَقْدُوْرًا لِّلَّهِ تَعَالٰی فَكَيْفَ يَنْكَرُوْنَ ذٰلِكَ
وَنُظَيِّرُهُ قَوْلَهُ اَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَ الْاَرْضَ بِقَادِرٍ عَلٰی اَنْ يَخْلُقَ
مِثْلَهُمْ وَ قَوْلَهُ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَ الْاَرْضَ الْاَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ الْفَلَسِ وَ الْعَرَبِي
اَخْلَقَكُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ اِشْدْ اَم خَلَقَ السَّمَاءَ اَمْ عَدَدَكُمْ وَ نَبِي تَقْدِيْرٍ كَمْ فَاَنْتَ
نَا الْاَمْرِيْنَ بِالْحَقِّ اَلٰی قُدْرَةِ اللّٰهِ وَاحِدٌ “ *

یعنی تفسیر کیوں میں اَللّٰهُمَّ اِشْدْ خَلْقًا اَم السَّمَاءِ کی تفسیر میں
لکھا ہی کہ جو اورک ہمت کے منکر تھے اُن پر دلیل لانے کے لیے
خدا نے فرمایا ہی کہ تمہارا پیدا کرنا مشکل یا سخت تو ہی
یا آسمان کا پس اُنکو ایسی بات سے جسکو وہ عقیدہ دیکھتے تھے
خبردار کیا کیونکہ جسوقت انسان کی خلقت کو جو ضعیف اور صغیر ہی
آسمان سے نسبت دی جارے جو ایسا ہوا ہی اور اُسوں ہمت بڑی بڑی
حالتیں ہیں تو خدا نے بقایا نہ آسمان کا پیدا کرنا پورا کام ہی اور جبکہ
یہ بات ہی تو تمہارا پور پیدا کرنا کچھ بڑی بات نہیں تو بدرجہ
ارای خدا کی قدرت میں ہوگا پھر کیونکہ تم اسکا انکار کرتے ہو —
اس کی ایسی مثال ہی جیسے خدا نے فرمایا ہی کہ جس نے آسمان
و زمین پیدا کیئے کیا اس بات پر قادر نہیں ہی کہ اُنہی کی مانند
اور پیدا کرے یا جیسے خدا نے فرمایا ہی کہ آسمانوں اور زمین کا
پیدا کرنا آدمیوں کے پیدا کرنے سے بڑا ہی اور مطلب بڑھ ہی کہ ایا
موتنے کے بعد تمہارا پیدا کرنا مشکل ہی یا تمہارے نزدیک آسمانوں کا
پیدا کرنا مشکل ہی اگرچہ خدا کی قدرت کے نزدیک تو یہ دونوں باتیں
یکساں ہیں یعنی کچھ مشکل نہیں ہیں — پس اب ضرر کا مقام ہی
کہ لفظ شد سے آسمانوں کا سخت جسم ہونا کیونکر ثابت ہوتا ہی *

اور اگر لفظ اشد سے مستحکم و مضبوط کے معنی لیے جارہیں تو
یہی اُس سے یہ سمجھنا کہ آدمی کے پوس سے آسمان کا پوس اور
اُس کے جسم سے آسمان کا جسم اور اُس کی ہتھی پسلی سے آسمان کی
ہتھی پسلی زیادہ مضبوط اور سخت ہی ذاتانی کے سوا اور کچھ نہیں
ہی — بے شک آسمان اور زمین اور پہاڑ اور درخت کو ہم دیکھتے
ہیں کہ انسان سے زیادہ پایدار ہیں اسی زمین پر اور اسی آسمان کے
تلیے ہزاروں لاکھوں نیبی اور دلی اور شہداء اور صالحین آہے اور گذر گئے
سکندر و دارا و جشید و فریدون بھی ہوئے اور گذر گئے بہت سے نعرے
مترن دینے والے پیدا ہوئے اور گذر گئے بہت سے مسلمان خدا و رسول پر
دل و جان سے ایمان رکھنے والے کانر بنائے گئے اور گذر گئے ہزاروں کانر

مرب اول اسی نیبی چھ کو پھٹنے والی اور چرنے والی اور پوس
کھینچنے کے لائق خیال کرتے تھے تو اُن الفاظ کو اُنہی کے خیالات پر
مقتصر رکھنا چاہیئے نہ یہ کہ اُس کے لازم کو اپنی طرف سے اضافہ کرکر
اُس نیبی چھ کو ایسا جسم قرار دیا جارے جو کافی یا کپڑے کی طرح
پھٹ سکی یا لپٹ سکی یا پکری کی طرح اُس کا پوس اُترتا جاسکے
اگر ضرر کیا جارے تو سبح سموات کا لفظ بھی درحقیقت مثبت تمدد
آسمانوں کا نہیں ہی کیونکہ عرب کے خیال میں تھا کہ سات آسمان
ہیں اور جو کہ اُنہوں نے بجز اُس نیبی چھ کے اور کسی چیز کو
نہیں دیکھا تھا اور اُسکو ایک مستحکم جسم سمجھتے تھے اور اسلیئے
اُنہوں نے خیال کیا تھا کہ ساتوں آسمانوں کا ایسا ہی جسم ہوگا اور
پھر اس خیال سے اُن کا تو پر تو ہونا بھی اُن کے ذہن میں جما ہوا
تھا اُنہی کے خیال کے موافق قرآن مجید میں جو عرب اول کی زبان
و مصدرہ میں نازل ہوا ہی وہ سب باتیں بیان ہوئیں ہیں اُن کو
خبرہ تشوہا حقیقت واقعی کا مثبت قرار دینا اسرب بدیع قرآن مجید
کے برخلاف ہی اگر حقیقت اِشْد اُس کے مطابق پائی جارے جیسا کہ
قرآن مجید میں موافق خیال عرب اول کے بیان ہوا ہی نہرا مراد
اور اگر بغرض معادل اُس کے برخلاف بیان ہو تو یہی کچھ نقصان
یا اعتراض قرآن مجید پر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ عرب اول کی
زبان میں بولا گیا ہی ہاں جسوقت کہ قرآن مجید یونانی مولویوں
اور خیالی تفسیروں کے ہاتھ آتا ہی اور وہ ہندی کی چندی اور نکات
بعدالوقوع نکالنے پر اپنے مہم کو اور بے معنی اعتراضات و پھٹ کو ختم
کونے لگتے ہیں اُس وقت قرآن مجید کا حال صائب کے شہر کا سا
ہوجاتا ہی جب کہ اُس نے کہا تھا کہ ”عمر مرا ہمدردہ کہ ہمدردہ“
فرض ہماری یہ ہی کہ قرآن مجید کو مکمل نلام ایک انسان نصیب تھ
عرب اول کے خیال کرکر اُس کے الفاظ کے معنی لگائے جارہیں نہ مکمل
فلاسفہ یونان کے کلام کے — و من لم یعتقد بهذا فذل سواد السیول *

ساتویں الفاظ ”اِشْد و اَکْبَر“ قابلِ نظر کے ہیں خدا تعالیٰ موافق
خیال عرب اول کے اپنی قدرت کاملہ کو بیان فرماتا ہی کہ آسمانوں کا
اور زمین کا بنانا انسان کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل یا سخت تو ہی
حالانکہ خدا کے نزدیک نہ آسمان و زمین کا پیدا کرنا مشکل ہی نہ
انسان کا مگر اس مقام پر اُنہی کے خیال کے موافق خدا نے فرمایا کہ جس
چیز کی خلقت کو تم ایسا مشکل یا سخت تو جانتے ہو تو خدا کو
تمہارا پیدا کرنا یا پھر دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہی اب انصاف سے
دیکھا جارے کہ اس طرز قلم سے اشد کے معنی اربے یا قاتیہ کے ہوتے
کی مانند جسم کے قرار دینے کیسی نا سبجی کی بات ہی اور یہی
اُس کو ایک مسئلہ مستحکم قرار دینا اور اُس کے برخلاف کہنے والے کو
کانر کہنا عذر کفر میں گونا ہی و نہ وہ باللہ منہا *

ہوئی ہوئی اور جب اُسکو مصلح کہانی تو ضرور گنبد کی چھت کی طرح قات لگا کر بنایا گیا ہوگا اور ایذا پتھر کی جگہ پلور کے پتھر لگائے گئے ہونگے یا کانچ کے شیشہ کی طرح ڈھالا گیا ہوگا اور کچھ نہیں تو لہجوں کے کوسٹل بیلنس کی طرح تو ضرور ہوگا مصلح ہیچا و نادانی ہی *

قسم چہارم — میں جو آیتیں بیان ہوئی ہیں اور جنہیں لفظ سہوات کا آیا ہے اُن میں کئی لفظ بھٹ کے قابل ہیں *

اول — لفظ ”سہوات“ بھٹ بچہ ہی کہ اس لفظ کا ہمیشہ جمع ہی پر اطلاق ہوتا ہے یا مفرد پر بھی تفسیر کبیر میں لکھا ہے ”و انما قال کالتا رقفا و ام یقل کی رقفا لان السہوات لفظ الجمع والموادۃ الواحد اذال علی الجنس قال الاخفش السہوات نوع والارض نوع و مثله ان الله یسکب السہوات والارض ان تزلا“ یعنی اللہ صاحب نے کہا ہے کہ آسمانوں اور زمین دونوں کے منہ بند تھے یعنی آسمانوں اور زمین دونوں کے یعنی آسمانوں کو ایک تھا اور زمین کو ایک تھا اور منہ بند نہیں تھا کہ سب آسمانوں کے جو بہت سے ہیں منہ بند تھے اور زمین کا منہ بند تھا — اس کا سبب یہ ہے کہ سہوات جمع کا صیغہ ہی لیکن اُس سے ایک بھی مراد لیا جاتا ہے کیونکہ وہ سب آسمانوں کے ایک طرح کا ہونے پر دلالت کرتا ہے اخفش کا قول ہی کہ سہوات ایک نوع ہے اور زمین ایک نوع اور اسی کی مانند خدا نے فرمایا کہ اللہ تھامتا ہے آسمانوں کو اور زمین کو کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں — اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سہوات کے لفظ سے سہا بھی مراد ہوتا ہے اسطرح سے سہا پر بھی جمع کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے کہ اُس کا ہر جزو سہا ہی کی قولہ تعالیٰ ثم استوی الی السہا

نسراہیں سب سہوات پس اس قسم میں ہم نے جو آیتیں لکھی ہیں اُن میں سے بعضی آیتوں کو قسم پنجم میں بھی لکھا ہے اسکا سبب یہ ہے کہ اُن میں جو لفظ سہوات کا آیا ہے اگر اُس سے سہا بصیغہ مفرد مراد لیا جاوے تو وہ آیتیں قسم چہارم میں داخل رہتی ہیں بلکہ قسم سوم میں شامل ہو سکتی ہیں اور اگر اُس سے جمع ہی مراد لی جاوے تو پھر اُنکا ٹھکانا پنج قسم پنجم کے اور نہیں نہیں ہو سکتا *

دویم — لفظ ”خاق“ قابل بھٹ ہی ہوگا ہم نے فقہاء معیضہ کو سہا اور اُس کے عیاقب کو جو سبب وجود کواکب کے یا اور کسی حد ظاہر کے پیدا ہوئے ہیں سہوات کہا اور اصلاط کا بھی دہری نہیں کیا کہ اُس میں کوئی جسم سیال انڈیری ہی یا نہیں تو کوہا ہم نے ہی معدوم کو سہا و سہوات کہا یا ایسی چیز کو سہا و سہوات کہا جس کا کوئی رجحان جسمانی نہیں ہے تو پھر اُس پر خاق کا اطلاق کیونکر صادق آتا ہے *

مگر یہ تمام خیالات کچ فہمی سے پیدا ہوتے ہیں سیدھی سمجھہ کا آدمی ان خیالات کی غلطی پھر بھی سمجھہ لیتا ہے *

و مرتد اور خدا کے وجود کے بھی منکر پیدا ہوئے اور گنہ گنہ اور ایک دن ہم بھی اور ہمارے نفرتی فتویٰ دینے والے بھی گنہ جاوینگے اور اپنے اپنے اعمال کیلئے خدا کے سامنے حاضر ہونگے و انی لا اعلیٰ ما یقبل ہی و بما یقبل ہم و لائی ارجو رحمہ ربی انہ ہوا رحمہ الراحمین اور باوجود ان سب حوادث کے آسمان اور زمین ویسے ہی ہیں جیسے کہ تھے تو ضرور کوئی پڑھنے والا پوچھے سکتا ہے اَلانتم اعد خلقا ام السہا مگر اُس سے یہ مراد لینی کہ ہم مٹی کے ہیں اور آسمان ارض کا اس تیز رفتاری صبح کے سواروں کے سوا جو مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے بھی نفرت کا تحفہ لانے والے کے یار غار ہیں اور کس سے ہو سکتا ہے و اننا اروض اموی و امرکم الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد *

ساتواں لفظ ”امساک“ کا ہے خدا نے فرمایا کہ وہی تمام رکھتا ہے آسمان کو زمین پر گرنے سے کسی صاف اور سیدھی بات ہی ہم آسمان کو ایک گنبد کی چھت کی مانند دیکھتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ تھپی ہوئی ہے اور ہم پر گرتی نہیں اسی خیال کے موافق اگر ایک تھ عرب اول کہے کہ کسی صاحب قدرت نے آسمان کو زمین پر گرنے سے تمام رکھا ہے تو اُس کا یہ کہنا بالکل سچ اور صحیح ہی یا نہیں اگر صحیح ہی تو خدا کا یہ کہنا بھی کہ میں نے آسمان کو زمین پر گرنے سے تمام رکھا ہے صحیح ہی اس قول پر اپنی طرف سے زیادہ حاشیے لگانے کہ آسمان پر فرشتے رہتے ہیں اس لیے ضرور ہے کہ وہ سخت و صاب ہو قائم و ثابت اُسپر ٹک سکیں اور جبکہ وہ مضطرب و صاب نہ ہو تو ضرور ہی کہ اسکا کوبہ کے پتوں کا سا جسم ہو اور جب وہ ایسا ہو تو ضرور ہی کہ بوجھل اور ثقیل لاکھوں ٹونوں پدموں پر اُٹھا ہو کہ وہ مضطرب اور واہیات بات ہے اور قرآن مجید کے اسلوب بدیع کے بالکل متضاد ہے *

آٹھواں لفظ ”پنا“ کا ہے اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ فرمایا ہے کہ میں نے آسمان کو پیدا کیا بلاشبہ وہی خالق ہی پنا کا لفظ اور خالق کا دونوں ہم معنی یا ہم مراد ہیں کون اس سے انکار کر سکتا ہے کہ خدا نے آسمان کو نہیں بنایا بلاشبہ ہم کو دکھائی دیتا ہے کہ ہمارے ہی ایک مصلح ہی جس میں ہزاروں لاکھوں گیاس اور میگنٹ کی روشنی سے بھی مدد روشنی کے مضایع روشن ہیں وہ ایسی خوبصورت ہم کو دکھائی دیتی ہیں جیسے پلور کی ہانڈیوں اور فانوسوں میں میگنٹ کی روشنی ہو وہی ہے پس یہ حال جو ہم کو آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہے اُسکو خدا بٹلاتا ہے کہ میں نے آسمان کو تمہارے لیے مصلح بنایا ہے کمپشتوں میری مبادت کرو میری وحدانیہ کا اقرار کرو میرے رسول کی تابعداری کرو جو کوئی میرا اور میرے رسول کا اقرار کرے اُسکو کاز مہ کوہ نہ مائو تو جہنم میں جاوے پس خدا کے نام کا تو اسقدر مطالب ہی آگے اُسپر حاشیے لگانے اور لکھنا کہ جب پنا کا اطلاق ہوا ہے تو ضرور اُسکی بنیاد کوہ قاف پر

انکو مفسرین نے بھی اس آیت کی تفسیر ہمارے قول کے مطابق کی ہے
صرف اتنا فرق ہی کہ ہم نے سموات کا اطلاق بادلوں پر کیا ہے اور
انہوں نے اس لفظی چبھت پر جو ہو کہ وہاں کھیتی ہوتی ہے چنانچہ ہم
اسکو تفسیر کیلئے بے دخل کرتے ہیں *

قال الامام فی القول الثالث وهو قول ابن عباس و اکثر المفسرين
ان السموات والارض كلتا رتقا بالاستواء والصلابة فخلق الله السموات والارض
والارض بالثبات والشيء ونظيره قوله تعالى والسموات ذات الرفع والارض
ذات الصعد والرجح هذا الوجه على ما رواه ابو جرة لقوله بعد ذاك وجعلنا
من الماء كل شيء حي و ذاك لا يلائق الاول امام تعلق بما تقدم واليك من
كذلك الا اذا كان المراد ما ذكرنا فان قيل هذا الوجه موجود لان المراد
لا ينزل من السموات بل من سما واحد وهي سما الدنيا قلنا انما
اطلق عليه لفظ الجميع لان كل قطعة منها سما كما يقال ثوب اخلاق
و بومة اشعار وامر ان على هذا التاويل يجوز حمل الولاية على الاشياء
يعني امام نظير الدين رازی نے تفسیر کیلئے میں اس آیت کی
تفسیر تیسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ ابن عباس کا اور اور یہ ہے سے
مفسروں کا یہ قول ہے کہ آسمان و زمین بسبب سختی اور پختہ
ہونے کے منہ بند تھے پھر منہ کھولا اللہ تعالیٰ نے آسمان کا منہ
بے زر زمین کا ثبات اور درخت اتر گئے اور اسی کی مانند خدا
کا یہ قول ہی قسم ہی پھرنے والے یا بوسے والے بادل کی اور
اتر گئے والی پھاڑ والی زمین کی اور اس وجہ کو تمام وجوہوں پر
توجیہ دی ہے خدا تعالیٰ کی اس قول کی دلیل ہے جو اسی کے بعد
ہی کہ کیا ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندہ اور اس آیت کا پہلی آیت
سے جب ہی جوڑ ملتا ہے جبکہ پہلی آیت کو پانی سے کچھ تعلق
ہو اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ وجہ ضعیف ہی اصلیت کے منہ
آسمانوں سے نہیں آتا بلکہ ایک آسمان سے جو دنیا کا آسمان ہی
اوترتا ہے تو اسکا جواب ہم یہ دینگے کہ دنیا کے آسمان پر جمع
کا صیغہ اصلیت ہوا گیا ہے کہ اسکا ہر ایک ٹکڑا آسمان ہی
جسمانہ کہ عرب بولتے ہیں ثوب اخلاق اور بومۃ اشعار اب یہ بات
بھی جانتی چاہیئے کہ اس تاویل پر جایز ہی کہ روئے کے لفظ کے
معنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے جارویں *

قسم پنجم میں جو آیتیں لکھی ہیں انکے الفاظ و معانی کی تشریح
انہی کے ساتھ ہی پس اب کوئی لفظ آیات کوئی میں مہربی دانستہ
میں ایسا نہیں رہا جسپر بھٹ کر ہو *

میں میں اپنے اس آرٹیکل کو ختم کرتا ہوں اور پھر کبھی ترصیہ
میں انشاء اللہ تعالیٰ نسبت احادیث کے جو اس باب میں ہیں
بھٹ کیچاریکی و اللہ المستعان *

رائس
سید احمد

اول تو یہ کہنا کہ عدم غیر متعارف ہی نہایت غلطی ہی عدم
محض نہ کیلئے موجود تھا اور نہ کبھی موجود ہوگا ایسی چیز جو
کبھی موجود ہی نہیں ہوسکتی اسکی نسبت یہ کہنا کہ متعارف ہی یا
غیر متعارف محض نادانی ہی باقی رہا عدم ممکن جسکو عدم الہی سے
تعمیر کیا جاتا ہے یہ موجود بھی ہوتا ہے اور جب موجود ہو
تو وہ بلاشبہ متعارف ہی پس جو حقیقت آسمان کی ہم نے بیان کی
اس پر معدوم غیر موجود ہونے کا اطلاق نہیں ہوسکتا بلکہ معدوم
الجسم کہہ سکتے ہیں اور شی متعارف کے ایسے یا جس پر متعارف
ہونے کا اطلاق ہوتا ہے اس کا مجسم ہونا ضرور نہیں ہی خدا
تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خلق الموت والحیات حالانکہ موت اور حیات
کوئی شی جسمانی نہیں ہی پھر فرمایا ہے کہ خلق اللیل والنہار و
وجعل الظلمات والنور حالانکہ رات ظلمت یعنی عدم النور کا نام ہی اور لیل
و نہار یعنی رات دن اور نور و ظلمت دو نو جسمانی نہیں ہیں پس
خلق کا لفظ نسبت سموات کے ہمارے کلام کے معانی نہیں ہی *

استرا اور خلق دونوں کی مراد واحد ہی قول الامام فی تفسیرہ ثم
استوى الى السماء كفاية من ايجاد السماء والارض يعني استرا کے لفظ
سے آسمان اور زمین کا پیدا کرنا مراد ہی *

تیسرا لفظ ”رتق و رتق“ قابل بھٹ ہے ہم نے اسی آیت کے
ساتھ شاعری اللہ صاحب اور شاعر بدلتا صاحب کا ترجمہ مع تفسیر
کے لکھ دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں لفظ ہمارے کلام کے
معانی نہیں — ہمارے نزدیک تو اس مقام پر سموات بادلوں سے مراد
ہی جن کو بسبب کثرت و تعدد کے جمع کا صیغہ ہوا گیا ہے اور
پڑی تائید اس کی اس بات سے ہوتی ہے کہ اسی آیت میں خدا
فرماتا ہے وجعلنا من الماء كل شيء حي اور صداخت اس آیت کی
ہر شخص یہ صیغہ اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے بادل آتے ہیں اور گہرے
رہتے ہیں اور نہیں بوسے پھر اللہ تعالیٰ اُن کا منہ کھولتا ہے
اُن سے منہ بوسہ ہوتا ہے زمین خشک ہو جاتی ہے کھیتی نہیں رہتی
کچھ اُٹانے کے قابل نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اُس کا منہ کھولتا ہے
سب چیز اُس میں سے پیدا کرتا ہے اور یہ سب باتیں ہمیشہ تمام
لرگ دیکھتے رہتے ہیں بعض امام اسلام نے یہودی کی تقلید سے یہ
خیال کیا تھا کہ اس آیت سے یہ مراد ہے کہ آسمان و زمین اُس
میں چمٹے ہوئے تھے جسے بدن پر کھانسی خدا نے زمین کی کھانسی
کینچ کر آسمان بنا دیا مگر یہ صرف یہودیوں کا قصہ ہی اسی کی
تائید سے اُن علماء نے قوائ کی بھی تفسیر کی ہی جن لوگوں کو خدا
نے مضطرب کیا ہی وہ آسمان و زمین کی پیداکی کے وقت کہاں تھے
جو وہ دیکھتے کہ آسمان زمین سے بدن کی کھانسی کی مانند چمٹا ہوا
تھا یا نہیں *

بمقام علیحدہ — مصلح علیحدہ استتہ رتق میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۱]

۱۵ شعبان سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی

[جلد پنجم]

بسم الله الرحمن الرحيم

إِطْلَاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرٹی
منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کرٹی مقصود اس
پرچہ میں مندرجہ ہونے کے لیئے بھیجتا ہو یا زر قیامت اخبار یا
زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور توثیق کے منایب فرماتا ہو تو سید احمد
خان صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارس بھیجتا جاوے غرضکہ
تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے آنہی سے کی جاوے کیونکہ یہ
پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہی اور وہاں سے
تقسیم ہوتا ہی اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہی *
اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق
ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار افسار و دیار اس میں
مندرجہ نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہی کہ
مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو فطرت ارحام
مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے پرغلاف
ہیں وہ بھی سائے جارہیں *

إِطْلَاع

تشریح قیمت و مصرف مبالغ

تہذیب الاخلاق

جستدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت
وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہرگا بلکہ اس پرچہ کے
اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا *
میں دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہی اور ساتھ
روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس
پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار
ہی کہ اگر چاہیں تو اُس کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک
کریں اور جو شخص اس طرح شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ
سالانہ دینا ہوگا *
یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا در بار یا تین بار جیسا کہ
مستفاد مضامین ہوگا چھپا کر کیا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ
قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روائی پرچہ سے اُن کو کچھ
تعلق نہرگا *
اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ
چُر آنہ مہہ اخراجات روائی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۸۹

دافع البہتان

جناب حضرت سیدالہاج مولانا مرادی حاجی علی بخش خاں صاحب بہادر سب آرڈینٹ جج گورنمنٹ نے ایک کتاب مسمیٰ یہ تائید الاسلام تھریز فرمائی ہے جس میں مجھے پرہیز سے اتہام کیے ہیں اگرچہ میں ایسی باتوں کی نسبت کچھ پورا نہیں کرتا مگر بہت سے دوست بچد ہیں کہ جن عقائد کو جناب سیدالہاج نے اتہام تمہاری طرف منسوب کیا ہے انکی نسبت بلا بصرف و استدلال صرف اتنا لکھو کہ حقیقت میں وہ تمہارا عقیدہ ہی یا تم پر اتہام ہی پس میں انکے ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ مجسورہ موجودہ اسلام مضطرب یعنی میرے نزدیک قطعاً باطل ہے، یہ بعض اتہام ہی مبرا یہ عقیدہ نہیں ہے میں ایک مقام پر جہاں یہ بھٹ کی ہے کہ مذاہب مختلفہ میں کونسا مذہب سچ ہو سکتا ہے اور بعد ایک لمبی تقریر کے بیان کیا ہے کہ مذہب اسلام کے سوا اور کوئی مذہب سچ نہیں ہو سکتا رہا میں نے لکھا ہے کہ اسلام سے میری مراد یہ مجسورہ احکام نہیں ہے کیونکہ اسی احکام منصوصہ اور اجتہادات اور قیاسیات سب شامل ہیں جنہیں خدا کا احتمال ہی اس مقام پر میری مراد مذہب اسلام سے صرف احکام منصوصہ ہیں پس یہ کہنا کہ مضطرب کے نزدیک مجسورہ موجودہ اسلام قطعاً باطل ہے کیا غلط اور نکتہ ہوا اتہام ہی *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ مجسورہ اسلام مضطرب یعنی میرے نزدیک خلاف مرضی الہی ہے *

نورث باللہ من هذه الکلمات کبرت کلمۃ تخرج من افواہهم ان يقولون الاذنبا — میرے نزدیک کوئی مذہب سوائے مذہب اسلام کے مطابق مرضی الہی کے نہیں ہے *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ احکام معاد پر اعتقاد لانا اور صحیح جاننا مضطرب کے نزدیک مانع ترقی ہے *

لعلہ خدا کی ہر اسی چیز جسے یہ لکھا ہو اور جسکا یہ اعتقاد ہو میں نے یہ لکھا ہے کہ جب اس سچے مذہب (یعنی اسلام) میں بھی اندر خیالات اور بد تمہیات ملجاتے ہیں تو وہ دنیاسی انسان کی ترقی کا حارج ہو جاتا ہے کیا یہ لفظ اور کیا وہ عقیدہ جو سیدالہاج نے میری نسبت لکھا ہے جس وقت انہوں نے یہ کتاب لکھی ہے شاید خود انکے احکام معاد پر یقین نہ تھا کیونکہ اگر یقین ہوتا تو وہ ضرور خیال فرماتے کہ مولانا یہی

ہی خدا کے سامنے جانا ہے میں کیونکر ایک شخص پر ایسا اتہام کروں *

جناب سیدالہاج نے ارقام فرمایا ہے کہ معجزات انبیاء کے اعتبار سے مجرد نبی کے قول پر یقین لانا مضطرب کے نزدیک باطل ہے *

اس عبارت کا مطلب شاید مصنف ہی سمجھیں تو سمجھیں اور کوئی تو سمجھ نہیں سکتا مگر صرف اسقدر لکھنا کافی ہے کہ جناب سیدالہاج میرے آرٹیکل کا جو مطلب سمجھتے ہیں وہ غلط ہے۔ میں نے اس آرٹیکل میں صرف صرف عقل ثابت کیا ہے *

جناب سیدالہاج نے ارقام فرمایا ہے کہ ایجاد شریعت مضطرب کے یعنی میرے نزدیک ضرور ہے *

لعلہ اللہ علی قایلہ و علی معتقدہ میرے اعتقاد میں شریعت حقہ معصومہ خاتم شریعت ہے جیسیکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوت ہوں *

جناب سیدالہاج نے ایک فقرہ میں پانچ اتہام میری نسبت کیے ہیں — ایک اتباع — سوا اعظم و اتفاق جمہور مضطرب کے نزدیک باطل ہے — دوم — کسی عالم کے قول کا اعتبار نہیں نہ سند لائی جاہیثہ — سوم — مسلمات مذہبی سے انکار کرنا نہ بدعت ہے نہ فقرہ ہے — چہارم — تفلید ائمہ اربعہ کی ظاہر و ضلالہ ہے — پنجم — فقہ و حدیث پر اعتماد لانا بیجا ہے *

یہ سب کچھ جو لکھا ہے سب غلط ہے اور تمام تو مضامین کو

تھریف کیا ہے فوراً للذین یکتبون الکتاب بدیعہم ثم یقولون هذا من عند اللہ وہ لکچر جو آزادی رائے ہے اور جسکی تھریف جناب سیدالہاج نے فرمائی ہے اس کا مطلب سمجھنے کو ابھی مدت چاہیئے پس اسقدر لکھنا کافی ہے کہ جناب سیدالہاج کا یہ اعتقاد غلط ہے وہ مطلب نہیں سمجھتے یا دانستہ تھریف کی ہے *

جناب سیدالہاج نے پھر ایک فقرہ میں دو اتہام کیے ہیں — ایک جو مسئلہ شریعت تہذیب مصلحتہ مضطرب کے خلاف ہو باطل ہے — دوم — خصوصاً کثرت ازدواج — سوم — و استرقاق *

یہ اور دوسرا امر معض بہتان ہے میرے عقیدہ میں کوئی مسئلہ شرعی تہذیب کے خلاف ہے ہی نہیں اور جس تعدد ازدواج کی نسبت شروع میں اجازت ہے وہ عین تہذیب ہے اور شہرت رانی کے لیے شروع کو ٹٹی بنانا بہانہ کی مانند ہوتا ہے *

تو — اور ابنتہ کیقدر صحیح ہے یہ تو انٹر ملو متقدمین ہی تسلیم کرتے ہیں کہ آیت کریمہ فاما منا بعد و اما فاما استرقاق

مگر جناب سید الحاج یہ نہیں سمجھتے کہ جسقدر ایک مادہ میں اور حسناات ہیں وہ نیچر یعنی طبعات اللہ کے برخلاف ہیں یہی نہیں کیا جناب سید الحاج مادہات طبعات کو حسن سمجھتے ہیں !!!

وہ میرا قول نقل کرتے ہیں کہ مذہب خدا کا قول اور طبعات خدا کا نکل ہی دونوں ایک ہیں *

کیا جناب سید الحاج کو اس میں شک ہی کیا اُن کے نزدیک خدا کتنا کچھہ ہی اور کتنا کچھہ ہی !!!

جناب سید الحاج میرا قول نقل کرتے ہیں کہ طریقت لیا س وائل و حرب و اخلاق و عادات ایسی اختیار کرنی چاہیئیں جس سے تہذیب یافتہ قوموں کی نظر میں حقارت نہ ہو *

کیا جناب سید الحاج کی خواہش اسکے بر خلاف ہی کیا اپنی قوم کو تمام تہذیب یافتہ قوموں کے سامنے حقیر و ذلیل رکھنا چاہتے ہیں کیا اُنکی مرضی ہی کہ مسلمان ہمیشہ ذلیل رہیں اور ترویج یافتہ قوموں کی نگاہ میں اُنکی کچھہ قدر و عزت نہر !!!

جناب سید الحاج صوری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ میں ترقی قومی کو دیگر حسناات پر توجہ دیتا ہوں، دل و جانم فدائے اہل الزام جناب سید الحاج باد بلا شبہ میرا یہ عقیدہ ہی یہی مذہب ہی اور یہی قول ہی اور خدا اسی قول پر میرا خاتمہ کرے کہ بعد ادائے فرائض کے کوئی عبادت قومی پہلائی میں کوشش کرنے سے بہتر نہیں ہی اللہم احیاء علیہ و امتنا علیہ آمین ہاں البتہ خود غرض نفس کے بندے قومی پہلائی میں کوشش کرنا بیفائدہ سمجھتے ہیں *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے توہین حرمین شریفین کی ہی اور اُسکے ثبوت پر میرا یہ قول نقل کیا ہی کہ خراجہ سوا روضہ متبرکہ رسالت صلب ہو اور خانہ کعبہ پر متعین کیئے ہیں اور یہی ہیہ کے پھرئے مسلمان اچکے باعث انتقاد جانتے ہیں *

ظاہرین انصاف کوینکہ کہ اس فقرے سے توہین حرمین شریفین استنباط کرنا جناب سید الحاج کے علم و اجتہاد اور دیانت اور دینداری کا کیسا بڑا ثبوت ہی کیا یہ استنباط دیدہ و دانستہ اہتمام نہیں ہی مسلمانوں میں کراچہ سرائے کا رواج اسلام کو داغ لگانے والا ہی کیونکہ سرائے مسلمانوں کے اور کسی قوم میں یہ رواج نہیں ہی ہر جور نعل کہ حرام و ممنوع شرعی ہی اُسکے مرتکب ہوتے ہیں اور پھر اُنہی لوگوں کو حفاظت روضہ مطہرہ اور خانہ کعبہ پر متعین کرتے

ممنوع ہی مگر وہ علامہ اُس کو ممنوع مانتے ہیں میں ممنوع نہیں مانتا *

جناب سید الحاج ایک دعوہ کی مبادت میں مغربی نسبت واعظین و صوفیہ و علماء مدرسیں پر سب و شتم کوٹا لکھتے ہیں * یہ گول گول مبادت جس میں کل واعظین و صوفیہ و علماء داخل ہوں سید الحاج کو لکھنی مناسب نہ تھی جن مکار واعظین و صوفیہ اور علماء بدنام کن ٹیکرنا سی چند کی نسبت میں نے لکھا ہی اُنکی نسبت سب لکھتے آئے ہیں مولانا رزم کی مذہبی دیکھو امام غزالی کی احیاء العلوم پڑھو *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے احکام معاد مثل جنس و ثار و صراط و میزان و سرور و حشر و اجساد وغیرہ و عذاب قبر وغیرہ جو محسوسات نہیں ہیں باطل ٹھہراتے ہیں *

یہ محض اہتمام ہی میں نے ایک حرف بھی اب تک اُن کی نسبت نہیں کہا تہذیب جنس و وعید جہنم پر اور بعد بعدالہرت پر میں اعتقاد رکھتا ہوں باقی رہی ان کی کیفیات وہ ہر شخص مرائق اپنے مذاق کے بیان کوٹا آیا ہی چنانچہ امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم ان باتوں سے بھر ہی *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ صرف فرائض پر عمل کرنا وہ بھی نیچر کے موافق ہوں کافی ٹھہرایا ہی *

اگرچہ اس میں بھی تبدیلی کی ہی مگر بلاشبہ میرا اعتقاد ہی کہ جسقدر کہ فرائض مذہب اسلام میں ہیں وہ طبعات اللہ یعنی نیچر کے مطابق ہیں اور بلاشبہ صرف فرائض کا ادا کرنا اور گناہوں سے بچنا ہشمت میں جانے کو کافی ہی *

جناب سید الحاج نے ارقام فرمایا ہی کہ جو عبادت خلاف نیچر ہو اُس کی میں نے باطل ٹھہرایا ہی *

اس میں یہی تصریح کی ہی کیونکہ میں نے کہا ہی کہ زہد و ریاضت کو صرف راتوں کو جاگنے اور ذکر و شغل کرنے اور نفل پڑھنے اور نفل روزہ رکھنے میں منحصر سمجھنا (قطع نظر اس کے کہ اُن کا ایسا کرنا اور حد اعتدال سے گزر جانا قانون قدرت کے برخلاف ہی مقصود خارج ہی یا نہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ عبادت سہی) مگر اُس کے سوا اور نیک باتوں کو عبادت نہ سمجھنا جو اُن سے زیادہ مفید ہوں بڑی غلطی ہی — کچھ یہ مقصود اس پر کیا یہ اہتمام جو جناب سید الحاج نے باطن دینداری سمجھ کر کیا ہی *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ جسقدر عادات و حسناات خلاف نیچر ہوں اُن کو میں نے باطل ٹھہرایا ہی *

جو لڑائی میں قید ہوئی توہیں نکاح کیا تھا جس طرح کہ جناب سید الحاج ائمہ اہل بیت پر تہمت لگاتا چاہتے ہیں اُس طرح پتیر نکاح بطور لونثی کے نہیکو تصرف میں نہیں لائے سنی صرف اس مطلب سے کہ حضرت عور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا حق ہونا شیعوں پر ثابت ہو ائمہ اہل بیت پر لونثیوں کے تصرف کی تہمت لگاتے ہیں ورنہ وہ ازدواج مطہرات منکرہ اہل بیت علیہم السلام تہیں صحابہ و تابعین کی نسبت بھی کوئی کاذب ثبوت اسباب کا نہیں ہے کہ قیدی سررتوں کو بطور لونثیوں کے بلا نکاح اُنہوں نے تصرف کیا ہو اور کچھ شیعہ نہیں کہ آیہ کریمہ اما منا بعد و اما اذداد اخوالایہ ہی جو اساری کے حق میں قائل ہوئی اور جس سے غلامی معدوم ہوگئی پس جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو اُس کی نسبت یہ کہنا کہ انبیاء و صحابہ و اہل بیت پر سب و شتم لازم کیا ہی کیسا اہتمام ہی *

جب سلطنتِ سلامین کے ہاتھ اُٹھی پھر مقتدیوں کو اور قاضیوں کو کیا کر تھا آیات اما منا بعد و اما اذداد کو مٹا دیا اور ملا دوپٹا زانے کے قاضی بن گئے قلعہ نظر اس کے بعد غزوات و انقراض زمانہ خلافتِ خمسہ حقہ کو کسی لڑائی جہاد جائزہ خالصاً لاء واسلئے اعلام کلمات اللہ کے تھا جس کی بندی کو جناب قاضی و مفتی نے حلال کر دیا تھا اور جس طرح کہ مکہ معظمہ میں لونثی و غلام بیچے جاتے ہیں یہ کو کسی شرع کی زد سے جائز ہیں شریعتِ مقدسہ کی رے سے تو یقینی حرام ہیں *

ہاں ایک الزام میوے اور تھیک ہی کہ میں نے برخلاف جہور مسئلہ استرقاق کا بیان کیا ہی مگر جب میں دل سے یقین کرتا ہوں کہ خدا اور کتاب اللہ اور مہمد رسول اللہ صلعم تینوں میرے ساتھ ہیں اور یہ میرا یقین کامل اور نہایت پختہ ہی تو مجھ پر اس اختلاف سے کچھ گڑ نہیں ہی بفرس محال اگر میری صحیحہ نے غلطی بھی ہو تو یہی اس اختلاف کا کچھ مضائقہ نہیں ہی کیونکہ مجھ پر کامل یقین ہی کہ مددِ استرقاق منصرم قرآنی ہی اور میں مریضی خدا و رسول کی پس ممکن ہی کہ جناب سید الحاج یا اور مسلمان کہیں کہ میں غلطی پر ہوں الا ان امور کے سبب کانو نہما اور سب و شتم انبیاء و صحابہ و ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا اہتمام کرنا کچھ دیانت کی بات نہیں ہی یہ بھی یاد رکھ کہ میری تحقیق میں غلامی کسی شریعت کا حکم شرعی نہ تھا تندہر و لا تقل ما لیس لک یہ علم *

جناب سید الحاج میرا قول نقل کرتے ہیں کہ احکام نیچر (یعنی نظارت اللہ) کہی نہیں تروتے کہ اگر یہ اُس پر تفریع فرماتے ہیں کہ مہمذا احکام حشر و نشر و نفا اہل تہذیبیت *

میں اور ان ہیٹے کے پیروں کو رسول خدا صلعم سے بھی شرم نہیں آتی کہ آنحضرت کے حکم کے برخلاف کام کرتے ہیں اور پھر اُنہی کو ردعہ مبارک کے سامنے لیجھاتے ہیں اور حیات النبی کا بھی اعتقاد رکھتے ہیں اگر غیرت اور خدا و رسول سے شرم ہوتی تو چپٹی پور ہانی میں قرب مرتے مگر اُس سے بھی زیادہ تمسب ہم کو یہ ہی کہ ہمارے معذرم پیش رہ بشارت صحیحہ سیدنا الحاج جناب مولانا مای بخش خان صاحب بہادر سب آرڈینٹ جج گورکھپور اعلیٰ قاضی القضاۃ شریعت انگریزیہ فرماتے ہیں کہ حریم شریفیہ میں خراجہ سرائوں کی تعیناتی کو برا جاننا توہیں حریم شریفیہ ہی سبھاں اللہ و بھمدہ سبھاں اللہ و بھمدہ !!!

جناب سیدنا الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے تعلیم دینیات کی جو مروج ہی غیر مفید ٹھہرائی ہی اور اُس کی دلیل میں میرا یہ قول نقل کیا ہی کہ ”زمانہ حال میں دینیات کی تعلیم بھی مسلمانوں میں مفید طریقہ پر نہیں ہی اور کوئی عام مفید مروج نہیں ہی“ *

اے مسلمانوں انصاف کرو کہ میوے اس قول کا یہ مطلب ہی جو جناب سیدنا الحاج نے نکلا ہی کیا اُنکا ایسا لکھنا اہتمام نہیں ہی اور کیا دیدہ و دانستہ اُنہوں نے یہ غلط نہیں لکھا ہی کچھ طریقہ تعلیم کو غیر مفید کہنا اور کچھ تعلیم دینیات کو غیر مفید کہنا *

جناب سیدنا الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے جو تمہید غلامی کے ارتکاب میں لکھی ہی اُس سے سب و شتم انبیاء سابقین اور لاحقین اور صحابہ و اہل بیت و امام امت مرحومہ کی لازم آتی ہی *

یہ قول اُنکا معض غلط ہی قول نزل امتناع کسی نعل کے اُس فعل کے مرتکبین کو گنہگار اور مرتکب نعل حرام کا جاننا صرف جناب سیدنا الحاج کا عقیدہ ہی ایک زمانہ میں حقیقی ہوں سے نکاح منع تھا اور بعض اُپی انبیاء سابقین میں سے ایک مرتکب ہوئے اسطرح حقیقی در بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا منع نہ تھا متعدد انبیاء اُس نعل کے مرتکب ہوئے شراب کی حرمت جب تک ٹھہری تھی تمام انبیاء سابقین اور اکثر صحابہ اُس کے مرتکب ہوئے پس اب اگر کوئی شخص یہ بیان کرے کہ ہوں سے نکاح کرنا حرام ہی ہو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں لانا حرام ہی شراب پینے حرام ہی تو وہ کیا انبیاء سابقین اور صحابہ کرام پر سب و شتم کرتا ہی *

جو کچھ میں نے نسبتِ غلامی کے لکھا ہی اول میری تحقیق دریافت کرتی چاہیٹے تھی میرا یہ عقیدہ نہیں ہی کہ کسی نبی نے انبیاء سابقین سے اور لاحقین سے جناب خاتم الانبیاء تک کسی صورت پر بغیر نکاح کے تصرف کیا ہو ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے اُن صورتوں سے

اعتراض کرتا اور کچھ عالموں کی تفسیر کو غلط بتانا چاہیہ کہنا کہ
ہیش جدیدہ کی تردید کسی کتاب میں نہیں ہے *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے ایڈیٹس و اسٹیل
کو پیغہ پور ٹھہرایا ہے *

مگر مجھے سے پہلے نوڈوسی و انوری و سعدی کو لوگ پیغہ پور
ٹھہرا گئے ہیں اگر میں نے اسٹیل و ایڈیٹس کو پیغہ پور ٹھہرایا تو کچھ
گناہ نہیں کیا *

ہاں شاید جناب سید الحاج اس لکھنے خفا ہوئے ہونگے کہ میں نے
جناب مدرج کو پیغہ پور کورس نہیں ٹھہرایا خیر معذرت فرمائیے۔ اسی لئے
کہ میں جناب مدرج کا مرتبہ اُس سے بھی زیادہ سمجھتا ہوں وہ تو
پیغہ پور سچن تھے الا میں جناب سید الحاج کو خداے بہتان و اتہام
جانتا ہوں *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے بمقابلہ تفسیلات
جدیدہ کے قرآن و حدیث کو پیکار قرار دیا ہے اور ادلہ ثلثہ شریعہ کا
بطال بیان کیا ہے *

لعلہ اللہ علی قایمہ و علی معتقدہ دلی من ینسب هذا القول الی
من ام یعتقدہ و لم یقنہ اسبقہ کہنا بس ہے کیا نائدہ ہے ایسے
اتہامات سے اور کیا نتیجہ جناب سید الحاج نے اس میں سمجھا
ہے *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم الانبیاء صلعم
کو ٹیچرل است ٹھہرایا ہے *

میں تو یہ لفظ نہیں کہا اور اگر جناب سید الحاج نے بنظر
تہقیر یہ لفظ جناب خاتم المرسلین کی نسبت ارقام فرمایا ہے تو
اُس کا مظاہرہ خود جناب سید الحاج کی گردن پر دیکھا کیونکہ
سید الحاج کے ہم مشرب علماء کے تئوں سے پہلے ہی یہ لکھا
ہو چکا ہے کہ نبی کی نسبت کلمہ تہقیر کا بلا قصد نقل کرنا بھی
کفر ہے پس ایسے کلمہ کا ایجاد کر کے کہنا بطریق اولیٰ کفر ہوگا *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے مادہ عالم کو
ازلی وابدی ٹھہرایا ہے اگر لفظ مادہ سے کوئی شی غلطہ ذات پاری کے
مراد ہے تو ایسا اعتقاد کرنے والے پر تو میں لعنت بھیجتا ہوں اور
اُس کو کافر سمجھتا ہوں اور اگر مادہ سے میں ذات پاری مراد ہو
(کو لفظ مادہ کا اطلاق آپر غلط ہوگا) جیسا کہ بڑے بڑے اکابر
بزرگان دین اہل وجد و حدیث وجود کا مشرب ہے تو میں کہتا ہوں
کہ بلاشبہ خدا ازلی وابدی ہے واللہ در من قال *

مگر میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ جناب یہ مطالب نہیں
مطلب نہیں ہے حضور نے تصد یا عطاء غلطی فرمائی ہے حشر و نشر
و فنا خود نیچر و فطرت اللہ میں داخل ہے اور جب وہ ہوگا میں
نیچر ہوگا انوس میں کہ جناب کو تہ قرآن کے لفظ فطرت اللہ کی
تفہیق ہے اور نہ انگریزی لفظ نیچر کی مگر قلم پیکر کو جو دل میں
آتا ہے انگریس تھریو فرما دیجئے ہیں *

جناب سید الحاج مجھے پر اتہام فرماتے ہیں کہ میں نل احادیث
کی صحت کا انکار کرتا ہوں *

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العالی العظیم یہ معض غلط اتہام میوزی
نسبت ہے میں خود بیسویں حدیثوں سے جو میرے نزدیک روایتاً
و درایتاً صحیح ہوتی ہیں استدلال کرتا ہوں *

جناب حضرت سید الحاج میوزی نسبت اتہام فرماتے ہیں کہ
قواعد صرف و نحو و معنی و بیان و اصول کے موافق معنی قرآن
و حدیث کے لکھنے جائز نہیں *

معض کذب و اتہام ہے اور لفظ ”جائز نہیں“ ایک عجیب
لفظ ہے یہو حال میں نے اُس سے زیادہ نہیں کہا ہے جو شاع ولی اللہ
صاحب نے تفسیر نوزالکبیر میں لکھا ہے — بلاشبہ معنی قرآن کے
موافق مکاررہ عرب اول کے لکھنے چاہیئیں جس زبان و معادرت میں
قرآن مجید نازل ہوا ہے *

جناب سید الحاج مجھے پر یہ اتہام کرتے ہیں کہ اگر مارم
جدیدہ میں مذہب اسلام خلل انداز ہو تو مذہب اسلام کا چھوڑ دینا
لازم ٹھہرایا ہے *

سپہان اللہ کیا داد سچن نہمی دی ہے جناب یہ مطالب نہیں
ہے بلکہ یہ مطالب ہے کہ مذہب اسلام ایسا پختہ ہے کہ کتنے ہی
عالم جدیدہ کیوں نہ پڑھ جاویں الا مذہب اسلام سے بد اعتقادی نہیں
ہوسکتی ہاں ایسے لچر اصول مذہب کے جیسے کہ جناب سید
الحاج نے اختیار فرمائے ہیں اور جن میں کے بڑے در اصول بہتان
قرآن اور اتہام لگانا اور کلمہ گزوں کو کافر کہنا ہے اُن کا چھوڑنا تو
میں لازم ٹھہراتا ہوں *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے اعتراض فلسفیانہ
قرآن شریف پر کیئے ہیں اور اُس پر میرے بیان کو بطور دلیل کے لائے
ہیں کہ ہیش جدیدہ کی تردید کسی کتاب میں نہیں ہے اور جو
تفسیر عالموں نے مقلد سے انسان کے پیدا کرنے کی لکھی ہے وہ نہ
تشریح سے غلط معلوم ہوتی ہے *

اگر انصاف و دیانت دیکھا میں باقی ہے تو جناب سید الحاج
مذہب البہتان کے اتہام کو خیال کیا جارہے کہ کچھ قرآن مجید پر

یہ تحریر جناب سید الحاج کی اتہام مہض ہی جبکہ وہ
دیدہ و دانستہ اتہام کرنے پر مستعد ہیں تو اس کا معج کیا ہی
بلاشبہ میری دانست میں جہاد جبراً مسلمان کرنے کے لئے نہیں ہی
بلکہ صرف اعلاء کلمۃ اللہ کے لیئے ہی جیسا کہ میری تحریروں سے ظاہر
ہی *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اسلام صرف
اسی قدر کا نام ہی کہ خدا کو ماننا اور بندوں کے ساتھ براہِ بری ہر تنہا
اس پر میرا یہ قول مستدل لائے ہیں کہ ”سچے مذہب اسلام کا مسئلہ یہ
ہی کہ خدا کو ایک جاننا اور انسان کو اپنا بھائی سمجھنا“ اب
صاحب تمیز خود غور کریں کہ جناب سید الحاج نے لفظ ”اسی قدر“
کا نام ہی ”اپنی طرف سے بڑھا کر اور میرے مطلب کو تحریف کر کر
کیا عمدہ داد دینداری دی ہی *

گر مسلمان میں اس کے واضع دارد

و اے کو ہر پس امروز برد فردائی

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اہل سنہ
و فیروزہ جو فرقہ اسلام کے ہیں سب باطل ہیں صرف ملت نیچر یہ حق
ہی *

میں چاہتا ہوں کہ جناب سید الحاج ار ہم درو ملکر کہیں کہ
امثالہ علی الکذبین اور ہمارے اور آنکے دوست پکار کر کہیں بیش
باز — معام نہوں کہ جناب سید الحاج نے ایسی لغو اور بیہودہ باتوں
سے کیا فائدہ سمجھا ہی *

جناب سید الحاج لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک جو مسئلہ شرعیہ
خلاف عقل و معانی نیچر ہو وہ باطل ہی *

معام نہوں کہ جناب سید الحاج اُلٹی راہ کیوں چلتے ہیں یہ
کیوں نہیں فرماتے کہ میرے عقیدہ میں کوئی مسئلہ شرعیہ حقہ
محمودیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا خلاف عقل و خلاف نصارت
اللہ یعنی نیچر کے نہیں ہی *

توسم نہ رسی بکرمہ اے امراہی

کس رہ نہ تو میری برکتان اسہ

جناب سید الحاج فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث صحیح کو اپنے
خلاف دیکھ کر باطل سمجھا ہی اور شیطنیت سیکھنے کا کفارہ
ابوہریرہ پر کیا ہی *

جو حدیث ضعیف یا مرفوع کہ جناب سید الحاج کے نزدیک
صحیح ہو یہ کچھ ضرور نہیں کہ سب ارک اسکو صحیح سمجھیں
جناب سید الحاج کے نزدیک وہ حدیث صحیح ہوگی میرے نزدیک
نہیں ہی اور شیطنیت سیکھنے کی نسبت کا جناب حضرت ابوہریرہ

نوراً و اولاداً لماکان الذی کان
قانا امید حقاً و ان اللہ مولانا
وانامہنہ عالم اذا ماقاب انسانا
فکھتھب بانسان تقد اصطاک برھانا
فکن حقاً و کن خلقاً تکن باللہ رحمانا
و مد خلقہ مدہ تکن روحاً و ربھانا
قامطینا ما یددوہ فینا و اعطانا
نصار الامر مقسوماً یا یاء و ایمانا
فاحیاء الذی یدری بقلبی حیث احیاننا
و کما فیہ انوارنا و از مانا و امینا
ولیس یدایم فینا و لکن ذاک احیاننا

اندرس ہی کہ جناب سید الحاج کو ان مضامین پر غور کرنے کو
ایک مدت درکار تھی مگر انہوں نے بے سوچے سمجھے جو چاہا
لکھ دیا — ولاتقف مالمیس لك بعلم ان السمع والبصر والفؤاد تل ارلک
کان مدہ مسرکاً *

جناب سید الحاج فرماتے ہیں کہ میں نے لکھا ہی کہ شیعہ
دوسرے خدا کے وجود کا زایل نہیں ہو سکتا *

اس کا مطلب کیا ہی آیا یہ مطلب ہی کہ میں معتقد دوسرے
خدا کا ہوں تو میں لعن بھیجتا ہوں مشرک پر اور در اور تین یا
اُس سے زائد خدا ماننے والے پر اور اگر یہ مطلب تھو تو جناب سید
الحاج کا تحریف کر کر مطالب بیان کرنا ایک قسم کا اتہام ہی — جو
تقریر نہ مینے اُس مقام پر بیان کی ہی اُس پر ایک شیعہ وارد
کیا ہی اور لکھا ہی کہ ہم ایسے شہادت پر شرماء مکلف نہیں ہیں *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے لکھا ہی کہ
اعتقادات جو خلاف نیچر ہوں باطل ہیں اور عملیات معینہ نقہا
باطل ہیں *

جناب سید الحاج آپ اُس آرٹیکل کا جو معینہ فلسفانہ بمقابلہ
ایڈیٹس لکھا ہی مطلب نہیں سمجھے جو کچھ آپ نے لکھا ہی سب
قاطعی یہ اُس کا مطلب نہیں ہی *

جناب سید الحاج فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مللہ مذہب
اسلام کے دوسرے مذاہب ہی صحیح ہو سکتے ہیں *

میں نہیں جانتا کہ یہ مطلب جناب سید الحاج نے کہاں سے استنباط
فرمایا ہی میرا تو یہ مذہب ہی کہ مذہب اسلام ہی سچا مذہب
ہی اور جو مذہب سچا ہوگا وہ اسلام ہی ہوگا *

جناب سید الحاج فرماتے ہیں کہ جہاد سے میری مراد اُس قسم
کی لڑائی ہی جیسی مثلاً جرمن اور فرانسیسیوں میں ہوئی تھی نہ واسطہ
قاہم ہونے دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے *

صاحب نے بیجا قرار دیا ہے اور عرب اول کے مہارے کو خلاف قاعدہ مقررہ نعرہ قرآن مجید میں تسلیم کیا ہے اور اُسیکو صحیح مانا ہے مگر مجتہد شعبہ ہے کہ جناب سیدالہاج مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی مسلمان جانتے ہیں یا نہیں کیونکہ اہل ہندویوں اُنکی بھی تکفیر کرتے ہیں *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے اصول و فروع اسلام سے اپنے اختلاف کا اقرار کیا ہے *

یہ الفاظ تو جناب سیدالہاج کے دل کے بظرافات ہیں مگر بلاشبہ اس زمانہ میں جو مسایل مسلمانوں میں رائج ہیں اُن میں سے چند مسایل سے مجتہد اختلاف ہی اسلیئے کہ میری دانستہ میں وہ مسایل خلاف شرع ہیں اصول و فروع سے اختلاف ہونا جو جناب سیدالہاج تحریر فرماتے ہیں یہ محض اہتمام ہے *

اب میں اُن چند عقیدوں کا ذکر کرتا ہوں جو جناب سیدالہاج مولوی علی بخش خاں صاحب نے اپنی طرف سے گھڑ کر لکھے ہیں اور اہتمام میری طرف منسوب کیئے ہیں *

عقیدہ اول

جناب سیدالہاج نے اس عقیدہ کو میری طرف منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں نے ایک مادہ اور ایک ذات باری در چہیزوں کو ازلی قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ تقدم ذات باری کا مادہ وجود عالم دو نہیں ہے اور پھر لکھا ہے کہ ذات باری خالق مادہ اصلی عالم کی نہیں ہے اور نہ اُس کے فنا پر قادر ہے *

ان میں سے ایک بھی میرا عقیدہ نہیں ہے اور نہ میں نے کہیں یہ باتیں بیان کی ہیں جو انہوں نے لکھی ہیں محض بہتان اور انہوا ہے *

ذات اور صفات باری کی نسبت تین مذہب مسلمانوں میں قدیم سے چلے آتے ہیں — ایک یہ کہ صفات باری میں ذات ہیں — دوسرے یہ کہ غیر ذات ہیں — تیسرے یہ کہ نہ میں ہیں نہ غیر ہیں — میں مذہب اول کو صحیح سمجھتا ہوں اور اسبققدس میں نے بیان کیا ہے اور اس سے زیادہ جہتد بیان ہے وہ سب انتہا اور بہتان ہے اور نہ وہ میرے الفاظ ہیں جو جناب سیدالہاج نے لکھے ہیں *

عقیدہ دوم

جناب سیدالہاج اس عقیدہ کو میری طرف منسوب فرماتے ہیں کہ ذات باری علت تامہ وجود ہو ہے کی نہیں ہے ذات باری تعالیٰ کو خالق کل فی کما حقیقت میں فاعل ہر کار کا مجازا صحیح نہ ہے *

کی طرف جناب سیدالہاج نے مجھے پر اہتمام کیا ہے خود کیا ہے مجھے پر لکھا ہے میں تو اس حدیث ہی کو صحیح نہیں سمجھتا جناب سیدالہاج نے ارقام فرمایا تھا کہ حضرت ابوہریرہ نے عمل آیت الکوسی کا عیضات سے سیکھا (نور باللہ منہ) اُسپر میں نے لکھا کہ جناب مولوی علی بخش خاں صاحب یہاں سب آرتیکل جمع کر رکھیں اپنے رسالہ شہاب ثقب صفحہ ۳۴ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیطان کے شاگرد ہوئے اور عمل ایضات الکوسی کا اُس سے سیکھا اس عیضات کے بعد میں نے لفظ نور باللہ منہ کا بھی لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ میں قول جناب سیدالہاج کو غلط جانتا ہوں اُس پر جناب سیدالہاج نے مجھے پر یہ اہتمام کیا ہے کہ میں نے شیطان سیکھنے کا کذاب ابوہریرہ پر کیا ہے اندوس ہے کہ جناب سیدالہاج کو ایسی باتیں لکھنے میں کچھ لعاض بھی نہیں ہوتا *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرا یہ بیان ہے کہ مادہ عالم منجملہ صفات باری ہے لہذا وہ میں ذات ہے اور اُسکا خالق اللہ تعالیٰ نہیں ہے رزقہ اپنی ذات کا خود خالق ہوگا اور فنا ہونا مادہ عالم کا بھی ممکن ہے اور عالم پر تقدم ذات باری کو نہیں ہے اور ذات باری مادی ہے *

کیا عجیب سمجھہ جناب سیدالہاج کی ہے اور کیا عہدہ مقدمات اس میں ترتیب دیئے ہیں کہ شیخ ابنو کی روح خورش ہوگئی ہوگی پھر جو کچھ لکھا ہے محض غلط لکھا ہے جناب بلاشبہ صفات باری اُسکی میں ذات ہیں مگر یہ مسئلہ آپ کی سمجھ سے باہر ہے اس میں آپ کیوں دخل فرماتے ہیں الا اسقدر آپکو معلوم کرنا چاہئے کہ جو کچھ آپ سمجھتے ہیں وہ سب غلط ہے اور جو الفاظ آہنے نے ارقام فرمائے ہیں وہ میرے نہیں ہیں یہ سب آپ کے دل کے پٹائے ہوئے الفاظ ہیں ابھی تو آپ حاجی ہی ہوئے ہیں مگر جب منصور کے رتبہ پر پہنچیں گے گا جب میرے اُن فقروں کے معنی سمجھیں گے جو معنی صفات و ذات کی معنی میں لکھے ہیں *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرا بیان ہے کہ نکات بلاغت و اشارۃ النص ولذات النص باطل ہیں *

فعلیٰ ہے میرا یہ قول نہیں ہے بلاشبہ میری سمجھ ہے کہ قرآن مجید کے معنی اُسی طرح پر لیئے چاہئیں جس طرح اعراب عرب سمجھتے تھے اور جنکی زبان میں قرآن مجید قازل ہوا ہے یہی مشرب شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے جہاں کہ انہوں نے تفسیر نورالکبیر میں لکھا ہے یہاں تک کہ جو باتیں قواعد نعرہ مقررہ سیدریہ و فراء کے خلاف تھیں مجید میں ہیں اُن کی تائید کو بھی شاہ ولی اللہ

یہ بالکل اتمام معض ہی قانون ناموس کہی نہیں ٹوٹتا کیونکہ جو کچھ خدا کرتا ہی وہی قانون ناموس ہی *
نیچر ایک انگریزی لفظ ہی اور وہ تھوک تھپک مراد ہی لفظ ناموس اللہ اور قانون قدرت کے ابھی یہ مدت چاہیئے کہ جناب سید الحاج ان لفظوں کے معنی سمجھیں *
عقیدۃ الحکمۃ

میڈی ایک تقریر کا جناب سید الحاج نے یہ نتیجہ نکالا ہی کہ دوسرا علت الہل اسی دوسرے عالم کا معتقد عقلمانی نہیں ہی *
اس میں بھی جناب سید الحاج نے تعریف کی ہی اور مطلب کو اُلٹا بیان کیا ہی میں نے بیان کیا ہی کہ مذہب اسلام کا عقیدہ یہ ہی ” کہ وہ ہستی جس کو ہم اللہ کہتے ہیں واحد فی الذات ہی یعنی مثل اُس کے دوسری ہستی نہیں اور اُس کے ثبوت میں ایک تقریر کی ہی اور ایجاد عالم سے اُس پر استدلال کیا ہی اور پھر تسلیم کیا ہی کہ اس تقریر پر وہ شیعہ جو ابن نمونہ کا ایک مشہور شیعہ ہی اور جس کے حل کرنے میں بڑے بڑے علما عاجز رہے ہیں وارد ہوتا ہی مگر وہ ایک خیالی اور وہمی شیعہ ہی اور یقین دلانے کو کانی نہیں اور مذہب اسلام میں ایسی باتوں پر تکلیف نہیں ہی کجا یہ تقریر اور کیا وہ اتمام جو جناب سید الحاج نے کیا ہی انظر سے جو نیک دل سے نہیں نکل سکتہ *

عقیدۃ الحکمۃ

اس عقیدہ میں میری نسبت متعدد اتمام خاما ملانے کے اُنہوں نے جمع کیئے ہوں اس لیئے ہم قرآنہ قولہ کرتے اُس کی تفصیل کریں گے *
قرآنہ ” وایہ عقل کے کوئی رہنما نہیں — بے شک عقل رہنما ہی اور اسلام اور کفر میں جو تمیز کرنے والی ہی وہ بھی عقل ہی جناب سید الحاج نے اس کتاب میں عقل سے کام نہیں لیا اسی واسطہ غلطی میں پڑے اور اگر دیدہ و دانستہ اتمام کیا ہی تو بھی عقل سے کام نہیں لیا *
قرآنہ ” حسن و قبح تمام اشیاء اور احکام کا معانی ہی نہ شرعی — متقدمین اہل اسلام کے اس کی نسبت دو مذہب ہیں — ایک یہ کہ حسن و قبح تمام چیزوں کا معانی ہی — دوسرے یہ کہ شرعی ہی میرے نزدیک بلا شیعہ پہلا مذہب صحیح ہی *

قرآنہ ” لہذا ہرچند قانون قدرت کے یعنی نیچر کے پشت اٹھیا کی ضرورت نہیں ہی — غالباً یہ عقیدہ اور یہ مذہب خود جناب سید الحاج کی ہوگی نہ میرا یہ عقیدہ ہی نہ میں نے یہ کہا بلکہ پشت اٹھیا نیچر کی رو سے ضروری ہی *

جناب سید الحاج نے مجھے پوچھا کہ سب اقوال اور بہتان کیا ہی میرا یہ عقیدہ نہیں ہی میں نے صرف اس قدر لکھا ہی کہ ذات باری تمام کائنات کی علت الہل ہی *

عقیدۃ السوم

جناب سید الحاج نے اتمام میرا یہ عقیدہ پھرایا ہی کہ مادہ عالم کا قیامت کے روز فنا ہو جانا معتقد بالذات ہوگا وکل من علیہا فان صحیح نہ ہوگا *

جناب سید الحاج نے معض اتمام کیا ہی میرا یہ عقیدہ نہیں میں نے لکھا ہی کہ اگر تمام موجودات کے موارض نوعیہ یا شخصیہ معدوم ہو جائیں تو جو کچھ باقی رہیگا وہ نا قابل عدم ہوگا و قد قال اللہ تبارک و تعالیٰ کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اس قول کی حقیقت جناب سید الحاج نہیں سمجھے اُن کو شیخ اکبر کی کتابیں پڑھنی چاہیئیں اور مسئلہ وحدت وجود کو سمجھنا چاہیئے جب سید اکبر کے قول کو سمجھیں گے *

عقیدۃ چہارم

پھر جناب سید الحاج نے اس عقیدہ کا میری نسبت اتمام کیا ہی کہ ذات باری مادی ہی یا یوں کہو کہ مادہ اور غیر مادہ سے مرکب ہی یا مصل مادہ کا ہی *

انہوں ہی کہ جناب سید الحاج کو بہتان پڑ بہتان لگانے میں کچھ لحاظ نہیں ہوتا میرا یہ عقیدہ نہیں ہی بلکہ ایسا اعتقاد رنگینہ والہ کو میں کانٹہ سمجھتا ہوں *

عقیدۃ پنجم

بلا شیعہ میں ذات اور صفات باری کی عینیت کا قائل ہوں مگر اس عقیدہ میں جناب سید الحاج نے یہ نتیجہ اپنی وارث سے نکالا ہی کہ یہ کہنا غلط ہوگا کہ مفہوم صفات کا باہم متمیز اور متغایر ہی اور اس صورت میں حقیقت عام و قدرت رفیعہ متحدہ الحقیقت ہونگے مگر یہ سمجھہ خود اُن کی ہی میری نہیں وہ مسئلہ عینیت ذات و صفات کو سمجھے ہی نہیں اس کا علاج یہ ہی کہ کسی سے سیکھیں فاسکواہل الذکر انکمتم لا تعلمون *

عقیدۃ ششم

جناب سید الحاج نے بغیر سچے سمجھے ان الفاظ سے میرا عقیدہ بیان کیا ہی کہ ذات باری کو قانون ناموس کے توڑنے یا تبدیل اور تغیر کرنے پر اختیار نہیں ہی بلکہ معتقد بالنیچر ہوگا ہی *

نطرت کے ٹوٹنے والے ہیں حالانکہ وہ قانون نطرت کے پورا کرنے والے ہیں۔ اور یہ بھی غلطی کی ہی جو یہ لکھا ہی ہے کہ اگر معجزات انبیاء مان لیئے جاویں تو تمام عقلیات کے خلاف اقرار کرنا پڑتا ہی حالانکہ یہ معض غلط ہی *

قرآن، لامحالہ انبیاء کو اسقدر سمجھنا چاہیئے کہ وہ ٹیچر اسف حکیم تھے بلکہ سب سے زیادہ معتمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیچر فیض کے جاری کرنے والے تھے اور اسی ہونا اسی واسطے تھا کہ سوائے ٹیچر کے اور کسی طرح کا میل نہوتے پڑے۔ معلوم نہیں جناب سید الحاج نے الفاظ ٹیچر اور ٹیچر اسف اس کا ارادہ کیا ہے لکھتے ہیں اگر ان الفاظ سے اُن کا ارادہ انبیاء کی شان میں اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ حقارت کرنے کا ہی تو اُس کے معجزہ اور گدگداز خود جناب سید الحاج ہیں میں اُس سے بڑی ہوں انبیاء کو میں ٹیچر اسف حکیم نہیں کہتا مگر بیشک وہ اُس فیض کے جاری کرنے والے ہیں جس کا ذکر خدا نے فرمایا ہی نطرت اللہ التي نطرت الناس

ملیہا۔ میں تو پیغمبر میں اور ٹیچر اسف حکیم میں ایسا فرق سمجھتا ہوں جیسا کہ راعی اور غلام میں میرے اعتقاد میں غلطی انبیاء کی دیگر انسانوں سے ایک نوع جدا گانہ ہی بشر صرف اُس کی جنس ہی اور صاحب الہی ہونا اُس کی فصل ہی اور یہ ایک ملک ہے جو خلقت انبیاء میں پیدا کیا ہی پس جس طرح کہ حیوان اور انسان میں قاطع فصل ہی اسی طرح انسان اور انبیاء میں ذوالوحی ہونا فصل ہی نما قال اللہ تعالیٰ یاسا نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام انا بشر مثکم یرحی الی انما الہکم اللہ واحد پس ایسے شخص کی نسبت (جس کا اعتقاد نسبت انبیاء وہاں ہے جو جناب سید الحاج کے وہم و گمان میں بھی نگہرا ہوگا اور غالباً اب بھی جناب ممدوح اس نکتہ کو نہ سمجھنے کے کیونکہ اس نکتہ کے سمجھنے کو قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روغنی ملنی چاہیئے جب سمجھ میں آتا ہی) کیسا بہتان اور کتنا بڑا اتہام ہی بلاشبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے بڑی حکمت بھی تھی کہ خاص ذات باری کا فیض پہنچے نہ اور کسی کا مگر اس فیض کا اطف تا ٹیچر ہی نہ دانی *

حقیقۃ کا دھم

اس عقیدہ میں بھی میری نسبت کسیقدر اتہام یہ تعریف مراد جناب سید الحاج نے ارقام نورانیہ میں جنکو میں بیان کرتا ہوں *

قرآن، ملک سے مراد قرآن انسانی ہیں۔ میرا یہ قول ہی کہ ملک کے لفظ کا قرآن انسانی پر بھی اطلاق ہوا ہی اور میں نے کسی ایسے وجود کا جو علوۃ انسان کے ہو اور ملک کا اطلاق جس پر کیا جائے انکار نہیں کیا ہی *

قرآن، لاہور ٹیچر اسف موجود ہیں اور وہ خود پیغمبر ہیں۔ میرا تو یہ عقیدہ نہیں ہی شاید جناب سید الحاج اُن کو پیغمبر جانتے رہتے *

قرآن، لندن کے پیغمبروں میں ایڈیٹس اور اسٹیل تھے، جس طرح کہ کسی شخص کامل کی نسبت کہا جاتا ہی کہ وہ خدا ہے۔ شخص ہی یا پیغمبر۔ شخص ہی جیسا کہ اس شعر میں ہی۔

در نظم سے کس پیوہر اللہ

نردوسی و اثری و سعدی

اسی طرح ایک مقام پر میں نے اسٹیل اور ایڈیٹس کو لندن کے پیغمبر کہا ہی مگر جہاں کہ جناب سید الحاج عقل کو دھما نہیں سمجھتے اس لیے وہ سمجھ گئے کہ وہ سچ سچ کے پیغمبر ہیں جو خدا کی طرف سے مذہب لاتے ہیں یا دانستہ اتہام کیا ہی *

قرآن، اس صورت میں ختم ہونا ثبوت کا ٹیچر آخوالزمانہ پر صحیح نہرگا *

یہ عقیدہ کفریہ میرا تو نہیں ہی کیونکہ میں تو تقلید موجودہ کو بھی شرک نی الثبوت سمجھتا ہوں مگر غالباً جناب سید الحاج کا یہ عقیدہ ہوگا کیونکہ وہ تقلید موجودہ یعنی شرک نی الثبوت کو جائز سمجھتے ہیں فرضاً جو امر میری نسبت جناب سید الحاج نے متذکر کیا ہی میں تو کہتا ہوں لعن اللہ علی قاریہ و معتقدہ امید ہی کہ جناب سید الحاج فرماویں کہ بیش یاد *

عقیدۃ قرآن

اس عقیدہ کے اتہامات کو بھی ہم قرآن قرآن کر کے بیان کریں گے *

قرآن، قانون نطرت یعنی ٹیچر کے خلاف کوئی امر ظہور میں آنا ممکن نہیں ہی لہذا معجزات انبیاء پر یقین لانا صحیح نہرگا۔ یہ قول جناب سید الحاج کا معض غلط ہی جو شخص کہ نطرت اللہ اور قانون قدرت اور ٹیچر کے معنی ہی نہ جانتا ہو اُس کو دخل در معقولات کیا ضرور ہی جناب سید الحاج نے خود اپنی غلطی سے سمجھ لیا ہی کہ معجزات انبیاء خلاف نطرت اللہ یا خلاف ٹیچر ہیں حالانکہ کوئی معجزہ کسی نبی کا خلاف ٹیچر اور خلاف نطرت اللہ نہیں ہی صرف ثبوت اُس کے وقوع کا درکار ہی اور جب ثبوت ہو کہ نالی امر واقع ہوا تو بلاشبہ اُس پر یقین کیا جاویگا اور یہ بھی یقین کیا جاویگا کہ نطرت اللہ یعنی ٹیچر کے مطابق ہی گو کہ اُس کی ماہیت ہماری سمجھ میں نہ آوے کیونکہ ہزاروں کام ٹیچر کے ایسے ہیں جنکی ماہیت ہماری سمجھ سے باہر ہی سید الحاج صاحب نے یہی غلطی کی ہی جو یہ لکھا ہی کہ سب باتیں یعنی معجزات انبیاء قانون

جناب سید الحاج جو چاہیں اُس کا نام رکھیں اُنہی دیکھ کر منہ
چوڑے سے کسی دوسرے کا نقصان نہیں ہے *

عقیدۃ دوازہم

اس عقیدہ میں جناب سید الحاج نے تین باتیں میزبانی کی ہیں
کہی ہیں ایک یہ کہ توریث اور انجیل پر مضبوط اعتقاد ہے۔ اس
لفظوں کے معنی میں نہیں سمجھا اگر یہ مطلب ہے کہ جیسا قرآن
مجید میں اُن پر اعتقاد رکھئے کہ حکم ہے ایسا اعتقاد ہی تو یہ
صحیح ہے اور اگر کوئی اور معنی اُنہوں نے قرار دیئے ہیں تو غلط ہے۔
دوسری تعریف لفظی اُن میں نہیں ہوئی۔ ہاں یہ سچ ہے
میں تعریف لفظی کا قائل نہیں بلکہ تعریف معنوی کا قائل ہوں
مگر محمد اسمعیل بخاری بھی تعریف لفظی کا قائل نہیں۔ دوسرے
اور وہ سب صحیح اور درست ہے۔ اگر اس سے یہ مطلب ہے
کہ بنیاد میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب صحیح اور درست ہے تو تو
جناب سید الحاج کا یہ اتہام ہے اور اگر اور کچھ مطلب ہو تو وہ
میں سمجھا نہیں *

عقیدۃ سیزدہم

اس عقیدہ میں تعیم جنت اور وعید دوزخ کو بیان کر کر میرا یہ عقیدہ
لکھا ہے کہ یہ سب چیزیں اپنی حقیقت پر مہر دل نہیں ہیں۔
جناب سید الحاج کے نزدیک اگر حرر کی یہی حقیقت ہے جیسی کہ ایک
غریب ضرورت وقتی اور غلمان کی یہ حقیقت ہے جیسی کہ ایک غریب ضرورت
اور تہا تو تو بلا شبہ میں کہتا ہوں کہ اس حقیقت پر وہ مہر دل
نہیں ہیں اور اگر اور کوئی حقیقت ہو تو اُس کو جناب سید الحاج
نے بیان نہیں کیا میرا اعتقاد تعیم جنت کی نسبت اور علیٰ القیاس
وعید جہنم کی نسبت یہ ہے کہ لامیں رأت ولا اذن سمعت ولا خطرہ
علی قلب بشر *

قرآن ' عام عقیدہ کے خلاف کوئی حکم معاد قابل تسلیم نہیں ہے۔
اس قول میں بھی اُٹھی راہ چلے ہیں میرے نزدیک کسی حکم معاد
کی صحت پر امتناع عقلی نہیں ہے *

عقیدۃ چہارم

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ خدا
اپنے جو فعل کا مختار ہے مسئلہ میں العیبر والاختیار کا غلط ہے۔
اس مطلب کو بھی ہمارے بیان کیا ہے بیشک میرے نزدیک بین العیبر
والاختیار تو کوئی چیز نہیں ہے بلکہ انسان اپنی جبلت اور نصرت
میں مجبور اور اپنی قدرت میں مختار ہے خدا کرے کہ ان باتوں کا
مطلب جناب سید الحاج سمجھ لیں *

قرآن ' عیطان کا وجود نہیں۔ میں عیطان کے وجود کا قائل ہوں
مگر انسان ہی میں وہ موجود ہے خارج عن الانسان نہیں اگرچہ میرا
ارادہ ہے کہ میں اس عقیدہ سے رجوع کروں کیونکہ اس زمانہ میں
یہ ہے عیطان مجسم دکھائی دیتے ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ اور
اکابر بھی وجود عیطان خارج عن الانسان کے منکر ہیں مولانا روم
فرماتے ہیں۔

نفس عیطان ہم ز اصل واحدے

بود آدم را حدود و ساجدے

عقیدۃ یازدہم

اس عقیدہ میں عجیب غلط مبحث کیا ہے اور ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ گویا تصدأ اوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا چاہا ہے مگر ہم
اُن کے قلوب کو نقل کرتے ہیں *

قرآن ' بغیر لحاظ اصول تفسیر اور بدعت اعتبار اقوال جہود
منسبین و ہاں نزل کے قرآن کے معنی اپنی رائے سے کہتے جائز ہیں۔
جناب سید الحاج کا یہ قول تمام اتہام ہے اور اصلی مطلب کو
تصریف کیا ہے اصول تفسیر کو میں انسانوں کے بنائے ہوئے قاعدہ
سمجھتا ہوں خدا کی طرف سے وہ قاعدے نہیں اُترے اقوال منسبین
اور ہاں نزل آیات کی جنکی سندیں موجود ہیں وہ معتبر ہیں
جنکی سندیں نہیں ہیں وہ معتبر نہیں ہیں پس یہ سیدھی بات ہے
جو کہ جناب سید الحاج نے تصریف کیا ہے *

قرآن ' اور قرآن کے معنی جو قدر نیچر اور فلسفہ کے خلاف ہوں
اُس کو عداۃ مضمرہ نیچر اور فلسفہ کے اقوال سے ملا دینا چاہیئے۔
یہ ایسی تقریر ہے جیسی کہ ایک جلا ہوا کسی شخص کی اچھی بات
کو بھی برا کرتے دیکھاتا ہے فلسفہ قدیم تو ایک لغز چیز ہے اُس کے
مطابق تو قرآن کا ہیرو ہونے لگا مگر نظارت اللہ بیشک تہایت مدد
اور مستحکم چیز ہے اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ نہ قرآن اُس کے
برخلاف ہے اور نہ وہ قرآن کے برخلاف مگر جناب سید الحاج نے
چلے تھے لفظوں میں اُس کو بد صورت کر دکھایا ہے *

قرآن ' مقدم تو واسطہ یقین لانے کے قول نلاحظہ یورپ کا ہے اُس کے
موانع جو آیت قرآن کی نہر وہ جس طرح ہوسکے مطابق گردینی
چاہیئے۔ یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی کسی کا منہ چوائے اور
یہ نہ سمجھے کہ چوڑے والے ہی کا منہ تہڑا ہوتا ہے واقعہ اور
حقیقت وہ ہے جو قابل تقدم ہے اور قرآن مجید کا اُس سے
مخالف ہونا محال ہے ہی اور اُسی کی تعلیق کرنا ہمارا واروقہ ہے

عقیدۃ سیدالہاج

جناب سیدالہاج نے جو تعریفات اس عقیدہ میں کی ہیں وہ حسب تفصیل ذیل ہیں *

قرآنہ ' کوئی مسئلہ خرمیہ قابل قبول نہیں ہے جو نیچر کے مطابق اور علوم جدیدہ عقلیہ کے موافق نہ ہو — یہاں بھی جناب سیدالہاج نے الٹی راہ اختیار کی ہے میرا یہ قول ہے کہ کوئی مسئلہ خرمی نیچر یعنی نظریۃ اللہ کے برخلاف نہیں ہے اور علوم عقلیہ اور اسلام میں اختلاف نہیں ہے *

قرآنہ ' بشیر و نبی کے جو کچھ رسول خدا صلعم اپنی رائے سے فرماتے تھے وہ بھی قابل اتباع نہیں — اس عقیدہ میں ایسی تعریف کی ہے کہ زمین کو آسمان اور آسمان کو زمین بتادیا ہے میرا یہ عقیدہ ہے کہ احکام دین کے جو کچھ کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا یا کیا وہ سب وحی سے فرمایا اور وحی سے کیا اور وہ سب واجب الاتباع ہے اور نسبت امور دنیا کے خود رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ انتم امام ہمارے دنیاہم اس سے زیادہ اور کوئی میرا عقیدہ نہیں *

استرقت یعنی غلامی کا جو ذکر جناب سیدالہاج نے کیا ہے اس کا ابطال کر تو وحی منزل من اللہ کتاب اللہ میں موجود ہے *

عقیدۃ نورالہاج

اس عقیدہ میں جناب سیدالہاج نے ارقام فرمایا ہے کہ غزوات اور جہاد سے مراد یہ ہے کہ ایک قوم دوسری قوم سے قتال کرے جیسے کہ مثلاً جرمن اور فرانسیسیوں میں لڑائی ہوئی — یہ تعریف میرے عقیدہ کی نسبت جناب سیدالہاج کی غلط اور بالکل غلط اور سراسر اتہام ہے تمام غزوات صرف اسلاماء اللہ کے لیئے ہوئے تھے نہ لونیوں اور لونیوں کی لالچ سے جسکے اثبات کے درپے جناب سیدالہاج ہر دے ہیں *

عقیدۃ یسقم

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سیرت ہشامی اور ابن اسحق وغیرہ سب راہبیت اور اہل لیلی اور مہابہارت کے برابر ہیں — بلاشبہ میں ان کتابوں کو نہایت غیر معتبر جانتا ہوں ہزاروں روایتیں غلط اور بے سند ان میں مندرج ہیں اور کچھ روایتیں صحیح بھی ہیں *

عقیدۃ ہسمت و یکم

جناب سیدالہاج نے میرا یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے کہ جس قدر کتب حدیث و تفسیر و فقہ و اصول فی زمانہ بڑھائی جاتی ہیں

عقیدۃ یازدہم

کوئی حدیث قابل یقین نہیں ہے ایسا کہ کسی حدیث پر یا سنت نبوی قرار دینا غلط ہے — اس عقیدہ میں تعریف اور اتہام دونوں کو دخل دیا ہے کوئی حدیث قابل یقین نہیں اس کی جگہ یہ کہنا چاہیئے کہ خبر احاد مفید طے ہی مفید یقین نہیں اور پچھلے فقرہ بالکل اتہام ہی میں بدل احادیث پر باہات مراتب آئے ہیں ثبوت کے لازم سمجھتا ہوں *

عقیدۃ شانزدہم

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرا عقیدہ ہے کہ اجماع اسے یا اتباع جمہور مسلمین کا یا سند لانی کسی عالم کے قول سے بیجا ہے اجماع قابل حجت نہیں — اس عقیدہ میں بھی سچائی و تبدیلی کیا ہی ہوں کہنا چاہیئے کہ اجماع اسے یا اتباع جمہور مسلمین یا اجماع جسکی سند قرآن مجید اور حکم پیغمبر صلعم سے ہو قابل حجت نہیں اگرچہ کوئی مسئلہ غیر منصوص ایسا نہیں ہے جسپر اجماع اسے یا اتفاق مسلمین یا اجماع ہوا ہو بلکہ تمام مسائل غیر منصوص مختلف نیچے ہیں *

عقیدۃ ہفتادہم

اس عقیدہ میں بھی جناب سیدالہاج نے اپنی معمولی کارسازی کی ہے جیسے کہ تفصیل ذیل سے ظاہر ہوتی ہے *

قرآنہ ' اصول فقہ و اجتہادیات مجتہدین و قیاسات ائمہ دین و مسئلہ رحم کو صحیح سمجھنا غلط اور ظلم اور ضلالت ہے — میرا یہ قول ہے کہ اصول فقہ علما کے بتائے ہوئے قاعدے ہیں منزل من اللہ نہیں اجتہادیات اور قیاسات ائمہ دین کے یھتمل الغلط و الاصرار ہیں انکا درجہ مثل وحی منزل من اللہ کے نہیں — مسئلہ رحم قرآن مجید میں نہیں ہے اگر ہو تو جناب سیدالہاج ذہالوں بشرطیکہ یکٹیوں لکتاب پایدہم ثم یقولون هذا من عنداللہ پر عمل فرمائیں *

قرآنہ ' تقلید کرنا کسی بشر کی کفر اور شرک ہے صحابہ ہوں خواہ اہلبیت رضی اللہ عنہم اجماع خواہ ائمہ اربعہ کسی کی تقلید کرنا چاہیئے — جو الفاظ تشدد کے جناب سیدالہاج نے ارقام فرمائے ہیں یہ سب دل کے بھارسات ہیں جو اُمنقہ تھے ہیں میرا تو صرف یہ عقیدہ ہے کہ سوائے رسول خدا صلعم کے کسی کی تقلید واجب نہیں ہے اور سوائے رسول خدا صلعم کے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسکا قول و فعل دینیات میں بلا دلیل حجت ہو اور جو شخص کسی کو ایسا سمجھے وہ مشرک فی اللہ ہے *

عقیدۃ ہست و دوم

جناب سید الحاج نے جو خدا کا توحید اس عقیدہ کے بیان کرنے میں کی ہے وہیں سمجھتے نہیں سکتا کہ کوئی انسان کسی پر کبر و تکبر ایسا اقامت کر سکتا ہے جو اُن کے قول میں وہ لکھتا ہوں *

قرآن، جب ملامت جدیدہ کے یا انگریزی کے پڑھنے سے معلوم ہو کہ مذہب اسلام میں ضعف پیدا ہوگا تو مذہب اسلام کا ترک کر دینا لازم ہے — میں اُس کے جواب میں کہتا ہوں کہ جس شخص نے یہ بات کہی ہو اور جسکا یہ اعتقاد ہو اُس پر خدا کی لعنت ہو اور اتہام کرنے والے سے خدا مواخذہ کرے جس مواخذہ کے وہ لائق ہے ہزاروں آدمیوں کو یہ خیال ہے کہ انگریزی پڑھنے سے اور ملامت جدیدہ سیکھنے سے عقیدہ اسلام میں ضعف آجاتا ہے یا دھریہ اور مذہب ہو جاتا ہے مگر کیا کہ اگر مذہب اسلام تمہارے نزدیک کوئی ایسا بردا مذہب ہے کہ ملامت جدیدہ پڑھنے سے اُس میں ضعف آتا ہے تو اُس مذہب ہی کو چھوڑ دو جسکا علاقہ یہ مطلب ہے کہ مذہب اسلام ایسا نہیں ہے مذہب اسلام نہایت سچا ہے اور اُس کے اصول نہایت پختہ ہیں نہ انگریزی پڑھنے سے اُس میں ضعف آتا ہے نہ ملامت جدیدہ پڑھنے سے الہاد پیدا ہوتا ہے مگر جو کہ ہمارے جناب سید الحاج کا دل نظر کی طرف زیادہ مائل ہے اسلیئے اُنہوں نے اس عمدہ مطلب کو برعکس بیان کیا ہے *

قرآن، کتب دینی کا پوعا و واسطے قارئین کو ہر عقیدہ کے نہیں چاہیئے — جناب سید الحاج نے بعض غلط کہا ہے اور میرے مطلب کو بالکل بدل دیا ہے میری یہ رائے ہے کہ جو اختلاف کہ مسائل مذہبی اور ملامت جدیدہ میں بظاہر معلوم ہوتا ہے اور جسکے سبب لوگ مذہب سے بد عقیدہ ہو جاتے ہیں اُس کی حفاظت کے لیئے کتب موجودہ کافی نہیں ہیں بلاشبہ علم کلام ازسرتو تدوین ہوتا چاہیئے جو ملامت جدیدہ کے مقابلہ میں بکار آئے ہو *

عقیدۃ ہست و سوم

اس عقیدہ کے بیان میں بھی جناب سید الحاج اپنی کارمازی سے نہیں چو کہ اُنہوں نے لکھا ہے کہ صرف قرآن کے احکام منصوصہ قابل تسلیم ہو سکتے ہیں بشرطیکہ تیجور ملامت جدیدہ کے ساتھ مطابق ہوں جو شرط کہ جناب سید الحاج نے لگائی ہے غالباً وہ خود اُن کا عقیدہ ہوگا میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ قرآن میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو نظرت اللہ یعنی تیجور اور اُسکے کارخانہ قدرت کے برخلاف ہو *

قرآن، ہست میں جانے کے واسطے قید مصلحت الہیہ کی لگائی جائے گی — میں تو کسی قید کو داخل نہیں کہتا مگر توں باتیں

اُن سے مراد نساد مذہب اور بد تہذیبی اور غرابی دنیا اور عقی کے کچھ فائدہ نہیں لہذا اُنکی تعلیم قطعاً موثری کے لائق ہے — جو کلمات کہ جناب سید الحاج نے اس عقیدہ میں ارقام فرمائے ہیں وہ تو سب اُن کے دل کے بظارات ہیں وہ الفاظ میرے نہیں ہیں ہاں میرے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ علم کلام جو حکمت یونان کے مقابل میں بنایا گیا تھا اس زمانہ میں بعض بیکار ہی اور علماء پر فرض ہے کہ علم کلام کو ازسرتو اسطرح پر تدوین کریں کہ وہ عقائد حکمت اور علوم جدیدہ کے جو اس زمانہ میں رائج ہیں بیکار آمد ہو تقب تقصیر میں جو بے سند حدیثیں اور بے سند قصے اور کہانیاں لکھ دی ہیں اُن میں جوں جوں سی غلط اور موضوع ہیں اُن کی تفتیح ضرور ہے میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید اور احادیث کا پڑھنا صرف عمل کرنے کے لیئے مقصود ہی مگر اس زمانہ میں اُسپر عمل کرنے کے لیئے نہیں پڑھا جاتا کیونکہ سبب اُس تقلید کے جسکو میں ضابطہ کہتا ہوں کوئی حکم کیسا ہی صاف اور روشن قرآن و حدیث میں موجود ہو مگر تقلید ہی اُس پر عمل نہیں کرینگے تو پھر اُنکے پڑھنے سے کیا فائدہ ہے بظاری ملاق میں نہ رہی کسیکے سینہ میں رکھی رہی درکنں پر اُپر ہیں دیکھو مسئلہ جو حدیثیں حنفی مذہب کے خلاف بظاری ہیں میں حنفی اُس پر عمل کرنے کو بدعت یا ضابطہ سمجھتے ہیں اور زبان سے بظاری کے اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کہتے ہیں پس ہم اُن سے پوچھتے ہیں کہ بظاری کی جن حدیثوں پر تمہ نے یا تمہارے امام صاحب نے عمل نہیں کیا آیا اُن کو امام صاحب نے یا تمہ نے کیا سمجھا حدیث و رسول اللہ سمجھا یا نہیں اگر حدیث و رسول اللہ سمجھا اور پھر عمل نہ کیا تو یہ کیسا ایمان ہے اور اگر اُسکو حدیث و رسول اللہ ہی نہیں سمجھا بلکہ اُسکو یوں ہی ایک ضعیف قول سمجھ لیا یا حدیث تو سمجھا مگر ناقابل عمل تو پھر صرف میرا ہی کیا تصور ہے مینے تو سیرت ہشامی کو ہی ضعیف کہا تھا تمہ نے تمہارے امام صاحب نے تو بظاری کو مطلب و یا اُس اتوال کا مجہود سمجھ لیا ہے پھر اُسکو زبان سے اصح الکتاب کہنا اور حقیقت اپنی رائے کو بظاری کی حدیثوں پر راجع سمجھنا کسی بیہودہ بات ہے اسی لیئے میں یہ کہتا ہوں کہ قرآن و حدیث عمل کرنے کے لیئے پڑھو اور جو مسئلہ اُس میں ہاڑ اُسپر عمل کر خواہ وہ شانہ کی کے مطابق ہو خواہ حنفی کے اور اگر عمل کرنے کے لیئے نہیں پڑھتے تو اُن کا پڑھنا بعض بے فائدہ ہے اور میں کچھ شک نہیں کرتا کہ جسکا دل نور ایمان سے مژور ہے وہ یقینی میرے اس قول کو حق سمجھگا *

ہوں میرا قول وہی ہے جو امام ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے
انکشاف الحقائق میرا قول ہے جو تمام اکابر دین کا ہے نہ
اصل ایمان تصدیق قلبی ہے اور جب تک نہ وہ تصدیق انسان کے
دل میں ہی کوئی نمل اُس کا اُسکو بیٹھ و بین اللہ کانہ نہیں کرتا
دیکھو کہ جناب سیدالہاج ہرادر نقر کا اہتمام کرتے ہیں مگر ہم بدستور
اُن کو مسلمان اور بزرگ اور حاجی اور سیدالہاج سمجھتے ہیں اور
اُن کے کسی نمل سے اُن کو کانہ نہیں کہتے *

تسبیح سجدہ بد و تشکے کے میں نے کچھ نہیں لکھا ہے زُنا
کی تسبیح بد تشکے بیان حدیث میں تشبیہ بقوم ظہر منہم کے ہے لکھا
ہے کہ بعض عالموں نے مشابہت سے مشابہت فی خصوصیات الدین
موادہی ہے مثلاً زُنا پہننا یہ عیب و کفر یا شیکہ لگنا یا ایمان کفر
کو بطور عید اختیار کرنا یا اُس میں شریک ہونا — اگرچہ یہ وائیں
تسبیح مددہ معلوم ہوتی ہیں مگر میں اُن کو پسند نہیں کرتا اور
نہ حدیث کی یہ مراد قرار دیتا ہوں اس لئے کہ میرے نزدیک
تسبیحات سے یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
پر دل سے یقین رکھتا ہے اُس کا کوئی نمل معہ یقین مذکور کے اُس کو
کانہ نہیں کرسکتا پس اگر اُس قول پر جس پر ابو جہل کی نجات
منصوب تھی اُسکو یقین ہے تو اگر وہ کسی قوم کے ساتھ تشابہ کرے
وہابی خصوصیات الدین و شعائر الکفر کا بڑا دالہ و الصایب والاہیاد وہ کانہ
نہیں ہوسکتا — کیا ہم دیرالہی دسورہ میں اپنے ہندو دوستوں سے
اور تو روز میں اپنے غلامی دوستوں سے اور بڑے دن میں اپنے عیسائی
دوستوں سے ملکر اور معاشرت و تمدن کی خوشی حاصل کرے کانہ
ہو جائیگا نہوں باللہ منہا *

بد و سجدہ کرتا سبیل کے تہاں کو سجدہ کرتا مدار صاحب کی
چوڑیوں کو پوجنا اولیٰ اللہ کی تیوں کو سجدہ کرتا اُنہا طواف کرتا سب
برادر ہیں ہزاروں مسلمان یہ بد و کرتے ہیں میں تو اُنکر کانہ نہیں
جانتا کیونکہ مسجد میں جب تک اللہ ہونے کا یقین نہ ہو اُسوقت
تک اُن کے سجدہ سے آدمی کانہ نہیں ہوتا جاں بلاشبہ نہایت سخت
گناہ کبیرہ ہے اور یہی تحقیق ملزمہ محققین کی ہے خدا کرے کہ
ہمارے زمانہ کے جناب سیدالہاج نیک دلی سے ان امور پر غور کریں *

عقیدہ یسیت و پنجیم

جناب سیدالہاج نے اس مقدمہ میں جو اہتمام کیئے ہیں وہ بھی
قرلہ قرلہ کرے بیان کیئے جاویں گے *

قرلہ ترک دنیا و زعم و سر نفس و شب بوداری و روزہ داری
کثرت نماز نفل وغیرہ اذکار و افعال و وظائف جسقدر کہ معمول اور

بلاشبہ کہتا ہوں — ایمان لانا بلاشبہ فریضہ نجات ہے — بخشش
کے لیئے اعمال پر گہم نہ نہیں چاہیئے خدا کی رحمت پر ہورسا ہے —
سوائے شریک کے سب گناہوں کو خدا معاف کریگا — غالباً کوئی مسلمان
سرائے جناب سیدالہاج کے ایسا نہرگا جو ان تینوں باتوں پر امتقاد
نہرگتا ہوگا قال رسول اللہ صلعم من قال لا الہ الا اللہ مستقیماً بہا قلبہ
ندخل الجنۃ و ان زنی و ان سرق مالی رغم انہ ابی ذر *

عقیدہ یسیت و چہارم

اُس مقدمہ میں تو جناب سیدالہاج نے قیامت ہی کر دی ہے
نہرنگہ جہرٹ لکھنے اور اہتمام کرنے کی کوئی حد باقی نہیں رہی نہ
خدا کا خوف کیا ہے نہ رسول سے شرم کی ہے اس لیئے ہم اُن کے
اغراض موثرے قلم سے لکھتے ہیں اور اُس کے قایل ہو لکھتے ہو جیتے جاتے
ہیں تاکہ جو اُس کا مستحق ہو اُس کے اوپر پڑے *

قرانہ کو کوئی نمل اگرچہ شمار نہر ہی میں سے کیوں نہ ہو مثلاً —

* انکار کرنا نبوت انبیاء سابقین کا *

لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ *

یا کتب سعادۃ سابقہ کا * یا وجوہ ہلاکتہ کا

لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

یا معاذ اللہ قران شریف کا عمدہ بول و ہراز

میں آکر دے کر دینا یا پھینک دینا *

لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

یا جلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانا

یا وجوہ قطعیت نص کے

لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

یا کسی نبی کو معاذ اللہ گالی دینا

لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

یا پھشت و دوزخ اور قیامت آنے کا منکر ہو جانا

لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

یا ضروریات دین کا انکار کرنا

لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

کسی آدمی کو کانہ نہیں بلانا

ہاں ہیں میرے یہ اقوال اور کہاں ہیں میری یہ تمثیلیں جو جناب
سیدالہاج نے ————— کو بھی مات کر کر میری تسبیح منسوب کیئے

دافع البهتان

دافع البیهتان

اور ضلالت کفر اور شرک ہی — لعنت اللہ علی قائدہ و علی معتقدو
 نہ میرا یہ قول ہی نہ میرا یہ ایمان ہی ۝

تو کہ ' حج خانہ کعبہ الخ — حج خانہ کعبہ کو میں فرض سمجھتا ہوں میں استطاع الیہ سویلا مگر سوہی روپہ فرض ایگر مکہ جائے سے القدس کا جانا بہتر جائتا ہوں اور حاجی جی کہلانے کی غرضی حاصل کرنے کو اور اُس غرضی میں پھولنے کو اور جھوٹی بھارت بیانی کرنے کو اور کسی خادم کے قریب میں آکر سدا اور خطاب لینے کو اور اُس جھوٹی باتوں پر ناز کرنے کو الیقہ میں حرام سمجھتا ہوں *

جو ہدایت کے مکہ معظمہ میں ہوتی ہیں اور جو خلاف شرع
رسول خدا صلعم ہیں وہ اسوجہ سے کہ مکہ واقع کرتے ہیں جائز نہیں
ہوسکتیں اور پختی اور غلام جسما کے مکہ میں بیچے جاتے ہیں اور
خواجه سرا بنائے جاتے ہیں اور مکہ معظمہ اور روضہ منورہ جناب
رسول خدا صلعم میں خواجه سرا معین ہیں یہ سب خلاف شرع ہیں اور
جو مسلمان ہیئہ کے ہر وقت اور دائمی آنکھوں کے اندھے آنکھ اچھا جانتے
ہیں محض جامل ہیں روضہ صابرہ رسول خدا صلعم پر خواجه
سراؤں کا متعین کرنا صریح ہائوس میں ایسی بے ادبی ہے کہ اُس
سے زیادہ اور کوئی بے ادبی نہیں ہوسکتی ۔ واللہ فیما یصلحہ
مذہب *

عقیدہ بسمت و ششم

آپ خلقِ سید، مہر و ملاقات سے مراد سات آدمائے نہیں ہیں بلکہ وہ آپ مہر و ملاقات کے خلاف ہی — یہ اعتقاد جناب سید المہاج کا ہی ہے۔ مہر و ملاقات میں تو مہر و ملاقات پانچ آپ کے ملاقاتی ہیں *

عقیقہ بست و ہفتم

جو ترتیب ہدایش انسان کے منافع سے کچھ لگ کر ان کے دین سے زیادہ ہے اور مفسرین نے معنی اس کے بیان کیئے ہیں وہ علوم جدیدہ کے خلاف ہے لہذا ناقابل تسلیم ہے۔ لہذا اللہ علی قائلہ و علی مقتدا میرا تو یہ قول ہے کہ قرآن مجید میں جو کچھ وارد ہے وہ بالکل تشریح اور علوم جدیدہ کے مطابق ہے مگر مفسرین نے اس کے معنی بیان کرنے میں غلطی کی ہے مفسرین کی کہ جناب حید الساج عدا کو اور مفسرین کو یا پیغمبر صلعم کو اور مفسرین کو ایک مرتبہ میں سمجھتے ہیں اور اس کیلئے قرآن اور تفسیر میں کچھ فرق نہیں کرتے *

عقیده اوست و هشتم

منطقة في حرمه قواس من منحوس نهيون هي لهذا حلال هي -
 انهم الى على كايه وان معقده يوه لهذا اسراستاه كوي كه اس عقيده

موسم میں سب بے ڈانڈہ ہیں — اگر جناب سید الصالح نے یہ عقیدہ اپنا بیان کیا ہی تو غیر جو عقیدہ اُن کا ہو رہا ہو اور اگر میرا عقیدہ بیان کیا ہی تو میرا تو عقیدہ یہ ہی کہ وہیائیت اسلام میں مندرج ہی لارہائیت فی اسلام اور سولے ارشاد مقررہ کے اور سولے اُس زہد و تقویٰ کے جس کی ہدایت جناب رسول خدا صلعم نے نمائی ہی اور سب بدست ہی *

قرآنہ میں مثلاً روزۃ تیس روز کا الطہارہ رمضان میں وہ بھی گرمی کے موسم میں فرض نہ ہو رہا۔ — لعنت اللہ علی قاتلہ و علی معتقدہ ہو رہا ہے قول اور عقیدہ نہیں ہی جتنے روزے کہ فرض اور سنت ہیں وہ بالکل نیچر کے مطابق ہیں ہاں بدعتیوں نے جو بغیر اللہ روزے کہنے لگے ہیں جیسے سوا پھر کا روزہ مانی مشک کشا کا اور تین دن کا مانی کا روزہ اور مثل اُس کے اُس کو بدعت اور خلاف نیچر جانتا ہے۔

قوانہ، تھوڑی سی شراب جو بکرا متوالا نکرتے یا اُفغر جوا ٹھیلنا
 جو بے قید نہ بنارے حرام اور ممنوع نہ ہوگا۔ — لعنت اللہ علی قائلہ و
 علی معتقدہ میرا یہ عقیدہ نہیں ہے *

قوت، تصریر، محسوس بنانا اور واسطہ یادگاری کے ہو اور اہم مصلحت ہوگا۔ مثلاً اس امر کی نسبت کہ تصریر محسوس یا غیر محسوس شروع جانتی ہے یا غیر جائز کیونکہ کچھ نہیں کہا ہاں میں اس قسم کی یادگاریوں کو پسند کرتا ہوں اگر وہ شریعہ گناہ ہیں تو میرا اُن کو پسند کرنا ایسا ہی جیسا کہ میں خاصیت اعمال سے اور گناہ کی باتوں کو پسند کرتا ہوں *

فاکرده گذاشت در جهان کیست بگو

آنکس کے گڑھ نکرہ چوں زیست پگر

قرآن، قرآنِ حریف میں صرف لفظ عابرة و زکوٰۃ کا وارد ہی اُس کی
 وِجَاحۃ تصریح نہیں ہی اسی قولہ اسی طرح نماز، موسوم اور معمول کو
 اختیار کوا، جارے کو بھی ظالم اور ضالانہ تقلید کی اور کفر مضحک کا
 اختیار کرتا ہوگا — اہمیت اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ نہ میرا یہ قول
 ہی اور نہ میرا یہ اعتقاد ہی *

۶۔ قولہ 'صلوة' سے مراد مطلق دعا ہے ایسی ہر کی اور وہی واسعہ اداۃ
فرض کا ہی ہر باقی جو ترکیب صلوة پنج گانہ کی معزز ہی وہ اصل
مستحکمہ و نفیہ مستحکمہ و احادیث مستحکمہ و اجماع مستحکمہ کا اتباع
ہی اور اسکا قائم کفر ہی ۔ لعن اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ نہ میرا
بہ قول ہی اور نہ میرا یہ اعتقاد *

قولہ: "بائی دھبی زکوٰۃ اُسکی مقدار بقدر چالیسویں حصہ سال کے
مقرر کرتی اور اُسکے مسائل کے لئے انازائے فقراء کا مجموعہ ہونا دھبی ظلمہ۔"

میں جو عام لفظ بیان کیئے ہیں وہ مذہب اور اہتمام ہی میرا ہرگز اعتقاد نہیں
ہی کہ میرا منصفانہ حال ہی یہ ہے بھی میں نے تو اس کے حرم سے منصفانہ
منعصر نہیں ہی صرف ایک خاص آیت کے منہوں میں پھنس کر
ہی کہ اس خاص آیت میں طایر منصفانہ کی حرم سے منعصر نہیں
ہی اس کی ایسی مثال ہی کہ اگر کوئی شخص یہ بات کہے کہ
آیت قریمہ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم فیوالمغضوب
علیہم ولا الضالین میں حرم سے زنا منعصر نہیں اور اس شخص کا
جذبات جناب سیدالہاج یہ قرار دیں کہ اس کے عقیدے میں زنا کی
حرم سے قرآن میں منعصر نہیں ہی جناب سیدالہاج کو مسلمانوں
پر اہتمام کرنے میں ذرا خدا کا بھی ذکر کرنا چاہیئے *

عقیدۃ بسبت و نفم
ایک سے زیادہ ازدواج منع ہیں۔ لعلہ اللہ علی قابلہ و علی
معتقدہ *

عقیدۃ سیام
معراج جسمانی ہے اصل ہی صرف خواب میں مسجد اقصیٰ نظر
آگئی تھی دگر ہیج اور شق صدر انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی
ہے اصل ہی۔ ضد سے ایک شخص دوسرے کی بات کو پکڑ کر اور
اصلیت چھپا کر دوسرے پھیلائے میں بیان کر سکتا ہی اصل اس کی
صرف اتنی ہی کہ نسبت معراج جناب رسول خدا صام کے تین مذہب
ہیں۔ اول۔ مذہب حضرت عائشہ صدیقہ اور بعض صحابہ کا
جو اس بات کے قایل ہیں کہ معراج روحانی تھی نہ جسمانی۔
دوسرا۔ مذہب چند اکابر دین کا ہی اور وہ یہ ہے کہ معراج
یہود المقدس تک جسمانی تھی اور وہاں سے ملا اعلیٰ تک روحانی۔
تیسرا۔ مذہب عام جو سب میں مشہور ہی کہ تمام معراج
جسمانی تھی مگر یہ رائے ہی کہ جہاں تک اس مسئلہ پر اور
قرآن و حدیث پر غور کیا جاتا ہی تو مذہب حضرت عائشہ
صدیقہ کا ٹھیک اور درست معلوم ہوتا ہی رہی مذہب میں نے اختیار
کیا ہی پس جو شخص اس معاملہ میں جو افظ طائر میری نسبت
کہتا ہی در حقیقت حضرت عائشہ صدیقہ اور بعض صحابہ کی نسبت
کہتا ہی جنکا وہ مذہب ہی *

شق صدر کی نسبت بھی چند مذہب ہیں بعضوں کا قول ہی کہ
پانچ دفعہ شق صدر واقع ہوا انٹروں کا قول ہی کہ ایک دفعہ ایام
طفریعت میں واقع ہوا۔ پانچویں نے ان روایات ضعیفہ غیر مستورہ کی
پہلو پر یہ استدلال کیا ہی کہ ہرذیلاہ انحضرت صلعم کو صرع کی
طہاری تھی اور حالت صرع میں جو کیفیت واقع ہوتی تھی اسی کو

نمبر ۱۹۰

راے منصفانہ

جناب سید احمد خان صاحب بہادر جمیع حقیقت
بناؤں اور جناب حاجی امداد العالی صاحب اور
جناب حاجی علی بخش خان صاحب کی
تصنیفات پر

ان دنوں در کتابیں بخلاف جناب سید احمد خاں صاحب کے
نہ جاتیں سے ایک کے مصنف جناب حاجی امداد العالی صاحب ڈیپٹی کمشنر
ملکیت اور دوسری کتاب کے مصنف جناب حاجی علی بخش خاں صاحب
بہادر صدر الصدور گورنمنٹ ہسپتال میں میڈی ٹرے وغیرہ ان دنوں کتابوں کے
مصنفوں اور ان کے مراتب کا انشور کو معتقد دیکھ کر اسلام کی پشت
حالی پر قرار واقعی صبر آ گیا جو کہ ذہنی لیاقت اس زمانے میں کہلاتے
ہیں جب ان کی مالی فہمی اس درجہ تک ترقی نہ ہوئے ہوں کہ
تمام مخالفین اسلام کو چھوڑ کر صرف سید صاحب کی مخالفت میں
ہمہ تن مصروف ہوئے تو اور بیچارے غریب و فردا سے کیا دین اسلام
کی رونق و سرکشی ہی ہندوستان میں لاکھوں آدمی عیسائی ہو گئے اور
سیکڑوں تصنیفیں اسلام کے بے اصالی اور حضرت پیغمبر اسلام صلعم کے
ایضال رسالت میں یہاں تک کہ نہ تو ہالہ حضرت صلعم دہم خدا
اور مسیح الدجال ٹہرائے گئے اور بے مبالغہ لاکھوں جاہلیں اسی قسم
کی کتابوں کی ہندوستان میں تقسیم اور مشہور ہوئیں جس کیا ضرور
تہ تھا کہ سید احمد خاں صاحب کو کانپ بٹانے سے پیشتر ان بے شمار
مسلمانوں کو جو عیسائی ہو گئے کانپ ہونے سے بچاتے اور نہ صرف یہی
بلکہ ان مسلمانوں نے کانپ ہو کر سیکڑوں سخت اعتراض دین اسلام اور
حضرت پیغمبر اسلام صلعم اور اکابر اسلام اور مسلمانوں کی الہامی
کتاب مقدس پر کیئے اور اس بیان میں رسالہ لکھ اور چھپا دیا کہ
جنکے تاثیر نے لاکھوں آدمیوں کی نظروں میں اسلام کو خفیف اور حقیر
کیا مگر اب تک کوئی رسالہ ان بزرگوں کی تصنیفات میں جو اس
قسم کی نصرانی تصنیفات کے جراب میں ہو میڈی ٹرے نظر سے نہیں گذرا
سوائے ان رسالوں کے جو سید احمد خاں صاحب بہادر کے بخلاف
تصنیف ہو کر تائید اسلام وغیرہ قائم رکھے گئے شاید اس زمانہ میں
تائید اسلام کا حصہ اسی پر ہی نہ مسلمان کانپ بٹانے جاؤں نہ
یہ کہ کانپ مسلمان بٹانے جائیں سید احمد خاں صاحب نے فقر کا
نشان تو یہی ہی کہ وہ لندن تشریف لیگئے اور حاجی صاحب کے
اسلام کی فضیلت یہی کیا کہ وہ کہہ کر تشریف لیگئے تھے
لیکن سید صاحب کے لندن جانے کا حاصل یہ ہوا کہ کئی کتابیں

مؤید اسلام و حمایت اسلام و خطبات احمدیہ وغیرہ درباب تائید اسلام
اس زمانہ کمال ضعف اسلام میں چھپکر شائع ہوئیں اور حاجی صاحب
کے کہہ کر تشریف جانے کا حاصل یہ ہوا کہ کئی کتابیں درباب تکفیر
بعض مسلمانان اس زمانہ کمال ضعف اسلام میں چھپکر شائع
ہوئیں *

اب ہم درجن صاحبوں کے کاموں پر جو غور کرتے ہیں تو معلوم
ہوتا ہی کہ جناب حاجی صاحب اگر کہہ کر تشریف نہ لیجاتے
اور کوئی رسالہ درجہ اب مخالفین اسلام چھپراتے تو یہہ لطف نہ حاصل
ہوتا کہ خود حاجی بنے اور مسلمانوں کو کانپ بٹایا اور سید صاحب
اگر لندن تشریف نہ لیجاتے اور کوئی رسالہ در باب تکفیر مسلمانان
چھپراتے تو یہہ لطف نہ حاصل ہوتا کہ خود کانپ بنے اور کانپوں کو
مسلمان بٹایا *

اب نکال الہی کے بموجب ان درجن صاحبوں کے حالات پر غور کرنا
چاہیئے تو معلوم ہوتا ہی کہ حاجی صاحب نے کہہ کر تشریف جاکر اپنے
ذمہ کا ایک فرض ادا کیا کہ اگر وہ ادا کرتے تو کوئی انہیں کانپ
تہ کہہ سکتا تھا اور سید صاحب نے لندن جاکر اپنے ذمہ کا ایک ایسا
فرض ادا کیا کہ اگر وہ ادا نہ کرتے تو کوئی انہیں مسلمان نہیں کہہ
سکتا تھا کیونکہ جس نے اسلام کی تائید اپنے ذمہ واجب نہ جانی نہ
اسکا حج خدا کے واسطے نہ روزہ نہ نماز نہ زکوٰۃ نہ کوئی اور نیکی
و ان ام تقابل نہا بلقت و مالہ *

پس سید صاحب کی ہزار ہزار قادریوں پر بھی اسلام کی صداقت
انکے اس کام سے ظاہر ہی کہ انہوں نے اپنی طاقت مخالفین اسلام
کو پشت کرنے میں صرف کی نہ یہ کہ مسلمانوں کو پشت کرنے
میں — اور حاجی صاحب کے باوجود ہزار ہزار حج و زیارات کے
اسلام کی بشارت اس کام سے ظاہر ہی کہ انہوں نے اپنی طاقت
مسلمانوں کے پشت کرنے میں صرف کی نہ یہ کہ مخالفین اسلام
کے پشت کرنے میں پس سید صاحب کا کرت پتلوں اُس جیبہ و عمامہ
سے بہتر ہی جو ظاہر پیستوں کو معتقد بنانے کے واسطے استعمال کیا
گیا — اور حاجی صاحب کا جیبہ و عمامہ اُس کوٹ و پتلون سے بدتر
ہی جو ہم پیستوں کو معتقد بنانے کے واسطے استعمال کیا گیا —
اسلام کے حقوق ادا کرنے میں جناب حاجی صاحب نے پاس تقویٰ پر
قناعت کی — اور فقر کے تقویٰ کو حاصل کرنے میں سید صاحب نے
اساس تقویٰ پر قناعت کی — حاجی صاحب نے باوجود جیبہ و عمامہ
امرو دین میں جس بات کو سب سے فضول جانا وہ دین اسلام پر
اعتراض کرنے والا ہی — تردید ہی — اور سید صاحب نے باوجود
تائید اسلام و تردید اعتراضات اہل ظلام امور دین میں جس بات کو
سب سے زیادہ فضول جانا وہ جیبہ و عمامہ کی تقلید ہی *

اور تم ہرچہ دعوے اسلام کے اُس کی تردید کرتے تھے وہ تردید اُسکے بیان کی نہ تھی بلکہ ہمارے قدرتی قوتوں کی تھی کیا تمہارے کان نہ تھے جو سن سکتے اور آنکھ نہ تھی جو دیکھ سکتے اور دل نہ تھا جو سمجھ سکتے اُس وقت وہ کیا جواب دینگے اُس جواب کے اُن سے سننے کے ہم بھی مشتاق ہیں *

ہرز حشر اگر پرسند عسور را چرا کشتی

چہ خواہی گفت قربانک شوم تا من ہواں گروم

اہم اھذا الصراط المستقیم صراط الذین انعم علیہم فیہ المصنوب

علیہم والفاضلین — اگرچہ پرچہ تہذیب الاخلاق کا فیض عام ہی —

گر تہ بیند ہرز شہر چشم

چشمہ آفتاب را چہ گناہ

مگر مجھے پر اس کا فائدہ نا محسوس ہوا میں نے ٹھیک ٹھیک

من رائی نقد رائے الحق کا اُس کو مصداق پایا *

سقی ز یک پیالہ خزانم بہار کرد

بہر در بارہ داد شراب در سالہ را

راقہ — — —

عبدالرحمان خان گیلانی

مدرس اہل مدرسہ اردے پور

نمبر ۱۹۲

ترغیب چندہ مدرسۃ العلوم

ہماری کمیٹی خزانۃ البصاۃ کو قائم ہوئے دو برس سے کچھ زیادہ عرصہ ہوا اور اس عرصہ میں قریب ہونے دو لاکھ روپیہ کے چندہ ہوا ہی سو چھ چندہ صرف — ہد احمد خاں بہادر سی ایس آئی اور چار پانچ اور میران مالی ہمت کی کوششوں کا نتیجہ ہی اس کمیٹی کے معزز ساتھ سے زیادہ ہیں اور ملوے معیروں کے اور مسلمان بھی ایسے ہیں جو دلی خراش سے قومی بھلائی کے خراہاں ہیں اور اس مدرسۃ العلم کے قائم ہونے کے دل سے خواستگار ہیں مگر انہوں نے ہزاروں کے تکلیف نہیں دیتے اور اس عزیز کو فضول اور ہیکار کہتے تو راضی اور غرض ہیں مگر اس عمدہ کام میں جس کو خود اُن کا بھی جی چاہتا ہی ایک گنہگار صرف نہیں کرتے اگر سید صاحب کی سعی اور کوشش کا عشر عشر بھی ہو ایک معزز سی فرماتا تو ایک مدرسۃ العلوم کیا اب تک دو مدرسۃ العلم قائم ہو گئے ہوتے میزے اس قول کی اگر تصدیق منظور ہو تو سب کے سب حضرات یک دل ہو کر کوشش کر دیکھیں پھر دیکھیں کہ اب سے ایک سال کے بعد مدرسۃ العلوم

جس ایک شخص اگرچہ کرٹ پتلیں پہنے ہی مگر دین اسلام کی قوتی چاہنے والا ہی اور دوسرا شخص اگرچہ جبے و ممامہ پہنے ہی مگر جماعت اسلام کا تنزل چاہنے والا ہی — ایک شخص مسجد سے مسلمانوں کو نکالتا ہی اور دوسرا شخص ہتھافہ کو مسجد بناتا ہی ایک شخص اپنے ہی ممالک اور خاندان میں فساد پڑا کرتا ہی اور دوسرا رئیس غیر ملک کو قلعہ کرنے میں اپنی کوشش ظاہر کرتا ہی — حاجی صاحب مسلمانوں کو پتلون پہننے والے کو کانہ پھانچے ہیں اور سید صاحب کانہ کو پتلون پہننے والے کو مسلمان بناتے ہیں — حاجی صاحب کا اسلام لباس ظاہر کی اصلاح پر منحصر ہی اور سید صاحب کا اسلام انفرادی بالاسان و تصدیق بالقلب پر منحصر ہی *

اب اعلیٰ انصاف ان دونوں صاحبوں کے حالات پر غور فرماویں کہ جامع کیا ہی اور علایہ خالص نہ کہتے ہیں *

راقم اثم

سید محمد نصرت علی مالک نصرت المطابع دہلی

و آڈیٹر ناصر الاخبار ڈاکٹر الاسلام دہلی

نمبر ۱۹۱

مراسلہ

دام اثباتہ

جناب مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی

تہذیب الاخلاق کی چاروں جلد مطالعہ میں یہ تدریج آئیں جنکے مضامین نے دل پر عجیب کیفیت پیدا کی کہ اُس کے حق میں — ہوائے اس کے اور کچھ زبان سے نہیں نکلتا عقل پہ کثیرا و بھدی پہ کثیرا و ما عقل پہ الا لافساقین — شعر —

شوق زلف تو تہ تنها دل ما شیدا کرد

ہر کہ این سلسلہ را دید جنوں پیدا کرد

آپ نے اسلام کو اُس کی اصلی حقیقت سے مطابق فطرت (نیچر) کے کر دکھایا فطرۃ اللہ الہی فطرۃ الناس علیہا لا تبدیل الخلق الاء اور مخالفین متعصبین نے اس کے خلاف ثابت کیا یعنی فطرت کے مخالف نہ وجہ آسمان کا خراج میں ثابت ہی و رسم غلامی شرع میں جائز ہی و تقلید واجب ہی و شریعہ حالانکہ اس سچے مذہب سے ان باتوں کی کچھ بھی اصل ثابت نہیں پس یہ مخالف آپ سے نہیں در اصل اسلام سے ہی حشر کے دن مخالفین [خدا اُن کو ہدایت دے اور اسلام کی حقیقت اُن کے دلوں پر کھولے] پرچہ چارونگے کے ایک پندہ ہمارے احکام ہماری فطرت کے مطابق جو کہ وہ در اصل تھے تمہارے زندہ کے واسطے بغیر اپنی ذاتی فرض اور منفعہ کے بیان کرتا تھا

تھی وہ پیشواں ہو کر ہمارے حاسی اور مدد کار ہو گئے اور کونا چاہیئے کہ میں کچھ علم و عمل یا دنیاوی جاہ و حشمت کی وجاہت نہیں رکھتا جس سے یہ سمجھا جاوے کہ لوگوں نے میری خاطر پاروں داب کے سبب سے چندہ دیا یہہ بعض مدرسۃ العلوم کی غرض اور غایب سمجھانے اور چندہ دینے کی تحریک کرتے رہنے کے باعث سے دیا اور ابھی اور چندہ ملنے کی توقع ہی پس جو صاحب کہ تہذیب الاخلاق کو نہایت مددہ سمجھے کہ خریدتے اور پڑھتے ہیں اور جو صاحب کمیٹی خزائنہ الاجتماع کے اور سب کمیٹیوں کے سپر مختلف مقاموں میں ہیں اور دینی اور دنیوی مصلحت اُن کو ایسی حاصل ہی کہ میری اُن کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں فراہمی چندہ کے لیئے کہ وہ ہندو اور ہندوئی اور کچھ تہریزی سی مصلحت گزارا فرما کر غرض اور غایت مدرسۃ العلوم کی لوگوں کو سمجھائیں تو کسی کچھ کامیابی ہو گئی۔ انیسویں کی بات ہی کہ ایسے لوگ اس موقع پر سستی اور کمالی کر کے تہریزی سی سی اور کوشش نہ فرمائیں اور دنیا اور آخرت کی پہلائی حاصل نہ کریں *

شاید کوئی مقام ایسا ہو جہاں مہتمب اور مخالف نہیں اُن حضرات کی کوشش اور ایسی باتوں کی فرمائشوں سے کہ سید احمد خاں بد عقیقہ ہیں اس لیئے مدرسۃ العلوم کے علیہ بھی بد عقیقہ ہو جاوینگے یا اُن کے بد عقیقہ ہو جانے کا احتمال ہی ایک عجیب اثر پیدا ہوا ہی مگر معارف مدرسۃ العلوم کو اُن حضرات کی اُن کوششوں کا مددہ کیونکر ہو گئی اور طبع ہاے سطح کے شکر گزار ہونا چاہیئے کیونکہ یہ باتیں خیالات کی ترقی کا سبب ہیں جنکے مقابلہ میں سید صاحب کی ہردیاری اور حام کے ہرے ہوئے جواہروں نے خالق معصدی کو آنکھوں سے دیکھا دیا ہی *

چین چین او در پیتایم کفر

آہ ایں چہ قتل ہود کہ کار کلید کرد

مگر انیسویں ہی کہ اب وہ مخالف جس سے ہم لوگوں کی مددہ پڑھتی تھی اور سی اور کوشش کرنے پر زیادہ تر مصلحت کو اہتمام کرتی تھی کم ہرتی جاتی ہی *

ہر اب لطف پر دو جام میریزی و میترسم

کہ زرد آخر ہر د ایں پادہ و من در غار اتم

راقی

عبدالوہاب خان کلانی

مدرس موہی و فارسی مدرسہ اودے پور

تاہم ہرجاتا ہی یا نہیں میں دیکھتا ہوں کہ جہاں کسی نے فراہمی چندہ کی تحریک کی وہاں پارچہ دیکھتے ہیں سی مخالف بھی رہی مگر کچھ نہ کچھ چندہ ضرور ہو گیا اور جہاں کسی نے کچھ تحریک نہیں کی وہاں کوئی غور بھی نہرا یہہ بات جو میں کہی کچھ کمالی بات نہیں ہی بلکہ میں اس کا تجربہ کرچکا ہوں دیکھو اس مقام اودے پور واقع ملک میواں میں جو ہندوؤں کا ملک ہی اور تہریزی سے مسلمان ہیں پہلے تو مدرسۃ العلوم کو کوئی جانتا ہی نہ تھا کچھ اُس کا ذکر تک نہ ہوتا تھا جب میں نے ارادہ اختیار اور پشعانی اختیار وغیرہ میں مدرسۃ العلوم کی نسبت موافق اور مخالف تحریزیں دیکھیں اور اُن سے جو نتیجہ نکلا وہ یہی ہی کہ مدرسۃ العلوم کا قائم ہونا مسلمانوں کی ترقی عزت اور قومی پہلائی کے لیئے نہایت ضروری ہی پھر اس تدبیر کے مسلمان کسی طرح اس ذات اور نسبت اور جمالی اور افلاس کی مصیبت سے نکل نہیں سکتے بلکہ روز بروز تباہ اور برباد ہووینگے اور دین و دنیا دونوں کو بھردینگے آخر میں یہہ جی میں تھان کر کہ — کس پشود یا نشود من گفتگوئے میکم مدرسۃ العلوم کا ہر کچھ اور ہر جلسہ میں تذکرہ کرنا شروع کر دیا *

جب میں نے ایک مختصر سا جلسہ کر کے وہ لکچر جو جناب مولوی سید مہدی علی صاحب نے سرزاور کے انسٹیٹیوٹ میں دیا تھا اور وہ تقریر جناب سید احمد خاں پھلور سی ایس آئی کی جو اُنہوں نے لاہور کے جلسہ میں بیان فرمائی تھی سنائی تو مخالفوں نے جو اخبار نورالانوار کے پڑھنے مدرسۃ العلوم کے مخالف ہو گئے تھے مشہور کیا کہ جیسے سید احمد خاں اسلام سے مخالف اور اللہ کی طرف مائل ہیں ویسا ہی یہہ مولوی بھی ہو گیا ہی لیکن جب یہہ چرچا عام ہوا اور لوگوں کو ان سب باتوں پر غور کرنے کا موقع ملا تو کہنے لگے کہ سید صاحب کو چند مسائل میں اختلاف ہی وہ یہہ سب تجویزیں دنیا کے واسطے کرتے ہیں مقبلی سے اُنہوں کچھ دورکار نہیں آتے کام میں چندہ دینا کچھ مفید نہیں مگر ان سب باتوں نے میری مددہ کو نہ توڑا بلکہ روز بروز پڑھتی گئی آخر یہہ تربت پہنچی کہ جب نرد چندہ مرتب ہو کر لوگوں کی خدمت میں پیش کی گئی تو کچھ تہریزی گفتگو کے بعد سب نے دستخط کر دیئے اور کہنے لگے کہ مدرسۃ العلوم میں چندہ دینا ثواب ہی چنانچہ تعداد چندہ کی ایک ایک ہزار ایک سو اکیس روپیہ تک پہنچتی ہی جس میں سے ایک ہزار روپیہ وصول بھی ہو گیا ہی اور جن لوگوں نے فقر و اللہ کے الزام لگائے

بمقام علیکن — مطبع علیکنہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۲]

یکم رمضان سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی

[جلد پنجم]

بسم الله الرحمن الرحيم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قرضین کے منایب فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے آٹھی سے کی جارے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امداد و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جارہیں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہیگا * جس دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پُر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا ہر دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضائے مضامین ہوگا چھپا کر پکا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روزانہ پرچہ سے اُن کو کچھ رخصتی نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ بچاؤ آفہ اخراجات روزانہ پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۹۳

منقولات

ایک مضمون اخبار کو تورو لاہور میں چھپا ہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیدالاحق مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب بہادر نے صرف اپنی کتاب مسماۃ بے تائید الاسلام ہی میں مجھے دو اہام نہیں کیے تھے بلکہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں بھی بہت سے اہام مجھے پر کئے اور انہی اہامات کے ذریعہ سے مجھے گنہگار کی تکفیر کا قری حاصل کیا انیسویں ہی کہ حج و زیارت میں بھی انکو مجھے گنہگار کی تکفیر کی ٹکو رہی جس صاحب نے کہ خالصاً لاءِ یہ حصہ لکھا ہے اُنکا اس لیئے میں شکر ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک مسلمان کے اسلام ظاہر کرنے میں کوشش فرمائی ہے خدا اُنکر جزاے خیر دے اور اُن کے حج کو مقبول فرمائے اور وہ مضمون یہ ہے *

سید احمد خاں صاحب کی تکفیر
کی ترویج

اخبار لوح محفوظ مراد آباد میں یہ دیکھ کر کہ جناب مولانا علی بخش خاں صاحب بہادر نے نفر کا تئو جو سید احمد خاں صاحب بہادر کی نسبت حرمین شریفین سے تیار کر کے لائے ہیں وہ چھپوایا ہے مجھے خیال آیا کہ اس بارہ میں جو مجھے واقفیت ہے میں عرض کروں *

کہ عربی خزان ہوں نہ فارسی داس سنی مسلمان ہوں — نہ مولانا علی بخش خاں صاحب بہادر کا دشمن بنکر سید احمد خاں صاحب کا دوست ہوں نہ سید احمد خاں صاحب کا طرفدار بنکر مولانا علی بخش خاں صاحب کا مخالف — میرے نزدیک دونوں صاحب مولانا اور عامے دیں سے میرے مفہوم ہیں تذکرہ کے طور پر کچھ عرض کرتا ہوں *

تئو لکھنے لکھانے کا جو حال یہاں ہے وہی وہاں ہے جس مضمون سے چاہا تئو لکھ لیا جس سے دستخط کرائے ہوئے جو چاہا سمجھا کر دستخط کرا لیئے جیسے عالم یہاں ہیں ویسے ہی وہاں ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ اُن کی زبان ہندی ہے اور اُن کی عربی چار مذہب کے چار مفتی ہیں ایک حنفی — ایک شافعی — ایک حنبلی — ایک مالکی *

مکہ معظمہ میں چہا کرٹی قتری لکھا جاتا ہے ایک مشہور عالم ہندوستان کے جو یہاں سے ہجرت کر گئے ہیں اُن کی نظر سے گذر جاتا ہے اور اُن کی رائے کو چاروں مفتی مانتے ہیں اگرچہ

ہندوستانی عالم اور بھی اچھے اچھے رہاں ہیں مگر اس مولانا صاحب کو رہاں کے عالم زیادہ مانتے ہیں اور اُن کے قول کو مقبول جانتے ہیں *

ہاید لوگ خیال کرتے ہوئے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں پڑائی پڑائی کتابیں پڑی پڑی قلمی اور صدفہا برس کی لکھی ہوئی موجود ہونگی اُن میں مسائل دیکھ دیکھ کر وہاں کے عالم قتری لکھتے ہوئے اس واسطے وہاں کا لکھا ہوا قتری زیادہ صحیح ہوگا یہ بات بھی نہیں — حرمین شریفین کے کتب خانہ میں تلم قرآن مجید اور تفسیروں اور حدیث و فقہ کی کتابیں چھاپی گئی ہیں کتب فروشوں کی دوکانوں میں اور ہرمینی کے چھاپے سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں — کتب خانہ میں فی صدی دس جلد بھی قلمی نہیں ملتیں اور کتب فروشوں کے پاس تو فی صدی پانچ کا بھی ملنا مشکل ہے *

وہاں جو ہندوستانی اہل سنت و جماعت کے عالم ہیں وہ در گروہ ہیں — ایک ہمدنی — دوسرے دھابی جو ہمدنی ہیں وہ دھابیوں کو کانر کہتے ہیں جو دھابی ہیں وہ ہمدنیوں کو برا کہتے ہیں — جب ہمدنیوں کا وار چل جاتا ہے وہابیوں کو نکارا دیتے ہیں — جب دھابی غالب ہو جاتے ہیں ہمدنی چپ ہو جاتے ہیں ان دنوں ہمدنیوں کا وار چل رہا ہے — خود شریف صاحب مکہ کو لوگ دھابی کہتے ہیں — مگر یہ سب جھگڑا دھابی ہمدنی کا ہندی صاحبوں میں ہے ہی اور ایسے ایسے نفاذات سے ہندی لوگ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں تفریق ذلیل ہیں کہ عرب والوں نے ہندیوں کو — ہندی بظال — کا خطاب دے رکھا ہے اور ذلیل ہونے کی بات ہے کہ دونوں طرف مولانا صاحب ہی مولانا صاحب ہیں — مگر ایک دوسرے کو کانر کہتا ہے اور وہ وقت اسی نکو میں رہتے ہیں کہ جس طرح ہو سکے دوسرے کو نکارا دیں *

سید احمد خاں صاحب حرمین شریفین میں بھی مشہور ہیں اکثر ہندوستانی اور بعض عرب سید احمد خاں صاحب کے نام اور خلاف واقع حال سے واقف ہوں — وہاں یہ مشہور ہے کہ سید احمد خاں لندن گئے تھے وہ انگریزوں سے اقرار کر کے آئے ہیں کہ ہم مسلمانوں کو جہاننک ہو سکیگا درستان کرینگے اور دین اسلام سے پھیرینگے اب وہ اپنے اقرار کے موافق مسلمانوں کو ہیکا کو دین اسلام سے پھیرتے ہیں اور ٹم ٹم عقاید سکھاتے ہیں — یہ جو قتری میں لکھا ہے کہ دین اسلام میں پھر و نصاری سے یہی اُن کا نکتہ پڑھکر ہے — اُس کے یہی معنی ہیں کہ ظاہر مسلمان رہکر اور دین اسلام کے نام سے وہ نصیحت کر کے مسلمان کرتے ہیں — جس کسی نے

سید احمد خاں صاحب کا یہ حال سنا کہ وہ انگریزوں کے طرفدار ہیں وہ ظاہر میں مسلمان باطن میں عیسائی ہیں وہ سب مسلمانوں کو ہیکا کر عیسائی کیا چاہتے ہیں — قرآن کے معنی بدلتے ہیں — جدیدہ کو بے اعتبار بتاتے ہیں انگریزوں کا کھانا کھانا دوسرے کھتے ہیں — انگریزوں سے دوستی رکھنی ثواب بتاتے ہیں — شیطان کے منکر — آسمان سے منہرف ہیں — کسی امام کو نہیں مانتے کسی مفسر کو معتبر نہیں سمجھتے — کسی مجتہد کے قائل نہیں سید احمد خاں صاحب سے نفرت کرنے لگا اور برا جاننے لگا — حقیقت میں جب اتنی بڑائی کسی میں ہو — تو کوتاہ سامان ہی نہ ایسے آدمی کو اچھا کہتے — جب اُس سے واقعی حال سید احمد خاں صاحب کا کہا گیا کہ سید احمد خاں ایسے آدمی نہیں ہیں یہ مسلمان ہیں ظاہر اور باطن میں یکساں ہیں — مسلمانوں کو مسلمان رکھا چاہتے ہیں قرآن کے معنی جو ہیں وہی کہتے ہیں حدیث کو معتبر جانتے ہیں — جو حدیث نہیں ہی اُس کو بے اعتبار سمجھتے ہیں — اہل کتب کے ذبیحہ کو قرآن مجید کے موافق حلال کہتے ہیں — سور اور شراب کو حرام سمجھتے ہیں — انسانوں سے انسانیت کی وجہ سے قرآن مجید کے مطابق دوستی رکھنی اور ہر ایک کی بھلائی چاہنی موجب ثواب بتاتے ہیں — شیطان اور آسمان کے منکر نہیں مگر ہیں صورت — اور عالج میں جو بعض مالہوں نے بیان کی اُن کے ہم زماں ہیں اکثروں کے ساتھی نہیں — امام کو امام جانتے ہیں پیغمبر نہیں مانتے مفسر کو مفسر مانتے ہیں الہامی نہیں جانتے — مجتہد کو مجتہد کہتے ہیں خاتم المجتہدین نہیں سمجھتے — ہر وقت ایسی کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کی دین و دنیا درست ہو — ہزاروں روپیہ اپنے خرچ کرتے ہیں — دل و جان بے ہر وقت اسی کے غواستگا ہیں — اپنا جان و مال مسلمانوں کے واسطے وقف کر رکھا ہے — چاہتے ہیں کہ مسلمان دنیا میں مال دار ہو جائیں اور دین میں ایستادار بنے سنکر وہ سید احمد خاں صاحب کی تعریف کرنے لگا ہندوستانی بنے کہا بہت اچھے آدمی ہیں اور عرب نے کہا مایب *

حاصل مطلب یہ کہ وہاں کے تئوے ویسے ہی ہیں جیسے یہاں کے ان میں اُن میں کچھ فرق نہیں صرف اتنا فرق ہی کہ وہاں کے تئوے میں ایک مسلمان کا غنیمت اور عزیز وقت جو دما اور عبادت میں ایسی پاک جگہ صرف ہونا چاہیے وہ ایک مسلمان کے کانٹے میں صرف ہوتا ہے یارب یارب *

بواستم سید احمد خاں صاحب نے یہ کیا کہ عیسائی کے ساتھ کہنا کہا یا قرنی ٹوپی آرزوی کلا کوٹ اور انگریزی برٹ پہننے کو اچھا سمجھا اس کا حال یہ ہے کہ جاتے ہوئے حدیدہ سے ایک انگریزی تاجر ہمارے ساتھ اپنا مال لاکر جدہ تک (کنپور) میں سوار ہو گیا تھا — اُس کنپور میں پانچ عرب دو جدہ کے تین مکہ کے رہنے والے

سید احمد خاں صاحب کا یہ حال سنا کہ وہ انگریزوں کے طرفدار ہیں وہ ظاہر میں مسلمان باطن میں عیسائی ہیں وہ سب مسلمانوں کو ہیکا کر عیسائی کیا چاہتے ہیں — قرآن کے معنی بدلتے ہیں — جدیدہ کو بے اعتبار بتاتے ہیں انگریزوں کا کھانا کھانا دوسرے کھتے ہیں — انگریزوں سے دوستی رکھنی ثواب بتاتے ہیں — شیطان کے منکر — آسمان سے منہرف ہیں — کسی امام کو نہیں مانتے کسی مفسر کو معتبر نہیں سمجھتے — کسی مجتہد کے قائل نہیں سید احمد خاں صاحب سے نفرت کرنے لگا اور برا جاننے لگا — حقیقت میں جب اتنی بڑائی کسی میں ہو — تو کوتاہ سامان ہی نہ ایسے آدمی کو اچھا کہتے — جب اُس سے واقعی حال سید احمد خاں صاحب کا کہا گیا کہ سید احمد خاں ایسے آدمی نہیں ہیں یہ مسلمان ہیں ظاہر اور باطن میں یکساں ہیں — مسلمانوں کو مسلمان رکھا چاہتے ہیں قرآن کے معنی جو ہیں وہی کہتے ہیں حدیث کو معتبر جانتے ہیں — جو حدیث نہیں ہی اُس کو بے اعتبار سمجھتے ہیں — اہل کتب کے ذبیحہ کو قرآن مجید کے موافق حلال کہتے ہیں — سور اور شراب کو حرام سمجھتے ہیں — انسانوں سے انسانیت کی وجہ سے قرآن مجید کے مطابق دوستی رکھنی اور ہر ایک کی بھلائی چاہنی موجب ثواب بتاتے ہیں — شیطان اور آسمان کے منکر نہیں مگر ہیں صورت — اور عالج میں جو بعض مالہوں نے بیان کی اُن کے ہم زماں ہیں اکثروں کے ساتھی نہیں — امام کو امام جانتے ہیں پیغمبر نہیں مانتے مفسر کو مفسر مانتے ہیں الہامی نہیں جانتے — مجتہد کو مجتہد کہتے ہیں خاتم المجتہدین نہیں سمجھتے — ہر وقت ایسی کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کی دین و دنیا درست ہو — ہزاروں روپیہ اپنے خرچ کرتے ہیں — دل و جان بے ہر وقت اسی کے غواستگا ہیں — اپنا جان و مال مسلمانوں کے واسطے وقف کر رکھا ہے — چاہتے ہیں کہ مسلمان دنیا میں مال دار ہو جائیں اور دین میں ایستادار بنے سنکر وہ سید احمد خاں صاحب کی تعریف کرنے لگا ہندوستانی بنے کہا بہت اچھے آدمی ہیں اور عرب نے کہا مایب *

دو تین مولانا صاحبوں کے سامنے بیٹھے سید احمد خاں صاحب کی تعریف کی اور واقعی حال اُن کا بیان کیا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ نقل مولانا صاحب یا حکیم صاحب یا منشی صاحب ابھی ہندوستان سے آتے ہیں وہ اس کے خلاف کہتے ہیں — تم ہو کر سید احمد خاں صاحب کا کہنا نہ مائوں روئے کافر ہو جاؤ گے بیٹھے کہا بہت اچھا سید احمد خاں صاحب کا کہنا نہ مائوں اُن کو برا جاننا مگر پھر کس کا کہا مائوں آپ کا سر آپ کو بھی تو نقل مولانا صاحب کانٹے کہتے ہیں اس کا کہا علیٰ فرض ہندوستانی مالہوں اور جاہلوں کا وہاں بھی

سوار تھے وہ عرب جب چار پیتے انگریز کو اپنے ساتھ پلاتے کسی دور میں اپنی پٹائی اسکر دیدیتے کبھی اُس کی پٹائی آپ لیتے ہمارے ہندوستانی بھائی دیکھ کر بڑا تعجب کرتے اور کہتے کہ عرب بھی اچھے کُشتان ہیں ایک دو صاحب نے اُن سے پوچھا بھی کہ تم انگریز کو اپنے ساتھ پلاتے ہو اُن کے ساتھ کھانا پینا منع ہے وہ عرب ہنسنے لگے اور کہا اس میں کچھ برائی نہیں حالانکہ کل ہندوستانی صاحب بھی انگریز نہیں انگریز اور مسلمانوں کا پٹایا ہوا اور اُن کے ہاتھ کا ہی پٹائی دیتے تھے یہی لوگ بناتے تھے اور یہی تقسیم کرتے تھے مگر اسکا کچھ خیال نہیں تھا *

رہا بخت و ترکی ٹوٹی و کالا کُت سو مہوماً ترکوں کی بھٹی ہوشیاری مسلمانوں اور مسلمانوں میں فرق اسی ترکی ٹوٹی سے معلوم ہوتا ہے اور لباس بھی یہی مددہ اور رب کا ہی جس وقت بیضا اللہ کے گرد حرم مستحکم میں ہزاروں آدمی طواف کرتے نظر آتے تھے جو رونق اور رب ایسی پرورش والوں پر معلوم ہوتی تھی دوسروں پر نہیں * جو تہ پٹے نماز پڑھتے کو جو سید احمد خاں صاحب یا اُن کے طرفدار کہتے ہیں اُس کا بھی یہ حال آنکھوں دیکھا ہوا ہے کہ ترک مہوماً ہزاروں مرد مررت برت پٹے ہوئے بیضا اللہ کے گرد طواف کرتے ہیں اور مسجد الحرام میں نماز پڑھتے ہیں کُٹی بخت نہیں اُرتاتا البتہ یہ ہوتا ہے کہ پھر پٹے کے بخت دوسرے رکھتے ہیں اتنا وہم و غماں بھی ہے ہندوستانی اس پر بھی تعجب کرتے تھے کیونکہ یہ تو ہندوؤں کی طرح چمڑے کو بڑا ہی سمجھتے ہیں *

حرم شریف میں چار جماعت ہوتی ہیں حنفی شافعی مالکی حنبلی عرب ترک مغربی شامی وغیرہ ترک جو جماعت پاتے ہیں اُس کے ساتھ نماز پڑھ لیتے ہیں مگر اکثر ہندوستانی اُس وقت بھی ازبے بیٹھے رہتے ہیں جب حنفی جماعت ہوتی ہے تب ہی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ تمام ترک حنفی مذہب رکھتے ہیں مگر اُن کو یہ تعجب نہیں جو جماعت ہاتھ آجاتی ہے اُس کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں *

بدر لوگوں اور اردو قوموں کو عمارت و استنجا کرتے اسطرح دیکھا کہ جس وقت اُنہوں نے بیضا پٹا ایک مٹھی ریت لیکر قطرہ خشک کولیا اور زمین پر تھیم کر کے اُسی زمین پر نماز پڑھتے کھڑے ہو گئے کہ فرش کی ضرورت نہ ملے کی حاجت جب پٹائی موجود ہوا تو صرف پٹائی سے استنجا کولیا پھر تھیلے و ریشہ وغیرہ کی ضرورت نہیں آبدست کا بھی یہ ہے حال ہے کہ یا تھیلہ ہو یا پٹائی دونوں چیز ضروری نہیں سمجھتے ہندوستانی صاحب جب کسی بدر کو تھیلے سے بڑا استنجا کر کے نماز پر کھڑے ہوتے دیکھتے تعجب کرتے اور کہتے کچھ کی نماز ہی اگھر رہے ہوں — یہ بات جو پہلی مشہور ہے کہ

مسلمانوں — انما المؤمنون اخرۃ جو قرآن مجید میں ہے کیا اُس کا یہی مطلب ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کو کانہ کرتے پر کمر باندھے رہے ایک بھائی دوسرے بھائی کی خدمت کیا کرے ایک بھائی دوسرے بھائی کی عزت کیا کرے *

مسلمانوں — ولا تنازعوہ جو قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کیا اُس کی یہ تہمیل ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ترکی ٹوٹی اوتھنے پر کالا کُت اور برت پٹے پر چھری کانٹے سے کھائے پر کُرتا رہے یونانی حکیموں کے حکم نہ ماننے پر انگریزی قانونوں کے فلسفوں کے حکم ماننے پر کانہ کرتا رہے — اس کے یہ معنی تو ہرگز نہیں ہیں — یہ معنی نہوتے کی اور رجحان کو کیا پتلاؤں ایک وجہ یہی پتلاؤں ہوں جو اُسی پاک کتاب میں لکھی ہیں اور یہ مسلمانوں پر صادق آتی ہے — وہ یہ ہے کہ ولا تنازعوہ کے بعد

ہی لکھا ہے تفسیر و تہذیب و عہد — سو ظاہر ہے کہ ایچے ہی تنازعات سے مسلمانوں کی کیسی ہوا بگڑ رہی ہے کہ ہر طرح ذلیل ہو رہے ہیں اور جب تک یہ جھگڑے نہیں چھوڑینگے وہ بدس زیادہ ذلیل ہوتے جاوینگے — یا اللہ تو مسلمانوں کو — کاظمین الغیظ

و العالین من اللہ ہیں سے کر آمین *

اطلاع

بخدمت ممبران کمیٹی خزانۃ البصافۃ

۲۳ ستمبر سنہ ۱۸۷۲ ع کے اجلاس میں جو یہ تجویز ہوئی تھی کہ مدرسۃ العلوم کے احاطہ کے تین دروازوں میں سے جس دروازہ کو جو ممبر اپنے خرچ سے بنوادے وہ دروازہ اُسکے نام سے موسوم ہو منجملہ اُنکے ایک دروازہ مولوی سید مہدی علی صاحب نے اپنے خرچ سے بنوانا چاہا ہی اور اُسکا مہدی دروازہ نام ہوگا اور دوسرا دروازہ سید ظہور حسین صاحب نے اپنے خرچ سے بنوانا چاہا ہی چنانچہ نقد سات سو روپیہ اُسکی لاگت کا اُنہوں نے بیوجہ دیا ہی اور وہ دروازہ ظہور حسین دروازہ کے نام سے موسوم ہوگا جس اب صرف ایک دروازہ باقی رہ گیا ہی دیکھیئے وہ کس کی قسمت میں ہی *

وائس

سید احمد

سرکٹری کمیٹی خزانۃ البصافۃ

تہذیب ۱۹۱۲

علامات قرأت

اس مقام پر الفاظ قرأت سے مراد قرأت مصطفیٰ قرآن مجید نہیں ہی، بلکہ اُس کے لغوی معنی مراد ہیں؛ یعنی پڑھنے کے نشان؛ انگریزی میں چند علامتیں مقرر ہیں جنکو پینکچریشن کہتے ہیں۔ انگریزی عبارت میں وہ نشان ہمیشہ لکائے جاتے ہیں؛ اُنسے فائدہ یہ ہے کہ عبارت کو نصیح طور پر پڑھنے میں آسانی ہوتی ہی۔ اُن نشانوں سے معلوم ہوتا ہی کہ جملہ کہاں ختم ہوا، کہاں سے دوسرا مطالب شروع ہوا، کونسے لفظ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، کونسے ملحدہ ہیں، عبارت پڑھنے میں کس جگہ ٹھہرنا چاہیئے، کس جگہ ملکو پڑھنا چاہیئے، تاکہ مطالب پڑھنے والے اور سننے والے کی سمجھ میں بقدری آتا جارے۔ اسکے سوا اُن نشانوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ اس عبارت میں کونسا جملہ معترضہ ہی، اور کونسا استقامیہ، کونسا انتہاسیہ، اور کونسا ندائیہ، کس مقام پر مصنف نے کوئی بات تعجب انگیز لکھی ہی، اور کس مطالب پر مصنف نے پڑھنے والے کی زیادہ توجہ چاہی ہی، ملی هذا القیاس۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ علامات قرأت نہایت عمدہ چیز ہیں، اور علم ادب کی ترقی کے لیئے نہایت مفید ہیں۔ تمام ملکوں میں جہاں علوم و فنون، علم ادب و انشاء، تہذیب و شایستگی کی ترقی

ہی ان علامات کا استعمال ہوتا ہی۔ ہم مسلمانوں نے اپنی تہذیبوں میں کوئی علامتیں اس قسم کی مہین نہیں کیں؛ صرف قرآن مجید میں جسکو ہم نہایت عزیز و قابل ادب سمجھتے ہیں، اور جسکی تلاوت میں ہمکو بڑا اہتمام ہی، بعض ایسی علامتیں، جو قرأت قرآن مجید سے مخصص ہیں، مقرر کی تھیں۔

سنسکرت زبان کی تہذیب میں بھی کچھ علامتیں اس قسم کی مقرر نہ تھیں، لیکن اس زمانہ میں جن لوگوں نے اپنی زبان کی ترقی اور درستی کی فکر کی ہی اُنہوں نے اپنی اپنی تہذیبوں میں ان علامتوں کا رواج شروع کیا ہی۔ ہنگالی زبان کی تہذیب میں تو یہ علامتیں نہایت خوبی سے مروج ہو گئی ہیں، اور اُردو اور گجراتی اور ٹاگڑی میں بھی مروج ہوتی جاتی ہیں، مگر اُردو زبان کی تہذیب میں اس کا بہت کم رواج ہی۔ کبھی کبھی ہم اپنے تہذیب الاخلاق میں کوئی نوٹی علامت اس قسم کی لگادیتے ہیں، یا اگر اخیار کے ایک صاحب معارف اپنے ارٹیکل میں نہایت خوبی اور احاطہ سے ان علامتوں کا استعمال کرتے ہیں۔

کچھ کم دو برس کا عرصہ ہوا ہوتا کہ جناب ماسی غلام محمد صاحب مترجم بمبئی نے ایچر بہت توجہ کی، اور اُردو زبان کی تہذیب میں بھی ان علامتوں کا مروج ہونا ضرور سمجھا، اور اسباب میں ایک رسالہ، موسوم یہ نجوم الہامات، تھریو فرمایا جو درحقیقت اپنی خوبی اور حسن بیان میں بے نظیر ہی۔ اس رسالہ میں جناب موصوف نے ہر قسم کی علامتیں مقرر کی ہیں جو علامات قرأت قرآن مجید سے اخذ کی گئی ہیں، اور انہو حروف مفردہ تھیں پاضادہ ایک لکیر مثلاً زیر کے اُن علامتوں کے لیئے مقرر کیئے ہیں، اور ہر ایک علامت کا بیان نہایت خوبی اور خرس بیانی اور وضاحت سے کیا ہی۔

ہمکو جناب ممدوح کی تمام تجویزوں سے دل سے اتفاق ہی، مگر جو علامتیں اُنہوں نے مقرر کی ہیں اُن سے بوجہ واسطہ منسلک ذیل ہمارے اختلاف ہی:—

اول — ہم نہیں پسند کرتے کہ جو علامتیں مدد سے قرآن مجید کی تہذیب میں مخصص ہو گئی ہیں وہ اور تہذیبوں میں مروج کی جاویں، اور آیت اور مطلق جو خاص قرآن مجید کی اصطلاحات ہیں، اُوں تہذیبوں پر بولی جاویں، گو شرم و عقل اس میں کچھ تباحث نہ ہو، الا تمظیلاً للقرآن المجید ایسا کرنا ہم پسند نہیں کرتے۔

دویم — علامتیں جو حروف مفردہ تھیں سے مقرر کی گئی ہیں وہ اُردو زبان کی تہذیب میں حروف عبارت سے مشتبہ ہو جاتی ہیں، اور پڑھنے میں ہبہ پڑتا ہی کہ وہ حرف بھی منجملہ حروف عبارت

(-) ہائی فن یعنی علامت ترکیب .

(-) قیض یعنی خط یا لکیر .

() پرتھوس یعنی علامت جملہ معترضہ .

(“ ”) ترکیب یعنی علامت اقتباس . انگریزی تھریڈ میں یہ علامت اس طرح پڑ لکھی جاتی ہے ، (“ ”) مگر ہمارے دونوں کو اولٹا لکھنا دیا ہے .

لفظوں کے اوپر لکیر کر دینا ، یہ قدیم علامت نقل یا اقتباس کی ہے ؛ جیسے کہ شرح میں متن کی عبارت پر لکیر کر دی جاتی ہے .
— اندر لیں یعنی علامت ترجمہ . جن لفظوں کے نیچے لکیر کر دی جاتی ہے وہ اسبات کا نشان ہے کہ پڑھنی والا اس پر زیادہ توجہ کرے .

(*) اسٹار یعنی نجم . کسی جملہ یا عبارت منقولہ کے نیچے میں دو یا تین نجم لگا دینا اسبات کا نشان ہے کہ اس مقام پر سے کچھ لفظ یا عبارت جو مطلب سے متعلق نہ تھا یا اسکی نقل ضروری نہ تھی چھڑ دی گئی ہے ، اور ایک نجم علامت حاشیہ کی ہے .
(* † ‡ ||) ان میں سے ہر ایک حاشیہ کی علامت ہے .

علامت سکتہ

اس علامت سے جملہ کے اندر حصے علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتے ہیں جو مطلب میں تو ملے ہوئے ہیں مگر پڑھنے میں ان مقاموں پر ذرا سکتہ کرکے پڑھنا چاہیئے .

۱ — جب کسی مفرد جملہ میں مبتدا اور خبر مرکب ہوں ، تو انکے پیچھے علامت سکتہ لگانی چاہیئے .

مثال — کسی چیز کی طرف مستقل اور پوری توجہ ، اعلیٰ طبیعت کی نشانی ہے .

۲ — جملہ مرکب کے اجزاء مفردہ بذریعہ علامت سکتہ علیحدہ کرتے چاہیئے ، تاکہ پڑھنے میں الگ الگ پڑھے جاویں .

مثال — جب اچھائی نہیں رہتی ، تو لوگوں کی توجہ بھی نہیں رہتی .

بہادروں نے ، جب دشمنوں کا حال سنا ، تو اُنپر نہایت دلیری سے حملہ کیا .

مگر جب جملہ کے اجزاء اسے ہوں کہ خود اُنہی سے اُس میں ترکیب پائی جاتی ہو ، تو وہاں علامت سکتہ کا لگانا کچھ ضرورت نہیں ہے .

مثال — خود ہمارا دل ہمکو بتاتا ہے کہ اصلی نیکی کیا ہے .

۳ — معطوف و معطوف علیہ میں جب حرف صغیر موجود ہو ، تو وہاں بھی علامت سکتہ لگانی ضرورت نہیں .

ہی ، اسلیئے ضرور ہی کہ علامت مذکورہ صرف تقریبی ہوں صرف نہیں .

سورم — علامت مذکورہ ایسی ہوتی چاہیئے کہ جو پتھر اور ٹیپ دونوں قسم کے چھاپہ میں مستعمل ہو سکیں : پس اگر ہم ایسی علامتیں مقرر کریں جو ٹیپ میں بنی ہوئی مزج نہوں تو بالفعل ہمکو نہایت مشکل پڑے گی ، اور کسی طرح ہمکو نہ اُن علامتوں کا ہاتھ آنا میسر ہوگا نہ اُنکو پناہیں گے ؛ اسلیئے نہایت مناسب ہے کہ جو علامتیں انگریزی میں مزج میں وہی ہم اُردو تھریڈ میں بھی اختیار کریں . اُن علامتوں کا ٹیپ ہر قسم کا بنا ہوا دستیاب ہوتا ہے . پتھر کے چھاپہ میں نہایت آسانی سے تصدیق میں آسکتی ہیں ، اور اُنکی شکل ایسی ہی کہ کسی حرف کے ساتھ مشابہہ نہیں ہے ، صرف ایک علامت ہی جو حرف راو کے مشابہہ ہے ، لیکن اُسکو اولت دینے سے وہ اقتباس بالکل زایل ہو جاتا ہے . ہمارا ارادہ ہے کہ ہم تہذیب الاخلاق میں اُن علامتوں کا رواج دیں . اگر اور لوگ بھی اُسکو پسند کریں گے تو اُمید ہے کہ اُردو زبان میں بھی اُس کا رواج ہو جائیگا . اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ جناب منشی غلام محمد صاحب کے رسالہ کی طرفہ چینی سے اُن علامتوں کا اس مقام پر کچھ بیان کریں .

مفصلہ ذیل علامتیں ہیں جو اُردو زبان کی تحریر میں مستعمل ہو سکتی ہیں

() کاما یعنی علامت سکتہ . انگریزی میں اسکی یہ شکل ہے (و) . مگر یہ حرف راو کے مشابہہ تھا اسلیئے اُس کو اولٹ دیا تاکہ حرف مفرد تہجی سے مشابہہ نہ ہو .

(؟) سمیکران یعنی علامت سکن . انگریزی میں اس کی صورت یوں (ز) ہے . اسکو بھی اولٹ دیا ہے *

(:) کولن یعنی علامت وقفہ .

جہاں علامت سکتہ ہو اُس لفظ پر پڑھنے میں ذرا ٹھہرنا چاہیئے ، اور جہاں علامت سکن ہو وہاں ذرا اُس سے زیادہ ، اور جہاں علامت وقفہ ہو وہاں ذرا اُس سے بھی زیادہ .

(.) ناستاب یعنی علامت وقفہ کامل . یہ علامت اسبات کی ہے کہ یہاں فقرہ پورا ہو گیا .

(?) قرت آف انٹرکٹن یعنی علامت استفہام یا علامت سوال .

(!) نرٹ آف انکلاپسز یعنی علامت تعجب و حیرت و نزہت . اگر یہی نشان پورا ہو (!) کر دینے جاویں یا تین (! ! !) کر دینے جاویں تو زیادہ تعجب و حیرت یا مسرت پر دلالت کرتے ہیں .

مثال — بے بندوبستی اور بے انتظامی، مفلسی اور محتاجی تکلیف اور مصیبت، دگرگانی و بربادی، آپس کی ثلاثہ نفوس کا نتیجہ ہے۔

۵ — جملہ لذائذ کے بعد بھی علامت سکتہ ہونی چاہیئے۔

مثال — میزے بزارے، میز پر بات من۔

اوجانے والے، ادھر ہوتا جا۔
جاگنے والوں، جاگتے رہیں۔

۶ — جملہ بیانیہ ذفرہ مفرد کے شروع میں ہو، خواہ بیچ میں خواہ آخر میں، اُس کے ساتھ بھی علامت سکتہ ہونی چاہیئے۔

مثال — اُنکی نیکی، احسانمندی سے، مجھے یاد ہے۔
اُنکی نیکی مجھے یاد ہے، نہایت احسانمندی سے، احسانمندی سے، اُنکی نیکی مجھے یاد ہے۔

۷ — جبکہ کسی جملہ میں دو اسم آریں، اور پہلا اسم مع اپنے متعلق کے، اُسی شخص یا چیز پر دلالت کرے جس پر پہلا اسم دلالت کرتا ہے، تو اُنکے درمیان میں بھی علامت سکتہ لگانی چاہیئے۔

مثال — احمد، خیر خواہ معاندان۔

مگر جب کئی لفظ ملکر ایک مرکب اسم بنے، تو اُن لفظوں کے درمیان میں علامت سکتہ نہ ہونی چاہیئے۔

مثال — شاہجہان آباد، ایڑ آباد، اناہ آباد، چٹوڑ گتہ، مشکل کشا، ثبی آخر الزماں، مشکل کشا علی۔

۸ — اگر اسماء موصول کے بعد بھی جملہ بیانیہ ہو، تو اُسکے پہلے علامت سکتہ لگانی چاہیئے۔

مثال — وہ، جو ہم، ہوکر پھر سیدھی ہو جارے، اصل تارار ہے۔

مگر جب کہ اسماء موصولہ اسم کے ساتھ ملے ہوئے ہوں، تو اُس وقت اُن کے پہلے علامت سکتہ کا لگانا ضرور نہیں۔

مثال — جو تارار ہم ہوکر سیدھی ہو جارے، اصل ہے۔

۹ — جب کسی جملہ کی ترکیب اولت دی جارے، تو اُس کے بیچ میں علامت سکتہ لگانی چاہیئے۔

مثال — خدا کے نزدیک کوئی چیز مشکل نہیں ہے۔

اس مثال میں علامت سکتہ کی ضرورت نہیں ہے مگر جب اسکی ترکیب اولت ہو تو علامت سکتہ کی ضرورت ہوگی۔

مثلاً — کوئی چیز مشکل نہیں ہے، خدا کے نزدیک۔

۱۰ — جب کوئی فعل معنوف ہو، تو وہاں علامت سکتہ لگانی چاہیئے۔

مثال — پڑھنے سے آدمی پورا انسان ہوتا ہے، اور اچھی گفتگو سے، فہم اور لکھتے سے، قابل۔

مثال — زمین اور چاند دونوں سیارے ہیں۔

مقلبتہ آدمی وقت کی قدر کرتا ہے اور اُسکو ضایع نہیں کرتا۔

کامیابی اکثر ہوشیاری اور ہمت سے کام کرنے پر منحصر ہوتی ہے۔

مگر جب معنوف و معنوف علیہ میں حرف عطف موجود ہو،

تو وہاں علامت سکتہ لگنی ضرور ہے۔

مثال — عقل، ہوش، علم، ہنر، سب وقت پر کام آتے ہیں۔

وہ تو سیدھا، سادھا، ایمان دار، آدمی ہے۔

مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے درمیان میں بھی علامت سکتہ کا لگانا ضرور ہے۔

مثال — وہ شخص ایماندار ہے، مگر سست۔

بہت بڑا عالم ہے، مگر بے عمل۔

پڑھیں گار ہے، مگر ظاہری باتوں میں۔

جب متعدد صفتیں کسی اسم کی بغیر حرف عطف کے بیان کی جاویں تو وہاں علامت سکتہ لگانی ضرور ہے۔

مثال — زہد نہایت دانا، ہوشیار، عالم، فاضل ہے۔

مگر جب دو یا دو سے زیادہ ایسی بیان کی جاویں کہ ایک صفت دوسری صفت کی تشریح کرتی ہو، تو اُن میں علامت سکتہ لگانی نہیں چاہیئے۔

مثال — پورا سیاہی مایل کپڑا۔

ہلکا زردی مایل سبز رنگ۔

اگر حرف عطف موجود ہو، مگر جملہ کے اجزاء انہی انہی ہوں،

تو بھی اُن میں علامت سکتہ لگانی چاہیئے۔

مثال — بے امتدالی ہمارے جسم کی قوت کو ضایع کرتی ہے، اور ہمارے دل کی جرأت کو۔

۱۲ — جبکہ تین یا تین سے زیادہ الفاظ ایک ہی جزو قلم میں ہوں، اور اُس میں حرف عطف ہو خواہ نہ ہو، اُن لفظوں کے اخیر میں بھی، سوائے اُس لفظ کے جو سب سے اخیر ہو، علامت سکتہ لگانی چاہیئے، لیکن اگر وہ اخیر کا لفظ اسم ہو تو اُس کے بعد بھی علامت سکتہ ہونی چاہیئے۔

مثال — نظم، موسیقی، مصوری، عمدہ ہنر ہیں۔

غورم ایک دلیہ، دانا، اور ہر اندیش شہزادہ تھا۔

جبکہ جملہ میں دو دو لفظ ساتھ ساتھ ہوں، تو ہر دو کے بعد علامت سکتہ ہونی چاہیئے۔

۲ — جب کہ ایک فقرہ کے کئی جملے علامت سکون سے ملاحظہ کیئے جائیں، اور اُن کا نتیجہ اخیر فقرہ یا فقروں پر منحصر ہو، تو اخیر فقرہ سے پہلے علامت وقفہ لگانی چاہیئے۔

مثال — نیکی سے خدا خوش ہوتا ہے؛ بڑے کاموں سے۔ خدا ناراض ہوتا ہے؛ نیکیوں کو ماقبض میں جزا دیتا؛ بدکاروں کو قیامت کے دن سزا دیتا؛ یہہ ایسے خیالات ہیں کہ دنیا کو خوف ورجا میں رکھتے ہیں، نیکی پر رغبت دلاتے ہیں، گناہوں سے باز رکھتے ہیں۔

علامت وقفہ کامل

۱ — جب کوئی مفرد جملہ چھوڑتا ہو، تو اُس کے اخیر میں علامت وقفہ کامل لگانی چاہیئے۔

مثال — زندگی کی کوئی حالت تکلیف سے خالی نہیں۔

۲ — جب کوئی فقرہ ترتیب معنائی میں پورا ہو جائے، تو وہاں بھی علامت وقفہ کامل لگانی چاہیئے۔

مثال — نا اُمیدی سے، اور آزمائش میں پڑنے سے ہمارے دلوں کا جوش کم ہو جاتا ہے۔

۳ — جب کسی لفظ کو اختصار کر کے لکھیں، تو اُس کے بعد بھی علامت وقفہ کامل لگانی چاہیئے۔

مثال — انہ' جو اختصار ہی الی اخوة کا، ہف' جو اختصار ہی ہذا خلف کا، بی' اے' جو اختصار ہی بیچہرل آف آرٹ کا، ایم' اے' جو اختصار ہی ماسٹر آف آرٹ کا، ایس' آئی' جو اختصار ہی کمپینڈن آف دی آرڈرف آف سٹار آف انڈیا کا۔

علامت استفہام یا سوال

یہہ علامت ایسی فقرہ کے اخیر میں لگانی جاتی ہے جس میں کوئی بات پوچھی گئی ہو۔

مثال — تم اپنے کام سے کیوں غفلت کرتے ہو؟

آپ کا مزاج کس طرح ہے؟

کیا ہمنہ تم سے نہیں کہا تھا؟

علامت تعجب

جبکہ فقرہ میں کوئی ایسا کلام جس سے دہشتا جوش، یا مسرت، یا خوف، یا تعجب وغیرہ پیدا ہوتا ہو، تو اُس کے اخیر میں یہہ علامت لگانی جاتی ہے۔

مثال — او ازلی وابدی خدا!

او خورش کرنے والہ اور خوف دلائے والہ خیال!

میں نے شیخ نلو سے پوچھا کہ تم کون ہو، اُس نے کہا

کہ اہقر!

۱۱ — کاف بیانہ یا تردیدہ کے پہلے علامت سکتہ لگانی چاہیئے۔

مثال — ذوالفقار خاں آرہنگے، کہ نہیں، ٹیک ہو، تاکہ خوش رہو۔

علامت سکون

یہہ علامت فقرہ کے ایسے اجزا ملاحظہ کرنے کو لگائی جاتی ہے جو، یہ نسبت اُن اجزا کے جن میں علامت سکتہ لگاتے ہیں، آپس میں کم مناسبت رکھتے ہیں۔

۱ — جبکہ پہلا حصہ فقرہ کا پورا نلام ہو، مگر اُس کے بعد کا حصہ ایسا ہو کہ اُس سے کوئی نتیجہ پایا جاوے، یا پہلے حصہ کا مطلب پتارے، تو اُن میں علامت سکون لگانی چاہیئے۔

مثال — ایمانداری سے اپنا کام کرو؛ کیونکہ اس سے تمہاری ماقبض سنبھلیگی۔

۲ — جب نئی چھوڑے چھوڑے جملے ایک دوسرے کے بعد آریں، اور باہم اُن کے کچھ ضروری مناسبت نہ ہو، تو اُن میں بھی علامت سکون لگانی چاہیئے۔

مثال — ہر چیز بڑائی ہوتی ہے؛ وقت گذر جاتا ہے؛ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

۳ — جب کسی فقرہ میں کچھ تفصیل ہو، تو اُس کے اجزا علامت سکون سے الگ کرنے چاہیئیں۔

مثال — حکیموں کا قول ہے کہ نیچر کے بے انتہا کام ہیں؛ اُسکا خزانہ معجزہ ہے؛ علم ہمیشہ ترقی پو ہے؛ اور آئندہ نسل کے لوگ ایسی باتیں دریافت کریں گے، جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں۔

علامت وقفہ

اس علامت سے فقرہ کو دو یا زیادہ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جو حصے علامت سکون سے ملاحظہ کیئے جاتے ہیں، یہ نسبت اُن کے ان حصوں میں جو علامت وقفہ سے ملاحظہ ہوتے ہیں، اور بھی کم مناسبت ہوتی ہے، مگر ایسی بھی نہیں ہوتی کہ اُن پر مطلب ختم ہو گیا ہو۔

۱ — جب کوئی جزو فقرہ کا اپنی ترکیب اور معنی بتائے میں پورا ہو، مگر اُس کے بعد کا جملہ بیانہ ہو، تو ایسی کچھ علامت وقفہ لگانی چاہیئے۔

مثال — غور کرنے کی عادت ڈالو؛ کہ اس سے زیادہ عمدہ کوئی تعلیم نہیں۔

جب تک آدمی خود اپنا کام آپ نکرے ، بشرطی کام نہیں ہوتا :
مشہور قول ہی کہ ”آپ کام مہا کام“ .

رسول خدا صلعم نے فرمایا ہی کہ ”مملکت ٹیٹ پر منہصر ہیں“
حدیث کے یہ لفظ ہیں ”انما الاموال بالذیات“

علامت ترجمہ

جس لفظ یا عبارت کے نیچے لکیر کی جاتی ہی اُس کا یہ مطلب
ہی کہ اُس پر زیادہ ترجمہ درکار ہی .

مثال — ذرا انکار خاں کشتی پر جاتے تھے ، کتاب ہاتھ میں
تھی ، نادانی سے کر پڑی ، اور قرب گئی .

علامت نجوم

اسیات کی نشانی ہی کہ نقل کرتے ہیں بیچ میں سے غیر ضروری
بجائے چھوڑ دی گئی ہی .

مثال — ”ہی قائل اہرام گذشتہ میگردم“ و ہر عمر تلف کردہ
تاسف میگردم ، و سنک لایع دل را بالہام آب دینہ سی ستم ***
قایم از درستان کہ در کجایہ ہم انیس من برد ، و در حجرہ ہم
جایس ، بوسم دینم از در درآمد“

علامت حاشیہ

شخصی نزد تقیہ امد و پرسید ، نہ ان کدام زن * سچوسی +
ہر ، کہ دخترش + را گرگان خوردہ بودند || ؟ تقیہ جواب داد ، کہ
بابا تو تمامتر غلط گفتی ، من کدام کدام فاسق ترا صحت کنم از پیش
من برو .

وا — — — م

سید احمد

* آں زن نہ ہر بلکہ ہر ہر
+ سچوسی خورد بلکہ حضرت یعقوب ثانی بنی امیہ ہر ہر
+ دختر نہ ہر بلکہ ہر ہر
|| گرگان خوردہ ہر ہر بلکہ ہر ہر انش غلط گفتہ ہر ہر

علامت ترکیب

جب دو لفظ مرکب کیے جاویں تو اُن کے درمیان میں یہ علامت
لگا دیتے ہیں ، تاکہ کوئی اُس کو جدا جدا نہ سمجھے .

مثال — تپ - خانہ - شراب - خانہ - نیل خانہ - منشی - خانہ .

خط یا لکیر

کہی تو اس خط سے یہ مقصود ہوتا ہی کہ ایک لفظ سے دوسرے
لفظ میں فرق ہو جاوے ، اور کچھ مطلب نہیں ہوتا ؛ مگر در اصل
اسکا استعمال ایسی جگہ ہوتا ہی جہاں دفعتاً نفرت ٹوٹ جاتا ہی
یا دفعتاً خیال پور جاتا ہی .

مثال — خدا نے کہا — کیا ؟ — اے زمین نکل جا اپنا پانی ؛
اور اے آسمان تم جا بھٹو .

کہی اس علامت کا بطور نمائندہ کسی معذرت لفظ کے استعمال
ہوتا ہی .

مثال — وہ تو — — — سے بھی بدتر ہی ؛ یعنی وہ تو شیطان
سے بھی بدتر ہی .
میں جاتا تھا — — — مجھ سے ملا .

اس مقام پر کسی ایسے شخص سے نمائندہ ہی ، نہ جسکو پڑھنے والا
چاہتا ہی ، یا لکھنے والے کو اُس کا نام ظاہر کرنا مقصود نہیں ہی .

علامت جماد معترضہ

جب کسی فقرہ میں کوئی جملہ معترضہ آ جاوے ، تو اُس جماد
معترضہ کے شروع و اخیر میں یہ علامت لگائی جائیگی ، جس سے
معلوم ہو کہ وہ ایک علیحدہ جماد ہی جو مطلب کے پیچھے آ گیا
ہی .

مثال — اسبات کو پھرنی جان او (اور تمکو اتنا ہی چاہتا کانی
ہی) کہ (انسان کے لیے صرف تھکی ہی اصلی خوشی
ہی .

علامت اقتباس ؛ نقل

جبکہ تعریز میں کسی دوسرے کا قول آ جاوے ، یا کسی دوسرے
مصنف کی بیعت عبارت اپنی تعریز میں ، ملائی جاوے ، تو اُس کے
اول اور آخر میں یہ علامت لگائی جائیگی .

مثال — باغ کی تعریف اس سے بہتر نہیں ہو سکتی“ تو گوی
خوردہ مینا پر غاش ریشہ ریشہ ، عقد ثریا پر تاش آریشتہ“

محمد قاسم صاحب نے منشی محمد عارف سے بروقت ملاقات جب انہوں نے اس تجویز کا ذکر کیا تھا بےوقتہ یہی مقصود ارشاد فرمایا تھا انہوں نے آپکی خدمت میں ذکر کیا ہوگا اب بروقت پہونچنے ان پرچوں کے کہ جناب مولانا یہاں تشریف رکھتے تھے احقر کو ارشاد فرمایا کہ تو ہی یہ جواب لکھ پھینچو چنانچہ حسب ارشاد معروض ہوا *

محمد یعقوب

اطلاع ثانی

بیتل خدمت ممبران کمیٹی خزانة البضاعة

واضح ہو کہ یہ تعویذ اطلاع سابق کے جناب ممتاز الدولہ ثواب محمد فیض علی خاں بہادر سی ایس آئی کا مکاتیبہ معہ ہندوئی کے سرکاری کمیٹی کے پاس آیا اور جناب ممدوح نے ایک دروازہ احاطہ مدرستہ العلوم مسلمانان کی تعمیر کا خرچ اپنی طرف سے مرحمت کرنا تجویز فرمایا چنانچہ وہ دروازہ ”فیض علی خاں دروازہ“ کے نام سے موسوم ہوگا اور بشرط اجازت اسپر نشان خطاب و علامت تمغائے ستار آفانڈیا بھائی جادیگی پس اب کوئی دروازہ باقی نہیں رہا تینوں دروازے مفصلہ ذیل بزرگوں کے نام سے ہو گئے *

مہدی علی دروازہ ظہور حسین دروازہ فیض علی خاں دروازہ ہم خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر کرتے ہیں اور اپنی کمیٹی کے عالی ہمت اور فیاض ممبروں کا بھی شکر کرتے ہیں کہ احقر جلد تینوں دروازوں کی تعمیر کا ثواب مددہ طار سے بیکریست ہو گیا اور ہمارے مالی ہمت ممبروں کی یادگاری اس مدرستہ العلوم مسلمانان کے ساتھ ہمیشہ کے لیئے قائم ہو گئی *

میں اپنی کمیٹی کے اُس معزز و فاضل ممبر کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے تسبیح تعمیر دروازوں کے بعض امور استفسار فرمائے تھے اور اپنا ارادہ بھی درباب تعمیر دروازہ ظاہر کیا تھا مگر میں انہوں سے اطلاع دیتا ہوں کہ اب اُنکی خواہش کے پوری ہونے کی جگہ نہیں رہی اُنکے عنايت نامہ پورنچنے سے پہلے جناب ممتاز الدولہ بہادر ممدوح کا مفاہت قائم آ چکا تھا *

واظ—م

سید احمد

سرکاری کمیٹی خزانة البضاعة

مدرسة العلوم

اور

مدبران تعلیم مذهب اہل سنت و جماعت

جناب مولوی محمد قاسم صاحب اور جناب مولوی محمد یعقوب صاحب نے جو خط متقدم عنذات شرکاء مجلس مدبران تعلیم مذهب اہل سنت و جماعت سے لکھا ہے بجنسہ ذیل میں مندرج ہے *

نقل خط

سلامت

بخدمت متبع عنايات ہے غایات مجمع الطاف ہے ثوابات

بعد سلام مسنون معروض ہے پرچہ تجویز اصلاح قانون درباب مدرستہ العلوم جو متعلق علوم دینیہ سے ہے پورنچا اور معزز ہونا حاجی علی بطش خاں صاحب کا مہتمم اس امر کا واضح ہوا مبارک باد نام ثانی ایسے شخص کا اس کارخانہ کے لیئے بہت عمدہ ہے اب امید ہے کہ کوئی خلاف باقی نہ رہے — احقر کا نام اور جناب مولوی محمد قاسم صاحب و قلم کا نام اُس فہرست میں نظر آیا کہ جن کو اہل شرعی تجویز فرمایا ہے جو چند تائید مذهب اہل تشیع اس مدرستہ میں ایک جداگانہ چیز ہے مگر ہم لوگوں کے دل میں یہ امر بہت عجیب کرتا ہے کہ ایسے مجمع میں جس میں ایک شیعہ تائید ایسے لوگوں کی ہے جن کا قوش مذہبی ہمارے بزرگوں کو برا کہنا ہے ایسے مجمع کے مؤیدوں میں شامل ہو کر خدا رسول کو کیونکر مومنہ دکھلاؤ گئے قال تعالیٰ ولا تفرقوا فی الدین ظاہر التمسک انکار آپ لوگوں کو بڑی ہمت اور قہارت قری جرات ہے ہمارے حوصلے یہاں ہمت دیتے ہیں انہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں محفوظ رکھے جو چند تجویز مذکورہ بالا ہم ناقص عقول کے نزدیک منسلطہ بعض ہی بات رہی کی وہی ہے اور شامل ہونا جناب مولوی علی بطش خاں صاحب کا خلاف عقل تو نہیں ہے مگر بے شک کسی مصالحت عقلی پر مبنی ہے مگر یہ امر قابل التفات نہ تھا اس میں البتہ اثنا ہی تھا کہ اقرا مواضع التہم کتفہ ہی مسلمان ہم لوگوں کی وضع اور مقاید اور اعمال اور رائے اور طرز اور وضع کو ایک کیفیت خاص پر مبنی ہوتے ہیں اس صورت میں اگر متوازن نہ ہو جائے متروہ ہر جانے میں کچھ تردد نہ تھا بالبعیلہ اب ہم خاک نشینوں کو آپ اپنے گروہ عنايت و توجہ سے ایسا منشی و معزز دوازیں کہ پور گویہ ہوتا ہے وہی یاد نہ آری جناب مولوی

بہ مقام علیکتہ — مطبع علیکتہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[جلد پنجم] یکم شوال سنہ ۱۳۰۶ نبوی سنہ ۱۲۹۱ ہجری [نمبر ۱۳]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے ليئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور توثیق کے منایب فرماتا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جارے فرستہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے آنہی سے کی جارے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہی اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہی اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہی * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار اصناف و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہی کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے پرغلاف ہیں وہ بھی سائے جارہیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی مالکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہیگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہی اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے ليئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے مقصور ہیں اُن کو اختیار ہی کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح ہر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر یکا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور ہر خریدار اُس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوا ہی خریدار تصور ہوگا اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو فی پرچہ چار آنہ مہہ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زائد حقیر میں موجود ہو *

مہرمن نمبر ۱۶۵

سولزیشن یا تہذیب

ہم دروازہ کیا چاہتے ہیں کہ سولزیشن کیا چیز ہے ؟ اور کن کن چیزوں سے ملاتہ دکھتی ہے ؟ کیا یہ کوئی بنانی ہوئی چیز ہے ؟ یا قدرت نے انسان کی فطرت میں اسکو پیدا کیا ہے ؟ اس کے معنی کیا ہیں ؟ کیا یہ کوئی اصطلاح ہے جس کو لوگوں نے ؟ یا فیلسوفوں نے ؟ مقرر کیا ہے ؟ یا یہ ایسی چیز ہے کہ اسکا مفہوم ؟ اور جن جن چیزوں سے اسکا تعلق ہے ؟ قانون قدرت میں پایا جاتا ہے ؟ اس امر کے تصدیق کے لئے انسان کے حالات کو دیکھنا چاہئے ۔ اگر تہذیب انسان میں ایک فطرتی چیز ہے ؟ تو وحشیوں میں ؟ شہریوں میں ؟ سب میں اسکا نشان ملے گا ؟ گو اس کی صورتیں مختلف دکھائی دیتی ہوں ، الا سب کی جڑ ایک ہی ہوگی ۔

انسان میں یہ ایک فطرتی بات ہے کہ وہ اپنے خیال کے موافق کسی چیز کو پسند کرتا ہے اور کسیکو نا پسند ؟ یا یوں کہہ سکی چیز کو اچھا ٹھہراتا ہے اور کسی چیز کو برا ؟ اور اس کی طبیعت اس طرف مائل ہے کہ اس بڑی چیز کی حالت کو ایسی حالت سے تبدیل کرے جس کو وہ اچھا سمجھتا ہے ۔ یہی چیز سولزیشن کی جڑ ہے ؟ جو انسانوں کی ہر گزرا میں اور ہر ایک میں پائی جاتی ہے ۔ اسی تبادلاً کہ نام سولزیشن یا تہذیب ہے ؟ اور کچھ شبہ نہیں کہ یہ میلان یا یہ خواہش تبادلاً انسان میں فطرتی اور فطرتی ہے ۔

سولزیشن یا تہذیب کی طرف انسان کی طبیعت کے مائل ہونے کے دو اصل ثمرے اچھا اور برا ؟ اور برے کو اچھا کرنا سولزیشن یا تہذیب ٹھہری ۔ مگر اچھا اور برا قرار دینے کے مختلف اسباب خالق اور خالقہ منہ کی اور تمدنی ؟ ایسے ہوتے ہیں جنکے سبب اچھا اور برا ٹھہرانے میں ؟ یا یوں کہو کہ قوموں کی سولزیشن میں اختلاف پڑ جاتا ہے ۔ ایک قوم جس بات کو اچھا سمجھتی ہے اور داخل تہذیب جانتی ہے ، دوسری قوم اسی بات کو برا اور وحشیانہ حرکت قرار دیتی ہے ۔ یہ اختلاف سولزیشن کا ؟ قوموں کے باہم ہوتا ہے ؟ اختلاف میں نہیں ہوتا ؟ یا برا ہی کہ ہوتا ہے ۔ جبکہ ایک گروہ انسانوں کا کسی جگہ اکٹھا ہو کر بستا ہے ؟ تو اکثر اُنکی ضرورتیں اور اُنکی حاجتیں اُنکی غذائیں اور اُنکی پوشاکیں اُنکی معلومات اور اُنکے خیالات اُنکی صورت کی باتیں اور اُن کی نفرت کی چیزیں سب یکساں ہوتی ہیں ؟ اور ایسی لئے ہوائی اور اچھائی کے خیالات بھی سب میں یکساں پیدا ہوتے ہیں ؟ اور ہوائی کر اچھائی سے تبدیل کی خواہش سب میں ایک سی ہوتی

ہی ۔ اور یہی مجبوری خواہش تبادلاً یا مجبوری خواہش سے وہ تبادلاً اُس قوم یا گروہ کی سولزیشن ہے ۔ مگر جبکہ مختلف گروہیں مختلف مقامات میں بستے ہیں ، تو اُن کی حاجتیں اور خواہشیں بھی مختلف ہوتی ہیں ؟ اور اس سبب سے تہذیب کے خیالات بھی مختلف ہوتے ہیں ؟ مگر ضرور کوئی ایسی چیز بھی ہوگی کہ جو سولزیشن کی ان مختلف حالتوں کا تصدیق کر سکے ۔

ملکی حالتیں ؟ جہاں تک کہ وہ بود و باش سے تعلق رکھتی ہیں ؟ نہ فکر اور خیال اور دماغ سے ؟ اُن کو تہذیب سے چنداں تعلق نہیں ؟ بلکہ صرف انسان کے خیال کو اُس سے تعلق ہے جس کے سبب وہ اچھا اور برا ٹھہراتا ہے ؟ اور جس باعث سے خواہش تبادلاً تصدیق میں آتی ہے ؟ اور وہ تبادلاً واقع ہوتا ہے جو سولزیشن کہلاتا ہے ۔ پس سولزیشن کی مختلف حالتوں کا فیصلہ وہ اسباب کر سکتے ہیں جن کے سبب سے اچھے اور برے کا خیال دل میں بیٹھتا ہے ۔

اچھے اور برے کی جگہ میں اور لفظ استعمال کرنا ؟ یعنی پسند اور نا پسند ؟ انگریزی میں ایک لفظ "ٹیسٹ" ہے جو نہایت وسیع معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ۔ ہادی زبان میں بھی اُس قسم کے لفظ ہیں ؛ جیسیکہ موا یا مذاق ؛ مگر وہ استعمال میں ایسے خاص ہوئے ہیں کہ اُن سے وہ عام اور وسیع معنی خیال میں نہیں آتے ؛ اسوجہ میں اُس لفظ کا ترجمہ "پسند" کرنا ہوں ۔ پس پسند کا صحیح ہونا ؟ جو خیال کے صحیح ہونے کی فرع ہے ؛ بہت بڑا وسیلہ سولزیشن کی مختلف حالتوں کے تصدیق کا ہے ۔

خیال کی درستی اور پسند کی صحت کثرت معلومات پر ؟ اور علم طبعیات سے بشرتی ماحول ہونے پر منحصر ہے ۔ انسان کی معلومات کو روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے ؛ اور اُس کے ساتھ ساتھ سولزیشن بھی بڑھتی ہے ۔ کیا عجیب ہے کہ آئندہ کوئی ایسا زمانہ آوے ؟ کہ انسان کی تہذیب میں ایسی ترقی ہو کہ اس زمانہ کی تہذیب کو بھی وہ ارگ ایسے ہی ٹھنڈے دل سے دیکھیں جیسیکہ ہم اپنے سے اگلوں کی تہذیب کو ایک ٹھنڈے مگر مؤدب دل سے دیکھتے ہیں ۔

تہذیب ؟ یا یوں کہو کہ بری حالت سے اچھی حالت میں لانا ؛ دنیا کی تمام چیزوں سے ؟ اخلاقی ہر اُن مادی ؛ یکساں تعلق رکھتا ہے اور تمام انسانوں میں پایا جاتا ہے ۔ تکلیف سے بچنے اور آسائش حاصل کرنے کا سب کو یکساں خیال ہے ؛ ہنر اور اسکر ترقی دینا تمام دنیا کی قوموں میں موجود ہے ۔ ایک تربیت یافتہ قوم زر و جواہر ؛ عاقبت و الماس سے نہایت نفیس نفیس ضرورت زینر بناتی ہے ؛ نا تربیت یافتہ قوم بھی کرڑیوں اور بھوسوں سے اپنی آرایش کا سامان بنام ہونچاتی ہے ؛ تربیت یافتہ قوموں اپنی آرایش میں سونے چاندی ؛

لانا، اخلاق اور معاملات اور معاشرت اور طریق تمدن اور علوم و فنون کو بقدر امکان قدرتی خوبی اور فطرتی عمدگی پر پہنچانا، اور اُن سب کو خوش آسانی سے پورتنا، اور اُس کا نتیجہ کیا ہے، روحانی خوشی اور جسمانی خوبی، اور اصلی تمکین، اور حقیقی وقار، اور خود اپنی عزت کی عزت، اور در حقیقت، یہی پچھلی ایک بات ہے جس سے وحشیانہ پن اور انسانیت میں تمیز ہوتی ہے۔

اِس تہذیب کے حاصل ہونے کے، بقول مسٹر ایچ۔ ٹی۔ ہنک صاحب، چار اصول ہیں۔

اول — ”جو چیزیں ہم کو دکھائی دیتی ہیں، اور جن کا سبب ہم کو معلوم نہیں ہوتا، اُن کے سببوں اور قاعدوں کو دریافت کرنا، اور اُن کے علم کو بھیلنا، پس جس قدر کامیابی اس میں ہوگی، اُن قدر انسان کی ترقی ہوگی۔“

دوم — ”اس تحقیقات سے پہلے تہذیب کا خیال پیدا ہونا چاہیئے، جس سے ابتدا میں تحقیقات کو مدد ملتی ہے، اور بعد کو تحقیقات سے اُس کی استقامت ہوتی ہے۔“

سوم — ”جو باتیں اس طرح پر دریافت ہوتی ہیں وہ عقلی باتوں کے اثر کو زیادہ کرتی ہیں، اور اخلاق کی باتوں کو کسی قدر کم، مگر اخلاق کی باتیں بہ نسبت عقلی باتوں کے زیادہ مستقل ہیں، اور اُن میں کوئی بیشی بہت کم ہوتی ہے۔“

چہارم — ”اس تحریک کا بڑا دشمن، جو در حقیقت سولزیشن کا بھی سخت دشمن ہے، بے خیال ہے، کہ جب تک زندگی کے امور کی نگرانی پر مبالغہ اور مذہب سے نفور، تہذیب تک انسان کے گروہ کی ترقی نہیں ہو سکتی، یعنی سلطنت و رعایا کو بے سکھلائے کہ اُن کو کیا کرنا چاہیئے، اور مذہب بے سکھلائے کہ اُس بات پر یقین کرنا چاہیئے۔“

پچھلی بات میں مسٹر ہنک سے مجھ کو کس قدر اختلاف ہے، اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اگر اُس کا بے خیال کہ بادشاہ وقت ہم کو بتا دے کہ ہم کو کیا کرنا چاہیئے، انسان کی ترقی اور تہذیب کا تہذیب قوی مانع ہے اور جس قدر کہ ہندوستان میں، بالکل تمام ایشیا میں اور ترکی اور ایتھوپیا میں، یہی ناگہایتگی اور نا تہذیبی ہے۔ اُس کا بڑا سبب یہی خیال ہے، اور ہندوستان کے مسلمانوں کو اسی خیال نے غارت اور برباد کیا ہے، اور یہی خیال ہے جو ہندوستان کی رعایا کو عموماً، اور مسلمانوں کو خصوصاً گورنمنٹ سے ناراض رکھتا ہے۔ پس جب تک بے خیال نہ جاگیا اور بے خیال نہ اُویگا کہ ہم خود سوچیں کہ ہم کو اپنے لیئے کیا کرنا چاہیئے، اُس وقت تک ہندوستان کے مسلمانوں کو نہ دلوں ہوگی نہ

موتیہ اور مرتیوں کو کام میں لاتی ہیں، نا تربیت یافتہ قومیں جانوروں کے خرید و فروش اور رنگین پورں کو، تیلیوں پر سے چھلے ہرنے سنہری پوش، اور زرد کے سے رنگ کی پارک اور خرمنما کھانسیں میں گوندے کو اپنے تئیں آراستہ کرتی ہیں، تربیت یافتہ قوموں کو یہی اپنے لباس کی درستگی کا خیال ہے، نا تربیت یافتہ قومیں یہی اُس کی درستگی پر مصروف ہیں، شاہی مکانات، نہایت عمدہ اور مہلکاشاں، بنتے ہیں، اور نفیس چیزوں سے آراستہ ہوتے ہیں، نا تربیت یافتہ قوموں کے چوہر پڑے اور اُن کے رخنے کے گہرے، درختوں پر پاندھے ہوئے ٹانگے زمین میں ٹھہری ہوئی گھوٹیں یہی تہذیب سے خالی نہیں، معاشرت کی چیزیں، تمدن کے قاعدے، عیش و عشرت کی مجاسیں، خاطر اور مدارات کے کام، اور اخلاق و مہذب کی علامتیں، دونوں میں پائی جاتی ہیں۔ علمی خیالات سے یہی نا تربیت یافتہ قومیں خالی نہیں، بلکہ بعض چیزیں اُن میں زیادہ اصلی اور قدرتی طور سے دکھائی دیتی ہیں، مثلاً شاعری جو ایک نہایت عمدہ فن تربیت یافتہ قوموں میں ہے، نا تربیت یافتہ قوموں میں مہذب عمدگی و خوبی سے پایا جاتا ہے۔ یہاں خالی باتوں کو ادا کیا جاتا ہے اور وعاد دلی جوش اور اندرونی جذبوں کا اظہار ہوتا ہے۔ موسیقی نے تربیت یافتہ قوموں میں نہایت ترقی پائی ہے، مگر نا تربیت یافتہ قوموں میں یہی مہذب کیفیت دکھائی ہے۔ ان کی ادا اور آواز کی پھرت، اُس کا گہر، اور اُس کا بڑ، اُس کا ٹھہراؤ اور اُس کی آواز، ہاتھوں کا بھاؤ اور پاؤں کی دھمک، زیادہ تر مصنوعی قراہی پائند ہے، مگر نا تربیت یافتہ قوموں میں بے سبب چیزیں دلی جوش کی طرح ہیں۔ وہ لئی اور تال، راگ و راگنی کو نہیں جانتے، مگر دل کی لہر اُن کی لئی، اور دل کی پھوگ اُن کا تال ہے۔ اُن کا غزل باندہ کر بھڑا ہوتا، طبعی حرکت سے ساتھ اُچھلنا، دل کی بیباکی سے جھکا، اور پھر جوش میں آکر سیدھا ہو جانا، گر نزات اور فن خیاں کی بے خالی ہو، مگر قدرتی جذبوں کی ضرورت تصور ہے۔ دلی جذبوں کا رنگ اور اُن کو عمدہ حالت میں رکھنا، تمام قوموں کے خیالات میں شامل ہے۔ پس جس طرح کہ ہم تہذیب کا قدرتی لکڑ تمام انسانوں میں پالتے ہیں، اسی طرح اُسکا تماق عقلی اور مادی سب چیزوں میں دیکھتے ہیں، جس چیز میں کہ ترقی یعنی برائی سے اچھائی کی طرف رجوع، یا ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ کی طرف تحریک ہو سکتی ہے، اسی سے تہذیب بھی متعلق ہے۔ پس سولزیشن یا تہذیب کیا ہے؟ انسان کے اعمال پر اچھی اور جذبات نفسانی کو اعتدال پر رکھنا، وقت کو مؤثر سمجھنا، واقعات کے اسباب کو قہر رتنا اور اُن کو ایک سلسلہ میں

حشمہ، نہ عزت ہوگی نہ منزلت، اور نہ تہذیب ہوگی، اور نہ شایستگی۔ مگر دوسرا جملہ جو مذہب سے متعلق ہی وہ کسیقدر صحیح ہی اور کسیقدر غلط؛ یعنی غلط مذہب بلاشبہ تہذیب کا بڑا مانع ہی، اور اگر سچے مذہب میں غلط خیالات اور بیجا تعصبات اور مسائل اجتہادیت، اور عقاید قیاسیہ اس طرح بڑے ملک جاذب کہ عمل اور اعتقاداً اصلی احکام مذہبی میں اور ان میں کچھ تفرقہ و تمیز نہ ہے، جیسے مذہب اسلام کی موجودہ حالت ہی اور جو تقلید کی تاریخ میں آنکھوں سے بالکل چھپ گیا ہی، تو بلاشبہ وہ بھی انسان کی ترقی اور تہذیب کا مکمل مذہب غلط کے مانع قوی ہی۔ الا سچا مذہب، جیساکہ گھٹ مذہب اسلام ہی، وہ بھی ہرچیز ترقی انسان نہیں ہوسکتا، کیونکہ اُس مذہب کے احکام اور تہذیب و شایستگی کے کام دونوں متحد ہوتے ہیں والسلام علی من اتبع الهدی۔

و—————
سید احمد

نمبر ۱۹۹

تہذیب

اور

اُسکی تاریخ کے وسیلے اور افعال انسانی کے

باقاعدہ ہونے کا ثبوت

علم تاریخ کے مفید ہونے پر بہت کچھ کہا گیا ہی، اور وہ ہمیشہ مرغوب بھی رہا ہی۔ یہ عام رائے ہی تہہ مرخص نے جیسی معصنہ کی ہی ویسی ہی اُنکر کامیابی بھی ہوئی ہی۔ بہت لوگوں نے اُسکو بڑھا بھی ہی اور بہت کچھ سمجھا بھی ہی؛ مگر اُس کی بہت بڑی قدر ہی؛ اور تمام تعلیم کے مسلمانوں میں شامل ہی۔ اس بات سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ وہ اسی اعتبار کے لائق ہی، اور جب پالاجمال نظر اتالی جارے تو قبول کرنا پڑتا ہی کہ ایسے سامان جمع ہیں جو نہایت مفید انسان اور مددہ معارف ہوتے ہیں۔ قونگستان کے اور اور بڑے بڑے ملکوں کے حالات اور لوگوں کے واقعات نہایت احتیاط سے جمع کیئے ہیں، اور جس ثبوت پر وہ مبنی ہیں، اُنکی بھی بڑی تحقیقات ہوئی ہیں۔ مذہب کی تاریخ پر بھی بڑی توجہ کی ہی؛ علوم و فنون، اور علم ادب، اور مفید ایجادوں، اور اگر کار انسان کی آسائش اور آرام کے طریقوں پر بہت کچھ معصنہ ہوئی ہی۔ زمانہ قدیم کے حالات دریافت کرنے کو پرانی باتوں کی تحقیقات کی ہی۔ قدیم شہروں کی جگہوں کو یاد کر پڑانے کے لکالے ہیں اور بڑے ہیں؛ پرانے لکچہ قہونہ تو تذکر لکالے ہیں، اُنکے حروف تہجی

بھونکے درست کیئے ہیں؛ جو زبانیں کہ حروفوں میں تحریر نہرتی تھیں، بلکہ چیزوں کی شکلوں میں لکھی جاتی تھیں، اُنکے معنوں کو دریافت کیا اور اُنکے مطلب کو نکالا؛ جو زبانیں کہ مدت سے بول گئی تھیں اُنکو بھی نئے سے یاد کیا، انسان کی بول چال کی تبدیل کے قاعدے دریافت کیئے، اور اُس کے ذریعہ سے قوموں کی ابتدائی نقل و حرکت کے ایسے زمانے دریافت ہوئے جو بالکل نامعلوم تھے، عام انتظام میں بنایا گیا، اور اُسکی بدولت درخت کی کئی بیشی کے اسباب دریافت کیئے، ملکوں کے اور وہاں کے رہنے والوں کے حالات بڑی بڑی معصنوں سے جمع کیئے، اُنکے نقشے بنائے، انسان کے دنیوی کاموں اور اخلاقی باتوں کا بہت کچھ حال دریافت کیا؛ مثلاً مختلف قسم کے جسموں کی تعداد، اور ایک کی نسبت بمقابل دوسرے کے، اور اُن پر جو اثر نہ زمانہ اور تعلیم اور قسم (یعنی مرد و عورت) کے سبب ہوا اُسکا اندازہ، اور اور جو باتیں اس کے متعلق ہیں، وہ سب دریافت کی گئیں۔ اس کے ساتھ جغرافیہ عامی بھی قدم قدم چلتا رہا۔ آب و ہوا کے حالات کی رجسٹر طیار ہوئے؛ پہاڑوں کی پیمائش ہوئی؛ دریا ناپے گئے، اور اُنکے مندرجہ دریافت ہوئے؛ سب قسم کی قدرتی پیداواریں اور اُنکی منفی تاثیریں معلوم کیں؛ ہر قسم کی خوراک کی، جو انسان کی زندگی کو ضرور ہی، عام کیما کے ذریعہ سے تحقیق کی، اُس کے اجزا شمار ہوئے اور تولد گئے، اور جو نسبت اُن میں اور انسان کے جسم میں ہی اُسکی بشری تحقیقات کی گئی؛ علیٰ هذاقیاس، انسان کے متعلق جو باتیں ہیں اُنکی ہر قسم کی تحقیقات ہوئی ہیں، وہاں تک کہ مذہب اور شایستہ قوموں میں مرنے اور شادی کرنے، پیدا ہونے اور پیشہ کرنے، یا اور کاموں میں مشغول رہنے کا، اور اجرت کی کمی و بیشی کا، اور جو اشیاء کہ زندگی کے لیے ضروری ہیں اُنکی قیمت کا اندازہ کیا گیا ہی۔ یہ سب واقعات، اور اسی قسم کے اور بہت سے حالات جمع کیئے گئے ہیں، اُنکو درست سے موٹہ لیا گیا ہی، اور اب وہ سب کام میں لانے کے لائق ہیں۔ اُنکے ساتھ اور بھی مفید باتیں شامل ہیں، کیونکہ صرف بڑی بڑی قوموں کے ہی احوال اور خاصیتیں لکھی نہیں گئیں، بلکہ ساحلوں نے تمام دنیا میں، جو اب تک معلوم ہوئی ہی، سفر کیا ہی، اُس کے تمام حصوں کی سیر کی ہی، اور مختلف قوموں کو دیکھا ہی، اُن کے حالات دریافت کیئے ہیں۔ اب ہم اُسکے ذریعہ سے تہذیب و شایستگی کے ہر درجہ کا اور ہر جگہ کا مقابلہ کرسکتے ہیں، جبکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اپنے ہمجنسوں کے حالات دریافت کرنے کا حق کیسی ہم نہیں ہوتا، بلکہ زیادہ ہوتا جاتا ہی، تو ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اُس حق کے پورا کرنے کے وسیلے بھی روز بروز اُسکے ساتھ ساتھ

ایک شخص کسی علم کو اور دوسرا کسی علم کو سیکھتا ہی، مگر ہموش اس کے کہ وہ سب علوم ایک شخص میں ملنے جارہیں متفرق ہو جاتے ہیں، اور جو مدد کہ مشابہت اور مماثلت کی ایک شخص میں ان سب علوم کے جمع ہونے سے حاصل ہوسکتی تھی وہ ضایع ہو جاتی ہی؛ اور اسی سبب سے کسی شخص نے ان سب علوم کو تاریخ میں ملانے کی کوشش نہیں کی، حالانکہ وہ سب تاریخ ہی کے اجزا ہیں۔

ہاں البتہ اتھارہویں صدی کے شروع سے چند عالم پیدا ہوئے جنہوں نے تاریخ کے اس قص پر اندسوس کیا، اور حتی الوسع اُس کی اصلاح کی کوشش کی، مگر ایسی مثالیں نہایت کم ہیں، یہاں تک کہ یورپ کے تمام علم ادب میں اصل کتابیں تین چار سے زیادہ نہیں ہیں جن میں انسان کی تاریخ کی تحقیقات اُن عمدہ اور عام طریقوں پر کی گئی ہو جن سے علم کی اور شاخوں میں کامیابی ہوئی ہی، اور جن قاعدوں اور تجربوں سے علم کی حقیقت قائم ہوسکتی ہی۔

سولہویں صدی کے بعد سے، اور خصوصاً اخیرو صدی میں، مورخوں میں خیال کی وسعت کے نشان اور اپنی تصنیفات میں ایسے مضمراتوں کے شامل کرنے کا شوق پایا جاتا ہی جن کو اُس سے پہلے وہ چھوڑتے ہی نہ تھے۔ اس سے ایک عمدہ بات پیدا ہوئی، اور ایک قسم کے واقعات جمع ہونے سے قاعدہ نلیہ نکالنے کا خیال پیدا ہوا جس کا نشان یورپ کے قدیم علم ادب میں نہیں پایا جاتا۔ اس بات سے بہت بڑا فائدہ ہوا، کیونکہ مورخوں کے خیال نے وسعت پائی، اور غور کرنے کی عادت پڑی جو اعلیٰ واقفیت کے لیئے ضرور ہی، کیونکہ بغیر اُس کے کوئی علم نہیں بن سکتا۔

اس زمانہ میں اگرچہ یہ نسبت زمانہ سابق کے تاریخ کے آثار زیادہ مماثلت کے لائق موجود ہیں، مگر سوائے چند مثالوں کے وہ سب اب تک آثار ہی آثار ہیں۔ آج تک اُن اصولوں کے دریافت کرنے میں جن کا اثر قروں کی قسمت اور اُن کے حال جان پر ہوتا ہی بہت ہی کم کوشش ہوئی ہی، اور کچھ شبہ نہیں کہ انسان کے اعلیٰ خیالات کے لیئے اب بھی تاریخ بہت ہی ناکامل ہی، اور وہ ایسی ہی بے ترتیب صورت میں ہی، جیسیکہ اُس مضمرات کی صورت ہوتی ہی جس کے قاعدے معلوم نہیں ہوئے، اور جس کی جو قایم نہیں ہوئی۔ ہمارے پاس تاریخ کا اس قدر سامان موجود ہی کہ اگر اُس پر زیادہ کوشش کی جائے تو جس طرح کہ علوم طبیعی کی مختلف شاخیں تھریز ہوئی ہیں اسی طرح انسان کی تاریخ بھی تھریز ہوسکتی ہی، نیچر کی اکثر باتیں جو ظاہر بالکل بے قاعدہ معلوم ہوتی ہیں، اور ابھی یکساں نہیں رہتی سمجھ میں آگئی ہیں، اور یہ بات

زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ جو باتیں دریافت ہوئی ہیں وہ سب موجود اور محفوظ ہیں۔ جب ہم اُن سب باتوں کو یکجا کرتے ہیں تب ہم کو معلوم ہوتا ہی کہ جن چیزوں سے ہم واقف ہو گئے ہیں وہ کس قدر مفید ہیں، اور اُن کی مدد سے انسان کی کس قدر ترقی کا حال معلوم ہوتا ہی۔

مگر جب ہم یہ بات بیان کوئی چاہیں کہ ان سب سامانوں سے کیا کام لیا گیا تو ساری یہ صورت بدل جاتی ہی۔ انسان کی تاریخ میں بہت بڑا نقص یہ ہی، کہ گو تاریخ کے ماحدہ ماحدہ جزوں کی نہایت قایبیت سے تحقیقات ہوئی ہی، لیکن کسی نے اُن سب اجزا کو ملا کر اُن سے ایک عام نتیجہ نکالنے کی کوشش نہیں کی، اور نہ اُس طریقہ کو دریافت کیا جس کے ذریعہ سے اُن تمام جزوں کی اُس کی نسبت معلوم ہو۔ یہ بات سب کے نزدیک مسام ہی کہ بڑی بڑی باتوں کی تحقیقات کے لیئے جزئیات کا استقرا کر کے کلیہ نکالتے ہیں، اور خاص خاص باتوں سے عام قاعدہ نکالنے میں بڑی بڑی کوششیں کی جاتی ہیں، تاکہ وہ قاعدے دریافت ہوں جنکی ذریعہ سے خاص خاص باتیں رقع میں آتی ہیں، مگر مورخوں میں یہ طریقہ عام نہیں ہی، اُن کے دل پر ایک عجیب خیال سایا ہی کہ وہ اپنا کام صرف اس قدر سمجھتے ہیں کہ واقعات کو اور گذرے ہوئے حالات کو بیان کردیں، اور کہیں کہیں اخلاق اور انتظام مدنی کی کچھ کچھ باتیں جسے کچھ فائدہ متصور ہو لکھ دیں۔ اچھے مصنفوں کا، جو خیال کی سستی سے بے قدرتی، قایبیت سے اعلیٰ درجہ کی تصنیف کی قایبیت نہیں دھتے، یہ طریقہ ہی کہ چند سال تھریزی سی کتابیں پڑا لیں اور تاریخ لکھنے کی قایبیت ہم پہونچالی، پھر بڑی بڑی قروں کی تاریخیں لکھنے لگے، اور اُن کی تاریخیں اُن مضمراتوں کے اچھے سڈ ہو گئیں۔

اس مہمور اور تنگ طریقہ کے سبب ایسے نتیجے پیدا ہوئے جن سے ہمارے علم کی ترقی کو بہت نقصان پہونچا۔ اسی طریقہ کے سبب مورخوں نے ایسی وسیع ابتدائی تعلیم کو ضروری نہیں سمجھا جسکے ذریعہ سے اُس علم کی تمام قدرتی باتیں بالکل اُنکی گرفت میں آجائیں، اور اسی طریقہ کے سبب یہ نتیجہ ہوا کہ ایک مردخ تو علم انتظام مدنی و علم معاشرت سے فارغ ہی؛ دوسرا آٹیں و قانون کو کچھ نہیں جانتا؛ کوئی مذہبی معاملات اور قبول رائے کے حالات سے محض ناواقف ہی؛ کوئی فلسفہ مدنی کو نہیں جانتا؛ کوئی علوم طبیعی سے آگاہ نہیں ہی؛ حالانکہ یہ سب علوم نہایت ضروری ہیں، اس لیئے کہ وہ خاص باتیں جن سے انسان کے مزاج اور اُس کے اطوار پر اثر ہوتا ہی انہیں علوم سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگرچہ ان علوم میں سے

سامان تجربہ کا ٹیچر میں ہی، کہ اُس کے ذریعہ سے ہم دنیا میں نہایت پیچیدہ مسئلوں کو حل کر لیتے ہیں، وہ سب سامان صروح کے کام میں نہیں آسکتے۔

پس اس بات کا کچھ تعجب نہیں کہ انسان کے افعال کا علم بہ نسبت ٹیچر کے علم کے پچھلے کی حالت میں ہی۔ بچے تک ان دونوں علوم کی ترقی میں اتنا بڑا فرق ہی کہ علم طبعی کی ایسی باتوں کو جز اب تک ثابت بھی نہیں ہوئی اگر تسلیم کر لیتے ہوں کہ ضرور باقاعدہ ہوگی، اور اُن کی نسبت پیشین گوئی بھی کرتے ہیں، مگر تاریخی واقعات کا باقاعدہ ہونا کوئی تسلیم نہیں کرتا، بلکہ اُس سے انکار کرتے ہیں۔ اس سبب سے جو شخص کہ علم تاریخ کو مثل دیگر علوم کے ترقی دینا چاہتا ہے، اُسکو ابتدا ہی میں ایک بڑی مشکل پیش آتی ہے، کہ اُس سے کہا جاتا ہے کہ انسان کے معاملات میں کچھ اسرار ہیں، اور وہ اسرار خدا ساز ہیں، کہ ہماری عقل اور ہماری تحقیقات اُن تک نہیں پہنچ سکتی، اور انسان کے آئندہ کے حالات ہمیشہ ہمارے پوشیدہ رہیں گے۔ اس کے جواب میں صرف اسقدر کہنا کافی ہے، کہ ایسا کہنا صرف تعسماً تسلیم کرتا ہے، کیونکہ اس کا ثبوت کچھ نہیں ہے، اور اس مشہور حقیقت کے مخالف ہے، کہ جہاں علم بڑھتا جاتا ہے وہاں قاعدہ اور سلسلہ میں بھی زیادہ یقین ہوتا جاتا ہے، اور اُس قاعدہ کے بموجب یکساں حالت میں ایک سے ٹیچے پیدا ہوتے ہیں، بہتر ہے کہ ہم اس عقدہ کے حل کرنے میں زیادہ فرز کریں، اور اس بات کو دیکھیں کہ لوگوں کی جز یہ علم عام رالے ہی، کہ تاریخ کبھی علم کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتی، اُس کی بنیاد درست ہے یا نہیں۔ جب ہم اُس کا خیال کرتے ہیں تو ہمارے دل میں ایک بہت بڑا سوال پیدا ہوتا ہے جو اُس کی جو ہے، اور وہ سوال یہ ہے، کہ آیا انسان کے افعال اور انسان کی باہمی معاشرت کے کام کسی قانون معین کے تابع ہیں یا انتہیہ ہیں، اور ایسی باتوں کے نتیجے میں جو انسان کی سمجھ میں نہیں آتیں؟

ان امور کی بھٹ میں چند مفید خیال پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ جو سوال کیا گیا ہے اُس کے متعلق در مسئلے ہیں جن کے ذریعہ سے تہذیب کے مختلف درجے ظاہر ہوتے ہیں، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ تمام امور اتفاقیہ واقع ہوتے ہیں۔ اس مسئلہ کے بموجب گردا گرد ایک واقعہ صلاحیت اور تنہا واقع ہوتا ہے، اور کسی امر اتفاقیہ کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ ایسا خیال بالکل ایک جاہل اور وحشی شخص کو ہوتا ہے، اور پھر جن جن تجربہ بڑھتا ہے اور جس سے معارف ہوتا ہے کہ سب باتیں یا قاعدہ ایک دوسرے کے بعد ہوتی ہیں تو

ثابت کی گئی ہے کہ وہ بھی عام قواعد معین کے بموجب ہوتی ہیں۔ قابل لوگوں نے نہایت کامل و فرز سے علمی واقعات پر اس فرض سے توجہ کی ہے کہ اُن کے قاعدے معلوم ہوں، اور اُسی فرز و کامل کا یہ نتیجہ حاصل ہوا ہے، پس اگر انسان کے واقعات کو اُسی طور پر دیکھیں، تو بے شک دوسرے ہی نتیجے حاصل ہونگے، اور یہ بات کھدینی کہ تاریخ کے واقعات سے کچھ قاعدہ نہیں نکل سکتا، ایک امر زور تحقیقات کو بلکہ تحقیقات کے تسلیم کر لیتا ہے۔ اس قسم کے لوگ صرف ایسی ہی بات کو تسلیم نہیں کرتے جس کو وہ ثابت نہیں ہو سکتے، بلکہ ایسی باتوں کو بھی مان لیتے ہیں جو علم کی موجودہ حالت میں نہایت فرز ممکن ہیں۔ جو کوئی شخص اخیر ہر صدی کے حالات سے واقف ہوگا وہ ضرور جانتا ہوگا کہ ہر ایک پشت میں کسی نہ کسی ایسے واقعہ کا باقاعدہ ہونا ثابت ہوتا جاتا ہے، اور اُسکی نسبت پیشینگوئی ہو سکتی ہے جسکر پہلی پشت کے ارگ محض بے قاعدہ اور ناقابل پیشینگوئی سمجھتے تھے۔ پس تہذیب و شائستگی سے جو ترقی پائی جاتی ہے، ہمارا یقین مضبوط ہوتا جاتا ہے کہ سب باتیں یا قاعدہ اور ترتیب وار ہوتی ہیں۔ پس ران باتوں سے بھی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی قسم کے واقعات کا قاعدہ دریافت نہیں ہوا ہے تو ہمکو یہ کہنا چاہیئے کہ یہ بے قاعدہ ہیں، بلکہ پہلے کے تجربہ کو لحاظ کر کے یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ جو بات اس وقت سمجھ میں نہیں آتی ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں سمجھ میں آجائے۔ بے ترتیبی میں سے ترتیب نکالنے کی آمید اس درجہ تک ہوتی ہے کہ اکثر نامور عالموں کو پھر آمید کے یقین ہوتا ہے، اور اگر یہی آمید عموماً مورخوں میں نہ پائی جائے تو اُس کا سبب یہی سمجھنا چاہیئے کہ وہ لوگ ٹیچر کے معقروں کی بہ نسبت کمتر لیاقت رکھتے ہیں اور کیقدر یہ بھی سبب ہو سکتا ہے، کہ معاشرت کی باتیں جو تاریخ سے ملانے رکھتی ہیں زیادہ پیچیدہ ہوتی ہیں۔

یہی اسباب ہیں جنہوں نے اب تک علم تاریخ کو ایک علم ہونے نہیں دیا۔ نہایت مشہور اور نام آزد مورخ عالم طبعی جاننے والے کے مقابلہ میں کچھ بھی درجہ نہیں رکھتا ہے۔ کسی ایسے شخص نے تاریخ کی طرف ہل توجہ ہی نہیں کی ہے جو ذہن و عقل میں مثل کپلر، نیوٹن کے وحید مصر ہو۔ اگرچہ موجودات کے حالات بھی نہایت پیچیدہ ہیں، مگر جو مورخ فلسفہ کے طور پر تاریخ لکھتا ہے اُس کو ٹیچر کی تحقیقات کرنے والے کی نسبت زیادہ مشکلات پیش آتی ہیں، کیونکہ اُس کے تجربہ میں وہ غلطیاں ہو سکتی ہیں جو تعصب اور حرص سے پیدا ہوتی ہیں، اور جسقدر

اور پہلے کا واقعہ اپنے سے پہلے راتے سے ' اسی طرح ساری دنیا ایک زنجیر ہی اور ہر ایک آدمی ایک سلسلہ میں اپنا کام کرتا ہے ' پر وہ اس بات کا تعین نہیں کھ سکتے کہ وہ کیا کام ہوگا ۔

غرضکہ جب سوسائٹی یعنی گروہ انسانی عام طور پر ترقی کرتی جاتی ہے تو نیچر کے بقاعدہ ہونے کا زیادہ یقین ہوتا جاتا ہے ' اور اُس وقت بچائے مسئلہ واقعات کے انتظام ہونے کے ' دوسرا مسئلہ واقعات میں ضروری مناسبت کا قائم ہوتا ہے کہ مصنف کی یہ رائے ہی کہ غالباً انہی دوروں مسئلوں انتظامیہ اور ضروری سے انسان کے مختار اور مجبور ہونے کا معنی تقدیر کا مسئلہ نکلا ہے ۔ اور اس بات کا سمجھنا میں آتا کہ گروہ انسانی کے زیادہ تر مذهب ہونے کی حالت میں یہ تبدیلی صورت کیونکر واقع ہوتی ہے کچھ مشکل نہیں ہے ۔ ہر ملک میں جب دولت کا جمع ہونا ایک حد میں تک پہنچ جاتا ہے تو ہر ایک شخص کی مصنف کا محاصل اُس مقدار سے زیادہ ہوتا ہے جو اُسکی پرورش کے لیئے کافی تھا ' اور اسی لیئے سب لوگوں کو مصنف کوئے کی ضرورت نہیں رہتی ۔ پس ایک ایسا جدا فرقہ بن جاتا ہے جس کے لوگ اپنی زندگی بڑھ مصنف عیش و آرام سے بسر کرتے ہیں ؛ اور چند آدمی عام کی تحصیل میں اور اُس کے بھیلے نے میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں ؛ اور ان پہلے لوگوں میں ایسے لوگ بھی ہیشہ نکلتے ہیں جو بیرونی واقعات پر خیال نہیں کرتے ، بلکہ اپنے دکانی باتوں کی تحقیقات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ؛ اور جب یہ لوگ کامل ہر جاتے ہیں تو یہی لوگ نئے فلسفہ کے مجدد ' اور نئے مذہب کے بانی ہوتے ہیں ؛ اور جو لوگ اُس فلسفہ یا مذہب کے پیرو ہوتے ہیں اُنہر اُسکا بہت بڑا اثر ہوتا ہے ؛ لیکن اُن کے موجدوں یا پالیوں پر خود اُنکے زمانہ کا اثر پایا جاتا ہے ؛ کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے چاروں طرف کی رائے کے دھاڑ سے بچ سکے ' اور جسکو دنیا فلسفہ اور نیا مذہب کہتے ' وہ کچھ بالکل نئے خیالات کا پیدا کیا ہوا نہیں ہوتا ، بلکہ اُس زمانہ کے لوگوں کے جو خیالات ہوتے ہیں وہی خیالات ایک نئی راہ کی طرف پیرو جاتے ہیں ۔ پس امو مانعہ نئے میں بیرونی دنیا کے واقعات کے انتظامیہ ہونے کا مسئلہ انسان کے مختار ہونے کے مسئلہ کے مطابق ہے جو اندرونی دنیا سے علائہ رکھتا ہے ؛ اور ضروری مناسبت کا مسئلہ اسی طرح انسان کے مجبور ہونے یا تقدیر کے مسئلہ سے مشابہت رکھتا ہے ؛ صرف فرق اتنا ہے کہ پہلا مسئلہ متنازعہ یعنی فلسفیان فلسفہ ذہنی کا نکالا ہوا ہے اور دوسرا مسئلہ تہذیب اور عین معنی علم مذہبی کا ۔ پہلے مسئلہ میں فلسفہ ذہنی کے حکماء واقعات کے انتظامیہ ہونے کے مسئلہ سے شروع کرکے دل میں ایک خرد اختیاری یعنی افعال میں انسان کے مختار ہونے کا اصل قائم کرلیتے ہیں ؛ اور اسی

یہ خیال مضبوط ہوتا جاتا ہے : مثلاً وحشی قومیں جن میں تہذیب کا اثر کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا ' اور جو صرف شکار پر اپنی زندگی بسر کرتی ہیں ' اُن کو بلاشبہ یہ خیال ہرکتا ہے کہ ہماری ضروری ضرورت کا ملنا صرف کسی امر اتفاقی کا نتیجہ ہے جو بیان نہیں ہوسکتا ' چنانچہ شکار کی یہی ملتا ہے اور کبھی نہیں ملتا ' کبھی افراد سے ملتا ہے اور کبھی نہیں ملتا ' اور اسی سبب سے ملنے کو کبھی شہدہ بھی اس بات کا نہیں ہوتا کہ نیچر کے انتظام میں توفیق بھی ہے ' اور نہ اُن کے دل میں ان عام اصولوں کا وجود سمجھ سکتا ہے جن کی رو سے تمام واقعات وقوع میں آتے ہیں ' اور جن اصولوں کے علم سے ہم انہی باتوں کی آئندہ حالت کی نسبت پیشین گوئی کرسکتے ہیں ۔ مگر جب یہی قومیں کچھ ترقی کرکے انسان کی حالت میں آجاتی ہیں ' تو وہ پہلے پہل ایسی خرداکیں نکالتی ہیں جنکا ملنا بلکہ اُنکا پیدا کرنا بھی وہ اپنے ہی فعل کا نتیجہ دیکھتی ہیں ' یعنی جو کچھ ہوتے ہیں وہی کاٹھ ہیں ' اُنکی ضرورتوں کے ضروری سامان زیادہ تر اُنکے اختیار میں ہوجاتے ہیں ' اور اُنہی کی مصنف کے نتیجے ہوتے ہیں : جبکہ وہ پیچ زمین میں ہوتے ہیں ' اُس سے درخت ہوتا ہے ' پھولتا ہے ' پھلتا ہے ' پائیں نکلتی ہیں ' جب وہ پختہ ہوجاتی ہیں تو اُن سے وہی غلہ نکلتا ہے جو بویا تھا ' اور اُس غلہ کو اُس پیچ سے بھی جو پیدا تھا کچھ مناسبت ہوتی ہے : ان باتوں سے اُنکو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی اور حکمت ہے ۔ یہ نتیجہ ہمیشہ یکساں ہوتا ہے ۔ اب اُنکو آئندہ کے لیئے ' کو یہی نہیں ' مگر ایک قسم کا اعتبار اور ہرورسہ ہوجاتا ہے ' اور یہ اعتبار اُس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جو اُنکو اپنی اُس پہلی اور غیر معین حالت میں تھا ' اسی سے اُنکو ایک دھندلا سا خیال اس بات کا پیدا ہوتا ہے کہ واقعات میں کچھ تسلسل ' اور استقامت ہے ' اور کچھ کچھ وہ باتیں سمجھ میں آنے لگتی ہیں جنکو آخرکار نیچر کے قانون کہتے ہیں ۔ اس بڑی ترقی کے ہر ایک قدم پر اُنکا خیال صاف ہوتا جاتا ہے ۔ جہقدر اُن کی تحقیقات بڑھتی ہیں اور تجربہ زیادہ وسیع ہوتا جاتا ہے ' اُسقدر اُنکو قاعدہ و سلسلہ ' اور واقعات میں باہم موافقت ملتی جاتی ہے جسکے وجود کا اُنکو پہلے شبہہ بھی تھا ۔ اسکے ظاہر ہونے سے وہ مسئلہ واقعات کے انتظامیہ ہونے کا جو شروع میں اُنکے دل میں بیٹھا ہوا تھا ہوتا ہوتا جاتا ہے ۔ تہذیبی سی اور ترقی کے ہمد استدلال کا شوق دل میں پیدا ہوتا ہے ' اور اُس میں سے بعض لوگ اپنی تحقیقات سے کلہ کہتے ہیں ' اور اگلی رائے سے ' نفرت کرنے لگتے ہیں ۔ اور یہی وہی ہوتے ہیں کہ ہر ایک کچھ واقعہ اپنے پہلے واقعہ سے متعلق رکھتا ہے

اصول کا ایک نئی صورت میں آزادی نام رکھتے ہیں کہ انسان آزاد و متحرک ہے اور اس طرح پر مائل ہے تمام مشکلات دغ ہو جاتی ہیں کیونکہ پوری آزادی جو سب فملوں کا سبب ہے خود کسی کا نتیجہ نہیں بلکہ مثل مسئلہ ”اتفاقہ“ کے ایک ایسی حقیقت ہے جس میں زیادہ بیان نہیں ہو سکتا علماء مذہبی درجے یعنی واقعات میں ضروری مناسبت کے مسئلہ کو مذہبی صورت میں لاتے ہیں اور چونکہ ان کی طبیعت انتظام اور مطابقت کے خیالات سے پوری ہوتی ہے اس لیے وہ اس مناسبت کو جس میں کبھی فرق نہیں ہوتا خدا کے عالم غیب سے منسوب کرتے ہیں اور اس اعلیٰ اور عمدہ اور پاک خیال کے ساتھ کہ خدا واحد ہے یہ مسئلہ تقدیر کا بھی لگایا جاتا ہے کہ خدا نے تمام چیزوں کو ابتدا سے ایک اندازہ پر اپنی مرضی کے موافق معین و مقرر کر دیا ہے۔

ہماری زندگی کے جو حالات تاریکی میں ہیں وہ ان مختلف مسئلوں اتفاقہ اور ضروریہ سے یعنی مختاری اور تقدیر سے سہل طور پر صاف ہو جاتے ہیں اور باآسانی سمجھ میں آ جاتے ہیں اور اس لیے اوسط درجہ کی قابلیت کے لوگوں کے دل کو بہت پسند ہوتے ہیں اس زمانہ میں بھی بہت سے لوگ اپنی دونوں مسئلوں کے پیرو ہیں مگر ان مسئلوں نے انسان کے عالم کے سرچشمہ کو صرف کھلا ہی نہیں کیا بلکہ ایسے مذہبی فرق پیدا کیے جن کی آپس کی دشمنی نے انسان کی سوسائٹی کو برباد کر دیا اور زندگی کی اثر باتوں کو تلخ کر دیا۔ یورپ کے علماءوں کا اب یہ خیال ہے کہ یہ دونوں مسئلے غلط ہیں یا یہ کہ ان کی واقعیت کا اور صحت کا کوئی کافی ثبوت نہیں ہے مگر چونکہ یہ امر معلوم ہے اور نہایت ضروری ہے اس لیے مناسب ہے کہ جہاں تک ہوسکے ہم اس کو صاف کریں۔

مختاری اور تقدیر کے خیال کی ابتدا کی نسبت جو کچھ ہم نے لکھا شاید اس میں کچھ شک ہو مگر جس بنیاد پر وہ قائم ہیں اس میں کچھ جھگڑا نہیں ہے تقدیر کا مسئلہ مبنی ہے ایک مذہبی قیاس پر اور مختاری کا مسئلہ مبنی ہے ایک ایسے قیاس پر جو وجدان قلبی سے ملتا رہتا ہے تقدیر کے ماننے والے ایک ایسے مسئلہ پر چلتے ہیں جس کا ایسا کوئی قرار واقعی ثبوت نہیں ہے۔ وہ لوگ اس بات کا یقین لاتے ہیں کہ خدا نے جس کی نیکی مسلمہ ہے یا جوچہ اپنے بالکل ٹھیک ہونے کے لیے ہر ممکنہ طریقہ اپنی نیکی میں یا پسندیدہ ہونے اور نا پسندیدہ ہونے میں تمیز کی ہے اور لاہوں مخلوق کو جو اب تک پیدا ہوئی نہیں ہوئی اور صرف خدا ہی کے نکل یا ارادہ سے پیدا ہو سکتی ہیں ان کے

اہل تک پر مادی اور گنہگاری میں قائل ہیں اور یہ بات خدا نے کسی انسان کے اصول پر نہیں کی بلکہ صرف اپنی قدرت کاملہ اور معتدال کل ہونے کی قدرت سے کی ہے۔ عیسائیوں میں جو پراسٹسٹنٹ فرقہ کے ہیں انہیں یہ مسئلہ کالوں کے وقت سے نکلا جسکی طبیعت نہایت قوی تھی مگر نہایت تاریک لیکن انہیں نے اس مسئلہ کو پہلے پہل درست کیا اور معلوم ہوتا ہے کہ انہیں نے یہیں لوگوں سے یہ مسئلہ سیکھا تھا۔ پھر حال اگر اس بات سے بھی قطع نظر کی جاوے کہ یہ مسئلہ اُور اصولوں کے بھی متضاد ہے مادی تحقیقات میں اس مسئلہ سے کچھ دُور نہیں ہے کیونکہ جب یہ مسئلہ ہمارے عالم سے باہر ہے تو ہم اس کی سچائی یا جھوٹ کی تحقیق نہیں کر سکتے دوسرا مسئلہ جو مذہب سے مختاری کے نام سے مشہور ہے آرمینیوں کے مذہب سے مناسبت رکھتا ہے لیکن در حقیقت انسان کی کائنات کی بزرگی کے مسئلہ پر مبنی ہے۔ (یہی بات کرنے سے جو از خود آدمی کا دل پکڑا جاتا ہے اور آدمی کو بے چین و بے تاب کر دیتا ہے اس کو کائنات کہتے ہیں) ہر ایک شخص کو معلوم ہوتا ہے اور بالبداهۃ جانتا ہے کہ میں آزاد ہوں اور کوئی دلیل اس خیال کو کہ ہم آزاد ہیں دور نہیں کر سکتی۔ اب اس اختیار کامل کے وجود میں جسکی مقابلہ میں تمام عالم طریقے استدلال کے کچھ کام نہیں کرتے دو یا تین ہیں: پہلی بات کو صحیح ہے مگر ثابت نہیں ہے اور دوسری تو بلاشبہ غلط ہے اور وہ دو باتیں یہ ہیں: اول یہ کہ قوت ممیزہ ٹیک و بد جسکو انگریزی میں ”کانٹنسنس“ کہتے ہیں اور جس قوت کے احکام کبھی خطا نہیں کرتے ایک ملاحدہ قوت ہے مگر یہ بات کہ ”کانٹنسنس“ ایک ملاحدہ قوت ہے اب تک کی طرح تحقیق نہیں ہے۔ بعض بڑے بڑے مقلوں کی یہ رائے ہے کہ یہ طبیعت کئی ایک حالت ہے اگر یہی بات ہو تو پس بھٹ ختم ہوگئی کیونکہ اگر ہم یہ بھی تسلیم کریں کہ جب دل کے تمام قری سے پرور اور کام لیا جاوے تو برابر ٹیک ٹیک کام کرتے ہیں تب بھی کوئی شخص یہ دعوے نہیں کر سکتا کہ دل کی ہر ایک حالت میں جو اتفاقہ کسی ایک طرح کی ہو جاتی ہے صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک کام ہوتا ہے قطع نظر اس بات کے اگر یہ بھی تسلیم کیا جاوے کہ ”کانٹنسنس“ ایک جدا قوت ہے تو بھی ہم یہ دوسری طرح پیش کرینگے کہ تاریخ سے بھری ثابت ہے کہ یہ قوت خطا کرتی ہے۔ تہذیب کی ترقی کی تمام حالتوں میں جو انسان پر گذری ہیں دل کی خصوصیت یعنی مقصد کا بہت بڑا اثر ہوا ہے اور وہ اثر اس زمانہ کے مذہب اور فلسفہ اور اخلاق کی باتوں پر

بھٹک کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے ؛ کیونکہ اُس کو منصفانہ ذہل
 اُمور کا تسلیم کرنا کافی ہے ، یعنی ہم جو کوئی کام کرتے ہیں کسی
 ایک یا ایک سے زیادہ غرض سے کرتے ہیں ، اور وہ غرض بھی کسی
 اور غرض کا نتیجہ ہوتی ہے ۔ پس اگر سب باتوں سے اور اُن کی
 تعریف کے قاعدوں سے واقف ہوں تو ہم بغیر کسی غلطی کے پہلے سے
 بتا سکتے ہیں کہ اُن کا نتیجہ کیا ہوگا ۔ جن لوگوں کے دل میں
 طرنداری نہیں ہے ، اور جو اپنی رائے سے ٹیڑھ موجودہ اور کام کرتے
 ہیں ، اس رائے کو قبول کرینگے کہ مثلاً اگر ہم کسی شخص کے
 حال جان سے بشرطی واقف ہوں تو ہم بتا سکتے ہیں کہ بعض خاص
 حالتوں میں وہ شخص کیا کریگا ۔ اگر ہماری اس پیشین گوئی میں
 غلطی ہو تو خود مستطاری یا تقدیر کو اُس کا سبب نہ قرار دینا
 چاہیئے ؛ کیونکہ اب تک اُن دہروں باتوں کا کچھ ثبوت نہیں ہوا ہے ،
 بلکہ یہ خیال کرنا چاہیئے کہ یا تو ہم کو اُس شخص کے حالات غلط
 معلوم تھے ، یا یہ کہ ہم نے اُس کے دل کی مام حرکتوں کے سمجھنے
 میں غلطی کی ۔ اگر ہماری سمجھ صحیح ہو اور اُس کے ساتھ ہی
 اُس شخص کے مزاج کے حالات سے بشرطی واقف ہو تو اُن حالات کے
 سبب ہم کو پہلے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ شخص کیا کریگا ۔

پس اب خود مستطاری اور تقدیر کے مسائل کی بھٹک سے
 قلع نظر کر کر یہ نتیجہ نکلتا ہے ، کہ انسان کے افعال میں اور اُن
 باتوں میں جس سے اُن افعال کے سرزد ہونے سے پہلے یہ بات معین
 ہو جاتی ہے نہ اُس سے وہ افعال سرزد ہونگے مطابق کا ہونا ضرور
 ہے ؛ کیونکہ یکساں حالتوں میں یکساں نتیجے ہونے چاہیئیں ، اور
 جو کہ اُن افعال کے تمام اسباب یا تو اندر سے یعنی دل سے پیدا
 ہوتے ہیں یا بیرونی چیزوں سے ، اس لئے اُن کے نتیجوں میں بھی
 فرق ہوتا ہے ؛ یعنی وہ فرق جو انسان کے حالات کے تبدیل ، یعنی
 اُن کے سرزد اور اُن کے تنزل ، اُن کی خوشی اور اُن کے رنج ، کا
 تاریخوں میں پایا جاتا ہے ۔ وہ سب اُنہی درجہ باتوں کا ، یعنی
 بیرونی باتوں کے اثر کا دل پر ، اور دل کے اثر کا بیرونی باتوں پر ،
 نتیجہ ہوتا ہے ۔

یہی سب سامان ہیں جس کے ذریعہ سے تاریخ فاضلہ کے طرز پر
 لکھی جا سکتی ہے ۔ ایک تو انسان کا دل ہے جو خود اپنے وجود
 کے قانون کی اطاعت کرتا ہے ، اور جب بیرونی چیزوں کا اُس پر
 کچھ دخل نہیں ہوتا تو بموجب اپنی بظاہر کے ترقی کرتا ہے ۔ دوسری
 وہ ہے جس کو ہم ٹیڑھ کہتے ہیں ، اور ٹیڑھ بھی اپنے قانون کی
 اطاعت کرتا ہے ، لیکن ہمیشہ انسان کے دل سے ملکر اُس کی دلی
 خواہش اور ذہنی کر امتیاز دیتا ہے جسکے سبب انسان اپنے

یواہر رہا ہے ۔ اُس زمانہ کے عقیدوں کو ہر ایک شخص مانتا
 آیا ہے اور دوسرے زمانہ کے لوگ اُن پر ہنسا کیئمہ ہیں ، اور
 ہر ایک عقیدہ اپنے زمانہ کے لوگوں کے دلوں میں ایسا ہی گوا رہا
 ہے اور اُن کے کانٹنس کا جزو اعظم رہا ہے جیسیکہ اب وہ
 رائے ہے جس کو ہم آزادی کہتے ہیں ، تو یہی یہ بات ممکن نہیں
 ہے کانٹنس نس کے سب نتیجے صحیح ہوں ؛ کیونکہ اُن میں سے اکثر
 ایک دوسرے کے مخالف ہیں ۔ پس جب تک یہ بات نہ مانی جاوے
 کہ زمانہ مختلف میں سچائی بھی مختلف ہوتی ہے تب تک وہ
 عقیدہ حل نہیں ہو سکتا ، اور یہ بات محال ہے ۔ پس اس سے صاف
 ثابت ہوتا ہے کہ کانٹنس کی شہادت اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ
 وہ رائے صحیح ہے ؛ کیونکہ اگر ایسا ہو تو دو باتیں جو ایک دوسرے
 کے بالکل مخالف ہیں درو پر اوپر صحیح ہونگی ۔ علاوہ اس کے زندگی
 میں جو جو باتیں ہوتی ہیں اُن کے دیکھنے سے ایک دوسری بات
 نکلتی ہے ۔ کیا ہم کو بعض حالتوں میں بھوت اور آسیب کے ہونے کا
 یقین دل میں نہیں ہو جاتا ؟ اور کیا پھر بھی لوگ یہی نہیں کہتے
 کہ ایسی چیزوں کا وجود نہیں ہے ، کوئی اور بات ہوگی جس کو
 ہم بھوت اور آسیب سمجھاویں ۔ اگر یہ کہا جاوے کہ اس قسم کا
 کانٹنس یا یقین دھوکا ہی اصلی نہیں ہے تو ہم یہ پوچھینگے
 کہ وہ کونسی چیز ہے جو صحیح اور غلط ، یا سچی اور جھوٹی ،
 کانٹنس میں تمیز کرتی ہے ۔ اگر بعض باتوں میں کانٹنس ہم کو
 دھوکا دیتا ہے تو کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ اور باتوں میں دھوکا
 نہ دےگا ؛ اور اگر یقین نہیں ہو سکتا تو وہ کسی اعتبار کے لائق نہیں
 ہے ، اور اگر کسی طرح اُس پر یقین ہو سکتا ہے تو ایک دوسری
 کسی ایسی شے کا وجود لازم آتا ہے کہ کانٹنس اسکا تابع ہو ۔ پس
 کانٹنس کی سچائی کا مسئلہ جس کی بنیاد پر خود مستطاری کے
 جائزہ والوں نے اپنا اصول قائم کیا تھا ذرا جانا ہے ۔ بے شک میرے
 نزدیک اس بات کا شبہ کہ کانٹنس نس کا وجود بطور ایک ملحدہ قوت
 کے ہے کہ نہیں ، اور نیز یہ بات کہ یہ قوت ہمیشہ سب باتوں کو
 یکساں نہیں ہدایتی ، ایسی دو دلیلیں ہیں جن سے یقین ہوتا ہے کہ
 چند حضرات کے دل کا حال معلوم کرنے سے دعویٰ فلسفہ علم کے درجہ
 کو نہیں پہنچ سکتا ، مگر اُن اصولوں کے تصدیق کرنے سے جو تاریخ
 سے نکالے جا رہے ہیں اُس کی تحقیقات بشرطی ہو سکتی ہے ؛ یعنی اُسکے
 اصول اُن باتوں سے نکالے جا رہے ہیں جو ایک زمانہ دراز میں انسان کے
 حالات میں گذرے ہوں ۔ یہ بات بلا شبہ نہایت خوشی کی ہے کہ
 جس شخص کے خیال میں یہ بات ہو کہ بن تاریخ بھی ایک علم
 ہو سکتا ہے ، اُس شخص کو خود مستطاری یا تقدیر کے مسئلہ پر

فعل کرتا ہی جو بغیر ٹیچر کی مداخلت کے نہ کرتا۔ جس انسان ٹیچر کو تبدیل کرتا ہی اور ٹیچر انسان کو تبدیل کرتا ہی، اور اسی آپس کی تبدیلیات سے سب واقعات پیدا ہوتے ہیں۔

اب ہم کو اس دوسری تبدیلی کے قانون کے دریافت کرنے کا طریق تحقیق کرنا ہی، لیکن اُس سے پہلے اس بات کی تحقیقات ہونی چاہیئے کہ ان دونوں قسم کی تبدیلیوں میں سے کونسی زیادہ قوی ہی؛ آیا انسان کے خیالات اور خواہشوں پر طبعی باتوں کا زیادہ اثر ہوتا ہی، یا طبعی باتوں پر انسان کے خیالات اور خواہشوں کا زیادہ اثر پڑتا ہی؟ تاکہ اس دونوں میں سے جو کسی چیز زیادہ اثر کرنے والی ہو اُسکی دریافت کرنے میں، اگر ممکن ہو، تو سب سے پہلے توجہ کریں؛ کیونکہ اُس کے نتیجے زیادہ تو ظاہر ہونگے، اور اس سبب سے بآسانی تجربہ میں آسکیں گے، اور اس میں ایک بڑی بھی فائدہ ہوگا کہ جب ہم بڑی قوت کے قانون کا ایک نلیہ نکال لینگے تو بہت کم باتیں سمجھنی رہ جاوینگی۔ مگر اس تحقیقات سے پہلے ہم کو اُن صاف اور روشن ثبوتوں کا بیان کرنا مناسب ہی جسے ظاہر ہوتا ہی کہ دل کی حرکتیں باقاعدہ ہوتی ہیں۔ اس بیان سے رائے مندرجہ بالا قوی ہو جاوے گی؛ اور جس ذریعہ سے اِس امر میں تحقیقات ہوتی رہ بھی صاف ہو جاوے گا۔

جو نتیجے درحقیقہ وقوع میں آئے ہیں بے شک نہایت مفید ہیں، اور علم اخلاق کے محقق علم الہیات کے ایسے قیاس پر چلے ہیں جو طبعیت کے علم سے متعلق ہی، لیکن جس تحقیقات کا میں ذکر کرتا ہوں وہ بالکل بے شمار واقعات پر مبنی ہی، اور وہ واقعات ایسے ہیں جو بہت سے ملکوں میں پائے گئے ہیں، اور نہایت صاف طور پر سندس کی ضرورت میں بتلائے گئے ہیں، اور ایسے ارگوں نے اُنکو جمع کیا ہی جو سوکڑی اہلکار تھے اور اُن کو کسی خاص مسئلہ کی بچ یا کسی خاص فائدہ کا پاس تھا تھا کہ جسکے سبب اُن باتوں کی رپورٹ کی سچائی کو جنکی تحقیقات کا اُن کو حکم تھا پگارتے یا خراب کرتے۔ نہایت وسیع نتیجے جو انسان کے افعال کی نسبت نکالے گئے ہیں، اور جو سبب کیسے کمزور اعتراض نہیں ہی، وہ اسی یا اسی قسم کے ذریعہ سے نکالے گئے ہیں۔ ملکوں کے حالات کے سالانہ نقوشوں سے اُن کا ثبوت ہوتا ہی، اور وہ علم حساب کے قاعدہ پر پائے گئے ہیں، اور جو کوئی اس بات سے واقف ہوگا کہ اس ایک طریقہ سے کتنی باتیں دریافت ہوئی ہیں، وہ صرف دل کی حرکات کے مطابق ہونے کو ہی نہیں مانینگا، بلکہ اُس کو یہ بھی یقین ہو جاوے گا کہ اگر وہ قوی ذریعہ کام میں لائے جاویں جو علم کی موجودہ حالت میں حاصل ہو سکتے ہیں، تو اُس پر بھی بہت سی مفید باتیں دریافت ہونگی۔

اصل غرض قانون کی یہ ہی کہ بے گناہ بمقابلہ گنہگاروں کے معصوم رہیں، اس لئے یورپ کی گورنمنٹوں نے، جب اُنکو معلوم ہوا کہ ارگوں کے حالات کے نقشہ کیسے مفید ہوتے ہیں، تو اُن جاویں کی تسبیح ثبوت جمع کرنا شروع کیا جنکے لئے سزا دینی منظور تھی۔ یہ ثبوت جمع ہوتا گیا، یہاں تک کہ اب یہ از خود لٹریچر یعنی علم ادب بن گیا ہی، اور بہت سے واقعات نہایت احمیات سے اور تحقیقات سے ساتھ جمع کیے گئے ہیں؛ اور زمانہ سابق کے تجربہ کی یہ نسبت انسان کے اخلاق کے حالات اُن سے زیادہ معلوم ہوتے ہیں، مگر چونکہ اس تجربہ

اُس قدر ہوا کہ جرم کی تعداد کی کمی بیشی موت کی کمی بیشی سے کم ہوئی۔ اسی قسم کا قاعدہ ہر ایک ملحدہ ملحدہ جرم میں پایا گیا ہے۔ جب جرم ایک ہی قاعدہ کے بموجب ایک وقت میں کے بعد پورا ہوا صادر ہوتے گئے۔

جو لوگ یہ یقین کرتے ہیں کہ انسان کے اعمال ہر شخص کے خاص مزاج کے موافق ہوتے ہیں، اور سوسائٹی کی عام حالت سے کچھ تعلق نہیں ہوتا، اُن کو یہ بات عجیب معلوم ہوگی، لیکن اس سے بھی زیادہ عجیب ایک بات یہ ہے، کہ منجملہ جواریم قابل سزا کے کوئی جرم ہر شخص کے مزاج پر ایسا موقوف نہیں معلوم ہوتا جیسی کہ خود کشی، عورت یا لڑکے کی کوششیں رک سکتی ہیں، اور روٹی بھی کٹی ہیں، بعض وقت وہی شخص اُن کو روک دیتا ہے جس پر حملہ کیا جاتا ہے، اور بعض وقت حاکم مانع ہوتے ہیں، لیکن خود کشی کی کوشش میں کم روک ٹوک ہو سکتی ہے، جو شخص اپنے قتل کرنے کا مصمم ارادہ کرلیتا ہے، اُس کو اخیر وقت میں دشمن کی لڑائی مانع نہیں ہوتی، اور وہ حاکم کی دسھ اندازی سے بھی آسانی سے بچ سکتا ہے؛ اُس کا کام کرنا تنہا ہوجاتا ہے؛ باہر سے اُس پر کچھ مداخلت نہیں ہوتی، اور یہ نسبت اور کسی جرم کے زیادہ تو خاص ایک شخص کی مرضی اور خواہش کا نتیجہ ہوتا ہے، یہ بھی واضح ہو کہ برخلاف اور جواریم کے، یہ جرم ساتھیوں کے درمیان سے بہت کم ہوتا ہے، پس جبکہ لوگ ساتھیوں کے درمیان سے یہ جرم نہیں کرتے، تو ایک بڑی بیرونی بات کا اثر، جس سے آزادی دہ جاوے، اُن پر نہیں ہوتا، اس لیے خود کشی کی نسبت، جو تنہائی میں ہوتا ہے، اور جس پر قانون کا کچھ اختیار نہیں چلتا، اور نہ ہوشیار پولیس اُس کو کم کر سکتی ہے، عام اصول کا نکالنا اور قاعدہ تلاش کرنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہوگا، ایک اور مشکل یہ ہے کہ خود کشی کا نہایت مددہ ثبوت بھی ناکام ہوتا ہے، مثلاً ڈرب کر موتا اتفاقیہ خود کشی میں داخل ہو سکتا ہے، لہٰذا بعض وقت یہی مدد ہوتا ہے، اور اُس کو اتفاقیہ کہتے ہیں، پس خود کشی صرف غیر معین اور بے اختیار ہی نہیں معلوم ہوتی، بلکہ اُس کا ثبوت بھی نہایت قاریک ہے، مذکورہ بالا وجوہ سے اگر اس کے عام ساتھیوں کے درمیان کرنے میں ناامیدی ہو تو معقول ہے۔

جب کہ اس ایک جرم کے یہ حالات ہیں، تو یہ بات بھی نہایت عجیب کی ہے، کہ جو کچھ ثبوت اُس کی نسبت ہمارے پاس ہے اُس سے یہ ایک بڑا نتیجہ نکلتا ہے، اور دل میں کچھ ہبہ پائی نہیں رہتا کہ خود کشی سوسائٹی کی عام حالت کا نتیجہ ہے، اور مجرم صرف عمل میں لگتا ہی اُس بات کو جو حالات سابق کا

میں پورا ہوا بیان اُن نتیجہ کا نہیں ہو سکتا جو تقشور سے نکلے ہیں، اس لیے میں ہر باتیں نہایت ضروری اور بڑی بڑی باتوں کا خاں کورنگا اور اُن کی نسبت کو بیان کورنگا۔

منجملہ سب جرموں کے قتل ایک ایسا جرم تصور کیا جاتا ہے جو بالکل بے قاعدہ ہے، اور اس پر کچھ اختیار نہیں چلتا، گر یہ جرم ایک مدت کی بدیوں کا ایک بڑا کام ہے، تاہم جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اکثر یہ دمناً وقوع میں آتا ہے، اور جب کہ پیشتر سے بندش ہوتی ہے تو اُس میں بھی موافق موقوفہ کا انتظار کرنا پڑتا ہے، وقت کا لحاظ کرنا پڑتا ہے، اور ایسے موقوفہ کا انتظار اوتا پڑتا ہے جو اختیار میں نہیں ہیں، اور جب وقت آجائے تو فائدہ جرم کرنے والے کا دل ٹوٹ جائے، اور پھر جرم کا کرنا یا نہ کرنا مخالف غرضوں پر منحصر ہوتا ہے، مثلاً قاتل کا خوف، اُن سزاؤں کی دھشت جو دین میں لکھی ہیں، جرم کرنے والے کی کا شمس کے پیش و آئندہ اندوس کا اندیشہ، و فائدہ کی جامع، و حسد و بددہ پلے کا خیال، و ناامیدی وغیرہ۔ جب یہ سب باتیں جمع کی جائیں و ایسے اسباب مضبوط ہوجاتے ہیں، کہ اُن سیبوں میں جن کے نرغہ سے عورت ہو سکتا ہے یا منع ہو سکتا ہے کوئی خاص قاعدہ نکلے ہی امید نہیں رہتی، لیکن اب دیکھنا چاہیے کہ اصل بات کیا ہے، عمل تو یہ ہے کہ عورت اُسی طرح باقاعدہ ہوتا ہے اور خاص معلوم بیویوں سے نسبت رکھتا ہے جیسے جوار بھاتا اور تبدیلی موسم و سہولت، جس نے اپنی تمام زندگی مختلف ملکوں کے نقشوں کے جمع نے میں صرف کی، اپنی تصدیقات کا نتیجہ یوں بیان کرتا ہے، کہ و ایک بات جو جرم سے ملانہ رکھتی ہے وہ مکرر ایک ہی تعداد پر وع میں آتی ہے؛ اور ایسے جواریم کا بھی جس میں انسان کی شے بیانی کچھ کام نہیں کرتی یہی حال ہے، مثلاً عورت جو عموماً فانیہ لوانیوں کے بعد ہرا کرتا ہے، ہم تجربہ سے جانتے ہیں کہ ہر ل عورت کی تعداد قریب پوراہ کے ہوتی ہے، اور جن اوزاروں سے زن کیا جاتا ہے وہ بھی قریب ایک ہی تعداد پر کام میں لائے جاتے ہ۔ یہ قول سنہ ۱۸۳۵ء میں یورپ کے پہلے اسٹائٹیشن کا ہے، اور بعد کی تصدیقات سے اُس کی صحت ہوتی آئی ہے، لہٰذا یہی تعلقاتوں سے یہ ایک عجیب بات درخشاں ہوئی ہے کہ جرم مکرر ب تعداد پر صادر ہوتے ہیں، اور یہ نسبت نیچر کے قانون کے، جو بارے جسم کی بیماری اور یورپی سے ملانہ رکھتے ہیں، جرم کا حال بتر سے زیادہ معلوم ہوجاتا ہے، مثلاً فرانس میں ابتدائے سنہ ۱۸۱۸ء تا ۱۸۳۲ء تک جتنے لوگ مجرم قرار پائے اُننے ۱۸۰۰ اُس زمانہ میں یورپ کے اندر موت سے مرے، فرق صرف

ایک ضروری نتیجہ ہی ۔ سرسٹینٹی کی ایک خاص حالت میں ضرور ہی کہ کچھ لوگ جنکی تعداد میں ہی خرد کشی کریں ۔ یہی عام قاعدہ ہی ، اور یہ خاص سوال کہ کون سے جرم کرینا ، خاص قاعدوں سے متعلق ہی جو عمل میں بڑے سوشلٹل قاعدے کے ، جس کے وہ تابع ہیں ، اطاعت کرتے ہیں ؛ اور بڑے قاعدہ کی ایسی قوت ہوتی ہی کہ نہ زندگی کی مصیبت اور نہ مائیت کا خوف اُن کے عمل کو رکتا سکنا ہی ۔ اس نتیجہ قاعدہ کے اسباب کو میں آئندہ لکھونگا ، لیکن قاعدہ کا وجود ہر شخص کو معلوم ہی جو اخلاق کی باتوں کے نقوش کو بھی جانتا ہی ۔ مختلف ملکوں میں ، جہاں کے نقشہ ہمارے پاس موجود ہیں ، معلوم ہوتا ہی کہ سال بسال خود کشی کرنے والوں کی تعداد ہر برابر ہوتی ہی ۔ پس بالفاظ اس کے کہ پورا پورا ثبوت نہیں مل سکتا ، ہم پیشتر سے بتا سکتے ہیں کہ آنے والے زمانہ میں کتنے لوگ خود کشی کریں گے ، بشرطیکہ سوسٹینٹی کے حالات کچھ زیادہ تبدیل نہوجاویں ۔ لندن میں بھی ، باوجود اُن تبدیلیات کے کہ جو دنیا کی سب سے بڑے اور نہایت عیاش دارالسلطنت میں ہوا کرتے ہیں ، بہت مصلحت اور قاعدہ پایا جاتا ہی ۔ امور متعلق انتظام ملکی و تجارت اور قسط سالی کی تالیفیں ، یہی سب خود کشی کے سبب ہیں ، اور یہ ہمیشہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں ، قائم اس وسیع دارالسلطنت میں قریب در سو چالیس آدمیوں کے خود کشی کرتے ہیں ۔ مارشی سب سے سالانہ خود کشی کی تعداد میں فرق یہی ہوتا ہی کہ زیادہ سے زیادہ تعداد دوسو چھیاسٹھ ہوتی ہی ، اور کم سے کم در سو تیرہ — سنہ ۱۸۴۶ ع میں ، جس سال زیارے کے سبب بڑا انقلاب ہوا ، لندن میں دو سو چھیاسٹھ آدمیوں نے خود کشی کی ؛ سنہ ۱۸۴۷ ع میں کچھ کم ہی شروع ہوئی ، اور تعداد دوسو چھپن ہوئی ، سنہ ۱۸۴۸ ع میں دوسو سینتالیس ؛ اور سنہ ۱۸۴۹ ع میں در سو تیرہ ؛ اور سنہ ۱۸۵۰ ع میں دو سو اُتیس ۔

یہی چند ثبوت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہی کہ سوسٹینٹی کی ایک خاص حالت میں ایک قسم کے جرم ضرور مکرر ہوتے ہیں ۔ یہ زیادہ رکھنا چاہیئے کہ یہ نتیجہ خاص خاص منتخب واقعات سے نہیں نکالا گیا ہی ، بلکہ یہ عام نتیجہ جرم کے بہت وسیع نقوش سے نکالا گیا ہی ، اور اُن نقوش میں لاکھوں تجربہ بہت سے ملکوں کے ، جن میں مختلف درجوں کی تہذیب ، مختلف قانون ، مختلف رائے ، مختلف اخلاق ، اور مختلف مادیتیں جاری تھیں ، مندرج ہیں ۔ اور اگر ہم یہ بھی لکھیں کہ اُن نقوش کے حالات ایسے مشہور نے جمع کیئے جو خاص اسی کام کے لیئے نوکر تھے ، اور اُنکو ہر ایک فریمہ

حقیقت حال کے دریافت کرنے کا حاصل تھا ، اور دہو کا دینے میں اُن کی کوئی غرض نہ تھی ، تو بیشک یہ تسلیم کی جائیگی کہ جرم کا ایک قاعدہ معین کے بموجب صادر ہوتا ایک ایسا امر ہی کہ ، جو انسان کے اخلاق کی تاریخ کے اور کسی امر کی بہ نسبت ، زیادہ ثابت ہی ۔ ان نقوش میں متوازی سلسلہ شہادت کا پایا جاتا ہی جو بموجب مختلف حالتوں کے قیاس احتیاط کے ساتھ جمع کیا گیا ہی ، اور سب سے یہی ایک نتیجہ نکلتا ہی کہ انسان کے جرم ایک مجرم کی ہوائی کا نتیجہ نہیں ہی ، بلکہ اُس سوسٹینٹی کی حالت کا نتیجہ ہی جس میں وہ مجرم رہتا ہی ۔ اس نتیجہ کا ثبوت صاف و عیاں ہی ، اور دنیا میں سب لوگ اُس کو دیکھ سکتے ہیں ، اور ایسا ہی کہ وہ تصورات ، جنکے ذریعہ سے مٹانہیوں اور تہذیبوں نے گذشتہ واقعات کی تحقیقات کو پریشانی میں ڈال رکھا ہی ، اُسکو رد نہیں کرسکتے ۔

وہ لوگ جو اسبات سے واقف ہیں کہ طبعی باتوں میں فیچر کے قاعدوں کے بچالانے میں تبدیل ہوتی رہتی ہی ، وہ اخلاق کی باتوں میں بھی ویسا ہی فرق پائیں گے ۔ یہ فرق دونوں حالتوں میں چھوٹے چھوٹے قانون سے پیدا ہوتا ہی ، جو خاص موقعوں پر بڑے قانون سے ملتے ہیں اور اُن کی اصلی اور باقاعدہ تاثیر کو تبدیل کردیتے ہیں ، اِس کی نہایت عمدہ مثال جرمنی کے اُس عمدہ اصول میں پائی جاتی ہی جسکو متوازی الاضلاع کے زوروں کی قوت کہتے ہیں ، اور جسکے بموجب قوتوں میں وہی نسبت ہوتی ہی جو اُن قوتوں کی شکل متوازی الاضلاع کی قوتوں میں ہوتی ہی ۔ یہ قاعدہ بہت بڑے بڑے نتیجوں سے ہوا ہوا ہی ؛ اور قوتوں کا ملنا اور اُنکا ملاحدہ ملاحدہ کرنا اسی قاعدہ سے متعلق ہی ۔ اور جو شخص اُس دلیل سے واقف ہی جسپر یہ قاعدہ مبنی ہی ، وہ کوئی اسکے قہیک ہونے میں کسی شبہ کا بھی خیال نہکرے گا ۔ مگر جب ہم اس قاعدہ کو کام میں لایا جائے تو معلوم ہوتا ہی کہ اور قاعدے اُس کو چمکے ہوئے ہیں ، یعنی ہوا کی رگڑ کے قاعدے اور اُن جسموں کی پلاٹ کا اختلاف جنہر زور لگایا جاتا ہی ۔ اور جب اس قسم کے امور پیش آتے ہیں تو اصلی اور سیدھا اثر جر ثقیل کے قاعدہ کا مختلف ہوجاتا ہی ۔

لیکن گر قاعدہ کے نتائج میں فرق ہوتا ہی ، تاہم قاعدہ تبدیل نہیں ہوتا ۔ اسطرح پر اس بڑے سوشلٹل قاعدہ میں ، کہ انسان کے اعمال اُنکی خواہش کے نتیجے نہیں ہیں بلکہ حالات ماضی کے نتیجے ہیں ، بہت فرق ہوتا ہی ، لیکن اصل حقیقت پر کچھ اثر نہیں ہوتا ۔ ایک ملک کے جرم کی تعداد میں جو سال بسال تھوڑے

کا اور ذکر ہوا اُنہیں کی اُسید ہوتی چاہتے تھے، اور وہی بہت سے پیشتر معلوم ہوچکا چاہتے تھے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ تحقیقات کی ترقی اب بہت جلد اور دل سے ہوتی جاتی ہے، اور مجھ کو کچھ شک نہیں ہے کہ ایک سو برس کے پیشتر سلسلہ نبوت کا پرور ہوجاویگا، اور پھر شان و نافر کوئی ایسا مریخ ملےگا جو اخلاق کی باتوں کے باقاعدہ ہونے سے انکار کرے، جیسے اب بہت کم ایسا کوئی عالم ہے جو دنیا کی باتوں کے باقاعدہ ہونے سے انکار کرتا ہو۔

واضح ہو کہ ہمارے انحال کے لیئے ایک قاعدہ ہونے کا ثبوت لوگوں کے حالات کے تقش سے نکالا گیا ہے۔ یہ شاخ علم کی جو اب تک اپنی ابتدائی حالت میں ہے، تاہم یہ نسبت تمام علم کے انسان کے نیچر کی تحقیقات میں اس نے بہت ورہمنی بخشی ہے اور گو یہ نہایت قریبی ذریعہ حقیقت کے دریافت کرنے کا ہے، تاہم ہم کو یہ نہیں خیال کرنا چاہیئے کہ کوئی ذریعہ باقی نہیں ہے جو اس طرح پر ترقی پاسکتے ہیں، اور نہ یہ تہیہ نکالنا چاہیئے کہ عالم مذہبی سے اور تاریخ سے آج تک کچھ نسبت نہیں رکھی گئی اسلیئے اُن دونوں میں کچھ نسبت نہیں ہو سکتی، جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ انسان اور بیرونی دنیا کوئے آپس میں ملتی ہیں، تو کچھ شبہ باقی نہیں رہتا کہ انسان کے انحال اور نیچر کے تقشوں میں نسبت قریبی ہے۔ اگر عالم طبعی اور تاریخ سے آج تک نسبت نہیں رکھی گئی، تو اُسکا سبب یا تو یہ ہے کہ مورخوں نے اُس مقامات کو دیکھا نہیں، یا یہ کہ دیکھا ہو لیکن اُنکو اسقدر عام اور واقفیت نہیں کہ اُس کے عمل کی تہ کو پہونچیں۔ اسی سبب سے بیرونی اور اندرونی باتوں کی تحقیقات میں جدائی رہی، اور گو یورپ کی لٹریچر کی موجودہ حالت سے اڑ پائے جاتے ہیں کہ یہ مصروفی رک کر تیز قلابی جائے، تاہم یہ تسلیم کرنا ضرور ہوگا کہ اب تک اس بڑی غرض کی تکمیل کے لیئے کچھ بھی نہیں کیا گیا ہے۔ علم اخلاق و علم الہیات و علم باطنی کے عالم اپنے اپنے علم کی تحصیل کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ باتیں سائنس جس جائزہ والے لوگوں سے متعلق ہیں، اور اکثر یہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی تحقیقات مذہب کے لیئے مضو ہے، اور انسان کی سمجھ پر غیر واجب بھروسہ ہوتا ہے۔ لیکن برخلاف اس کے، علم طبعی کے بڑھنے والے، جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ترقی کرنے والے ہیں، اپنی اپنی کامیابی پر نفا کرتے ہیں، اور اپنی تحقیقاتوں کا مقابلہ اپنے مصافحوں کے بے حرکت حالت سے کر کے ایسے علم کی تحصیل سے نفرت کرتے ہیں جسکا بے فائدہ ہونا سب پر ظاہر ہے۔

تھوڑا فرق ہوتا ہے، اُس کے سمجھنے کے لیئے بیان مندرجہ بالا کافی ہے۔ بلکہ اس امر کے یہ نسبت نیچر کے سامان کے اخلاق کے متعلق بہت سی چیزیں ہیں، تعجب اس بات کا ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر فرق زیادہ نہیں ہے، اور فرق کے ایسے حقیقت ہونے کے سبب سے ہم خیال کر سکتے ہیں کہ وہ بڑے بڑے ریشل قاعدے کیسے قری ہیں کہ جن میں ہمیشہ مداخلت ہوتی ہے لیکن وہ ہر ایک مشکل سے حل کرتے ہیں۔

انسان کے جواہر میں ہی ایسی مطابقت نہیں پائی جاتی، بلکہ جسقدر شادیاں ہر سال ہوتی ہیں وہ بھی لوگوں کے مزاج اور خواہش کے موافق نہیں ہوتیں، بلکہ بڑے بڑے عام واقعات کے سبب سے ہوتی ہیں جن پر آدمی کا کچھ اختیار نہیں چلتا۔ یہ امر ظاہر ہے کہ شادی اور اناج کی قیمت میں ایک قسم کی خاص نسبت ہوتی ہے۔ انگلستان میں سو برس کے تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ شادیوں کو لوگوں کے ذاتی خیالات سے کچھ متعلق نہیں ہوتا، بلکہ لوگوں کی جماعت ٹیڈ کی آمدنی کے بموجب ہوتی ہیں۔ پس یہ بڑی سوشل اور مذہبی بات قیمت، عموماً اور نرخ اجرت پر منحصر ہوتی ہے۔ اسلیئے ہر اور باتوں میں بھی مطابقت اور قاعدہ پایا جاتا ہے، گو سب اُنکے باقاعدہ ہونے کا اب تک ظاہر نہیں ہے۔ مثلاً یادداشت کی غلطیوں میں بھی ایسا ہی عام قاعدہ پایا جاتا ہے، جسکو ہم ثابت کر سکتے ہیں۔ لندن اور پیرس کے کانکٹاؤں میں اخیر زمانہ میں ایسے خطوں کی فہرست مشہور ہوئی جن کے لغاتوں پر لکھنے والوں نے پہلو کر پتہ نہیں لکھا تھا، اور بالفرض اسبات کے کہ اسکا سبب مختلف ہوا ہوگا، سال بسال وہ فہرست ایک دوسرے کی نقل ہوتی تھی۔ ہر سال اُسی تعداد کے چٹھی لکھنے والے اس آسان کام کو پہونچتے تھے۔ پس ہم پیشتر سے بتا سکتے ہیں کہ ہر ایک زمانہ آئندہ میں ہمیں کتنے لوگ اس خفیف کام کو جو اتفاقیہ بات معلوم ہوتی ہے پہونچیں گے۔

ایسے لوگ جنکو واقعات کے باقاعدہ ہونے کا مضبوط خیال ہے، اور جنہوں نے اس بڑی حقیقت کو خوب سمجھ لیا ہے کہ انسان کے انحال جو حالات مساوی کے بموجب ہوتے ہیں کبھی بے قاعدہ نہیں ہوتے، گو ظاہر میں بے قاعدہ معلوم ہوں، لیکن اصل میں ایک بڑے عام انتظام کے جزو ہیں جس کے نقشہ کو ہم علم کی موجودہ حالت میں نہیں دیکھ سکتے، جو اسبات کو سمجھتے ہیں، اور یہی تاریخ کی جو اور تاریخ کی کتابھی ہے، اُن کو بیان مذکورہ بالا سے کچھ تعجب نہ ہوگا، بلکہ صاف یہ معلوم ہوجاویگا کہ جن تہیوں

- کتاب خطبات احمدیہ مولفہ سید احمد خاں
بہار انگریزی قیمت فی جلد ...
اگر کوئی غریب مسلمان انگریزی خواں خطبات
احمدیہ کو خاص اپنے پوہنے کے لئے چاہے تو
اُس کو نصف قیمت پر ملجائیگی *
کتاب مباحثہ مذہبی پادری فنڈر صاحب و ڈاکٹر
وزیر خاں و مولوی رحمت اللہ صاحب بہار
اُردو قیمت فی جلد ...
حصہ اول تاریخ ہندوستان زمانہ ہندوان مولفہ
منشی محمد ذکا اللہ صاحب بہار اُردو قیمت
فی جلد ...

- وہ کتابیں جن کی قیمت کمیٹی خواستگار ترقی
تعلیم مسلمانان میں جمع ہوگی *
کتاب ریورٹ سلیکٹ کمیٹی اُردو و انگریزی
خلاصہ رسالہ ہاے موصوفہ کمیٹی قیمت فی جلد ...

- وہ کتابیں جنکی قیمت دوسری کمیٹی مسلمانان
میں جمع ہوگی *
جواب کتاب ڈاکٹر ہنٹر صاحب مولفہ سید احمد
خاں بہار انگریزی قیمت فی جلد ...
اسباب بغاوت ہندوستان مولفہ سید احمد خاں
بہار انگریزی قیمت فی جلد ...
تہذیب الاخلاق من ابداء شوال سنہ ۱۲۸۶
ہجری لغایت سنہ ۱۲۸۸ ہجری قیمت ...
تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۲۸۹ ہجری قیمت ...
تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۲۹۰ ہجری قیمت ...
دستخط

سید احمد خاں

سکرٹری

کمیٹی ہاے مذکورہ

مورخ کا یہ کام ہی کہ ان دونوں طریق کے بیچ میں پڑکر انکی
مصلحتانہ دوسری کو مطابق کر دے، اور بتلا دے کہ کس مقام پر انکی خاص
خاص معلوم کو مطابق ہوتا چاہیئے، اور اس اتفاق کی صورت قائم
کرتا وہی تاریخ کی بنیاد قائم کرتا ہی۔ چونکہ تاریخ میں انسان کے
انعال کا ذکر ہوتا ہی، اور انسان کے انعال پورنی و اندرنی باتوں
کے میل سے پیدا ہوتے ہیں، اسلیئے ضرور ہی کہ اُن باتوں کی حقیقت
دریافت کی جارے، اور یہی دریافت کیا جارے کہ کہاں تک اُنکے
قائدے معلوم ہیں، اور عام باتوں اور نیچرو کے جائزہ والوں کے پاس
آئندہ تحقیقات کے لئے کیا سامان ہیں۔ اسکا بیان آئندہ کیا جارہا
اور اگر اُس میں کچھ کامیابی ہوئی تو مصنف کی اسقدر تو تعریف
ہوگی کہ اسنے اُس اور بڑے خوفناک گڑھے کی، جو ایسی باتوں کو
مصلحت کرتا ہی جس میں نیچر قریبی ہی اور جسکو کبھی جدا
نہرنا چاہیئے پھر نے کی کوشش کی۔

رات

مذہبی عامس بک

ترجمہ از

پکنز: مڈری آف سولیشن ان انگلنڈ

اشتہار

کتاب مفصلہ ذیل واسطے فروخت کے ہمارے
پاس موجود ہیں اور محصول ڈاک کا علاوہ
اُس قیمت کے ہی جس صاحب کو خریدنی
منظور ہوں وہ خرید فرماویں

- وہ کتابیں جن کی قیمت مدرسۃ العلوم مسلمانان کی
کمیٹی میں جمع ہوگی *
کتاب جان تیوں ہوتا متضمن حمایت اسلام بہار
انگریزی قیمت فی جلد ...
کتاب حمایت اسلام ترجمہ کتاب گزفہ ہیگنس
متضمن جواب اعتراضات عیسائیوں بہار اُردو
قیمت فی جلد ...

ہم مقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شائع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۴]

۱۵ شوال سنہ ۱۳۰۶ نبوی سنہ ۱۲۹۱ ہجری

[جلد پنجم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطّلاع

بخدمت مہبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پروجے کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پروجے کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پروجے میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیومہ اخبار یا زر چندہ یا کچھ زر بیعہ بطور ترغیب کے منایں فرماتا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارسی بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت پاپس اس پروجے کے آتی ہے کی جارہے کیونکہ یہ پروجے علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پروجے میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار اصناف و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پروجے کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط افہام مذہبی اس ترقی کے سائے میں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جاویں *

إطّلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جستدر روپیہ بابت اس پروجے کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پروجے کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاویگا * جن درستیوں نے شریک ہوکر اس پروجے کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پروجے کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پروجے کے متعلق معاملات میں بطور مدبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور مدبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پروجے ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہوگا چھپا کر بیگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور ہر خریدار اس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوا ہے خریدار تصور ہوگا اور اخراجات روانگی پروجے سے اُن کو کچھ تعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پروجے خریدنا چاہیگا اُس کو فی پروجے چار آنہ اخراجات روانگی پروجے دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پروجے زائد دتار میں موجود ہو *

مضمون نمبر ۱۶۷

مسلمانوں کا افلاس

“ الشیطان یعدی کم الفقر و یامر کم بالفحشاء
والله یدعی کم مغفرة منہ و فضلا ”

خدا تعالیٰ فرماتا ہی کہ تمکو مستحق اور تقیر کردینے کا تو شیطان وعدہ کرتا ہی اور لپچنے کے کام کرنے کو حکم دیتا ہی ، اور خدا اپنی بخشش کا اور نعمت دینے کا وعدہ کرتا ہی — اس زمانہ میں یہی تھیک مثال اُن لوگوں کی ہی جنکا پیٹھ یقولوں والا پیٹھ اڑن ہی — یعنی خرد تو دنیا کے بندے ہیں اور کسی مرید و معتقد کی نذر تک نہیں چھوڑتے ، مگر زمان سے دنیا کی ہی ثباتی اور دنیا کا بچھڑنا ہوتا کہتے ہیں ؛ اپنی حسیب میں دنیا بھرتے ہیں اور لوگوں کو اُس کے چھوڑنے کی نصیحت کرتے ہیں — جو کام مسلمانوں کی بھلائی و بہتری اور ترقی کا سونپا جاتا ہی ، یا کیا جاتا ہی ، یہ عقل کے دھسوں ، خدا کے دھسوں ، رسول کے دھسوں ، مسلمانوں کے دھسوں ، ایک نہایت مسکینی سے ٹھنڈے سانس بھر کر کہتے ہیں ، ہاں دنیا چند روز ہی ؛ دولت مند ہوئے تو کیا غریب ہوئے تو کیا ؛ مہل میں بھی گذر جاتی ہی درخت کے سایہ میں بھی گذر جاتی ہی ؛ مرنے کیڑے سے بھی بدن تک جاتا ہی میں بھی بھٹ جاتا ہی ؛ اچھا کہانے سے بھی پیٹ بھرتا ہی جو کی روٹی سے بھی بھرتا ہی ؛ ایسی بات کر جو وہاں کام آئے ؛ دنیا تو گذر ہی جاتی ہی — ہاں جتنی دنیا ہوگی اتنا ہی زیادہ حساب دینا پڑیگا ؛ تقدیر پر ہانک رہو ؛ انسان کو خدا ہوکا اٹھاتا ہی پر ہوکا سلاتا نہیں — یہی ارک حقیقت میں اُس آیت کے مصداق ہیں ، اور وہ تھیک ٹھیک رہی وعدہ کرتے ہیں جسکا اُس آیت میں ذکر ہی ۔

مگر ہم تمام مسلمانوں کی دین و دنیا کی بھلائی چاہتے ہیں ؛ یہی خواہش کرتے ہیں کہ احکامِ ہریمت حق کے بجالائیں ، مہمراعت و مہمراعت سے بچیں ؛ مباح کے مزے اُڑاؤں ؛ ٹھیک طریقہ اور اچھے پیشہ اور مباح وسیلوں سے دنیا کمائیں ؛ اور پھر جس طرح خدا کی مرضی ہی ٹھیک کاموں میں اُس کو صرف کریں ؛ کہ یہی مرضی خدا کی اور یہی حکمِ ہریمت مصطفیٰ کا ہی ۔

مگر نہایت اندوس ہی کہ مسلمانوں کا حال روز بروز بدتر ہوتا جاتا ہی ؛ مفاسی اُنکو گھیرتی جاتی ہی ؛ جوازم میں وہ مبتلا ہوتے ہیں یا جیلخانے اُن سے بڑے جاتے ہیں ؛ بیدیں اُنکو جوتوں پر لگتی ہیں ؛ ذکرِ بزر میں وہ پکڑے جاتے ہیں ؛ جائدادیں اُنکی

نورخت ہوتی جاتی ہیں ؛ مگر وہ بے رحم اُن کے حال پر رحم نہیں کرتے ، اور اُن کو بھگانے سے باز نہیں آتے ۔ وہ اپنے اس قول پر “ فیما بینکم الی یوم الدین ” جمع ہوئے اور ثابت قدم ہیں ۔ حال کے ایک انگریزی اخبار انڈین پبلک آپینین لاہور میں ، مسلمانوں کا حال چھپا ہی ، اُسکا ماحصل ہم اس مقام پر لکھتے ہیں ، شاید مسلمان متنبہ ہوں ۔

اخبار مذکور نے مسلمانوں کے حالات پر غور کرکے یہی اصول قائم کیا ہی ، کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کو ضرور مفلس ہونا چاہیئے ۔ مسلمان کسٹوں کا بتدریج مفلس ہوتا ، جسکو ہم اس ضلع میں زیادتی مقدمات کا ایک سبب قرار دے چکے ہیں ، قابلِ اعتراض و غور ہے ہی ۔ جو دھورگیوں اور حالات کے اخبار میں چھپی ہیں ، اُن سب سے پایا جاتا ہی کہ عام ہندوستان میں یہی انقلاب ترقی پر ہی ۔ اس ضلع میں سنہ ۱۸۷۳ع میں جتنی ڈالشیں نقدی کی مہاجناں و دوکانداران نے کیں اُنمیں سے نصف ڈالشیں مسلمان کسٹوں پر ہوئیں ، اور بمقابلہ اُنل مقدمات قسم مذکورہ کے بھصاب اوسطی صبی چوتیس مقدمے ہوتے ہیں ۔ جب ہم یہ بات دیکھتے ہیں کہ منجملہ آٹھ شخصوں کے ایک شخص بھصاب اوسط عدالت کی لڑائی میں مشغول رہتا ہی ، تو تعداد اُن کسٹوں کی خیال کرئی چاہیئے کہ کتنے لوگ روپیہ پیسہ کے معاملات میں مبتلا ہوکر عدالت کی لڑائی میں حیران پریشان رہتے ہیں ۔ رجسٹرار جنول پنجاب کی اخیر رپورٹ سے معلوم ہوتا ہی کہ تیرہ لاکھ اسی ہزار روپے ، یعنی ایک کروڑ اڑتیس لاکھ روپیہ کی جائداد فیو متفرقہ مسلمانوں کی سنہ ۱۸۷۳ع میں بیع و دھن ہوئی مسلمانوں کا مذہب صرف لڑائی اور اور مار کے مناسب ہی ؛ تقدیر پر اندھا دھندی سے امتیاز و تکیہ کرنا جیسا یہی مذہب سکھلاتا ہی ، اور اُس کے معتقدوں کو غرض غرض ایسے موقع کی طرف لیجاتا ہی جس میں یقینی پرپادی کا سامنا ہوتا ہی ؛ اور کوئی مذہب نہیں سکھلاتا مگر وہی خیال کہ تقدیر کبھی نہیں ٹلتی تمام جرات اور ہمت کو کھودیتا ہی ، اور ترقی و بہبودی کو زورمردہ کرتا لٹا ہی ۔

تقدیر کے مسئلہ کی نسبت جو کچھ صاحب اخبار نے لکھا ہی ، اس میں کچھ شک نہیں کہ موجودہ حالت مسلمانوں کی ایسی ہی اہی ، اور غرور غرض لالچی مولویوں نے حقیقت ایسا ہی اُنکو سکھایا ہی ، الا مذہب اسلام کا یہی مسئلہ نہیں ہی ، خود قرآن میں خدا فرماتا ہی “ لیس للانسان الا ما سی ” ۔

ایک دوسرے اخبار ، مدراس ٹائمز نے مسلمانوں کی موجودہ حالی کی نسبت نہایت عمدہ مضمون لکھا ہی ، اُسکو بھی ہم لکھتے ہیں وہ

کہتا ہے کہ "مسلمان بزرگوں کے بادشاہوں کے مشابہ ہیں" جو
 نہ گذشتہ بات کو بھارتے ہیں اور نہ کسی بات کو جو آئندہ اُن کے
 لیے مفید ہو سیکھتے ہیں؛ یہ لوگ ہر بات میں سائن رہتے ہیں؛
 حرکت کرنے کی کبھی آنکھ خواہش نہیں ہوتی۔ یہ لوگ دوزخ میں
 پہنچنے پر کچھ اور کو ممکن ہے کہ بڑی کوشش سے اور ان کی پراپر
 جاویں، مگر وہ کوشش کرنے کی خواہش اُن کو معلوم نہیں
 ہوتی، اور نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ بالفاظ قرینہ اور مرتبہ و
 اختیار کے، مسلمان بالکل کم ہوجائینگے۔ اب یہ لوگ گویا اپنے
 امتحان پر ہیں، اور اگر چرے تو ممکن نہیں کہ دوسرا موقع اُن کو
 مل سکے۔ یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ ان لوگوں کی حالت عجیب ہے۔
 یہ لوگ سابق میں اس ملک کے تابع تھے، اور اب اُن کو
 مفتوحوں میں اپنا شمار ہونے کا طالع رنج ہوتا ہے مذہبی تعصب
 اور غرور، اور تسلیم کا جھوٹا خیال مسلمانوں کو اپنی ترقی کے اُس

میدان میں پھیر رکھنے سے باز رکھتا ہے جس میدان کو اُنہیں ملی
 کرنا ضرور ہے۔ پیشتر اس کے مقابلہ اپنے ہوشیار ہمسایہ ہندوؤں
 کے قوت کی یا اپنی روٹی پیدا کرنے کی اُمید کوئی، جو قریب کہ تھوڑا
 عرصہ گذرا اُن کے تابع تھی، اُس کے ساتھ مقابلہ کرنے میں اُن کے
 نظر کو سخت ضرر پہنچتا ہو، مگر اُن کو چاہیئے کہ اپنی حالت کو
 قبول کرنے کے لیے کافی ہمت اور اُس مقابلہ میں سخت کوشش کرنے
 کے لیے کافی جرأت اور اپنی ذات کی عزت کا خیال رکھنے کے لیے
 پوری ہمت کریں اگر تجربہ کی نصیحتوں کو صحیح سمجھ نہیں
 پڑے سکتے، یا نہ پڑھینگے، تو ضرور تکلیف میں رہینگے۔ منجملہ
 اُن بڑے بڑے اسباب کے جن سے مسلمانوں کی خرابی ہوئی ہے،
 روزیہ داری اور لاج داری بھی، جس کے وہ بہت گریزدہ ہیں،
 ایک بڑا سبب ہے۔ یہ طریقہ کاہلی پیدا کرتا ہے، اور کاہلی سے
 افلاس ہوتا ہے، اور افلاس موجب ہے ناخوشی کا۔

یہ شہہ ملتی ہوئی اور روزیہ دار ہوتا انسان کے لیے بہت بڑی
 آفت ہے۔ اس زمانہ میں ملکی معاشی دار و روزیہ دار سب سے زیادہ
 خراب و بڑی حالت میں ہیں، مگر جزوی دانستہ میں ایک اور فرقہ
 بھی ایسا ہی ہے، یعنی وہ لوگ جو پندوں کو ہر ہر ہوشیار اپنے مزیدوں
 سے ٹیکس وصول کرتے پھرتے ہیں، یا وہ جو ہر بیٹھے کو جھڑپے سے
 قصہ سناتے اور اوصاف بن کر لوگوں سے روزیہ لیتے پھرتے ہیں، اور
 یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے تئیں کسی بڑے نقیر کے خاندان کا بیٹا
 کر کے کسی درگاہ کا خادم بن کر، یا مکہ معظمہ کا معارف اور
 مدینہ منورہ کا زیارت کرنے والا ہٹاکر روزیہ مانگتے پھرتے ہیں۔ جو
 مسلمان کہ ان لوگوں کے ساتھ مل کر کرتے ہیں، ہر حقارت اپنی قوم

راقم
 سید احمد

مقبوضہ نمبر ۱۹۸

لکچر

نمبر ۱

مانسپور ایف گیزٹ صاحب فرانسیسی کا

سرگزشتیں پر

اے صاحبوں

ممالک یورپ کی سرگزشتیں یعنی شاہستگی کو یکجہائی اور
 بالاجمال اس لیے بیان کیا جاتا ہے، کہ اُن ملکوں کی جداگانہ
 شاہستگی کے باہم ایک ایسا امتداد نکلتا ہے جس کے سبب سے اُن
 تمام ملکوں کی شاہستگی کو واحد قرار دے سکتے ہیں؛ باوجود اختلافات
 زمانہ اور مقام اور خاص حالات کے، شاہستگی ممالک مذکور کی ایسی واقعات
 کے قریب سے ہوتی ہے جو اُس میں بہت مشابہہ ہوتے ہیں، اور
 شاہستگی اُن ملکوں میں ہر جگہ ایسے کاموں پر ترقی کرتی ہے، اور
 ہر جگہ اُس کے ایسے نتیجے پیدا ہوتے ہیں جو باہم متحد اور
 مشابہہ ہوتے ہیں؛ پس ایک ایسی شاہستگی کا وجود پایا جاتا ہے
 جس کو یکجہائی شاہستگی بلکہ یورپ نام رکھا سکتے ہیں۔

بلند یورپ کی شاہستگی پر یکجہائی گفتگو کرنے کی دوسری وجہ
 یہ ہے، کہ شاہستگی کے حالات مکمل کسی ایک ملک سے بہم نہیں
 پہنچ سکتے؛ کیونکہ کسی ایک ملک میں ممالک مذکور میں سے شاہستگی
 کا ہر دور بطور کامل نہیں ہوا ہے، بلکہ ایک جزو اُس کا ایک ملک
 میں، اور دوسرا جزو اُس کا دوسرے ملک میں، اور ملی مذاکرات
 پس یہ ضرور ہے کہ کچھ فرانس، کچھ انگلستان، کچھ اسپانیہ اور

† ممالک یورپ کی تفصیل یہ ہے — انگلستان — اسکاتلینڈ
 ایرلینڈ — نرالس — اسپانیہ — ہالند — بلجیم — اٹالیا — سوئٹزر لینڈ
 استریا — جرمن — پرفیا — ترکی — روس — یونان — سوئڈن
 ناروے — جزائر بحر قزحہ — ان میں سے اٹالیا وہ ملک ہے جس کا
 بڑا شہر روم قدیم ہے اور وہی دارالخلافت شاہشاہی رومی قدیم کا
 تھا — ترکی سے حال کی رومی سلطنت مراد ہے جو اہل اسلام کے
 قبضہ میں ہے اور جس کا دارالسلطنہ قسطنطنیہ ہے — مترجم

ہی جس کے حالات قلمبند ہو سکتے ہیں، اور اُس کی تحصیل کی جا سکتی ہے۔

کچھ عرصہ سے بہت سی بحث ہو رہی ہے، کہ علم تاریخ کو صرف بیان واقعات پر محدود کرنا چاہیئے؛ پیشکش اُس سے بہتر اور درست ٹوٹی بات نہیں ہے؛ مگر واضح رہے کہ لوگوں کے سرسری خیال کی یہ نسبت واقعات قابل بیان بہت نثر سے ہیں، اور بہت مختلف قسموں کے ہیں؛ مثلاً واقعات مہم-درسہ؛ جیسے لوائیاں، اور معاہدہ مالکی؛ اور واقعات اخلاقی جن کا وجود پورچھہ مہم-درسہ نہیں کرنے کے کچھ بے اصل نہیں ہے؛ اور واقعات خاص جنکا نام پلٹا ہوا واقعہ خاص کے جدا گانہ ہوتا ہے؛ اور واقعات عام جن کا کوئی خاص نام نہیں ہے کہتے، اور جن کے ظہور کی تاریخ صحیح صحیح بیان کرنی، اور اُنکو کسی مقام یا شخص سے محدود اور مخصوص کرنا غیر ممکن ہے؛ مگر باوجود اس کے وہ واقعات، دیگر واقعات تاریخی سے، کچھ کم قدر و منزلت نہیں رکھتے؛ اگر ہم اُن کو علم تاریخ میں سے خارج کریں تو سلسلہ تاریخ کا شکستہ اور ناقص ہو جائے۔ علم تاریخ کے جس حصہ کو ہم تاریخی فلسفہ کہتے ہیں، یعنی تعلقات درمیان واقعات اور اُنکے اسباب اور نتیجوں کے۔ بالتحقیق وہ حصہ ایسے واقعات سے بھرا ہوا ہے، جو قدر و منزلت میں اُس واقعات تاریخ سے کم نہیں ہوں، جنکو ہم واقعات مہم-درسہ کہتے ہیں، جیسے لوائیاں، زلزلہ وغیرہ۔ تاریخی فلسفہ کے ایسے واقعات کو دیگر واقعات سے ملحدہ کرنا بیشک مشکل ہے، اور اُن کے بیان میں ہم سے غلطی ہو جانی کچھ بعید نہیں، اور اُن کے بیان کو دلچسپ و رنگین کرنا بھی آسان نہیں؛ مگر ان دشواریوں کی وجہ سے اُن کی ماہیت نہیں بدلتی، اور وہ بھی علم تاریخ کا ایسا ہی ضروری جزو ہیں، جیسے واقعات مہم-درسہ ہیں۔

شاید کچھ بھی اُنہیں واقعات میں سے ہی، یعنی واقعہ شایستگی ایک عام اور مخفی اور پوچھیدہ واقعہ ہے؛ مگر ایسا ہونے سے اُس کے رجحان میں کچھ نقصان نہیں آتا، اور دیگر واقعات سے اُن قابل بیان نہیں قرار پاتا۔ اس واقعہ کی نسبت ہم بہت سے سوال کر سکتے ہیں، یعنی ہم پوچھ سکتے ہیں، اور استفسار کیا بھی کیا ہے، کہ آیا شایستگی بھلائی ہے یا برائی؟ بعض آدمی اُس کی بہت شکایت کرتے ہیں، اور بعض اُس سے خرس ہوتے ہیں۔ ہم پوچھ سکتے ہیں، کہ شایستگی ایک عام واقعہ ہے - آیا انسان کی تمام نسلوں کے واسطے کوئی شایستگی عام ہے، یا انسانیت کا کوئی عام مقتضی ہے؟ آیا مختلف قومیں اپنے اپنے زمانہ میں کوئی ایسی چھل پائی چہرہ جاتی ہیں، جو کبھی مہم-درسہ نہیں ہوتی، اور جس کو کوئی ہوتے

کچھ جرموں سے اجزاء مختلف لیکر، کامل شایستگی کی تاریخ لکھی جاوے۔

ملک فرانس ایسے موقع پر وسط میں واقع ہے، جس سے اُس کو ممالک یورپ کی شایستگی حاصل کرنے کا عمدہ ذریعہ موجود ہے۔ کسی شخص کی تعریف بیچنا کرنی بلکہ اپنے ملک کی بھی بیچنا تعریف کرنی ہرگز نہیں چاہیئے؛ لیکن یہ کہنا کہ فرانس ہمیشہ شایستگی کا مرکز رہا، کچھ خود ستائی نہیں ہے، اس سے ہماری یہ مراد نہیں ہے کہ فرانس شایستگی حاصل کرنے میں سب قوموں کا پیشوا رہا ہے؛ ایسا دعویٰ کرنا بے شک لغو ہے؛ کیونکہ زمانہ ہائے مختلف میں ملک اٹلی ایچھا اور قوتی فنون میں، اور انگلستان مالکی معاملات اور تدبیروں میں، سبقت لے گئے؛ اور دوسرے ممالک بھی اور امور میں فرانس سے افضل ہو گئے ہوں؛ مگر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جب اہل فرانس ترقی اور شایستگی میں آپ کو مغلوب اور پس ماندہ پاتے ہیں، تو اُن میں ایک ایسا نیا حشر اور غیرت ظاہر ہوتی ہے، جس سے پھر وہ سعی اور کوشش کر کے اور قوموں کی برابر ہوجاتے ہیں، یا اُن سے آگے بڑھ جاتے ہیں؛ اور صرف یہی خورش قسمتی فرانس کی نہیں ہے بلکہ جب کبھی کچھ قزاق اور امر شایستگی، گو کہ کسی ملک میں ایجاد اور پیدا ہوئے ہوں، اور ملکوں میں شایع ہوکر عام فیوضانی کا باعث ہونا چاہتے ہیں، تو اول اُن کی تلاش خراش فرانس میں ایسی ہوجاتی ہے جس کے بغیر وہ ملی العہود شایع اور مقید نہیں ہو سکتے؛ فرانس اُن کے حق میں گویا دوسرا مقام اُن کی پیدائش کا قرار پاتا ہے۔ ٹرٹی امر اور قاعدہ شایستگی کا شاید ایسا نہروکا جس کی نشو و نما اسطرح سے فرانس میں ہوئی ہو، وجہ اسکی یہ معلوم ہوتی ہے کہ فرانس کے تمدن اور ہمدردی کا طرز ایسا ہے، جس کا اثر لوگوں کے دلوں پر بہت آسانی اور خوبی سے ہوتا ہے؛ کسی اور قوم کی طبیعت ایسی رسا نہیں ہے۔ اہل فرانس کے خیالات بہ نسبت اور قوموں کے زیادہ عام پسند ہیں، اور تمام لوگوں کو زیادہ صاف اور قابل فہم معلوم ہوتے ہیں، اور اُن کا جلد اثر ہوتا ہے؛ غرضہ سہولت سخن، اور صفائی تقریر، اور عمدہ طرز تمدن، اور باہمی ہمدردی کے باعث سے فرانس شایستگی میں پیشوا ہونے کے بہت مناسب اور لائق قرار پایا۔

پس واقعہ شایستگی کے بیان میں فرانس کو شایستگی کا مرکز قرار دینا بیچنا اور خود رائی نہیں ہے؛ نہ تحقیق شخص شایستگی کا فرانس دل اور جگر ہے۔

ہم شایستگی کو واقعہ کے لفظ سے جان پوچھ کر اس لئے تمیز کیا ہے کہ شایستگی بھی، مثلاً دیگر واقعات کے، ایک ایسا واقعہ

ہوتے ایک بڑا ذخیرہ ہو جاتا ہے، اور وہ ہمیشہ قائم رہتا ہے؟ میرے
 قریبی ایک بڑے امیر قابل یقینوں نے کہا کہ حقیقت میں انسانیت اپنا ایک
 عام مقتضی رکھتی ہے: یعنی مجبوریہ شایستگی کا ہمیشہ ہوا پر
 ایک زمانہ ہے۔ دوسرے زمانہ کو پہنچتا رہا ہے۔ پس شایستگی کی
 ایک جامع تاریخ قابل تحریر کرنے کے موجود ہے؛ لیکن قطع نظر اسے
 پڑے اور مشکل سوالات کے، اگر ہم اپنی تقریر کو وقت اور مقام کے
 حدود میں میں مضمود کریں: یعنی اگر ہم کسی قوم کی چند
 صدیوں کی تاریخ پر اتفاق کریں، تو ظاہر ہے کہ اُن حدود کے اندر
 شایستگی ہمنواز ایسے واقعہ کے موجود پائی جائیگی، جس کے
 حالات قابل بیان ہوں گے؛ اور ایسے ہی واقعہ کو تاریخ کہتے ہیں؛
 بلکہ وہ بھی کہنا چاہیئے کہ شایستگی کی تاریخ حسب تاریخوں سے
 اعلیٰ ہے: یعنی تمام تاریخیں اُس میں شامل ہیں۔

کیا ہم کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ واقعہ شایستگی سب واقعات سے
 افضل ہے؟ یہ ایسا عام اور معین واقعہ ہے کہ اور تمام واقعات اس پر
 ختم ہوتے ہیں، اور انجام اُن سب کا اُسی پر ہوتا ہے۔ اُن تمام واقعات
 پر، جن سے کسی قوم کی تاریخ مرکب ہو، اور جنکو ہم اُس قوم کی
 زندگی کے اجزا سمجھتے ہیں، فوراً کرنی چاہیئے: یعنی اُس قوم کی تمام
 رسم و راج، اور تجارت، اور فن، اور لڑائی اور معاملات مالی
 پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ پس جب ہم اُن تمام واقعات کو بھیجے مجبوریہ
 پلہا اُنکے تعلقات کے دیکھیں اور سوچیں سمجھیں، تو ہم یہ دریافت
 کریں گے کہ اُس قوم کی شایستگی کو اُن واقعات سے کیا مدد ملی، اور
 کیسا اثر اُنکا اُس پر ہوا: اِس طریقہ سے ہم اُن واقعات کا صرف پورا
 خیال ہی نہیں باندھ سکتے، بلکہ اُنکی اصلی قدر و منزلت بھی دریافت
 کر سکتے ہیں۔ وہ واقعات ہمنواز دریافتوں کے ہوں، اور شایستگی ایک قسم
 کا سمندر ہے، اور ہم پوچھتے ہیں کہ اُن دریافتوں سے کس قدر پائی گئی
 امداد اُس سیندر کو پہنچتی؟ شایستگی ایسی ہی ہے کہ اُس سے ایک قوم
 کی دولت مرکب ہوتی ہے، اور اُس میں اُس قوم کی زندگی کے تمام اجزا
 اور وہ سب قرار، جو اُس قوم کے وجود کا باعث ہوتے ہیں، جمع ہوتے
 ہیں۔ یہ امر ایسا صحیح ہے، کہ جو واقعات ٹائپسندیدہ اور مضمر ہیں
 اور سب قوموں کے سنہ میں بہت بڑی طرح کہتے ہیں: مثلاً ظالمانہ
 حکمرانوں کو بد عملی کے، اگر اُن سے بھی کسی طرح شایستگی کو مدد
 پہنچتی ہو اور توڑتی حاصل ہوتی ہو تو سیکندروں ہم اُن کے نقصانوں
 سے چشم پوشی اور اُنکی بڑی خاصیت سے درگزر کر سکتے ہوں، اور اُن
 کو بھی توجہ کے قابل قرار دے سکتے ہیں: یعنی کسی قسم کے واقعات
 سے شایستگی پیدا ہوتی ہو ہم اُن کے نقصانوں کو جو اُس کی تحصیل
 میں اُتھانے پڑے ہوں، اُسکی خاطر سے بھول جاتے ہوں۔

مدت تک انٹر ملکوں میں لفظ سولیزیشن یعنی شایستگی کا
 استعمال رہا ہے، اور لوگوں نے اُس کی تشریح میں مختلف خیال

ملے، اُنکے ایسے واقعات ہیں جنکو تمدن سے متعلق نہیں کر سکتے؛
 بلکہ وہ خاص واقعات ہیں جو، بہ نسبت عام معاملات کے زیادہ تر انسان
 کی روح سے ملانہ رکھتے ہیں: یعنی مذہبی عقائد، اور حکیمانہ خیالات،
 اور علوم دقیق، اور انشاء اور فنون، اُن سب واقعات سے اخلاق کے کامل
 کرنے کے واسطے، اور سرور عظیم یعنی عقل کی تکمیل کے ایسے انسان
 سرور کا رکھتا ہے؛ اور اُن سے یہ واقعہ مقصود ہوتا ہے کہ انسان کی دلی
 حالت اور اُس سرور کو ترقی ہو، جو عقل اور ذہن سے ملانہ رکھتا ہے؛
 اور وہ تمدن سے چنداں تعلق نہیں رکھتے: مگر ان واقعات پر بھی
 انٹر شایستگی کے لحاظ سے توجہ کی جاتی ہے، اور صرف شایستگی کے
 تعلق کی وجہ سے قابل التفات مضمود ہوتے ہیں۔ سب وقتوں، اور
 تمام ملکوں میں، مذہب نے لوگوں کے شایستہ کرنے کا کام اپنے ذمہ لیکر
 نظر حاصل کیا ہے؛ اور علوم دقیق، اور علم انشاء، اور فن و فن، اور
 تمام عقلی اور اخلاقی خوشگوار خیالوں نے بھی اِس نظر میں شریک
 ہونے کا دعویٰ کیا ہے: جب ہم اُن کے اُس دوسرے کو تسلیم کرتے ہوں،
 تو اُنکو سزاوار تعریف و توجہ کے قابل قرار دیتے ہیں۔ پس ظاہر
 ہے کہ جو واقعات قطع نظر اپنے خارجی نتیجوں کے بغاوت پڑی وقت
 رکھتے ہیں، اور جنکو صرف روح انسان سے ملانہ ہوتا ہے، وہ بھی
 شایستگی کے ساتھ تعلق رکھتے سے زیادہ تر قدر و منزلت کے قابل
 ہو جاتے ہیں: غرض کہ اُس عام واقعہ یعنی شایستگی کا ایسا بڑا
 مرتبہ ہے، کہ اُس کے سبب سے وہ ایسی ہی کر، جو اُس سے کچھ
 ملانہ رکھتی ہے، قدر و قیمت حاصل ہو جاتی ہے۔ ان تمام واقعات
 یعنی مذہبی اور حکیمانہ خیالات، و علوم و فنون کی صرف قدر و
 منزلت ہی شایستگی کی وجہ سے نہیں پڑ جاتی، بلکہ بعض مرتبوں
 پر ہم اُن کی ماعیت اور خوبی کا اندازہ خصوصاً اُس اثر اور دخل کے
 لحاظ سے کرتے ہیں، جو شایستگی پر اُنکا ہوتا ہے: یہی اثر اور
 دخل ایسا ہے کہ اسکو کیوریٹ میں کسی درجہ تک واقعات مذکور
 کی قدر و منزلت اور سودمندگی کا قطعی پیمانہ ٹھہرایا جاتا ہے اب اُس
 واقعہ کی تاریخ لکھنے سے پہلے، یہ دریافت کرنا چاہیئے کہ وہ ایسا
 بڑا اور عمدہ واقعہ کیا ہے، جو قوموں کی زندگی کے تمام اجزا کا
 مجبوریہ اور نتیجہ ہے؟ اِس کے جواب میں ہم کوئی ٹری حکیمانہ
 رائے ظاہر نہیں کریں گے، اور نہ کوئی ایسا قاعدہ یا منطقی اصول قائم
 کریں گے، جسکے نتیجہ کو سولیزیشن یعنی شایستگی قرار دیں؛ کیونکہ
 ایسا طرز اختیار کرنے سے انٹر عقلی کا احتمال ہوتا ہے: ہم کو صرف
 ایک واقعہ کا ثابت کرنا اور بیان کرنا منظور ہے۔

مدت تک انٹر ملکوں میں لفظ سولیزیشن یعنی شایستگی کا
 استعمال رہا ہے، اور لوگوں نے اُس کی تشریح میں مختلف خیال

کیا ہو؟ یہ وہی ہم نہیں کہتے کہ وہ قوم مظلوم ہو بلکہ ظلم کا خیال بھی اُس کو نہ آتا ہو۔ ایسی قوموں کی مثالیں بھی موجود ہیں: چنانچہ انٹر ایسی چھوٹی سلطنتیں ہوتی ہیں جن میں امرام کو غلبہ اور فزیت حاصل رہی ہے، اور عوام بھیڑوں کے گلوں کی طرح رکھے گئے ہیں، یعنی اُن کو خوب کھلا کھلا خرش و خرم رکھا ہے؛ لیکن اُن کی عقل اور اخلاق کی کچھ بھی ترقی یا اصلاح نہیں کی گئی: تو اب ہم یہی پوچھتے ہیں کہ ایسی حالت کو شایستگی کہیں گے؟ کیا ایسی قوم اپنے آپ کو شایستہ کرتی جاتی ہے؟

اب دوسری ایک ایسی قوم فرض کرتے ہیں، جس کی جسمانی آسائشیں اُس سے کمتر ہوں: یعنی اُس قدر عیش و آرام اس قوم کو حاصل نہ ہو جس قدر پہلی مفروضہ قوم کو تھا؛ لیکن جس قدر وہی وہی قائم رہنے کے قابل ہو؟ اور اس قوم کے ارگوں کی عقلی اور اخلاقی ضروریات کی طرف سے غفلت نہ کی جاتی ہو؛ بلکہ کسی قدر ایسے سامان موجود ہوں جن سے اُن کی عقل ترقی پائے؛ اور مدد مددہ خیالات کی وہ تحصیل کرتے ہوں، اور مذہبی اور اخلاقی مسائل میں بھی اُنہوں نے شگفتگی حاصل کی ہو؛ مگر باب آزادی اُن پر بالکل بند کر دیا گیا ہو۔ فرض کہ جس طرح پہلی مفروضہ قوم میں ضروریات جسمانی کا سو انجام بخیر تھا؛ اِس قوم میں عقل و اخلاق کی حاجتیں پوری کی گئی ہوں، اور ہر شخص بقدر اپنے حصہ کے سچائی اور راست بازی سے معزز نہ رہا ہو؛ لیکن وہ خود اپنے اپنے راستی اور صداقت کے تلاش کرنے کا مجاز نہ ہو، یعنی اُس قوم کے اخلاق کے قائم رہنے کی مقدم مصلحت یہ ہو، کہ اُس کے خیالات میں تبدیلی نہ آئے رکھی گئی ہو؛ چنانچہ ایسی حالت انٹر ایڈیٹ کی قوموں کی ہے، جن میں قوی اور صفت انسانی پر آجیسے احکام کے ذریعہ سے قید اور بندش رکھی گئی ہے، جن کا خاص خدا تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوا تسلیم کیا گیا ہے، اور انسانیت کو شگفتگی اور ترقی نہیں دی جاتی۔ یہی حال اہل ہندوستان کا بھی ہے۔ پس اب

مگر مصنف نے اس بات کا خیال نہیں رکھا کہ جو در حقیقت سچا مذہب ہی اور خدا کی طرف سے دیا گیا ہے، اُس میں کوئی قید اور بند ایسی نہیں ہوتی جس سے انسان کی ترقی کے لیے کچھ رک ہو۔ وہ بندش حقیقت میں عام لوگوں کے خیال میں بندش ہوتی ہے؛ لیکن اس بندش میں یہی صفت ہے کہ اگر نہایت آزادی سے اُس پر ترس کی جارے، تو آزادی اور نیچر کے اصول کے بموجب رہی امور سچ قرار پاریگا جس کا بندش نام رکھا گیا ہے۔ پس نام کا فرق ہی مگر نتیجہ میں کچھ فرق نہیں، جیسا کہ ہماری رائے میں ٹھیک مذہب اسلام ہی جو انسانوں کے الہامی مسائل پر پڑی ہے۔

ظاہر کیے ہیں، جو تھوڑے بہت وسیع اور صاف ہوں، اور لوگ اُس کے مختلف معنی سمجھ لیں: مگر ہم کو اُس کے ایسے معنوں پر توجہ کرنی چاہیے جو اصلی اور عام نہم ہوں۔ پس واضح ہو کہ نہایت عام نظروں کے مندرج معنوں میں، یہ نسبت اُن خاص علمی تشریحوں کے جو بہت احتیاط اور غور سے کی جاتی ہیں، زیادہ تر درست پائی جاتی ہے؛ اور نظروں کے معنی عام رائے کے ذریعہ سے، جو انسانیت کی خاص مصلحت ہے، قائم ہوتے ہیں: یعنی معمولی معنی کسی لفظ کے بلحاظ ذہنی وقوع واقعات کے بتدریج قائم اور معین ہوا کرتے ہیں۔ جب کوئی واقعہ ایسا پیش آتا ہے، جس کا اظہار کسی لفظ سے ممکن ہوتا ہے، تو وہ لفظ بالاصلح واسطہ ظاہر کرنے اُس واقع کے موضوع ہوجاتا ہے اور اُس کے معنی وسیع ہوتے جاتے ہیں، اور رفتہ رفتہ وہ سب مختلف واقعات اور خیالات، جو یہ تمام حالات کے لوگ اُس لفظ میں داخل کرتے ہیں، اُس سے منسوب ہوجاتے ہیں۔

یہ خلاف اس کے، جب کسی لفظ کے معنی از روئے عام قرار دیئے جاتے ہیں، تو وہ کسی ایک یا چند آدمیوں کے ایجاد ہوتے ہیں: اسی سبب سے وہ بہ نسبت عام پسند معنوں کے صحیح اور درست ہوتے ہیں۔ لفظ سرائیش یعنی شایستگی کے اس طرح پر معنی لینے سے، کہ ہم اُس پر بطور ایک واقعہ کے لحاظ کریں، اور اُن تمام خیالات کو جو اُس لفظ میں داخل ہیں انسانوں کی عام رائے یا نہم کے موافق تھقیق کریں، اُس کے علمی معنوں کے اختیار کرنے کی یہ نسبت، جو باقی النظر میں زیادہ صاف اور درست معامروں ہوں، واقعہ شایستگی کے سمجھنے میں ہم کو بہت زیادہ دسترس دے گی۔

اب اس تحقیقات کی ابتدا ہم چند ترقی مثالوں سے کرتے ہیں: یعنی انسانوں کے تمدن اور معاشرت کی چند فرضی حالتیں بیان کر کے دریافت کریں گے، کہ اُن حالتوں میں عام رائے کے بموجب ارگوں کی کوئی ایسی حالت پائی جاتی ہے، جو دلیل اس بات کی ہو کہ وہ اپنے آپ کو روز بروز شایستہ کرتے جاتے ہیں، اور اُن سے کوئی ایسے معنی پیدا ہوتے ہیں جن کو لوگ لفظ شایستگی سے منسوب کرتے ہوں۔

پس اول ہم ایک ایسی قوم فرض کرتے ہیں، جس کی معاشرت کے ظاہری حالات اچھے ہوں: یعنی لوگ بخیر عیش و عشرت کے ساتھ اوقات بسر کرتے ہوں، اور چند موصول ادا کر کے سختی اور تکلیف سے آزاد رہتے ہوں، اور اُن میں مدد و انصاف بھی اچھی طرح سے ہوتا ہو: فرض کہ اُن کی جسمانی حالت بہت بہتر ہو، اور اُن کی جان و مال کی حفاظت کا بخیر انتظام موجود ہو؛ مگر اسی کے ساتھ اُن کی عقل اور اخلاق کا وجود ایسی بڑی طرح قائم ہو، جس کو تشو و نما نہ دی جاتی ہو، بلکہ نہایت پرمردہ اور ہمارا رکھا۔

کی بیض و بنیاد ہی۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ ترقی اور شکستگی کیا چیز ہے؟ مگر اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

لفظ سولزیشن یعنی ہائستکی کی بنیاد سے اس کا جواب صاف اور اطمینان کے قابل حاصل ہوتا ہے۔ لفظی معنی سولزیشن کے سرشیلڈ لائف کی تشکیل ہے یعنی انسانوں کے باہمی تعلقات یا معاشرت کو شگفتہ و کامل کرنا۔

پس جس وقت کسی ملک کی نسبت لفظ سولزیشن بولا جاتا ہے، تو اُس کے سنہ سے ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے، اور ہم سمجھتے ہیں، کہ اُس ملک میں تعلقات باہمی اور معاشرت نہایت وسیع اور شگفتہ اور تو و تازہ ہیں، اور اُن کی ترقیت اور اُن کا انتظام بہت اچھا ہے، یعنی ایک تو یہ بات سمجھتے ہیں کہ لوگوں کو جن ذریعوں سے قوت اور آمدنی حاصل ہو، وہ کثرت سے ہیں، اور دوسرے یہ کہ اُن ذریعوں کی تقسیم سب لوگوں میں کمال خوبی اور انصاف سے ہے۔

مگر کیا سولزیشن یعنی ہائستکی کی صرف یہی مراد ہے، اور اُسکے معنوی اور اصلی معنی اسی پر ختم ہیں؟ اُس میں اور کچھ زیادہ رسد نہیں ہے؟ کیا انسان کی زمین چیلرنگوں کے گروہ کی مانند ہیں، یعنی ایسا گروہ ہیں کہ اُس میں بجز حسن انتظام اور جسمانی آرام کے اور کچھ درکار نہیں، جسمیں جس قدر زیادہ معاش اور مشقت کی جارے، اُسی قدر زیادہ خوبی اور انصاف کے ساتھ اُس معشت کے ثمرات کی تقسیم ہو، اور مقصد زیادہ یقین کے ساتھ حاصل ہو اور ترقی کو کمال ہو؟

ہمارے طبیعت پر مقتضائے انسانیت کے ایسے تنگ اور محدود معنوں سے فوراً پرگشتہ ہوتی ہے، اور پہلی ہی نظر میں معلوم ہوتا ہے کہ لفظ سولزیشن میں اس سے کچھ زیادہ رسد اور گنجائش ہے، یعنی صرف تعلقات باہمی معاشرت اور قوت اور آمدنی کی تشکیل سے سولزیشن یعنی ہائستکی کی حالت زیادہ تفصیل رکھتی ہے، اور واقعہ سولزیشن اور لفظ سولزیشن کے عام مروج معنی، اور اُس کی نسبت عام رائے، یہ ہے سب ہمارے اُس خیال سے جس کا ذکر ہوا موافقت رکھتے ہیں۔

یہی + روم قدیم کی اُس حالت کو خیال کیا جارے، جو + کارتھج + روم قدیم ملک اٹلی کا اب ایک بڑا شہر ہے، جہاں پرپ یعنی مذہب میروسی کا پیشوا رہتا ہے، یہ شہر زمانہ قدیم میں دارالسلطنت روسی شاہنشاہی کا تھا اس موقع پر روم قدیم سے روم قدیم کی تمام قلمرو مراد ہے۔

+ کارتھج ایک ملک پر اعظم اثریت میں تھا، جہاں روم قدیم کی طرح جمہوری سلطنت تھی ان دونوں سلطنتوں میں چند اولیائیں رہیں اور مدت تک قائم رہیں، آخر کار روسی سلطنت شاہنشاہی ہو گئی۔

ہم سوچتے ہیں کہ کیا یہ ایسی قوم بھی اپنے آپ کو روز بروز شایستہ کرتی جاتی ہے؟

اب ہم ایسی قوم فرض کرتے ہیں جس میں ہر شخص کو بہت سی آزادی تو حاصل ہو، مگر نہایت پد انتظامی اور لوگوں میں مساوات کا قیودنا پڑا جاوے، جو شخص قری نہر وہ مظلوم اور مصیبت میں مبتلا دھکر ہلاک ہو جاوے، یعنی اُس قوم کی معاشرت کی مقدمہ صلاحت زور و زبردستی ہو۔ یہ بات بظریعہ روشن ہے کہ ایک زمانہ میں تمام یورپ کا یہی حال تھا، تو ہمارا وہی سوال ہے کہ کیا یہ حال ہائستکی کی ہے؟ مگر اس حال میں ہائستکی کے ایسے اصول موجود ہوں جو آئندہ بتدریج شگفتہ ہوں، مگر موجودہ حال میں جو امر غلبہ رکھتا ہے اُس کو لوگوں کی عام رائے یا فہم کے بموجب ہائستکی نہ کہیں گے۔

اب ہم ایک چوتھی قوم ایسی فرض کرتے ہیں، جس میں ہر شخص بالکل آزاد ہو، غیر مساوی ہوتا نہایت بے اثر ہو، جسکے جو دل میں آدے کرے، اور اپنے مساویوں سے دلت و اختیار میں برابر ہو، مگر اُس کو عام مقصد اور عام کاموں سے کچھ سرورکار نہ ہو، اور کسی کو عام خیالات اور عام تدبیروں سے کچھ بھٹ نہ ہو، فرضکے سامان معاشرت اور باہمی ارتباط نہایت کم ہو، یعنی ہر شخص اور ہر قسم کے قواد ظاہر اور پیدا ہو کر بلا کسی طرح کے باہمی تعلق کے کوئی نشان اپنا نہ چھوڑ کر جداگانہ دنیا سے گذر جائیں، اور یہی جداگانہ حال معاشرت کی متواتر پشتوں تک بدستور رہے، چنانچہ یہ حال وحشی قوموں کی ہے، کہ اُن میں آزادی اور برابر پائی جاتی ہے، مگر بلا شبہ ہائستکی نہیں ہے۔

اسی طرح کی ہم بہت سی مثالیں دے سکتے ہیں، مگر جس قدر بیان کیا گیا وہ لفظ ہائستکی کے عام پسند اور اصلی معنوں کی تشریح اور لحاظ کے لیے کافی ہے۔

ظاہر ہے کہ جتنی فرضی حالتیں ہوتی ہیں ان میں سے کوئی حالت ایسی نہیں ہے جس کو عام فہم اور عام پسند معنوں کے لحاظ سے ہائستکی قرار دے سکیں، کیونکہ ان فرضی حالتوں سے صاف ظاہر ہے کہ لفظ ہائستکی میں جو امر مقدم داخل ہے، وہ اُن میں نہیں ہے، یعنی ترقی اور شکستگی روز افزوں، جس سے ایسی قوم کا خیال پیدا ہوتا ہے جو ہمیشہ آگے بڑھتی جاتی ہے، نہ اس فرض سے کہ اپنا مقام بدل دے بلکہ اپنی حالت کے بدلنے کی فرض سے آگے بڑھتی ہے، یعنی ایسی قوم کا خیال پیدا ہوتا ہے جو تہذیب و تربیت کو خود اپنی حالت سمجھتی ہے۔ انصاف ترقی اور شکستگی روز افزوں کا خیال مہرے نزدیک ایسا ہے، جو سولزیشن یعنی ہائستکی

پس اس بڑے واقعہ سولزیشن میں دو واقعہ داخل ہیں، جو لوگوں اُسکے وجود کی شرط ہیں: یعنی شایستگی کی دو علامتیں ہیں: ایک تو لوگوں کی مجبوری حالت اور معاشرت کا ترقی پزور ہونا؛ دوسرے لوگوں کی ذاتی حالت کی اصلاح اور تہذیب ہونا؛ فرض ہے مجبوری ترقی لوگوں کی اور ہر انسان کی ذاتی انسانیت کی ترقی شایستگی میں شامل ہیں۔ جہاں کہیں انسان کی ظاہری حالت اصلاح پاکو رونق اور شگفتگی پاتی ہے، اور جہاں انسان کی باطنی حالت کو رونق اور شوکت حاصل ہوتی ہے، تو انہیں دونوں علامتوں کے سبب سے باوجود نہایت ناکامل ہونے حالت معاشرت کے، اکثر ہم بارآز بلند شایستگی کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔

فرض ہے اگر میری رائے غلط نہیں ہے، تو انسان کی اُس تحقیق کا نتیجہ، جو صرف عام رائے اور عام فہم کے پروجیکٹ کی جاتی ہے، یہی ہے: اور اگر ہم علم تاریخ سے شایستگی کی بڑی علامتوں یعنی اُن واقعات کی مہایت دریافت کریں، جن کی بدولت اُزورے عام تسلیم اور عام اتفاق کے سولزیشن کو ترقی ہوئی ہے، تو ہم کو دونوں علامتوں مذکورہ الصدر میں سے ایک نہ ایک ہمیشہ معلوم ہوگی۔ واقعات مذکورہ ہمیشہ اُس ترقی کی علامتیں ہوتی ہیں، جو لوگوں کو جداگانہ یعنی ہر شخص کو ذاتی حاصل ہوتی ہے، یا سب لوگوں کو عموماً حاصل ہوتی ہے: اور یہ سب اُن واقعات کے انسان کی باطنی حالت یعنی اُسکے عقاید اور اطوار، یا اُس کی بیرونی حالت یعنی وہ تعلقات جو اُس کو اپنے ہمجنسوں کے ساتھ ہوتے ہیں تبدیل ہو جاتے ہیں: مثلاً جبکہ مذہب مسیحی ظاہر ہوا تو اُس کی ابتدائی حالت میں اُس کا اثر اور اُسکی مداخلت لوگوں کی مجبوری حالت میں کچھ نہیں ہوا؛ چنانچہ حامیان مذہب نے ملائحہ مذاہب کی کہ اس مذہب کو لوگوں کی مجبوری حالت سے کچھ سرکار نہیں ہے، اور اجازت دی کہ قلم اپنے مالک کی اطاعت کرے؛ اور اور جو بڑی بڑی برائیاں اور گروایاں اُس زمانہ کے لوگوں میں جایز تھیں اُنکی مذمت نہیں کی؛ لیکن پارسف اسکے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا نہ مذہب مسیحی شایستگی کی ایک علامت اور ذریعہ ہوا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کس ذریعہ سے؟ جواب اسکا یہ ہے کہ یہاں اس مذہب کے باطنی حالت انسان کی یعنی عقاید اور خیالات لوگوں کے بدل گئے؛ اور اُنکی عقل اور اخلاق کی اصلاح ہوگئی۔

(باقی آئندہ)

کی اوٹائی کے بعد اُس وقت میں تھی، جب کہ روم کی جمہوری سلطنت کا شہاب اور ایسا عمدہ زمانہ تھا کہ روم والے تمام دنیا کی شاہنشاہی حاصل کرنے پر آمادہ تھے، اور لوگوں کی حالت معاشرت ترقی پزور تھی؛ اور پھر روم کی اُس حالت کو دیکھا جاوے، جو شہنشاہ افسس کے عہد میں یعنی اُس زمانہ میں تھی جب کہ اُس سلطنت کا زوال شروع ہوا یا لوگوں کی ترقی روز افزوں رگ گئی، اور خراب اور پورے قاعدے اُن میں مروج ہونے لگے، تو کوئی شخص ایسا نہرگا جو یہ خیال کرے، کہ روم افسس کے عہد میں، فیو سیئس یا سنسیٹیس کے زمانہ کی بد نسبت، زیادہ شایستہ تھا۔

ہم بہت سی ایسی ولایتوں کا حوالہ دے سکتے ہیں، جنہیں بد نسبت دوسری ولایتوں کے آبادی اور سوسپری زیادہ ہے، اور بہت جلد حاصل ہوتی ہے؛ اور لوگوں میں عیش و آرام کی تقسیم نہایت عمدہ ہے مگر باوجود اس کے، اُزورے انسانوں کی عام رائے یا ہماری مقتضائے مابین کے، سولزیشن اُن ولایتوں کی، بد نسبت اُن دوسری ولایتوں کے جہاں معاشرت کی حالت رسمی عمدہ نہیں ہے، مگر سمجھی جاتی ہے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ یہ کیا بات ہے؟ کیا اُن دوسری ولایتوں میں، جن کی شایستگی افضل سمجھی جاتی ہے، کچھ ایسے فائدے موجود ہیں جن سے لوگوں کی رائے میں حالت معاشرت کے اُن نقصانوں کا معارضہ ہو جاتا ہے، جو اُن میں موجود ہیں؟ اسکا جواب یہ ہے، کہ علاوہ ترقی حالت معاشرت یا باہمی تعلقات کے لوگوں میں ایک اور قسم کی شگفتگی ظاہر ہوئی ہے، جو اُن کے نظر کا پامت ہے: یعنی ہر فرد بشر کی جداگانہ اور ذاتی شگفتگی، جس میں ترقی اُس کے فہم اور ہر قسم کے خیالات کی داخل ہے۔ پس اگر کسی ولایت میں لوگوں کی مجبوری حالت یا حسن معاشرت کی کمیل یہ نسبت دوسرے ملک کے کم ہو، تو ممکن ہے کہ انسانیت یعنی لوگوں کی ذاتی حالت زیادہ رونق اور آزادی حاصل کرے۔ بے شک ہماری معاشرت کے متعلق بہت سے امور ایسے ہیں جن میں اب تک کامیابی نہیں ہوئی ہے؛ لیکن عقل اور اخلاق کے متعلق بہت سے امور میں ہم کامیاب ہو گئے ہیں؛ چنانچہ ظاہری فائدے اور معاشرت کے حقوق اکثر آدمیوں کو حاصل نہیں ہیں، مگر بہت سے عمدہ اور عالی دماغ آدمی دنیا میں اب و تاب کے ساتھ موجود ہیں۔ پس علوم دقیق، اور فن، اور علم انشاء وغیرہ سب اپنی رونق دکھاتے ہیں جہاں نہیں انسان اُن بڑی علامتوں کو دیکھتا ہے، جن کو خرد انسان نے رونق بخشی ہے؛ اور جہاں کہیں اُس عمدہ سرور اور نشاط کے ذریعہ اور خزانے پاتا ہے وہاں سولزیشن یعنی شایستگی کو تسلیم کرتا ہے۔

† مذہب اسلام اس سے بہت زیادہ اور عمدہ ذریعہ شایستگی کا

ہوا ہے یعنی شروع ہی سے لوگوں کی باطنی حالت اور بیرونی حالت دونوں پر ایک ساتھ اسکا اثر اور اُسکی مداخلت ہوئی ہے، اور اس نے تمام برائیاں اور خرابیوں کی ابتدا ہی سے ملائحہ مذمت کی ہے اور فاسی کو بھی منع کیا ہے۔

بمقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۵]

۱۵ ذی قعدہ ۱۳۰۶ ہجری سنہ ۱۲۹۱ ہجری

[جلد پنجم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کرنی مقصود اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجتا ہو یا زر قہمہ اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور تحریش کے عنایت فرماتا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارس بھیجا جاوے فرستہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جاوے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپ کر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار اصناف و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جاویں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جمہور روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو رہا کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * جن دوستوں نے شریک ہو کر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آؤ کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح ہر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھاپا کریگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور ہر خریدار اُس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوا ہے خریدار تصور ہوگا اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ چار آگے سے اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زائد دفتر میں موجود نہ ہوگا *

تتمہ مضمون لکچر نمبر ۱

اصطلاح اور تبدیلی واقع ہوئی، جسکو انسان کی اندرونی حالت سے کچھ علاقت نہ تھا؛ بلکہ انسان کی بیرونی حالت سے متعلق تھی، یعنی اس تبدیلی کی وجہ سے لوگوں کی مجبوری حالت بدل گئی اور اصلاح پذیر ہو گئی؛ بیشک یہ تبدیلی بھی شایستگی کی قطعی علامت تھی۔ تمام علم تاریخ کے دیکھنے سے ہر جگہ یہی نتیجہ پایا جائیگا؛ کوئی واقعہ جسکے سبب سے شایستگی کو شکستگی ہوئی ہو ایسا نہ پایا جائیگا، جسکی بدولت ایک نہ ایک اثر اس قسم کا جسکا اثر ڈار ہوا پیدا نہوا ہو۔

پس اگر میوہی رائے غلط نہ ہو، تو اصطلاح سولائزشن یعنی شایستگی کے نام پسند اور طبعی معنی بھی ہیں۔ میں نے واقعہ شایستگی کی صرف تعریف کی ہے، اور اس کی ماہیت کا بیان کامل طور سے نہیں ہوا؛ مگر بہر حال اسکی عام علامتیں کامل طور سے ظاہر کر دی گئی ہیں، یعنی دو بڑی علامتیں شایستگی کی یہی قرار پائیں۔ اب یہ سوال پیش آتا ہے کہ ان دونوں علامتوں میں سے کسی ایک سے، یعنی لوگوں کی مجبوری حالت کی شکستگی سے، یا لوگوں کی جداگانہ ذاتی حالت کی ترقی سے، پوری شایستگی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ یہ دونوں واقعات ایسا اتصال اور ضروری تعلق باہم رکھتے ہیں، کہ اگر انکا ظہور وقت واحد میں نہو تو بھی ان میں تفرقہ نہیں ہوسکتا، اور جلد یا دیر میں ایک سے دوسرا پیدا ہوجاتا ہے۔

میرے نزدیک اس سوال کا تصدیق کرنے میں تین طرح جو عمل ہوسکتا ہے: یعنی ایک تو ہم شایستگی کے اجزا کی خاص ماہیت تحقیق کر کے یہ بات دریافت کرسکتے ہیں، کہ ان کے آپس میں بلحاظ انکی اصلیت کے ایسا اتصال اور ارتباط ہے یا نہیں، اور انکا اجتماع ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہے یا نہیں؛ دوسرے ہم علم تاریخ سے یہ امر تحقیق کرسکتے ہیں، کہ انکا ظہور ایک دوسرے سے ملحدہ اور جداگانہ ہوا ہے، یا ہمیشہ ایک جزو دوسرے جزو کی پیدائش کا باعث ہوا ہے؛ تیسرے ہم اس سوال کی نسبت انسانوں کی عام رائے یا عام فہم سے مشورہ کوسکتے ہیں۔ اول میں عام رائے کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

جبکہ کوئی بڑا تبدل کسی ملک کی حالت میں واقع ہوتا ہے، اور اسکی دولت اور قوت کو بڑی ترقی حاصل ہوتی ہے؛ اور اسکے ان ذریعوں کی تقسیم میں، جو لوگوں کو بحال مجبوری حاصل ہوتے ہیں، انقباض پیدا ہوتا ہے، تو اس لئے واقعہ کی بہت لوگ مزاحمت

اور اس سے مخالفت کرتے ہیں، اور یہ مزاحمت ہمیشہ ضرور پیش آتی ہے؛ اور اس تبدیلی کے مخالف موصلاً یہ کہتے ہیں اور نریاضہ کرتے ہیں، کہ لوگوں کی مجبوری حالت کی ترقی متنازعہ سے انکی باطنی حالت یعنی اخلاق وغیرہ کی کسب طبع اور کچھ بھی اصلاح نہیں ہوئی؛ اور یہ ترقی ترقی ترقی دھڑکا بازی ہے، واقعی نہیں ہے، کیونکہ اسکا نتیجہ اخلاق کے حق میں اچھا نہیں ہے؛ اور جو لوگ ان کے باہمی تعلقات اور معاشرت کی ترقی کے طرفدار اور درسہ ہوتے ہیں، وہ اس اعتراض کی زور شور کے ساتھ تردید کرکے پورخلاف اس کے کہتے ہیں، کہ لوگوں کی مجبوری حالت معاشرت کی ترقی سے اخلاق کی ترقی بھی ضرور ہوگی؛ جب بیرونی حالت کا نظم و نسق بہتر ہوتا ہے تو لوگوں کی اندرونی حالت بھی خالص اور مہذب ہوجاتی ہے؛ فرض نہ نئی تبدیلی کے مخالفین اور اس کے معانوں کے باہم، سوال مذکورہ کی یہ کیفیت ہوتی ہے جو بیان کی گئی۔

اب ہم امر مذکورہ بالا کے برعکس فرض کرکے دیکھیں، یعنی فرض کریں کہ اخلاق کی اصلاح ظہور میں آوے، تو جو لوگ اسکی ترقی کے لئے کوشش کرتے ہیں وہ عموماً کس چیز کا وعدہ کرتے ہیں؛ خیال کرنا چاہیئے کہ جب لوگوں کے فرتہ قایم ہوکر چاہیہ آباد ہوئے، اور مذہب کے پیشواؤں اور کلمہوں اور شاعروں نے لوگوں کے اطوار کی درستگی اور اصلاح میں سعی اور کوشش کی، تو انہوں نے کس کن نتیجوں کا وعدہ کیا۔ واضح ہو کہ انہوں نے اپنی سعی اور کوشش سے یہ وعدہ کیا، کہ لوگوں کی مجبوری حالت کی اصلاح ہوگی؛ اور جو ذریعہ ہر قسم کے اُنکو حاصل ہوں انکی تقسیم زیادہ خوبی اور انصاف سے ہوجائیگی۔ پس اب فرور کرنا چاہیئے کہ ایسے نزاعوں اور وعدوں کا منشاء اور نتیجہ کیا ہے؟

منشاء انکا یہ ہے کہ لوگوں کو خود اپنی طبیعت سے یہ جہلی یقین ہے، کہ سولائزشن کے دونوں اجزا یعنی معاشرت کی شکستگی اور اخلاق کی ترقی آپس میں بہت سا ارتباط اور اتصال رکھتے ہیں؛ اسی مابہی اور جہلی یقین جو وہ لوگ رجوع کرتے ہیں، جو شایستگی کی دونوں قسموں مذکورہ میں سے کسی ایک قسم کی تائید یا مخالفت کرتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں، کہ اگر ہم لوگوں کو یہ یقین کراسکیں کہ معاشرت کی اصلاح انکی باطنی ترقی کو مضر ہوگی، تو جو انقلاب مجبوعہ عام پڑ اُپر کر دیا ہو اس کے ضعیف کرنے اور گور دینے میں کامیاب ہوں گے۔ پورخلاف اس کے جب ہم وعدہ کریں کہ مجبوری حالت کی اصلاح لوگوں کی جداگانہ اور ذاتی تہذیب سے ہی جارجیگی، تو ظاہر ہے کہ ایسے وعدوں کا اعتبار کیا جاتا ہے؛ دراز اسوجہ سے یہ تدبیر کامیابی کے ساتھ عمل میں آتی ہے؛ پس

اسی نتیجہ کا تجربہ ہوا ہے۔ جب انسان کے اخلاق میں کڑی تبدیلی واقع ہوتی ہے، یعنی یہ نسبت سابق کے اُس کو کسی خیال یا قوت یا خوبی کا علم زیادہ حاصل ہوتا ہے، اور اُس کے سبب سے خاص اُس کی ذاتی ترقی ہوتی ہے، تو خیال کرنا چاہیئے کہ اُس وقت اور اُس کے ساتھ اُس کو کیا خواہش اور کیا حاجت پیدا ہوتی ہے؟ وہ اُس وقت یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے نئے خیال کو تمام لوگوں پر ظاہر کروں اور اپنے خیالات کا بیرونی طور سے اظہار آؤں۔ جو یہ کسی شخص کو کڑی بات حاصل ہوتی ہے، اور اُس کو اپنی ذات کی نسبت کسی نئی ترقی کا یقین ہوتا ہے، اور اُس کی ذات کو زیادہ قدر و منزلت حاصل ہوتی ہے، تو اس نئی تصدیق کے قبضہ کا خیال باندھتا ہے، یعنی اپنے آپ کو اُس عمدہ ذریعہ کا قابض سمجھتا ہے، اور اپنی طبیعت کے مقتضا اور تحریک باطنی کے سبب سے وہ اس بات کی خواہش کرنے پر مجبور ہوتا ہے، کہ اُس تبدیلی اور اصلاح کو، جو خاص اُس کی ذات میں ہو رہی ہے، اور لوگوں پر وسعت دے۔

اسی دلی خواہش اور باطنی جوش کے سبب سے دنیا میں بڑے بڑے اصلاح اور تہذیب کرنے والے پیدا ہوئے ہیں، یعنی وہ مالی و ملک اور جنہوں نے خود اپنی ذات کو بدل کر دوسرے زمین کی تعمیر کو بدل ڈالا، اور اسی ضرورت اور باطنی خواہش کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنی راہ پر ثابت قدم اور آگے کو بڑھتے رہے۔ اب اس قدر حال اُس تبدیلی کا جو انسان کے باطن میں ہوتی ہے، بیان کر کے دوسری قسم کی تبدیلی پر توجہ کی جاتی ہے۔ جب کڑی انقلاب خلقت کی مجسمہ حال میں ہوتا ہے، اور اُس کے سبب سے اُس حالت کا نظم و نسق اچھی طرح پر ہوجاتا ہے، اور مال و دولت اور حقوق کی تقسیم لوگوں میں زیادہ انصاف سے ہوجاتی ہے، یعنی دنیا کی صورت زیادہ صاف اور خوشنما ہوجاتی ہے، اور ملک کے حاکموں کی کارروائی اور لوگوں کا آپس کے معاملات میں عمل درآمد زیادہ توہین انصاف اور مردت کے ساتھ ہوجاتا ہے، تو کیا ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ دنیا کی ایسی ترقی یا نئے حالت اور بیرونی حالات کی ایسی اصلاح کا اثر انسان کی باطنی حالت یعنی انسانیت پر لڑ کر نہیں پڑتا؟ واضح ہو کہ جو کچھ قدر و منزلت مثالوں اور تھریوں اور رسم و رواج اور عمدہ نمونوں کو حاصل ہے، اُس کی بنیاد صرف اسی اثر پر قائم ہے، اور ہر بیرونی اور خارجی واقعہ، جس کا نظم و نسق اچھی طرح پر ہوا ہو، ہمیشہ اُس قسم کے اور اُس قدر و منزلت والے اندرونی اور باطنی واقعہ کا باعث ہوتا ہے، جو دیر میں ہو یا جلد، ناقص ہو یا کامل۔ پس جبکہ خلقت کی مجسمہ حال کا انتظام اچھی طرح پر ہو، اور دنیا زیادہ تو انصاف پسند ہوجاے، تو

ہر ایک انسان کو اپنی طبیعت اور عقل کی گراہی سے اس بات کا یقین ہے، کہ شایستگی کی تبدیلیوں ایک دوسرے سے متعلق اور باہم مضار و مفید ہیں، اور ایک کے ذریعہ سے دوسری پیدا ہوتی ہے۔

دوسرے، اگر ہم دنیا کی تاریخ پر توجہ کریں، تو یہی نتیجہ اُس سے بھی پتہ چلتا ہے؛ اور معلوم ہوتا ہے کہ تمام بڑی بڑی ترقیاں باطنی انسان کی مجسمہ حال کے خلایق کو مفید ہوتی ہیں؛ دوسروں واقعات منکرہ میں سے ایک نہ ایک غلبہ پر اور بڑے اثر کے ساتھ ظاہر ہوتا ہوا، اور جو ترقی ہوتی ہے اُس پر اپنی خاص علامت کا نقش قائم کرتا ہوا پایا جائیگا۔ بعض اوقات ایک واقعہ کے ظہور سے بہت مدت دراز میں ہزارہا مزاممتوں اور انقلابوں کے بعد دوسرا واقعہ ظاہر ہو کر اُس شایستگی کو پورا کرتا ہے، جو پہلے واقعہ کے ذریعہ سے شروع ہوتی ہے؛ لیکن اگر اُنکی بشوہی تحقیقات کی جارہی ہے، تو باہمی تعلق اُنکا جلد دریافت ہوجائیگا۔ قدرت کے کاموں کی رفتار تک حدود میں مضبوط نہیں ہوتی ہے؛ وہ اس بات کے پابند اور اُس پر مجبور نہیں ہوتے کہ جو اصل دل قائم ہوا تھا، آج اُس کے نتیجہ کی پیروی کرے؛ بلکہ قدرت کے کاموں کے نتیجے ایک عرصہ واجب کے گزرنے کے بعد اپنے وقت معین پر، شاید سیکنڈوں برس کے بعد، ظاہر ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ دلائل جن کے بموجب قدرت کے کام انجام دیتے ہیں ہم کو صاف صاف معلوم نہیں، لیکن معلوم ہونے کی وجہ سے اُس کے اصول کچھ کم صحیح اور کم مضبوط نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک وقت کچھ ہستی نہیں رکھتا۔ وقت کے اندر سے قدرت اس طرح گذر جاتی ہے جیسے + ہر دم شاعر کے دیرتاز غلے میں سے، اور بہت سے زمانوں کے گزرنے پر قدرت کی رفتار کا ایک قدم پورا ہوتا ہے۔ خیال کرنا چاہیئے کہ جب مذہب، عیسائی نے مجمع خلایق کے باہمی تعلقات اور معاشرت کی اصلاح میں بڑا اور اچھا اثر پیدا کیا، تو اُس سے پیشتر گنگائی، صدائیں گونج گئیں، اور کیسے کیسے بے انتہا واقعات ہر دم میں آئے، مگر باوجود اس کے مذہب عیسائی کی تاثیر اور کامیابی میں مدد کے گزر جانے سے کچھ فرق نہیں ہوا +۔

تیسرے، اگر ہم تاریخ سے قطع نظر کر کے اُن دوسروں واقعات کی ملاحظہ کر تحقیق کریں جن سے شایستگی مرکب ہے، تو یہی ہم کو بلاشبہ یہی نتیجہ حاصل ہوگا۔ ہر شخص کو اپنی خاص حالت سے

+ ہر دم پرانے قدیم کا ناپید مالی طبع شاعر تھا اُس کی ذہانت اور تازگی خیالی کی آج تک تمام اہل یورپ بڑے جوش و خروش کے ساتھ تعریف کرتے ہیں۔

+ مذہب اسلام کا عمدہ اور بڑا اثر ایسا سست اور ناقص نہیں

ہا ہم اپنے مہجمنوں کے رہکر اپنی اوقات گزار دے اور اُس کی ذات بالکل صحیح خلائق کے کلم آوے، یا اُس کی ذات میں کوئی اور ایسی چیز بھی موجود ہے جو اُس کی دنیاوی زندگی سے بہتر اور افضل ہے؟

اس سوال کو ایک نامی شخص رابر کولر صاحب نے جنکی درستی کا نظر منجھکر حاصل ہے، اور جو ایسے جلسوں سے جیسا کہ ہمارا جلسہ ہی ترقی کر کے زیادہ قوی اور عطا کاک جلسوں میں اول درجہ پر پہنچے ہیں، اور جنکی گفتگو کا اثر اُن کے تمام سامعین کے دلوں پر ہے، اپنے علم و یقین کے موافق اپنی اُس گفتگو میں حل کیا ہے، جو اُنہوں نے مسودہ قانون تدارک دزدی مال کوچا کے باب میں کی ہے، چنانچہ اُن کی اُس گفتگو میں یہ قدر ترقی ہے کہ انسان خالق کے گروہوں میں پیدا ہوتے اور مرتے ہیں، اور اُن کے مقدر اُس سے انجام پاتے ہیں؛ مگر اُن گروہوں میں انسان کی بالکل ذات داخل اور شامل نہیں ہے؛ ملاوہ اُس توجہ کے جو انسان مجہومی حالت یعنی دنیا پر صرف کرتا ہے، اُسکی ذات کا نہایت عمدہ حصہ یعنی وہ اعلیٰ درجہ کے قول، جنکے ذریعہ سے وہ خدا تعالیٰ تک رسائی حاصل کرتا ہے، اور حیات آخرت اور عالم غیر محسوس کی ایسی غریبی جو بیان میں نہیں آ سکتی حاصل کرتا ہے، اُس کے پاس باقی رہتے ہیں؛ انسان کا وجود مخصوص بالذات امتیاز اور تصدیق کے قابل اور غیر فانی ہے، اور مقدر اُس کا حکموں یا خالق کے گروہوں کے انجام سے مختلف ہے۔

میں اس پر کچھ اپنی طرف سے زیادہ کرنا ضرور نہیں سمجھتا، اور خاص اس امر کی بھک منجھو منظور نہیں ہے، اس لیے صرف اُس کے بیان کردینے پر اکتفا کرتا ہوں۔ شایستگی کی تاریخ میں اُس کا ظہور موجود ہے، یعنی جب تاریخ شایستگی پوری ہو جاتی ہے اور ہماری موجودہ زندگی کی نسبت کچھ زیادہ کھنڈا پائی نہیں رہتا، تو ضرور انسان اپنے دل سے پرجھتا ہے کہ آیا اب کوئی چیز اُس کی توجہ کے قابل رہی ہے یا نہیں، اور وہ سب چیزوں کے انجام پر پہنچ گیا یا نہیں؟ پس یہ امر تمام اُن امور میں سے نہایت عالی مغز اور آخر ہے، جس کی طرف تاریخ شایستگی ہم کو مایل کر سکتی ہے؛ اس مقام پر اس امر کے صرف مرتبہ اور درجہ کا ذکر کر دینا کافی ہے۔

† اس جلسہ سے عام جلسہ مراد ہے جو آپس میں لڑک جہج ہو کر نچ کے طرز پر کرتے ہیں۔

† اس جلسہ سے ملکی جلسہ مراد ہے جو بہ نسبت عام جلسوں کے زیادہ قوی اور پر عطا ہوتا ہے۔

اُس کے سبب ہے انسان کی ذاتی حالت بھی زیادہ درست اور مہذب ورجاریگی۔ جس طرح پر کہ خارجی حالت بذریعہ باطنی حالت کے اصلاح پاتی ہے، اسی طرح باطنی حالت کو خارجی حالت سے تہذیب ہوتی ہے؛ دونوں اجزاء شایستگی ایک دوسرے سے بہت سا اختلاط اور تعلق رکھتے ہیں؛ ہر چند کہ سینکڑوں برس اور ہر قسم کے موانع اُن کے درمیان میں حائل ہوتے ہیں، اور ممکن ہے کہ اُن کے باہم وصل اور اختلاط ہونے کے لیے اُن کی ہزار ضرورتیں بدلتی ہوں، مگر جلد یا دیر میں اختلاط اُن کا ضرور ہوجاتا ہے؛ اُن کی اصلیت اور عام تاریخ اور انسانوں کے دلی یقین تینوں کا یہی نتیجہ اور مقصد ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ اگرچہ میں نے اس مضمون یعنی واقعہ شایستگی کی تعریف میں کامل اور کافی گفتگو نہیں کی ہے، مگر مقتصر طرز پر جہاں تک بطور کامل تاریخ اُس کے وجود کی ممکن تھی ہے، غرضکہ اُس کی حدیں قدیم ہو گئیں، اور جو بڑے بڑے اُمور اُس کی بیخ و بنیاد ہیں، اور شایستگی کے باب میں توجہ کے قابل ہیں، اُن کو بیان کر دیتا ہوں۔ اسی قدر کافی ہوتا، لیکن ایک اور امر پر گفتگو کرنے سے، جو اس موقع پر میرے خیال میں آتا ہے، میں در گذر نہیں کر سکتا۔ وہ امر تاریخ اُنہ امور میں سے نہیں ہے، بلکہ ایسے امور قیاسی میں سے ہے، جنکا ایک سرا تو انسان کے اختیار میں ہوتا ہے، اور دوسرا سرا اُس کی رسائی سے ہمیشہ باہر رہتا ہے؛ اُن کی پوری کیفیت اور اندازہ اُس کو معلوم نہیں ہو سکتا؛ صرف ایک ہی پہلو پر انسان کی نظر پہنچ سکتی ہے؛ مگر باوجود اس کے وہ اصلی اور واقعی ہیں اور ہماری توجہ کے مستحق ہیں، کیونکہ پورٹلاف ہماری مرضی کے ہمیشہ ہمارے سامنے موجود رہتے ہیں۔ اب دریافت کرنا چاہیے کہ دونوں قسم کی تہذیب اور اصلاح مذکورہ میں سے، جسے واقعہ شایستگی مرکب ہے، یعنی خلق کی مجہومی حالت کی ترقی، اور انسان کی جداگانہ ذاتی حالت یعنی انسانیت کی تہذیب میں سے، کون سی قسم اصل مقصود اور نتیجہ ہے، اور کون سی اُس مقصود کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے؟ آیا انسان اپنی ذات اور قوام اور خیالات کی ترقی اس فرض سے کرتا ہے، کہ انسانوں کی مجہومی حالت یعنی تمدن اور معاشرت کی تکمیل اور دنیاوی تعلقات کی اصلاح ہووے، یا خلقت کی مجہومی حالت کی اصلاح اور ترقی اس مراد سے کی جاتی ہے کہ اُس سے انسان کی ذات اور قوام اور خیالات کی شگفتگی ہو؛ یعنی خلقت کی مجہومی حالت ہر ایک انسان کی جداگانہ ذاتی حالت کے کام آوے، یا انسان کی جداگانہ ذاتی حالت سے خلقت کی مجہومی حالت کو امداد پہنچے؟ ہمیشہ اس سوال کے جواب پر یہ بات مہمصر رہتی ہے کہ آیا انسان کی علت غائی صرف یہی ہے کہ

میں سمجھتا ہوں کہ جب میں اس واقعہ کی کسی قدر تاریخ بیان کر دیتا ہوں تو یقین کے ساتھ دریافت ہوگا کہ شایستگی ہنوز کم سن ہی یعنی تھوڑے ہی عرصہ سے اُس کا وجود قائم ہوا ہے اور دنیا کی تمام رفتار کا حال ابھی تک ہمارے انداز اور قیاس میں نہیں آیا ہے۔ بے شک ابھی انسان کی فہم و فراست اُس درجہ سے بہت بعید ہے، جس پر اُس کا پہنچنا ممکن معلوم ہوتا ہے؛ اپنے انجام تک کے تمام زمانہ کی ماحیت ہماری سمجھ میں آتی دشوار ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے دل میں "فرز اور نکر کر کے اُس غایت درجہ کی زفا اور فلاح کا نقشہ اور تصور پاندھے" جو اُس کے خیال اور توقع میں ہو، اور پھر اُس تصور کو دنیا کی واقعی موجودہ حالت سے مقابلہ کرے، تو اُس کو یقین ہو جاوے گا کہ لوگوں کی مجبوری حالت اور شایستگی کی بنیاد تھوڑے عرصہ سے قائم ہوئی ہے، اور جس قدر راہ ہٹنے ملے گی وہ، یہ قابلہ اُس راہ کے جو ہنوز مانے ہوئی پائی ہے، نہایت قلیل اور خفیف ہے؛ مگر اس سے اُس سرور میں کچھ کمی نہیں ہو سکتی ہے جو ہمہ گیر اپنی واقعی حالت کے سرچشمہ اور سمجھنے سے حاصل ہو۔

جو کہ میں تاریخ شایستگی یورپ کے بڑے بڑے واقعات پر پندرہ سو برس گذشتہ کی بابت تمہارے روبرو بیان کرنا چاہتا ہوں، اُن سے تم کو دریافت ہوگا کہ اب تک انسان کی حالت کتنے صرف پلٹاؤ حالات خارجی یعنی تمدن اور معاشرت کے، بلکہ حالات باطنی یعنی قلبی اور روحی کے امتیاز سے بھی کس قدر جفا کشی اور آفتوں میں مبتلا رہی ہے۔ اُس تمام زمانہ میں انسان کی طبیعت کو اُسی قدر سختی اور مصیبت گزارا کرینی پڑی ہے، جس قدر کہ انسانوں کے مجبوری کو، اور معلوم ہوگا کہ شاید اول ہی مرتبہ انسان کی ذات ایسی حالت کو زمانہ حال میں پہنچتی ہے جو موجود ہے؛ مگر ابھی تک وہ بہت ناقص اور نا کمال ہے، لیکن ایسی ہی کہ اُس میں کچھ امن و امان اور صلح اور اتفاق پایا جاتا ہے۔ یہی حال خلقت کی مجبوری حالت کا بھی ہے، چنانچہ اُس کو بھی بہت ترقی حاصل ہوئی ہے، اور انسانوں کی حالت زمانہ حیات کی نسبت آسودہ اور قریب انصاف ہے۔ جب کہ ہم اپنے بزرگوں کے حال پر نظر ڈالیں تو لہو کرپٹس شام کے اُن اشعار کو اپنی حالت سے منسوب کر سکتے ہیں، جن کا مقصود یہ ہے کہ ایک بڑے مارغان میں سمندر کے کنارے پر کسی مقام محفوظ سے ایسے جہازوں کو خطرہ میں دیکھنا، جو مارغان غضب خاک اور ہارے مارلف کے پنجے پلا جہاں مہلت ہو گئے ہوں، خوشنما ہے۔

جو کچھ بیان کیا، اُس سے ظاہر ہے کہ شایستگی کی تاریخ جو طریقوں اور ضرورتوں سے بیان ہو سکتی ہے، اُس کے دو مشابہ ہیں: ایک تو یہ کہ مورخ کسی قوم کی اندرونی اور باطنی حالت پر کبھی معصرہ زمانہ کے اندر اپنی ترجمہ مصروف کر سکتا ہے؛ دوسرے اُس قوم کی بیرونی اور خارجی حالت سے بحث کر سکتا ہے، یعنی جو واقعات اور تبدیلیاں اور انقلاب انسان کی ذات میں ہوئے ہیں، اُن کے حالات لکھے، اور اُسکو ختم کر کے اُس قوم کی مجبوری حالت اُسی زمانہ کی بیان کرے؛ خواہ اس کے برعکس عمل کرے، یعنی انسان کی ذات پر توجہ کرنے کے بدلے وہ دنیا کے حالات کو اپنا مضامین بنائے، اور انسان کے خیالوں اور راہوں کے انقلابوں کے بیان کرنے کے بجائے وہ انسان کی خارجی حالت یعنی لوگوں کی مجبوری حالت کی تبدیلیوں اور واقعات کو اپنا مد نظر قرار دے۔ یہ درجن حصے اور شایستگی کی تاریخیں آپس میں بہت سا اتصال اور اختلاط رکھتی ہیں، بلکہ درجنوں کو ایک دوسرے کا منس اور شیعہ تصور کرنا چاہیئے؛ مگر باوجود اسکے وہ ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہیں؛ خصوصاً آغاز بیان میں تو آنکر اس نظر سے جدا کرنا لازم ہے کہ ہر ایک حصہ کا مفصل اور صاف بیان ہو سکے۔ میرا یہ ارادہ نہیں ہے کہ انسان کی ذاتی اور قلبی شایستگی کی تاریخ پر تمہارے روبرو کچھ گفتگو کروں، بلکہ خارجی واقعات یعنی لوگوں کے باہمی تعلقات اور معاشرت کے واقعات معصومہ کی تاریخ پر توجہ دینا منظور ہے۔ البتہ میری یہ خواہش تھی کہ تمام واقعہ شایستگی کی کیفیت، جیسی رسمت اور پیچیدگی کے ساتھ میرے خیال میں ہے، آپ صاحبوں کے روبرو بیان کرتا، اور تمام بڑے بڑے امور جو شایستگی سے متعلق ہیں ظاہر کرتا؛ مگر بالکل میں اپنی تحقیق کے میدان کو تک اور محدود رکھ کر صرف لوگوں کی مجبوری حالت اور معاشرت کی تحقیق اور تاریخ پر اکتفا کرتا ہوں۔

میں اس تاریخ کا آغاز اس طرح پر کرتا کہ یورپ کی شایستگی کے اجزا کا بیان اُنکی ابتدائی پیدائش سے یعنی زوال سلطنت روم قدیم سے کرتا؛ اور لوگوں کی مجبوری حالت کا جو کچھ حال اُس سلطنت کی مشہور و معروف تباہی اور خرابی کے وقت میں تھا، اُسکو مطرح کرتا۔ مجبوری شایستگی مذکور کے اجزا کو از سر نو شگفتہ کرنا منظور نہیں ہے؛ اُنکا فراہم اور جمع کر دینا مقصود ہے؛ اور پندرہ سو برس میں جو اُس وقت سے اب تک گزرے ہیں شایستگی مذکور کو جو کچھ نشر و نما اور شگفتگی ہوئی ہے، اُس کو مسلسل بیان کر دیتا ہوں۔

رہتے تھے؟ اور ہم اس زمانہ کے لوگ اپنی حالت پر قانع ہیں۔ پس ہمکو چاہیئے کہ کسی ایسی بیہودہ خواہش میں جس کے حاصل ہونے کا ابھی وقت نہ آیا ہو، دل لگا کر خطرہ میں نہ پڑیں۔ بہت سا بچہ ہمکو ملتا ہوا ہے، اور بہت ہی کچھ اُسکا مراضہ ہم سے طلب کیا جا رہا ہے؛ آئندہ زمانہ کے لوگ ہم سے ہماری کارروائی اور اُسکے نتیجوں کے حساب کا سبقت مواخذہ کریں گے؛ اب حکام اور رعایا سب ہی نسبت مباحثہ اور تحقیق کا عمل میں آنا چاہیں اور ضروری قرار پایا ہے؟ اور سب کے سب مواخذہ دار ہیں۔ پس ہمکو چاہیئے کہ اپنی شایستگی کے اصول کی استقلال اور ایمانداری سے ہمیشہ پیروی کرتے رہیں، اور اُن سے تعارض نہ کریں؛ وہ اصول یہ ہیں - انصاف - قانون کے بموجب عمل درآمد - اپنی مام کارروائی اور انعام کا مستحق ہونا، کردار اور گفتار کی آزادی - یہ بات ہمکو ہرگز نہیں بھولنی چاہیئے کہ جب ہم یہ چاہتے ہیں، اور ہمارا چاہنا معقول ہے، تو تمام معاملات ہم پر ظاہر کیئے جاویں اور ہم اُن پر بھروسہ و مباحثہ کرنے کے مجاز ہوں، تو اُسی کے ساتھ ہماری کارروائی پر بھی دنیا کی نظر لگی ہوئی ہے، اور اپنی باری کے وقت ہماری کارروائی پر بھی مباحثہ ہوگا، اور لوگ اُسکی خوب چھان بین کریں گے۔

راقم

ایف گیزٹ بڑبان فراڈس

مترجمہ

ولیم ہیڈلسک بڑبان انگریزی

لکچر

نمبر ۲

مانسپور ایف گیزٹ صاحب فرائس سیمسی کا

سولزیشن پر

اے صاحبوں

جو کہ مجھکو توڑی سی جگہ میں مضطر کر کے بہت سا مقصود لکھنا منظور ہے، اسلئے میرے لکچروں میں پارچہ اس ارادہ کے کچھ طوالت ہو جا رہی ہے؛ اور اس اختصار کے ارادہ کے سبب سے ایک اور مشکل پیش آ رہی ہے، یعنی بعض اوقات مجھکو ایسی باتیں بیان کرنی پڑیں گی جنکا ثبوت اُسی وقت نہ دے سکتا؛ اور ایسے ایسے خیالات اور امور پیش آ رہیں گے جنکی تصدیق آئندہ کسی مرتع پر ملتی ہوگی جا رہی ہے؛ پس مجھکو امید ہے کہ آپ صاحب ہم سے وقت صرف میرے قریل ہی کا ضرورت اعتبار کریں گے۔

اور بشیر کچھ بہت سی شے کے ہم اپنی حالت سے ہوس کے اُن اشعار کو مسترد کر سکتے ہیں جن کا مقصود یہ ہے، کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم اپنے پیشانیوں کی بہ نسبت بہت بہتر حالت میں ہیں۔ مگر ہمکو غافل نہ ہونا چاہیئے اور اپنے عیش و عشرت اور اصلاح و خوبی پر پھولنا نہ چاہیئے، ورنہ ہم در بڑے خسروں یعنی شعی اور کالہی میں مبتلا ہو جا رہیں گے، اور اپنی طبیعت کی قوت اور کامیابی اور روشن ضمیری پر اعتماد بیجا کرنے لگیں گے، اور عیش و آرام کی حالت سے ضعیف اور غراب ہو کر، طرح طرح کی آفتوں میں مبتلا ہو گئے۔ مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ اب ہم ایسی غیر مستقل حالت کو قبول کرتے جاتے ہیں، کہ کبھی تو اپنی حالت کی نہایت خفیف وجوہات سے فزاد و شکایت کرنے لگتے ہیں، اور کبھی بالکل بلا وجہ قانع اور رضامند ہو جاتے ہیں۔ ہماری طبیعت میں بڑی صلاحیت اور متواتر خواہش اور بے انتہا بلند نظری ہمارے خیال اور دل میں ہمیشہ رہتی ہے؛ مگر جب ہم اپنی زندگی کے متعلق کوئی کام کرنا ہوتا ہے، اور اُس میں کچھ دقت اور جانکاهی اور خچ کرنا پڑتا ہے، اور اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں سعی و کوشش کرنی ہم پر واجب ہوتی ہے، تو ہمارے ہاتھ کالہی سے بغلوں کی جانب جاتے ہیں، اور ہم اپنے مقصد کو اُسی طرح کی آسانی اور سہل انکاری سے مایوس ہو کر چھوڑ دیتے ہیں، جس طرح کہ بے خبری اور اضطرابی سے پہلے اُس کی تحصیل کی خواہش ظاہر کرتے ہیں۔ پس ہمکو ہوشیار ہونا لازم ہے تاکہ ہم تباہتوں میں نہ پڑیں؛ ہمکر ارادہ کرنے سے پہلے اپنی قوت اور فہم و فراست اور علم کا واجبہ تضمینہ کر لیں، کی عادت کرنی چاہیئے، اور جو شے ہمکو اپنے نزدیک، بطور جائز اور انصافاً اور نہایت درستی اور اُن کاموں کے مراعات کے ساتھ جن پر ہماری شایستگی کی بنیاد قائم ہے حاصل ہو سکے، اُس کا ارادہ نہیں کرنا چاہیئے۔ کبھی کبھی ہم ایسے اصول اور طریقہ اختیار کرتے ہیں جن پر ہمیشہ خرد امتراض کرتے ہیں اور اُن سے نفرت رکھتے ہیں؛ یعنی وہ طریقہ جنکو وحشت کے زمانہ میں یورپ کے قوی اور زیر دست آدمی اپنا حق سمجھتے تھے، یعنی جانوروں کے سے زور و زبردستی اور کھوپا ہونے درخ کر رہی ہے اپنا کام نکالتے تھے۔ یہ طریقہ چار پانچ سو برس پیشتر بیشک روز مرہ کی عمل درآمد میں تھا؛ لیکن جب ہم ایسی نامعقول خواہش کو ایک لحظہ بھی گوارا کرتے ہیں، تو پھر ہمارے اندر نہ تو وہ استقلال نہ وہ وحشیانہ دل، قوت، جیسے کہ اُس زمانہ کے لوگوں میں تھی، پائی جاتی ہے۔ اُن لوگوں کی حالت رنج اور سختی سے بھری ہوئی تھی، اسی وجہ سے وہ اُس سے نصابت پانے کے لیئے ہمیشہ بضرورت (امداد سعی اور کوشش اور جانفشانی کے

کسی قصہ قدیم قوم کا غالبہ۔ جہاں کہیں یہی اصول غالب ہوتا ہے وہاں صرف زور اور زبردستی پر لوگوں کے قوانین اور رسم و رواج کی بنیاد قائم ہوتی ہے، اور اگر کہیں مجسمہ معنی حالت غالب کی جمہوری اصول پر قائم ہوتی ہے: چنانچہ جو جمہوری سلطنتیں سرداروں اور تاجروں کے ذریعہ سے ایشیائہ کوچک اور شام اور افریقیہ اور نیشیہ میں قائم ہوئیں، وہ اسی اصول غالب کے بموجب قائم ہوئیں۔ فرض کہ جب ہم زمانہ قدیم کی شایستگیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو دریافت ہوتا ہے کہ اُس زمانہ کی رسم و رواج اور قاعدے اور جلسہ اور خیالات اور اطوار سب میں ایک متعین قسم کی یک رنگی اور وحدت موجود ہے: اور ایک قوت واحد اور غالب تمام حالات پر حاوی اور اُن میں دغیل پائی جاتی ہے۔

ہماری یہی مراد تہیں ہے کہ ممالک مذکورہ کی شایستگی کا ہمیشہ ایک ہی اصول اور عاریتہ رہا۔ جب کہ ہم اُن ملکوں کی زیادہ تو قدیم تاریخ کو دیکھتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ جب خلقت کے کسی گروہ میں تمام مختلف ظاہر اور شکستہ ہوئے، یعنی مختلف قوت والے پیدا ہوئے، تو اُن کی کوشش شاہنشاہی کے حاصل کرنے یعنی سب پر غالب رہنے کے لیے ہوتی: چنانچہ مصریوں اور یونانیوں وغیرہ میں سپاہیوں اور بہادریوں کے گروہ نے کاهنوں اور پوجاریوں کے فرقہ سے لڑائی اور مقابلہ کیا: اور اور مقاموں میں غلبہ اور تفرقہ کے مدد و معاون لوگ اُن لوگوں کے مخالف رہے، جو بلا قید ذات اور فرقہ کے عام میل جول کے حامی اور مددگار تھے: اور جو لوگ کسی ملک کی حکومت میں امرا اور معابد کا غالبہ چاہتے تھے، وہ جمہوری حکومت کے قواعد اور عام پسند خیالات سے نا اتفاقی کرتے رہے: مگر یہی مختلف اور مقابلہ ایسے زمانوں میں ہوا ہے جن کی تاریخ موجود نہیں ہے: اس لیے اُن کی یادگار نہایت خفیف اور عام طور پر پتی رہی ہے۔

یہی مختلف قوتوں کی امورات زندگی میں بھی بعض اوقات ظاہر ہوتی ہے، مگر ہمیشہ جلد ختم ہو جاتی ہے: یعنی منجملہ اُن قوتوں (یعنی صاحب قوتوں) کے، جو غالبہ پاتے ہیں، کوئی ایشیائہ کوچک اور شام کا ملک عرب کے شمال میں واقع ہے اور سلطنت عثمانیہ یعنی سلطان روم کے قبضہ میں ہے: اور نیشیہ افریقیہ میں واقع تھا: اب یہی نام اُس کا نہیں رہا: یہی کوئی حصہ مغربی افریقہ کا بھر قلم کے ساحل پر ہے جو زمانہ قدیم میں نیشیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا: اور اُس کا دارالسلطنت شہر کارتاج تھا: اسی کارتاج اور روم قدیم کے باہم مدت تک لڑائیاں رہیں تھیں اور افریقیہ کوئی جزیرہ اُسی پھر قلم میں واقع ہے۔

پہلے لکچر میں مینے واقعہ شایستگی کی توضیح عام طور پر بغیر تذکرہ کسی خاص شایستگی، اور بلا لحاظ کسی وقت اور مقام کے، کی ہے: یعنی صرف نفس وائتہ شایستگی پر متعین حکیمانہ طور پر گفتگو کی ہے، اور اب میں تاریخ سولزیشن یعنی شایستگی یورپ پر گفتگو کرتا ہوں۔ لیکن اُس کا خاص بیان کرنے سے پہلے آپ صاحبوں کو اُس کی خاص علامتوں سے واقف اور آگاہ کرنا چاہتا ہوں: اور اُس کا ایسا صاف اور روشن امتیاز قائم کیا چاہتا ہوں کہ وہ تمام دیگر شایستگیوں سے، جو دنیا کے مختلف مقاموں میں ظاہر ہوئی ہیں، بالکل غیر اور علیحدہ ثابت ہو جاوے: فرض کہ میں اپنے اس ارادہ کی مبادرت کرتا ہوں، اور اچھی طرح تکمیل اُس کی صرف اُس وقت متصور ہوگی، جب کہ میں یورپ کے لوگوں کی مجسمہ معنی حالت کی کیفیت ایسی ٹھیک ٹھیک بیان کر سکوں گا، جس سے اُسکی شناخت اور اُس کا امتیاز ایسا ہو جاوے کہ اُس کی تصویر تمہارے آگے موجود ہے۔

جب ہم اُن شاہ-تنگیوں پر، جو یورپ کے زمانہ حال کی شایستگی سے پہلے ایشیا میں یا دنیا کے اور حصوں میں ظاہر ہوئیں، جنہیں یونان اور روم قدیم کی شایستگی کی بھی دھل داغ سمجھنا چاہیے، نظر ڈالتے ہیں، تو خواہ تصورات ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اُن شایستگیوں میں وحدت اور یک رنگی موجود ہے: اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب واقعہ واحد اور خیال مفرد سے ظہور میں آئیں: اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ خلقت کا تمام گروہ ایک ہی اصول غالب کا پایند رہا، اور اُسی سے اُس کی تمام رسم و رواج، اور جلسہ اور قاعدے، اور عقاید اور خیالات، فرض کہ ہر قسم کی ترقیاں ظہور میں آئیں — مثلاً ملک مصر میں اُس اصول کا غالب نے تمام مجمع خلایق پر اپنا اثر و دخل کیا، جسکے بموجب یہی یقین کیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں احکام اور قاعدے خاص خدا تعالیٰ کی طرف سے معاملات دنیوی کے انتظام کے واسطے نازل ہوئے ہیں: چنانچہ یہی مسئلہ شایستگی مصر کے رسم و رواج اور ہر قسم کی یادگاریوں کا اور حالات سے، جنکا کچھ بقیہ اب بھی موجود ہے، ظاہر ہوتا ہے۔ ہندوستان میں بھی یہی حال پایا جاتا ہے: وہاں بھی اب تک یہی مسئلہ بڑے زور و زور سے پھیل رہا ہے: اُسکے مقابلہ میں اور خیالات بہت کم ٹہرتے ہیں: اور مقامات دیگر میں دیگر اصول غالب، جسکے بموجب گروہ خلایق نے ترویج پائی ہو، پایا جاوے گا: مثلاً

† یہی وہ مسئلہ ہے، جسکا ذکر لکچر اول میں اُس مقام پر آیا ہے، جہاں شایستگی کے توضیح کے واسطے چند فرضی حالتیں قریبوں کی بیان کی ہیں: ملاحظہ کرو حالت فرضی دوم کو، ‡ اس لفظ میں کتابیں بھی داخل ہیں۔

کی جو یادگاریں اب یورپ میں تقسیم اور شایع ہوئیں، اُس سب میں ایجاد کا مارز و طریقہ ایک ہی پایا جاتا ہے، اور وہ سب واقعہ واحد کا نتیجہ اور خیال واحد کا مظہر معلوم ہوتے ہیں۔ مذہبی یا اخلاقی کتابیں اور تاریخانہ روایتیں، رزمیہ نظم کی تصنیفات وغیرہ اس سب میں ایک ہی علامت پائی جاتی ہے؛ اور عقل کے کاموں اور کتابوں میں بھی ویسی ہی سادگی اور یگانگتی ظاہر ہوتی ہے جیسی کہ واقعات اور رسم و رواج اور قاعدوں میں ہی، بلکہ خاص یونان میں جو انسان کی عقل کے خزانوں کا معجز تھا، مارم و فنون میں ایک عجیب یکنائی پائی جاتی ہے۔

زمانہ حال کی شایستگی کی کیفیت اس سے بالکل مختلف ہے؛ بغیر اس بات کے کہ اُس کا بیان مفہول کیا جاوے، اُس کے حالات پر صرف سرسری نظر ڈالنے سے غوراً معلوم ہو جائیگا، کہ وہ ایسے اصول پر مبنی ہے جو باوجود مختلف اور متفرق ہونے کے آپس میں کھلے ملے ہیں؛ تمام مختلف طریقے اور اصول جن سے لوگوں کی مجموعی حالت نے ترکیب پائی ہے، زمانہ حال کی شایستگی میں موجود ہیں؛ یعنی قرام دینی اور دنیوی اور اجزائے سلطنت شخصیت اور سلطنت جمہوری اور سلطنت نوعیت، اور وہ طریقہ انتظام دنیا کا جس کا مشرچ خدا تعالیٰ کو تسلیم کیا گیا ہے؛ غرض کہ ہر قسم کے انتظام اور طریقے تمدن اور معاشرت کے باہم مضارم ہیں؛ اور ایک دوسرے کے زور کو دبائے ہوئے ہیں۔ یورپ میں غایت درجہ کی آزادی اور بے انتہا حرکت اور شوکت اور قوت موجود ہے، اور یہ سب قوت مختلف ہمیشہ ایک دوسرے کے مخالف اور مقابل رہتے ہیں؛ مگر کسی ایک قوت کو دوسری قوتوں پر ایسا غلبہ نہیں ہوتا کہ یورپ کے سب لوگوں کی مجموعی حالت پر اُس کی تاثیر غالب ہو جاوے۔ قدیم زمانوں میں خلقت کے سارے گروہوں کا مارز اور طریقہ ایک ہی قسم کا معلوم ہوتا تھا؛ یعنی کبھی تو انتظام سلطنت شخصیت کا، اور کبھی وہ انتظام جو بذریعہ احکام الہی ہوتا ہے، اور کبھی انتظام جمہوری سلطنت کا، ایک وقت میں غالب اور راجع ہوتا تھا، اور کوئی دوسرا طریقہ انتظام دنیا کا اُس کے مقابلہ میں قائم نہیں رہ سکتا تھا؛ مگر اب اہل یورپ کی مجموعی حالتوں کی ترکیب اور ترتیب میں تمام طریقہ اور سارے ڈھنگ آپس میں ملے جلے اور مضارم پائے جاتے ہیں؛ یعنی خالص یا کچھ آمیزش کے ساتھ انتظام سلطنت شخصیت، اور انتظام بذریعہ احکام الہی، اور انتظام سلطنت جمہوری، اور تھوڑا بہت انتظام سلطنت نوعیت، سب کے سب رتق واحد میں پہلو پہلو دروازہ اور شکستہ ہو چکے ہیں؛ اور باوجود

قوت (یعنی صاحب قوت) شاہشاہی کے حصول میں کوشش اور تکرار کر کے اُس کو جلد حاصل کر لیتی ہے، اور مجموعہ خلایق پر بالکل قابض ہو جاتی ہے۔ لڑائی جھگڑد کا خاتمہ ہمیشہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ کوئی خاص اصول نہایت غایبہ حاصل کر لیتا ہے، گو وہ ایسا غالب نہیں ہو جاتا کہ دوسرے تمام اصولوں کو خارج کر دے؛ اور قوموں کی تاریخ میں مختلف اصولوں کا رتق واحد میں موجود ہونا اور باہم مخالفت و تھمنا اتفاق ہوتا ہے، یعنی بہت تھوڑے عرصہ تک رہتا ہے۔

نتیجہ اس تمام تقریر کا یہ ہے کہ انٹر زمانہ قدیم کے سولیزیشنوں یعنی شایستگیوں میں نہایت سادگی پائی گئی، اور اس سادگی سے مختلف نتیجے پیدا ہوئے؛ چنانچہ یونان میں بعض اوقات اصول معاشرت کی سادگی سے بہت بڑی قوتی اور نہایت جلد ہوئی، کہ کسی اور قوم نے ایسے تھوڑے عرصہ میں ایسی مددگی کے ساتھ اپنی ترقی نہیں کی؛ مگر اس حیرت انگیز ترقی کے بعد دستاً یونان کے قوام بالکل صرف اور ضائع ہو گئے؛ اور اُس کا زوال اگرچہ ایسی ہی شتابی سے نہیں، تاہم بہت جلد ہوا، جس سے تعجب آتا ہے۔ معاصر ایسا ہوتا ہے کہ یونان کی شایستگی کے اصول میں جو قوت ڈھنی یا قوت ایجاد تھی وہ جاتی نہیں رہی، اور اُس کی جگہ اور ترقی قوت قدیم نہیں رہتی۔

اور مقاموں میں، مثلاً مصر اور ہندوستان میں، اصول شایستگی کی یکنائی کا اثر اور طرح ہو رہا۔ وہاں لوگوں کی مجموعی حالت ایک درجہ خاص ہو قائم رہ گئی، یعنی اُس سے آگے نہیں بڑھی؛ اصول غالب کی سادگی سے تمام حالات اور معاملات میں ایسا طریقہ واحد پایا جاتا ہے، جس سے ملایمہ پڑمردہ ہوتی ہے؛ ملک ویزان اور برباد تو نہیں ہوا، مگر لوگوں کی مجموعی حالت کے رجحان کا یہ حال ہو گیا کہ اُس میں حس و حرکت نہ رہی، اور حرف کی مانند جم گیا۔

جو ظلم و ستم اصول اور قاعدوں کے نام سے مختلف صورتوں پر قدیم زمانہ کی شایستگیوں میں ظاہر ہوا، اُس کا سبب یہی قرار دے سکتے ہیں کہ مجموعہ خلایق صرف ایک ہی قوت کے اختیار اور قابو میں ہو گیا، اور اُس قوت نے کسی اور قوت کے وجود کو گوارا نہ کیا؛ جو قاعدہ اُس کے مخالف اور اُس سے مختلف ہوا، اُس کے مٹانے اور مٹانے کے لیے کوشش کی گئی؛ اصول غالب اور حاکم نے کسی مخالف قاعدے کے ظہور اور اجرا کو اپنے ساتھ روا نہ رکھا۔

شایستگی کی اس وحدت کا اثر علمی اور عقلی امور پر بھی ایسا ہی ہوا؛ چنانچہ سب اہل یورپ جانتے ہیں کہ ہندوستان کے مارم

پیش آرمی ۔ عمدہ اور سہمی اور استادی کے کاموں میں جس شی کو ہم صورت اور وجاہت پاکیزہ کہتے ہیں ، اور جس چیز کو تصنیف اور ایجاد کی خوبصورتی اور لطافت کہتے ہیں ، وہ اس صفائی اور سادگی اور یکتائی ہی جو کسی استادی کے کام میں ظاہر کی جاتی ہے ؛ مگر جب کہ رائیں اور خیالات نہایت مختلف اور رنگین ہوں ، جیسی کہ یورپ کی شایستگی میں پائی جاتی ہیں ، تو سادگی اور صفائی کا حاصل کرنا بہت دشوار معلوم ہوا ہے ۔

پس تمام اطراف و جوارب میں زمانہ حال کی شایستگی کی یہ بڑی علامت (یعنی متفرق اور مختلف ترقی یا اصول کا مضبوط اور مجتمع ہونا) ظاہر اور روشن ہے ۔ یہ نقصان البتہ اس میں ہے کہ جب ہم علم اور فن میں انسان کی طبیعت کی کسی خاص شکستگی اور ترقی جداگانہ پر توجہ کرتے ہیں ، تو اس کو زمانہ قدیم کی شایستگیوں میں کی اسی قسم کی ترقی سے اثر نمونہ پاتے ہیں ؛ مگر جب ہم کل مجموعہ شایستگی پر اہل نظر کرتے ہیں ، تو اس زمانہ کی یورپ کی شایستگی کو یہ نسبت ہو ایک زمانہ کی شایستگی کے بہت زرخیز اور مالا مال دیکھتے ہیں ؛ کیونکہ ایک ہی وقت میں اس میں بہت سی قسموں کی ترقیاں رونق پذیر ہوئی ہیں ؛ اور اگرچہ اس میں یورپ کی شایستگی کا رجحان پختہ ہو رہا ہے ، اور اب بھی اس کو برابر ترقی ہوتی جاتی ہے ۔ اگرچہ ترقی اس کی شاید ایسی تیزی سے نہیں ہوئی جیسی کہ یونان کی شایستگی کو ہوئی ، مگر اس کی ترقی ابھی مسدود اور ساکن نہیں ہوئی ہے ؛ اور جو بڑی راہ اس کو آئندہ ملی ترقی باقی ہے ، اس میں سے روز بروز کچھ نکچھ ملے ہوئی رہتی ہے ؛ بلکہ اس کی رفتار زیادہ تیز ہوتی جاتی ہے ؛ کیونکہ اس کی آزادی اور رفتار کی مزاہمتیں رائج ہوتی جاتی ہیں ۔ جب کہ اکثر اور شایستگیوں میں صرف ایک اصول یا طریقہ واحد رائج ہوتا ہے ، یا وہ اور طریقوں پر نہایت غلبہ حاصل کر کے ظلم و ستم کا ہامہ ہوجاتا ہے ، تو یورپ کے زمانہ حال کی شایستگی کے وہ مختلف اجزا ، جنسے خلقت کی مجموعہ حالت کے انتظام کی ترکیب قائم ہوئی ہے ، مضرب اور فریضہ اس آزادی کا ہیں جو آج کل یورپ میں پائی جاتی ہے ؛ اور اس شایستگی کے مختلف اجزا کے مضبوط ہونے سے یہ امر غیر ممکن ہے کہ ایک جزو اس کا دوسرے جزو کو خارج اور بے اثر کر دے ؛ اور جبکہ وہ اجزاء ایک دوسرے کو نیست و نابود نہیں کر سکتے ، تو اس سب کا یکجہاں موجود ہونا اور اس کے آپس میں ایک قسم کا ارتباط اور اتفاق ہونا ضروری ٹھہرا ۔ اسی اتفاق کی وجہ سے اس میں کا ہر ایک جزو اس قسم کی ترقی میں مصروف ہے جو اس کے حصہ میں آئی ہے ؛ اور اگر اور مقاموں

اپنے اختلاف اور رنگینی کوٹا کر کے ، اس میں ایسی مفاہمت اور باہمی تعلق پایا جاتا ہے جو صاف ظاہر ہے ۔

اہل یورپ کے خیالات اور رائیں میں بھی وہی اختلاف اور طرح طرح کی مضاف پائی جاتی ہے ؛ کیونکہ خلقت کے گروہوں کی مجموعہ حالت کی ترکیب میں مختلف طریقے انتظام دنیا کے رسم واحد میں موجود ، اور ایک دوسرے کے مخالف اور مقابل ہوکر ہر ایک کی قوت اور اثر کو محدود اور اس کی اصلاح کرتے رہتے ہیں ؛ پس متوسط زمانوں کی دلہانہ تشریروں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے ، کہ اس وقت میں کوئی ایسا خیال اور مسئلہ ظاہر نہیں ہوا کہ اس کے انتہائی نتیجے پیدا ہوئے ہوں ؛ بلکہ معلوم ہوگا کہ اختیار مطلق کے مدد و معاون اپنے مسئلہ کے انتہائی نتیجوں سے ملے اپنے علم اور ارادہ کے ذمہ باز آئے ؛ اور انہوں نے اپنے اس پاس ایسے خیالات اور تاثیروں کے وجود کو موجود پایا ، جنہوں نے مزاحمت کر کے ان کے ارادوں کو حد غایت پر نہیں پہنچنے دیا ۔ جمہوری طریقہ کے معاون بھی اسی قاعدہ کے پابند پائے جاویں گے ؛ فرض کہ ہر ایک جانب سے ایسی سینہ زری اور ہٹ اور ارادہ کے ٹھکانے اور اندھا دھندگی کے ساتھ ظاہر ٹھہرا ، جیسا کہ قدیم زمانوں کی شایستگیوں میں پایا جاتا ہے ؛ اور لوگوں کی رائیں اور خیالات میں بھی ایسا ہی اختلاف اور مقابلہ پایا جائیگا ؛ یعنی آزادی کا معقول انس ایسی طبیعت کے ساتھ موجود ہے ، جو اطاعت کی یہ آسانی صلاحیت رکھتی ہے ؛ اور ہر شخص کی دوسرے شخص کے ساتھ بڑی وفاداری ، اور اسی کے ساتھ اس غالب خواہش کا رجحان سب کے دلوں میں پایا جائیگا ، کہ ہر شخص اپنی مرضی کے موافق آزادانہ عمل کرے ، اور ہر طرح کی قید و بند کو اڑھارے ، اور اس طرح بے تکلف اوقات بسر کرے کہ گویا اس کو کسی کی کچھ پروا نہ ہو ؛ اور لوگوں کی ذاتی حالت پہلے جداگانہ طبیعتیں ہی ایسی ہی مختلف اور متحرک ہیں جیسے کہ مجموعہ حالت ہے ۔

زمانہ حال کے مامور کا یہی ایسا ہی حال ہے ۔ اس پر سب کو اتفاق ہے کہ خوبصورتی اور ظاہر کی مددگی اور رونق میں ہمارے مامور زمانہ قدیم کے مامور سے کمتر ہیں ؛ ایک لحاظ معین ہونے خیالات اور رائیں کے ہمارے مامور اس سے زیادہ زرخیز اور قوی ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسبت سابق کے انسان کی طبیعت بہت زیادہ امرو کی طرف پر انگیزتہ اور راجح ہوئی ، اور نہایت معین گہمی پیشہ کی ہے ؛ اسی وجہ سے ہمارے صورت کا نقص پیدا ہوا ہے ، کیونکہ جبکہ زیادہ شہرت اور تیرنگی کے ساتھ حالت اور لوازم ہونگے ، اس قدر ان کی سادہ اور خاص طرز ورش قائم ہونے میں زیادہ دشواری

ہی۔ معجزہ پرستیوں ہی کہ اُس کی حالت سے خصوصیت کی علامت اول ہی مرتبہ دور ہو کر، اُس کی گفتگوئی اور ترقی اُسی طرح اختلاف اور زرخیزی اور کوشش اور مستعدی کے ساتھ ہوئی ہی، جیسی کہ تمام دنیا کی حالت کی رنگ بڑنگی کیفیت کی ہوتی ہی۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یورپ کی ہائیسٹگی ازلی راجتی کے مقام اور قدرت کے میدان میں پھر بچھی ہی، اور اُس کی ترقی خدا تعالیٰ کے ارادوں کے بموجب رہتی ہی، اور اُس کی فوقیت اور برتری کا یہی بڑی سبب معقول معلوم ہوتا ہی۔

میں چاہتا ہوں کہ یہ مقدمہ اور خاص علامت یورپ کے سولائش یعنی شایستگی کی رات لکچر کے سنتے وقت برابر تمہاری آنکھوں کے روزِ روز اور تمہارے دلوں کے اندر موجود رہے؛ مثیلہ پالہمل اس علامت کو صرف ظاہر کر دیا ہی، ثبوت اس کا راتعات کی توضیح اور تشریح سے حاصل ہوگا۔ بارِ جود اس بات کے اگر اس علامت کے اسباب اور اجزاء، جو مثیلہ یورپ کی شایستگی سے منسوب کی ہی، اسی شایستگی کے ابتدائی حالات سے دریافت ہوویں، اور سولائش کی پیدائش کے وقت یعنی شہنشاہی روم قدیم کے زوال کے وقت میں اور دنیا کی عام حالہ میں، اور اُن راتعات میں جو نہایت قدیم زمانہ سے یورپ کی شایستگی کی ترکیب پانے اور قائم ہونے کے باعث ہوئے ہیں، اس زرخیز اور متحرک اختلاف کی اصل و بنیاد کی شناخت اور تمیز ہو سکے، تو معجزہ پرستیوں ہی کہ تم مجھ پر والے سے اتفاق کر کے اور میرے بیان کی تائید اُس سے بغربی ہوگی۔ اب میں اُس تحقیق کو شروع کرتا ہوں؛ چنانچہ قدیم شہنشاہی روم کے زوال کی رت سے میں یورپ کی حالہ کی تحقیقات کرتا ہوں، اور رسم و رواج اور قواعد اور خیالات اور راویں سے یہ بات معلوم کرنے کا قصد رکھتا ہوں، کہ قدیم دنیا سے زمانہ حال کی دنیا کو کون سے اجزاء اور اصول ہم پہنچے ہیں، اگر اصول مذکور میں وہی علامت موجود پائی جاوے جو میں نے بیان کی ہی، تو تمہارے اُس کا یہ کچھ یقین ہو چارگاہا۔

اول ہم کو شہنشاہی روم قدیم کی کیفیت اور اُس کی ترکیب یعنی بنات اور نشو و نما کا حال بطریقی سمجھ لینا چاہیئے۔ واضح ہو کہ ابتدا میں قدیم روم کی سلطنت ایسی پتچاہت کی مانند تھی، جو شہروں میں راجعہ انتظام اور صفائی اور آراستگی شہر کے قائم رہتی ہی؛ اور اُس کی گورنمنٹ صرف اُن قاعدوں اور رسم و رواج کا ایک مجبومہ تھا، جو شہر کے اندر کے رہنماؤں کی حالہ کے مناسبت اور مرضعہ تھی؛ فرض کہ جو جلعہ اور قاعدے شہروں کی آراش

میں کسی خاص اصول واحد کے غلبہ سے زور و ظلم قائم ہوا ہی، تو یورپ میں آزادی کی وجہ سے شایستگی کے مختلف اجزاء اور وہ حالہ متضاد اور مقابلہ کی، جو اُن اجزاء کے باہم ہمیشہ رہتی ہی، قائم ہوئی ہی۔

اس حالہ سے یورپ کی ایک بڑی اور اصلی برتری قائم ہوئی ہی۔ اگر ہم، اس کی زیادہ تحقیقات کریں، اور راتعات خارجی سے تبارک کر کے اصلی حالات پر مترجم ہوں، تو دریافت ہوگا کہ یہ ترقی جزائز اور راجب ہی، اور جس طرح وہ اصلی راتعات سے قائم ہوئی ہی اُسی طرح مقل بھی اُس کو تسلیم کرتی ہی۔ چند لمحہ یورپ کی شایستگی سے قناع نظر کر کے ہم دنیا کی عام حالہ اور ماریقہ پر التفات کریں، تو معلوم ہوگا کہ دنیا کے کارخانوں کی کیفیت بھی ایسی ہی مختلف اور طرح طرح کے حالہ سے پوری ہوئی ہی، اور اُن اجزاء مختلف اور متضاد کے باہم ایسی ہی جد و جہد اور تفاق پایا جتا ہی جیسا کہ یورپ کی شایستگی میں۔ ظاہر ہی کہ دنیا میں کسی اصول واحد، یا کسی ترکیب خاص، یا کسی خیال مفرد، یا کسی خاص قوت کو ایسا رتبہ حاصل نہیں ہی کہ تمام دنیا پر اُس کو غلبہ ہو، اور دنیا کے سارے کارخانے اُسی کی متابعت اور تکرار سے ایک خاص صورت پکڑیں، اور اُسی صورت پر ہمیشہ قائم رہیں، اور اُس قوت غالب کے سوا اور سب قواہ اور تاثیریں بالکل معدوم ہو جائیں؛ بلکہ تمام قوتیں اور اصول اور مختلف ترکیبیں مضطرب ہو کر ایک دوسرے کے اثر کو معدود اور معتدل کرتی ہیں، اور اُن کی آپس میں سخت متضاد علی الاتصال چلی جاتی ہی؛ جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہی کہ کبھی کوئی اصول غالب ہو جاتا ہی، کبھی مغلوب ہو جاتا ہی؛ مگر ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کسی ایک اصول کو غلبہ کامل اور قطع مطلق حاصل ہو، یا وہ بالکل مغلوب اور معدوم ہو جاوے۔ فرض کہ دنیا میں مختلف ماریقہ اور خیالات اور اصول، اور اُن کے باہم ایک دوسرے کے برخلاف جد و جہد کا ہوتا دھڑا، اس غرض سے پایا جاتا ہی کہ اُن کو کسی قدر یکتائی اور وحدت حاصل ہو؛ گو یہ یکتائی محض خیالی ہی، ممکن الحصول نہیں، لیکن انسان اپنی آزادی اور انعام سے اُس وحدت اور یکتائی کی طرف راجع اور مایل ہی۔ خلاصہ یہ کہ دنیا کی عام حالہ مختلف اور رنگین اجزاء سے مرکب ہی، اور یورپ کی شایستگی ٹھیک اُس کی تصریح ہی؛ یعنی جیسا ماریقہ دنیا کے حالات اور کارخانوں کا ہی، اُسی طرح یورپ کی شایستگی نہ تو معدود اور تنگ ہی، نہ ایسی غالب اور مطلق اصول پر مبنی ہی جس کے مقابلہ میں دوسرے اصول اور قواعد موجود اور قائم نہ ہو سکیں، نہ اُس کی حالہ سکون اور قیام کی

آبادی نہ تھی، جیسی کہ مغربی شہروں میں تھی؛ مگر جو کہ مہمو
یورپ کی آبادی سے زیادہ غرض ہی، اس لیے مشرق کے حال پر
کچھ توجہ نہیں کرنی چاہیئے۔

مغرب میں جا بجا آبادی کی وہی حالت تھی جو میں نے
ہیڈن کی، ملک گال یعنی فرانس اور ہسپانیہ میں بجز شہروں کے
اور کچھ نہ تھا، اور شہروں سے کچھ فاصلہ پر تمام ملک میں جنگل
تھا اور دلدل تھی، جو یاد گار اور سرسبز زمینوں نے بنائیں، اُنکی
کیفیت دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ بڑی بڑی سرسبز ایک شہر سے دوسرے
شہر تک بڑائی کئی تھیں؛ اور یہ بے شمار سرسبز جو اب ہر ضلع میں
جا بجا پائی جاتی ہیں موجود نہ تھیں، اور کئی آبادی اُن بے شمار
دیہات اور بیرونچات کی آرامگاہوں اور گرجوں کی مانند، جو متوسط
زمانوں سے یورپ میں پھیلی ہی، اُسوقت میں معلق نہ تھی، رومی
سائنس نے بجز ایسی ہی یادگاروں یعنی شہروں کے، جن میں
ایک ہی مقام پر بہت سی آبادی جمع ہوگئی، اور جن کی خاص
مقامی باہمی تعلقات کی یہ ہے کہ اُن کا حال پنچائیت کے مبہموں
کی مانند ہی، اور کچھ باقی نہیں چھوڑا؛ غرضکہ ہم کسی نظر سے
اور کسی طور پر رومی سائنس کے وقت دنیا کو دیکھیں، یہی معلوم ہوگا
نہ شہروں کی آبادی کو بڑا غلبہ اور کثرت حاصل تھی، اور مفصلات
میں خلقت کے تمدن اور معاشرت کا وجود نہ تھا۔

روم کی قلمرو میں جو آبادی کی حالت شہروں کے انتظام کی
پنچائیت کی مانند تھی، اسی وجہ سے پرانہنگ اور یکرنگی کا قایم
ر برقرار رہتا، جس سے ایک بڑی سلطنت کے حصوں میں باہمی تعلق
قایم رہتا ہی، دشوار ہوگا، رومی سائنس کی پنچائیت (یعنی
جمہوری سلطنت) جو شہروں کے انتظام کے واسطے موضوع تھی،
دنیا کو فتح تو کوسی، لیکن اُس کو ترکیب دینا اور اُس میں انتظام
اور حکومت کرنا ایسا آسان نہ تھا جیسا کہ فتح کر لینا؛ پس جب وہ
سلطنت باسیاب ظاہر اپنا کام پورا کرچکی، اور تمام مغرب اور بہت
سا حصہ مشرق کا اُس کے تحت حکومت ہوگیا، تو اُس کے بے شمار
شہر اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں، جن سے وہ مرکب تھی اور جن کے
آپس میں کچھ تعلق نہ تھا، اور ہر ایک اُن میں سے خود مختار
تھی، مصلحت مصلحت ہوگئیں؛ گویا ہر اطراف و جوانب میں مشرق
اور منقسم ہوگئیں۔ یہ ایک سبب اُن اسباب میں سے ہی جن کی
وجہ سے شہنشاہی کا ہونا ضرور ہوا، کیونکہ شہنشاہی اسے طرز کی
حکومت تھی جس نے اجزا یہ نسبت پہلی سلطنت جمہوری کے زیادہ
متحد اور وابستہ تھے، اور شہنشاہی زیادہ تو اس قابل تھی کہ

اور انتظام اور سلامتی کے مواسب ہوتے ہیں، وہ اُس سلطنت میں
خلقت کی مجموعی حالت کی خاص علامت تھی۔

یہ حال صرف شہر روم کا نہ تھا، بلکہ اگر ہم تمام ملک اٹلی
کے اُس زمانہ ابتدائی کا حال ملاحظہ کریں، تو دریافت ہوگا کہ شہر
روم کے چاروں طرف بجز شہروں کے اور کچھ آبادی نہ تھی؛ اور جو
رومی قوم اُس وقت میں بھلاتی تھی اُس کا وجود بجز ایک شہروں
کے مجموعہ کے اور کچھ نہ تھا؛ چنانچہ + قوم اٹرس کنس اور
سیم ٹائیس اور سیڈائیس اور یونان پرتر کی قوم، غرض کہ ان سب
قوموں کا یہی حال تھا۔ اُسوقت میں یہ آبادی نہ تھی، جس کو
مفصلات اور ضلع کی آبادی کہتے ہیں؛ مفصل میں کہیتی تو ہوتی
تھی، مگر آبادی کچھ بھی نہ تھی؛ مالکان اراضی شہر کے باشندے
ہوتے تھے؛ وہ اپنی حققت کی نگرانی کرنے باہر جایا کرتے تھے، اور
انٹر اپنے ساتھ غلاموں کو بھی لے جایا کرتے تھے؛ مگر جس آبادی کو ہم
آجکل مفصلات اور ضلع کہتے ہیں، جو ہر ضلع میں جا بجا موجود
ہی، یعنی کہیں تو دیہات اور کہیں خاص خاص عمارتیں ہیں،
زمانہ قدیم میں اٹلی میں کہیں اس آبادی کا نام و نشان بھی نہ تھا؛
لوگ اُس سے بالکل ناواقف تھے۔

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ جب سلطنت روم کو وسعت ہوئی، تو
اُس نے آبادی کے باب میں کیا کارروائی کی۔ تاریخ کے دیکھنے سے
معلوم ہوگا کہ اُس نے شہروں کو تھک کیا، اور شہر ہی آباد ہوئے؛
شہروں ہی سے اُس کی لڑائیاں رہیں، اور شہروں ہی سے رقابت اور
ہوسنی رہی؛ اُس نے جو اور دوسری جگہ آباد ہونے کے لیے، اپنی
قلمرو سے باہر کو بھیجے، وہ شہروں ہی میں آباد ہونے کو بھیجے
گئے۔ غرض کہ اُس عالم کی تاریخ، جس کو رومی سلطنت نے فتح
کیا، بہت سے شہروں کے آباد اور فتح کرنے کی تاریخ ہی۔ البتہ مشرق
میں رومیوں کی سلطنت کی یہ ضرورت نہ تھی، جو مشرق میں بھی
اُس کو وسعت ہوئی تھی؛ مشرق میں یہ نسبت مغرب کی آبادی کے
تقسیم مختلف تھی؛ چنانچہ مشرق کے شہروں میں ایسی گنجائش

+ یہ اُن چھوٹی چھوٹی قوموں کے قام ہیں جو ملک اٹلی
میں آباد تھیں، اور یونان پرتر اٹلی کے اُس حصہ کو کہتے تھے جس میں
یونانی لوگ جا کر بسے تھے؛ غالباً وہ حصہ جزیرہ سلسی تھا جو اٹلی
کے جنوب میں واقع ہی اور اُس کا ایک جزر سمجھا جاتا ہی؛ اب
اُس کا نام جزیرہ سلسی ہی؛ زمانہ قدیم میں اُس کو یونان پرتر
شاید اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ خاص یونان سے اُدھر کی جانب
واقع ہی۔

حکومت یعنی شاہنشاہی کا اعتبار پیدا ہو گیا ہوگا ، اور اُس حکومت کے خیالات نے اُن کے دلوں میں رسائی کی ہوگی ۔

ایسے مقدمہ اور اعتبار ، اور ایسے اہلکاروں کے انتظام مذکور ، اور فوج کی بدولت شاہنشاہی روم نے اُس پرہیزی اور تباہی کا جو اُسکی قلمرو کی اندرونی حالت میں کام اپنا کر رکھی تھی ، اور اُن جہلوں کا جو + وحشی قومیں کرتی تھیں ، مقابلہ کیا ، اور مدت تک اپنے زوال مسائل کی حالت میں اُن غریبوں کا مقابلہ کرتے اور اپنے آپکو بچاتے رہے ؛ مگر آخر کار وہ وقت آہونچا جبکہ اُس کے اجزا کی نا اتفاقی اور انتشار غالب ہو گیا ؛ اُسکے عالیہاں قد و قامت کے قائم رکھنے میں نہ تو کوئی ہنر و فطرت حکومت ظالمانہ کی کام آئی ، اور نہ وہ بے پروائی جس سے لوگوں نے اُس حکومت کی اطاعت اور غلامی اختیار کی تھی کافی ہوئی ۔ چوتھی صدی میں وہ سلطنت بالکل متفرق اور منقسم ہو گئی ؛ ہر طرف سے وحشی قومیں گھس آئیں ، اور اُس کے سرپیچات کی طرف تمام سلطنت کی بھلائی اور انجام کے لیے کچھ بھی مقابلہ اُن وحشیوں کا نہوا ، اور کچھ زیادہ تکلیف اور دقت گوارا نہیں کی گئی ۔

(باقی آئندہ)

اطلاع

ہمارے پاس ہمارے بہت سے دوستوں کے غلط آئے ہیں جو اپنی منادیت سے میرا فوٹو گراف طلب فرماتے ہیں میں نے حال میں اپنا فوٹو گراف ایک نہایت عمدہ فوٹو گراف سے بنوایا ہے اور وہ سب تصویریں فوٹو گراف کی کمیٹی مدرسۃ العلوم کو دیدی ہیں پس میری جن دوستوں کو میری تصویر فوٹو گراف کی مطلوب ہو وہ روپیہ تین روپے کو طلب فرمائیں وہ سب روپیہ چندہ مدرسۃ العلوم میں جمع ہوگا *

راقم
سید احمد

از مقام بنارس

+ وحشی سے یہ مراد ہے کہ وہ قومیں قاتربیت پائندہ اور غیر مہذب تھیں ۔

سلطنت سابق کے اجزا کو جن میں بہت تھوڑا تعلق اور یگانگت تھی وابستہ اور مجتمع کرے : چنانچہ خلق کے گروہوں کے اُن متفرق حصوں میں جن سے روسی سلطنت مرکب تھی اجتماع اور اتفاق قائم کرنے کے لیے کوشش عمل میں آئی ، اور کسقدر کامیابی ہوئی ، جبکہ ہمد سلطنت شہنشاہ + اگستس اور شاہنشاہ ڈایرکلیہ میں ممالک تمدن اور معاشرت کی باہت قانون پائے گئے ، اور قانونوں نے بہت سی رزق پائی ، تو اُس وقت میں اُس ظالمانہ انتظام کا بڑا سرشتہ قائم ہوا ، جس کے سبب سے روم کی تمام قلمرو میں ایسے کارپردازوں اور اہلکاروں کا گڑا چال پور چلا گیا ، جن کی تقسیم قلمرو کے مختلف حصوں میں ایک خاص فرتہ کے اختیار سے عمل میں آئی جن کے آپس میں بھی اور دربار سلطنت کے ساتھ بھی اتفاق اور سازش تھی ؛ اُن کے ذریعہ سے لوگوں میں حاکم کی خواہش اور مرضی کا پورا کرنا ، اور لوگوں کے کاموں اور اختیاروں کو حاکم کے ہاتھ میں منتقل کرنا مقصود تھا ۔

اس سرشتہ اور انتظام کو روسی قلمرو کی خلق کے اجزا باہم مجتمع کرنے ہی میں صرف کامیابی نہیں ہوئی ، بلکہ ایسی قوت کا خیال جو مطلق اور غیر محدود ہو ، اور جو تمام دوسری قوموں کا مرکز اور مرجع ہرے ، لوگوں کے دلوں میں بہت آسانی سے جگہ پکڑ گیا ۔ ہم کو اس بات کے دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے ، کہ جو چھوٹی چھوٹی جمہوری سلطنتیں اور جمہور کی پنچائیتوں کے مجمع ایسے تھے جنکے باہم کوئی اچھا انتظام اور اتفاق نہ تھا ، اور وہ روسی قلمرو میں داخل تھیں ؛ اُن کے دلوں میں صرف شہنشاہ کی پارکاء مقدس اور عالی کی بہت بڑی تعظیم اور عظمت بہت جلد قائم اور پایہ ہو گئی ۔ ان تمام حصوں میں بے شک کوئی تعلق قائم ہونے کی سخت ضرورت معلوم ہوئی ہوگی ، اور اُس کے سبب سے لوگوں کی مایہیت میں ظالمانہ

+ روم کی سلطنت جمہوری کی تباہی کے بعد بھی پہلا شاہنشاہ ہوا ؛ اس کے بعد میں ہر عام و دن کو ایسی ترقی اور رونق ہوئی کہ جب کسی زمانہ میں مارم و فزور کی کسی قوم میں بڑی ترقی ہوتی ہے ، تو اُس زمانہ کو بطور استعارے کے ہمد اگستائیں اُس ملک کا کہتے ہیں ، لفظ اگستس کے معنی نہایت مبارک اور عمدہ کے ہیں ، اور اسی شاہنشاہ کے نام سے مہینہ اگست کا نام اُس کی عزت اور یادگار کے واسطے مشہور کیا گیا ۔

بمقام علیگڑہ — مطبع علیگڑہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۶]

یکم ذی الحجۃ سنہ ۱۳۰۶ ہجری سنہ ۱۲۹۱ ہجری

[جلد پنجم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مقصود اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قرینش کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارس بھیجا جارہے فرستہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جائے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جاویں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاویگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اُس کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جس شخص اس طرح ہر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر پکا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور ہر خریدار اس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوا ہے خریدار تصور ہوگا اور اخراجات روائگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ چلاؤنہ ممبر اخراجات روائگی پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زائد ہنر میں موجود ہو *

تتمہ مضمون لکچر نمبر ۲

ایسے اذکار کے زمانہ میں کئی شاہنشاہوں کو ایک عجیب خیال پیدا ہوا، یعنی انہوں نے یہ امتحان کرنا چاہا کہ عام آزادی کی آمیدوں سے یعنی ایسے انتظام اور حکومت کے قائم ہونے سے، جسکو اب ہم ایسی حکومت کہتے ہیں جو لوگوں کے وکیلوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے، روم کی قلمرو میں اتفاق اور انتظام یہ نسبت ظالمانہ حکومت کے اچھے طور سے قائم رہ سکتا ہے یا نہیں؛ چنانچہ شاہنشاہ ہونوریس اور تھیوڈورس صغیر کا فرمان مصدورہ سنہ ۳۱۸ ع موصوفہ حاکم ملک گال یعنی فرانس موجود ہے، جسکا یہہ مقصد تھا کہ فرانس کے جنوبی حصہ میں ایک ایسی حکومت قائم کی جارے جس میں رعایا کی طرف سے وکیل حاضر ہوں، اور اُس کے ذریعہ سے شاہنشاہی کے مختلف حصوں کا اتفاق اور انتظام قائم رہے۔ اُس فرمان کا مضمون یہہ ہے۔

فرمان بڈام ایکریکولا حاکم فرانس

اُس قابل اطاعتان کیفیت کے احاطہ سے جو تمہیں ملک فرانس کی نسبت تعزیر کی ہے، علاوہ اور ایسے حالات کے جو ظاہر اُس ملک کی راستہ معینہ ہیں، ہم احکام مندرجہ ذیل کو ہمیشہ کے واسطے قانون کی منزلت پیش کرتے ہیں، یعنی ان احکام کا نفاذ بطور قانون کے مرعی وہیکا، اور ہم حکم دیتے ہیں کہ ہمارے ساتوں صوبوں کے باشندے اُن احکام کی اطاعت کریں، جو ایسے احکام ہیں کہ اُن کے جاری ہونے کی خود اُن کو خواہش اور التماس کرنا چاہیئے تھا۔

ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے دربار میں، خاص اور عام فلاح کی نظر سے، حکام نایب اُن صوبوں کے ہر صوبہ سے بلکہ ہر شہر سے زمینداروں کی حقیقت کے حالات اور اُڑ اُڑ امور بیان کرنے کے واسطے انٹر حاضر ہوتے ہیں؛ اسلیئے ہم نے یہہ مناسب اور معینہ سمجھا ہے کہ اس سال سے تمہاری دارالحکومت شہر آرلیز میں ایک تاریخ معین پر ساتوں صوبوں کے باشندوں کی طرف سے ایک سالانہ مجلس ہوا کرے۔ اس قاعدہ سے ہماری غرض یہہ ہے کہ خاص اور عام دونوں قسم کے امور کا انتظام اُس کے ذریعہ سے ہوتا رہے۔ تمہارے دربار میں نہایت نامور و معزز لوگوں کے جمع ہونے سے، بشرطیکہ تم تاریخ معینہ پر کار و کار کی ضرورت سے باہر نہ گئے ہو، نہایت صحیح اطلاع اور عمدہ خبریں ہر ایسے معاملہ کی نسبت حاصل ہوسکتی ہیں جو قابل فرور اور توجہ کے ہوگا؛ اور جو امر بد فرور کا مکمل سہ ہوگا اُس کا علم سب صوبوں کو ہوگا، اور جو جن صوبوں کے لوگ اُس مجلس میں حاضر نہ ہوں گے اُن پر بھی انہیں قاعدوں کی پابندی لازم ہوگی اور وہیں نے ملک فرانس کو سات صوبوں پر منقسم کیا تھا۔

ہوئی جو اُس مجلس میں انصافاً قرار پاریں گے۔ علاوہ اس کے شہر ۱ تسلطانیہ میں سالانہ مجلس کے قائم کرنے سے ہمکو یہہ معلوم ہے کہ شہر کا ہی کو فائدہ ہے پھر نیچیکا، بلکہ لوگوں کے باہمی تعلقات اور معاملات آمدن اور معاشرت کو بھی بہت ترقی حاصل ہوگی۔ بے شک یہہ شہر ایسے عمدہ موقع پر واقع ہے کہ غیر ملکوں کے لوگ وہاں بکثرت آتے ہیں اور تجارت کثرت سے ہوتی ہے، اور مقاموں کی ہر قسم کی چیزیں وہاں آتی ہیں، یعنی زر غیز ملک مشرقی، اور غریبوں سے مالاسال ملک عرب، ابر نازک اور پاکیزہ اٹلیا کا مندرجہ ملک کی ایسریا، اور ثمرور خضہ انریقہ، اور خوبصورت ملک اسپانیہ، اور بہادر ملک فرانس کی تمام عمدہ چیزیں جو انہیں پیدا ہوتی ہیں، اس شہر میں ایسی فراوانی سے موجود رہتی ہیں کہ جو اشعار دنیا کے اور مقاموں میں بڑی عمدہ اور قایم سمجھی جاتی ہیں، وہ اس جگہ کی خاص پیداوار معلوم ہوتی ہیں۔ علاوہ اس کے اس مقام پر دریائے رون کے سمندر تکین میں گرنے سے وہ تمام ملک جس میں سے وہ دریا گذرتا ہے اور جن کو یہہ سمندر گھیرے ہوئے ہے، قریب ہوگئے ہیں۔ جو کہ تمام دنیا کی وہ سب چیزیں، جو نہایت عمدہ اور کارآمد سمجھی جاتی ہیں، براہ خشکی و تری بذریعہ گاڑیوں اور جہازوں کے آہ اس شہر میں جمع ہوتی ہیں، اسلیئے اس شہر میں، جہاں خدا تعالیٰ کی خاص عنایت سے زندگی کے عیش و آرام کے سامان اور تجارت کی ہر طرح کی آسانی اور آسائش مہیا اور موجود ہے، جو حکم ہم مجلس عام کے منعقد ہونے کی نسبت صادر کرتے ہیں اُس سے ملک فرانس کو ضرور فائدہ پہونچیکا۔

سابق میں بھی حاکم پٹرونیس نے بطور فیض رسائی اور مصلحت کے اسی جلسہ کے منعقد ہونے کا حکم دیا تھا، مگر اُسکے بعد انقلاب

۱ شاہنشاہ قسطنطین اعظم نے قدیم روسی قلمرو کے حصہ مشرقی کا دارالسلطنت شہر قسطنطینیہ آباد کیا تھا، جو اب دارالسلطنت ترکی یعنی سلطنت عثمانیہ کا ہے جس کو اہل اسلام روم کہتے ہیں، اور اسی شاہنشاہ نے شہر آرلیز واقعہ ملک فرانس میں ایک حاکم اعلیٰ مقرر کر کے اُس شہر کو فرانس کا دارالحکومت قرار دیا تھا؛ اُس کی یہہ خواہش تھی کہ اُس شہر کا نام بھی اُس کے نام پر رکھا جائے، کیونکہ اُس کو اُس سے نہایت اُنس تھا، لیکن رسم و رواج کے طبع سے یہہ خواہش اُس کی پوری نہ ہوئی اور شہر کا نام آرلیز قائم رہا۔

۲ اُس کو اب سریا یعنی ملک شام کہتے ہیں جو پہلے عثمانیہ میں یعنی سلطان (روم) کے قبضہ میں ہے۔

اور پوربائی کے رائج ہونے اور ایسے بادشاہوں کے سبب سے جنہوں نے تمام اختیارات کو خود غصب کر لیا، اُس کا عمل درآمد جاتا رہا: پس اب ہم اپنی رائے مصلحت آمیز اور اپنے حکم سے پھر اُس کو شکستہ اور تروتازہ کرتے ہیں — اے حاکم والا جاہ ایگریکولا اور ہمارے عزیز بھائیچے، تمکو چاہیئے کہ ہمارے اس حکم کے بموجب اور کسی اور ایسے قاعدے کے لحاظ سے یہی، جو حکام سابق نے مقرر کیا ہو، اپنے صوبہ جات میں قواعد مندرجہ ذیل کی تعمیل کرائے — وہ سب لوگ جو سرکاری مہربوں پر مامور ہوں یا ریاست اور حقیقت کے مالک ہوں، اور سب صوبوں کے منصف اور عادل، ماہ اگست اور ستمبر کے دوسرے ہفتہ میں شہر آریلز میں جمع ہوکر، مجلس منعقد کیا کریں، اور اپنے اجلاس کے ایام خود اپنی مرضی سے قرار دیا کریں — صوبجات نوم پوربیلیٹیا اور ایکرنٹیٹین گائی بہت ناصافہ پر ہیں؛ اگر وہاں کے حاکمان عدل ثنوت کار سرکار کی وجہ سے خود شریک جاسے تو سب سے تو حسب معمول اپنی طرف سے نائب مقرر کر کے اُس مجلس میں بھیج دیا کریں — جو کوئی مرتع اور وقت معینہ پر حاضر ہونے سے قاصر رہیگا، اُس پر جو زمانہ اس حساب سے ہوگا کہ حکام عدل و انصاف میں سے ہر غیر حاضر پر پانچ پونڈ عطا ہو، اور شہری + کمیٹیوں کے ممبروں میں سے ہر غیر حاضر ممبر پر تین پونڈ عطا — اس مصلحت اندیشی کی تدبیر سے ہماری غرض یہ ہے ہی، کہ ہمارے صوبوں کے باشندوں کو بہت سا فائدہ پہنچے، اور یہ قاعدہ ہماری میں تواضع اور کرم کی دلیل ہی، جس سے شہر آریلز کی رونق اور آبادی کو بھی ترقی ہوگی۔ ہم اپنے بھائی + کے بیان، کے بموجب اُس شہر کے لوگوں کی ونازاری اور وابستگی کے بہت متاثر ہیں۔ یہ فرمان پندرہویں مئی کو لکھا گیا، اور گیسریں جون کو شہر آریلز میں پہنچا۔

اگرچہ یہ قاعدہ حاصل کرنا صوبوں اور شہروں کے رہنے والوں نے پسند نہیں کیا، چنانچہ اُس مجلس میں شریک ہونے کے لیے کسی نے اپنے نائب مقرر نہیں کیئے؛ کیونکہ خلقت کے اُس معبود کی اصل خصلت کے یہ امر برخلاف تھا کہ تمام اختیارات کا ایک ہی مرکز ہو، اور اس تدبیر سے اُن کے باہم اتفاق رہے؛ بلکہ عالی ہمتی اور ملیحیت کی آزادی کا جا بجا ظہور ہوا، اور خلقت کے ایک عام

الغاصل جو قاعدہ آبادیوں اور شہروں کے انتظام اور درستگی کا کمیٹی کے ذریعہ سے مروج تھا، وہ غریب کی زمانہ حال کی شایستگی کو روسیوں کی شایستگی سے درکنار حاصل ہوا ہی؛ اگرچہ اخیر میں یہ تسمیت ابتدائی زمانہ کے یہ قاعدہ بہت ضعیف اور کمزور ہو گیا تھا، اور بڑی بے ضابطگی اور خرابی اُس میں ظاہر ہوئی تھی، مگر یہی ایک ایسا اصلی قاعدہ تھا، جو رومی سلطنت کے تمام قواعد اور اصولوں میں سے اُس کے زوال کے بعد باقی رہا۔

یہ کہنا کہ صرف یہی قاعدہ باقی رہا صحیح نہیں ہی، بلکہ ایک اور امر یا خیال بھی باقی رہا، یعنی شاہنشاهی کا خیال اور اُس جاہ و جلال اور اعلیٰ اور مطلق قوت کا خیال، جو شاہنشاہ کے نام کے ساتھ لازم و ملزوم ہی۔ غرض کہ یورپ کی شایستگی کو روسیوں کی شایستگی سے جو اصول اور خیالات ہم پہنچے، وہ یہ ہیں: یعنی ایک تو شہر اور آبادیوں کی درستگی اور انتظام کا قاعدہ، جو کمیٹی کے ذریعہ سے کیا جاتا ہی، اور آزادی کی وہ عادتیں اور قاعدے اور اصول اور نظریں، جو اُس قاعدہ سے متعلق ہیں: دوسرے اُس قانون کے بنانے کا قاعدہ، جو امور تمدن اور معاشرت کے باب میں سب خلقت کے لیے مافی العدم یکساں نافذ کیا جاتا ہی، یعنی اُس قوت اور اختیار، مطلق کا خیال جو شاہنشاہ عالی جناب اور مقدس کو حاصل ہوتا ہی، جس سے عام انتظام اور ہر ایک کو مطاع و معکم کرنے کا قاعدہ حاصل ہوا ہی۔

مگر اُسی زمانہ میں روسیوں نے انڈر ایک دوسرا گروہ نہایت مختلف قسم کا قائم ہوا؛ اُس مجمع کے اصول اور قاعدے اور رائے اور خیالات بہت مختلف تھے، اور وہ ایسا مجمع تھا کہ اُس کی

اُس قاعدہ سے فائدہ حاصل کرنا صوبوں اور شہروں کے رہنے والوں نے پسند نہیں کیا، چنانچہ اُس مجلس میں شریک ہونے کے لیے کسی نے اپنے نائب مقرر نہیں کیئے؛ کیونکہ خلقت کے اُس معبود کی اصل خصلت کے یہ امر برخلاف تھا کہ تمام اختیارات کا ایک ہی مرکز ہو، اور اس تدبیر سے اُن کے باہم اتفاق رہے؛ بلکہ عالی ہمتی اور ملیحیت کی آزادی کا جا بجا ظہور ہوا، اور خلقت کے ایک عام

+ رومی قلمرو میں شہروں کی کمیٹیاں شہروں اور دوسری آبادیوں میں جا بجا قائم تھیں اور اُن کا ثنوت سے رواج تھا۔

+ بھائی سے قسطنطنیہ شہر وراثی مسماۃ پالیسیٹیکس مراد ہی جس کو شاہنشاہ ہرتوریکس نے امورات سلطنت میں اپنا شریک قرار دیا تھا۔

بدولت یورپ کے امر. زمانہ کی مجبوری حالت میں بہت سے مختلف قسم کے اصول شایع اور مروج ہونے لگے تھے : اُس مجموعہ سے ہماری مواد عیسائیوں کا گرجا یعنی پادریوں کا ترتیب یافتہ گروہ ہے ، مذہب عیسائی مراد نہیں ہے . راضع ہو کہ چوتھی صدی کے آخر اور پانچویں صدی کے شروع میں ، مذہب عیسائی صرف پمنازلہ ایسے امتداد کے نہ رہا تھا ، جو محض لوگوں کی ذات سے مخصوص ہو ؛ بلکہ عیسائیوں کا ایک عام جلسہ قائم ہو گیا تھا ؛ اُس جلسہ میں حکومت کا سلسلہ جاری تھا ؛ اور اُن میں پادریوں کا ایسا گروہ تھا ، جو مختلف کاموں کے انجام دینے کی لیاقت رکھتا تھا ، اور محاصل اور خراج اور آزادانہ کارروائی کے ذریعہ اور ایسے قاعدے اور طریقے ، جو ایک بڑے گروہ کے انتظام کے لئیے مناسب تھے ؛ اور ہر صوبہ کی مجلسیں ، اور عام قومی مجلسیں ، اور اخلاقی امور پر عموماً مباحثہ کرنے کی رسم اُس مذہب کے لوگوں میں موجود اور رائج تھی . فرض کہ مذہب عیسائی اُس زمانہ میں صرف ایک مانت اور طریقہ ہی نہ تھا ، بلکہ اُس کا گرجا یعنی پادریوں کا گروہ قائم ہو گیا تھا .

اگر پادریوں کا ترتیب یافتہ گروہ نہ ہوتا ، تو ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ شہنشاہی روم کی تباہی کے زمانہ میں مذہب عیسائی کو کیا کیا پیش آتا . ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مذہب عیسائی کی نسبت صرف باحفاظ امورات انسانی یعنی دنیوی کے ظاہر کرتے ہیں ؛ کسی ایسے امر واقع سے ہماری غرض نہیں ہے ، جو قدرتی + واقعات کے قدرتی نتیجوں کے برخلاف ہو ؛ یعنی اگر مذہب عیسائی ، اپنے ابتدائی زمانہ کے موافق ، اُس وقت میں بجز ایک عقیدہ اور خیال ہونے کے اور کچھ اصلیت نہ رکھتا ، تو ہم یہ یقین کر سکتے ہیں کہ وہ شہنشاہی روم کی تباہی ، اور وحشی قوموں کے حملوں میں غرق اور معدوم ہو جاتا ؛ چنانچہ زمانہ مابعد میں ، ایشیا اور تمام شمالی حصہ افریقہ میں ، وہ مذہب اُس قسم کے حملوں یعنی مسلمان + وحشی قوموں کی یورش کی آنتوں کا صدمہ نہ اُڑھا سکا ؛ گو وہ ایک گروہ ترک و کپ یافتہ ہی صورت میں اُس وقت قائم تھا ، مگر پھر بھی ہمارے ہمارے ہو گیا . جب کہ

بدولت یورپ کے امر. زمانہ کی مجبوری حالت میں بہت سے مختلف قسم کے اصول شایع اور مروج ہونے لگے تھے : اُس مجموعہ سے ہماری مواد عیسائیوں کا گرجا یعنی پادریوں کا ترتیب یافتہ گروہ ہے ، مذہب عیسائی مراد نہیں ہے . راضع ہو کہ چوتھی صدی کے آخر اور پانچویں صدی کے شروع میں ، مذہب عیسائی صرف پمنازلہ ایسے امتداد کے نہ رہا تھا ، جو محض لوگوں کی ذات سے مخصوص ہو ؛ بلکہ عیسائیوں کا ایک عام جلسہ قائم ہو گیا تھا ؛ اُس جلسہ میں حکومت کا سلسلہ جاری تھا ؛ اور اُن میں پادریوں کا ایسا گروہ تھا ، جو مختلف کاموں کے انجام دینے کی لیاقت رکھتا تھا ، اور محاصل اور خراج اور آزادانہ کارروائی کے ذریعہ اور ایسے قاعدے اور طریقے ، جو ایک بڑے گروہ کے انتظام کے لئیے مناسب تھے ؛ اور ہر صوبہ کی مجلسیں ، اور عام قومی مجلسیں ، اور اخلاقی امور پر عموماً مباحثہ کرنے کی رسم اُس مذہب کے لوگوں میں موجود اور رائج تھی . فرض کہ مذہب عیسائی اُس زمانہ میں صرف ایک مانت اور طریقہ ہی نہ تھا ، بلکہ اُس کا گرجا یعنی پادریوں کا گروہ قائم ہو گیا تھا .

اگر پادریوں کا ترتیب یافتہ گروہ نہ ہوتا ، تو ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ شہنشاہی روم کی تباہی کے زمانہ میں مذہب عیسائی کو کیا کیا پیش آتا . ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مذہب عیسائی کی نسبت صرف باحفاظ امورات انسانی یعنی دنیوی کے ظاہر کرتے ہیں ؛ کسی ایسے امر واقع سے ہماری غرض نہیں ہے ، جو قدرتی + واقعات کے قدرتی نتیجوں کے برخلاف ہو ؛ یعنی اگر مذہب عیسائی ، اپنے ابتدائی زمانہ کے موافق ، اُس وقت میں بجز ایک عقیدہ اور خیال ہونے کے اور کچھ اصلیت نہ رکھتا ، تو ہم یہ یقین کر سکتے ہیں کہ وہ شہنشاہی روم کی تباہی ، اور وحشی قوموں کے حملوں میں غرق اور معدوم ہو جاتا ؛ چنانچہ زمانہ مابعد میں ، ایشیا اور تمام شمالی حصہ افریقہ میں ، وہ مذہب اُس قسم کے حملوں یعنی مسلمان + وحشی قوموں کی یورش کی آنتوں کا صدمہ نہ اُڑھا سکا ؛ گو وہ ایک گروہ ترک و کپ یافتہ ہی صورت میں اُس وقت قائم تھا ، مگر پھر بھی ہمارے ہمارے ہو گیا . جب کہ

+ قدرتی واقعات اور نتیجوں سے ایسے واقعات اور نتیجے مراد ہیں جو بمقتلہ حالات دینا واقع اور پیدا ہوتے ہیں ، اور اُنکو حالات قویں قیاس ہی کہتے ہیں .

+ ابتدائے اسلام میں عرب اور ترکستان اور قاتار کی مسلمان قوموں انٹر خانہ بدوش تھیں ، جنہوں نے عیسائیوں پر یورش کی اور قلعہ پائی ، اُن کے خانہ بدوش ہونے اور محاصرہ کا سامان بکثرت اور مددہ نہ رکھنے کے سبب سے مصنف اُنکو وحشی قومیں کہتا ہے .

جبکہ ہم اُن مختلف انقلابوں پر ظاہری یعنی ظہوری لحاظ سے نظر ڈالیں ، جو مذہب عیسائی کی ترقی کے زمانہ میں اُس کے آغاز رواج سے پانچویں صدی تک واقع ہوئے ؛ یعنی ہم اُس مذہب کو بطور ایک گروہ کے سمجھیں ، کہ بطریق ایک بڑے مذہبی عقیدہ کے ، تو ہمارے معلوم ہوگا کہ اُسے تین مختلف حالتیں گذریں .

اپنے سب سے پہلے زمانہ میں عیسائیوں کا گروہ بھیشت ایک ایسے مجموعہ کے تھا کہ جو اپنے عام عقیدہ اور عام رائج کے سبب سے ممتاز اور مخصوص ہو گیا تھا ؛ چنانچہ سب سے پہلے عیسائی مذہب کے

مذہب عیسائی کے تیسرے زمانہ میں اس سے بالکل مستطاف حالت اُس کی ہوگئی ؛ چنانچہ پادریوں کا گورہ عیسائی قوم سے ملحدہ قائم ہو گیا ، جس کی ترتیب اور انتظام ، اور معامات اور آمدنی ، اور علاقہ جداگانہ تھا ؛ یعنی یورپی حکومت اُس کو حاصل تھی ؛ فرض کہ پادریوں کا گورہ ایک ایسا کامل مجمع تھا ، جسکو اپنے وجود اور قیام کے واسطے ہر طرح کے ذریعہ حاصل تھے ؛ اور وہ اُس مجمع سے یعنی اوم عیسائی سے ، جس سے اُس کو تعلق اور واسطہ تھا ، اور جس پر اُس نے اپنا رعب داب پھیلا یا تھا ، الگ تھا ۔ فرض کہ عیسائی گرجا کی ترتیب کا تیسرا زمانہ ایسا تھا ، یعنی پانچویں صدی میں ایسی صورت پر اُس کا ظہور ہوا ؛ حکام کا گورہ اور لوگوں سے بالکل علیحدہ ہو گیا تھا ؛ اس قسم کی حکومت مذہبی امور میں آج تک کسی اور فرقہ یا ملک میں قائم نہیں ہوئی ؛ اُن تعلقات میں جو پادریوں کو اہل ایمان سے تھے پانچویں لورگ نے انتہا حکومت کرتے تھے ۔

پادریوں کو ایک اور ذریعہ بھی رعب داب کا حاصل تھا ؛ یعنی بڑے پادری اور کاتھ اُس قسم کے متبشیریت اعلیٰ مقرر ہوئے ، جو شہروں کی انتظامی کمیٹی کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں ۔ یہ بات ہم کو پہلے دریافت ہو چکی ہے کہ رومی سلطنت کے اصول اور قواعد میں سے ، بجز اُس قاعدے کے جس کے بموجب شہروں کا انتظام کمیٹیوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے ، اور کچھہ پانی نہیں رہا تھا ؛ ظالمانہ حکومت کی غرابیوں ، اور شہروں کی بربادیوں کے سبب سے ، اُن کمیٹیوں کے ممبر تو شکستہ دل اور کالہ ہو گئے تھے ؛ اور پرمکس اس کے بڑے پادریوں اور کاتھوں کا گورہ نہایت زندہ دل اور سرگرم تھا ؛ پس اُنہوں نے تمام معاملات کی نگرانی اور ہدایت کے واسطے ایسی مستعدی ، جیسی کہ قیاس چاہتا ہے ، ظاہر کی ۔ اگر اس معاملہ میں ہم اُن کو ملامت کریں اور غاصب ٹھہرائیں ، تو یہ ہماری غلطی ہوگی ؛ کیونکہ اُنکو حسب اقتضایہ حالات موجودہ اُس وقت کے خرد بقدر اختیار حاصل ہوئے ۔ اُس وقت میں صرف پادریوں کا ہی فرقہ از روئے اخلاق کے قوی اور ترقی یافتہ تھا ؛ پس وہ جابجا صاحب اختیار ہو گیا ؛ یہی دنیا کا طریقہ اور دستور ہے ۔

اس انقلاب کی ملامت اُن تمام قوانین سے ظاہر ہوتی ہیں ، جو اُس زمانہ کے شاعشاہوں نے ، جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں ، جاری کیئے تھے ؛ چنانچہ اگر ہم شاہشاہ تھور قریس ، یا شاہشاہ جینیڈین کے مجموعہ قوانین کو ملاحظہ کریں ، تو یہاں سے ایسے قواعد اور آئین پائے جاویں گے ، جن کے بموجب شہروں اور آبادیوں کے انتظام کے امور پادریوں کے سپرد کیئے گئے ؛ کسی قدر اُن میں سے ذیل میں نقل کیئے جاتے ہیں ۔

لورگ ایک ہی طرح کے خیالات ، اور ایک ہی قسم کے عقاید مذہبی کی پیروی کرنے سے بطور ایک جماعت کے قائم ہوئے تھے ، اور اُن میں کوئی ترتیب اور سلسلہ مسائل اور قواعد اور انتظام اور حکام کا نہ تھا ۔ ہر ایک نیا مجمع ، گو وہ کیسا ہی ضعیف الینیاہ ہو ، ایسی اخلاقی قوت کی تدبیر سے خالی نہیں ہوتا ، جس کے سبب سے وہ زندہ دل رہتا ہے ، اور اُس کے بموجب کاربند ہوتا ہے ؛ پس عیسائیوں کی متعدد جماعتوں میں ایسے ایسے آدمی تھے ، جو ساری جماعت کو ربط اور ہدایت کرتے تھے ، اور اُس پر اخلاق کی راہ سے حکومت کرتے تھے ؛ مگر کوئی حاکم حسب ضابطہ ، اور کوئی انتظام وسامہ نہ تھا ؛ بلکہ ابتدا میں عیسائیوں کی صرف ایک ایسی جماعت تھی جو اپنے عقائد اور خیالات کے یکساں ہونے کے سبب سے قائم ہوگئی تھی ۔

عیسائیوں کے گورہ کو جلد جلد ترقی ہوئی ، جس کی علامتیں نہایت قدیم یادگاروں اور کتابوں میں پائی جاتی ہیں ؛ پس جسقدر ترقی ہوتی گئی ، اُس کے موافق ایک مجموعہ مسائل اور قواعد اور انتظام اور حکام کا قائم ہوتا گیا ؛ چنانچہ اُن میں ایک قسم کے حکام ، جو متقدمین کہلاتے تھے ، کاتھ یعنی پورسٹ بنے ؛ اور دوسری قسم کے حکام سربراہ کار یا نگران حال کہلاتے تھے ، وہ بڑے پادری یعنی بشپ قرار دیئے گئے ؛ اور تیسری قسم کے حکام خادمین یعنی کیکن کے نام سے ملقب ہوئے ؛ اور اُنکا یہ کام قرار پایا کہ فریڈوں اور مھتاجوں کی خبر گیری کریں اور غیرواں تقسیم کیا کریں ۔

اُن مختلف حکام کے کاموں کو ٹھیک ٹھیک دریافت اور معین کرنا غیر ممکن ہے ؛ کیونکہ اُنکے آپس میں نہایت خفیف فرق اور امتیاز تھا ، اور اُن کے کاموں میں تبدیلی ہو جاتی تھی ؛ مگر یہ ہر صاف اور واضح ہے کہ درپرداز کے ایک مہکمہ کی ترتیب ضرور عمل میں آئی ۔

مذہب عیسائی کے دوسرے زمانہ میں ایک خاص ملامت کا غلبہ پایا جاتا ہے ، یعنی عیسائیوں کے گورہ کو یہ ہیئت مجموعی ہو کام میں حکومت اور ترقیت حاصل تھی ؛ چنانچہ نیک مجمع کی راہ اور اختیار سے کارپرداز منتخب ہوتے تھے ، اور انتظام کی فرستی بلکہ مسائل کا رواج یہی اُن ہی پر موقوف اور منحصر تھا ؛ گرجا کے حکام یعنی پادریوں کا ترتیب یافتہ گورہ اور عیسائی قوم ابھی تک علیحدہ نہیں ہوئی تھی ، اور ایک درجہ سے بلا واسطہ وجہ جدا گانہ نہیں دھتے تھے ؛ بلکہ عیسائیوں کے گورہوں کو اپنے گورہ کے لوگوں پر پورا رعب داب حاصل تھا ۔

بظرفی واقف ہونا ضرور ہی، بڑے پادریوں اور کاہنوں، اور معزز اور مشہور لوگوں اور حقیقت داروں، اور انتظام شہر کی کمیٹی کے میمبروں کے اختیار سے، منتخب اور مقرر ہوا کریں؛ اور اُن کے تقرر کی رپورٹ فوج کے املی انس کی خدمت میں منظوری کے لیے روانہ ہوا کرے؛ تاکہ اُس املی انس کی منظوری کی سند سے اُس تقرر کو زیادہ پختگی اور استحکام حاصل ہووے۔

ہم بہت سے اور قوانین کا بھی حوالہ دے سکتے ہیں، جن سے یہی امر ظاہر ہوگا جو ہم نے بیان کیا ہی، یعنی اُس روسی انتظام میں، جس کے بموجب شہروں کے بندوبست کے واسطے کمیٹیاں مقرر تھیں، اور زمانہ ہائے متوسط کے انتظام اور قاعدہ میں، اُس سرورشتہ کا وجود پایا جائیگا جس میں ملکہ شہر کے اور لوگوں کے پادری بھی داخل تھے؛ شہری معاملات میں پادریوں کا دخل اُس قدیم زمانہ کے بعد، جس میں کمیٹی انتظام کے میمبر مجسٹریٹ ہوتے تھے، اور زمانہ حال کے شہر کی کمیٹیوں کے سرورشتہ سے پہلے ہوا۔

اس سے ظاہر ہی کہ پادریوں کو اپنے گروہ کی خاص ترکیب اور ترتیب سے، اور اُس رعب داب کے ذمہ سے جو وہ عیسائی قوم پر رکھتے تھے، اور اُس مداخلت کی وجہ سے جو امورات ملکی میں اُن کو ہوتی، کیسا بڑا اختیار حاصل ہو گیا تھا؛ اُسی وقت سے پادریوں کے فرقہ نے زمانہ حال کی شایستگی کی قسم اور ہیئت کے قائم کرنے اور اُس کے ترقی دینے میں بہت مدد کی؛ جو اصل اور قاعدہ اس فرقہ کی بدولت شایستگی کو حاصل ہوا ہی اب ہم اُس کو بیان کریں گے۔

اُس زمانہ میں، جبکہ قوت جسمانی نے خلقت کی مجبوری حال میں طرفان بڑھا کر رکھا تھا، اور بڑے زور شور سے نمودار ہو رہی تھی، ایسے اخلاقی رعب داب اور ایسے اخلاقی قوت کے شہر میں آنے سے جس کی اصل و بنیاد صرف لوگوں کے عقیدوں اور اخلاقیہ خیالات پر مبنی تھی، بہت بڑا فائدہ متصور تھا۔ اگر پادریوں کے فرقہ کا وجود ایسے وقت میں نہ ہوتا، تو تمام دنیا نری قوت جسمانی کے اختیار اور قابو میں آجاتی۔ یہ وقت اخلاقی صرف پادریوں کے فرقہ کو حاصل تھی، اور انہیں نے فرقہ سے وہ کام میں آئی، بلکہ اس فرقہ نے اور بھی کاروائی کی؛ چنانچہ اُس نے ایسی حکومت اور قانون کر، جو تمام انسانی قوانین سے افضل اور برتر ہی، قائم رکھا، اور اُس کے خیال اور اثر کو لوگوں میں شایع کیا؛ اور انسانوں کی نجات کے لیے اس بڑے عقیدہ کی اصل و بنیاد کو ظاہر اور روشن کیا، کہ تمام انسانی قوانین سے برتر اور افضل ایک ایسا قانون موجود ہے، جو ہر زمانہ کی رسم و رواج اور حالات کے موافق کبھی تو ملک کے نام سے، اور کبھی قانون الہیہ کے نام سے نامزد ہوتا ہے؛ مگر ہر حال

مجموعہ قوانین جسیٹینینی باب اول دفعہ ۱

اور باب چہارم دفعہ ۲۶

ہم شہروں کے سالانہ امور یعنی اُن امور کی بابت، جو شہر کے معمولی مصالح سے ملحقہ رکھتے ہوں، غرض وہ مصالح شہر کی حقیقت اور جائداد یا لوگوں کی بخشش اور وصیت سے ہوں، غرض کسی دوسرے مخرج اور آمدنی سے وصول ہوتے ہوں؛ اور اُن امور کی بابت، جو عمارات سرکاری یا مختلف سامانوں کے ذخیروں، یا حماموں یا غسالخانوں یا بندرگاہوں کے قائم رکھنے، یا شہر پناہوں اور یوجوں کے تعمیر کرنے، یا پلوں اور سوکوں کی مرمت کرنے سے، یا ایسے مقدمات کی تحقیقات سے جن سے شہر کو عام یا خاص فائدہ اور غرض ہو تعلق رکھتے ہوں، یہ حکم نائد اور صادر کرتے ہیں کہ خدا پرست پڑا پادری، اور تین معزز اور مشہور آدمی جو شہر والوں میں سے منتخب کیئے جاویں، باہم جمع ہو کر اجلاس کیا کریں؛ اور جو کام ہر سال طیار ہووے، اُس کی جانچ پڑتال اور اُن لوگوں کی نگرانی جو اُن کاموں کو انجام دیتے ہیں کرتے رہیں؛ اور اُن کی توثیق درستگی کے ساتھ، اور اُن کا حساب ہم احتیاطاً تیار کیا کریں؛ اور یہ بات ثابت کیا کریں کہ ہم نے اپنا کام، جو عام یادگاروں کی درستگی اور انتظام اور سرکاری عمارتوں، یا اُس روپیہ سے متعلق ہی جو سوکوں یا اور سرکاری عمارتوں میں خرچ ہووے، بظرفی تمام انجام دیا ہی۔

مجموعہ قانون ایضاً دفعہ ۳۰

اگر یا دوسرے درجہ کی عمر کے + نابالغوں کی ولایت، یا اُن سب لوگوں کی ولایت کے باب میں جن کے واسطے قدرنا راہی مقرر ہونا چاہیئے، یہ حکم نائد کیا جاتا ہے۔ جب کہ جائداد اختصاص مذکورہ کی پائو آری سے زیادہ ہو؛ تو اُن کے والدی کا تقرر حاکم صوبہ پر منحصر ہوگا؛ کیونکہ ایسی کارروائی سے خرچ بہت بڑھتا ہے، خصوصاً ایسی حالت میں کہ حاکم مہذب اُس شہر میں مقیم ہو جس میں راہی کا مقرر ہونا ضرور ہو؛ پس ایسی صورت میں راہی کا تقرر بہ اختیار مجسٹریٹ شہر کے، بڑے پادری خدا پرست یا اور سرکاری مددہ داروں کے مشورہ کے ساتھ، عمل میں آنا چاہیئے۔

مجموعہ قانون ایضاً باب اول کی دفعہ ۱

اور باب DD کی دفعہ ۸

ہماری یہ خواہش ہے کہ شہروں کے محافظ، جن کا اُن امور سے جو ایمان صادق سے ملحقہ رکھتے ہیں، اور راز ہائے مقدس سے + روسی قانون میں نابالغوں کے تین درجے تھے اور اُن تینوں کے حقوق اور عوارض جداگانہ تھے۔

جس کا ہم ذرا کر رہے ہیں حاکم اور معبود کا فرق قائم ہوا، یعنی پادریوں نے یہ ارادہ کیا کہ معبود کے مقابلہ میں حاکم ایک مصلحت اور دوسری چیز قائم ہو جائے، اور معبود قوانین کے بانی نہ ہو جائے، اُن کی خواہشیں اور زندگی کے کام، بغیر اس بات کے کہ اُن کی عقل اور طبیعت آزادی کے ساتھ رضامند ہو، اپنے قبضہ اور تصرف میں لگنے لگیں۔ علامہ اس کے پادریوں نے اس بات کے نتیجے میں کوشش کی کہ خلقت کے امور دنیویوں میں اُن قواعد اور احکام کو غالب ہوئے، جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں، اور جسمانی یعنی دنیوی اختیارات پر تسلط کر کے خود مقتدر کے ساتھ حکومت کریں، اور جب احکام الہی کو اس طرح پر غلبہ دینے سے دنیوی حکومت حاصل کرنے میں وہ کامیاب نہ ہوئے، تو انہوں نے دنیوی بادشاہوں کی طاقت اختیار کی، اور لوگوں کی آزادی کی مضرت کو گوارا کر کے بادشاہوں کے غیر محدود اختیار میں دھکی دھنے کی غرض سے، اُنکی خود مقتدری کی جان و دل سے تائید کی،

فرسکہ یہ اصول شایستگی کے تھے، جو یورپ کو پانچویں صدی میں پادریوں اور روسی شہنشاہی سے بہم پہنچے، اُسی حالت میں روسی قلمرو کی خلقت جو وحشیوں کے ظاہر پانچ قبضہ اور تسلط کر لیا، اب اُن تمام اصول اور قواعد کے بغیر سبقت کے لیے، جو ہماری شایستگی کے وجود اول کی ترتیب میں مضبوط اور مجتمع ہوئے، ہمارے صرف وحشیوں کے حالات کی کیفیت معامد کرنی پانی رہی ہے،

واقعہ ہر کہ وحشیوں کی کیفیت پیدا کرنے سے بالکل مبرا یہ مقصد نہیں ہے، کہ میں اُن کی تاریخ کے حالات پر گفتگو کروں، اے صاحبوں تم کو معلوم ہے کہ اُس زمانہ میں روسی شہنشاہی کے فتح کرنے والے توپیا ایک ہی قوم اور نسل میں سے تھے، چنانچہ بعض قوموں سکلیزینک اور المینی کے وہ سب لوگ اہل جرمنی تھے، اور شایستگی اور تہذیب بھی اُن کی قریباً بدرجہ مساوی تھی، بیشک اُن کی شایستگی میں کچھ قدر تفاوت آس تو رہا اور دوری کے لحاظ سے ضرور ہوگا، جو روسی قلمرو کی خلقت سے اُن مختلف قوموں کے مسکنوں میں تھی، مثلاً قوم گاٹھ، پلاویچہ، پھنسٹ قوم نوانکس یعنی فرانسیسوں کے زیادہ ترقی یافتہ تھے، اور اُن کے اطوار زیادہ نرم اور پسندیدہ تھے، مگر جب ہم بھیگت مجسمہ اُن کے حالات پر نظر ڈالیں، اور اُن سے جو کچھ نتیجے ہماری نسبت پیدا ہوئے، اُن پر غور کریں، تو معلوم ہوگا کہ وحشیوں کی باہمی شایستگی میں ہر ایک ہی تھوڑا اصلی تفاوت تھا،

وجود اُس قانون واحد کا مختلف زمانوں میں ہر جگہ ہمیشہ پایا جاتا ہے،

حاصل یہ کہ پادریوں کے ذریعہ سے ایک بڑے واقعہ کی بنیاد پڑ گئی، یعنی قوت اور اختیارات روحانی اور جسمانی کے درمیان امتیاز قائم ہو گیا، یہی امتیاز اور تقسیم آزادی ایمان کا مندرجہ ہے، اور اسے اصول پر مبنی ہی جو تہذیب کامل اور وسیع آزادی ایمان کی بنیاد ہے، قوت روحانی اور جسمانی کی تقسیم کی بنا اس بات پر ہے، کہ روح اور طبیعت اور عقیدہ باطنی اور راستی اور حقیقت پر قوت جسمانی یعنی حاکم کو حکومت کرنے کا کچھ حق نہیں، کہ اُس کی کچھ تاثیر اُن پر ہوتی ہے، یہ تقسیم اُس امتیاز سے پیدا ہوئی ہے، جو عالم خیال اور عالم اعمال، یا عالم واقعات باطنی اور خارجی کے درمیان میں قائم اور مسلم ہے، فرسکہ یہ قاعدہ آزادی ایمان کا، جس کے واسطے اہل یورپ مقتدر لڑے پڑے، اور اُنہوں نے بڑی بڑی تکلیفیں اور ظلم سہے، بہت عرصہ کے بعد انٹر پادریوں کی مرضی کے برخلاف ترقی پانچ، آخر کار امتیاز قوت جسمانی اور روحانی کے نام سے یورپ کی شایستگی کے عین ابتدائی زمانہ میں قائم اور مسلم ہو گیا، اور پادریوں کے فرقہ نے اُس ضرورت کے سبب سے، جو وحشیوں سے اپنی قوم کے محفوظ رکھنے کے لیے اُن کو پیش آئی، اس مسئلہ کو رائج اور قائم کیا،

پس اخلاقی رعب داب کے موجود ہونے اور قانون الہیہ کے قائم ہونے، اور روحانی اور جسمانی اختیارات کے تقسیم ہونے سے، پانچویں صدی میں پادریوں کے فرقہ سے تین بہت بڑے فائدے اہل یورپ کو حاصل ہوئے،

۱۔ مگر اُس زمانہ میں بھی سارے اثر اُس فرقہ کے بالکل نافع اور مفید نہیں تھے، چنانچہ اُسی پانچویں صدی میں اُس فرقہ کے نتیجے ہی فتنے اور خواب اصول بھی ظاہر ہوئے، جو ہماری شایستگی کی ترقی میں نہایت مصلحت اور اُس کے مزاحم رہے ہیں؛ مثلاً اُسی زمانہ میں

۲۔ اگرچہ قوت جسمانی اور قوت روحانی کے معنی ظاہر اور صاف ہیں، مگر اس موقع پر جو مراد مصنف کی ہے اُس کی تشریح کر دینی فائز مآل ہے، قوت جسمانی سے وہ قوت مراد ہے جو حاکم کو بیوروکریٹ اور حکومت کے لوگوں کے جسم اور بیرونی حالات پر حاصل ہے، اور قوت روحانی سے وہ قوت مراد ہے، جو مذہب، رُخاخلاق کے باب میں کسی مجموعہ مسائل مذہبی اور قوانین اخلاق کو لوگوں کی روح اور طبیعت اور باطنی حالات پر حاصل ہوتی ہے، اور حاکم کو اُس جہں مداخلت نہیں پہنچتی،

† نارمنز نے حاصل کی تھی، مولفہ تہذیبی صاحب، صرف یہی ایک ایسی کتاب ہے، جس میں وہ تمام خیالات، اور خواہشیں، اور میلان طبعیت، جو لوگوں پر ایسی حالت معاشرت میں، جو وحشت کے قریب قریب ہو، موثر اور حاوی ہوتے ہیں، اس غریبی اور درستی سے ظاہر اور جمع کیئے گئے ہیں، کہ † ہومر شاعر کی صداقت یونانی اور نقشہ ہندی کی برابر ہی کرتے ہیں۔

ممالک امریکہ کے وحشیوں کے حالات زندگی میں، جو عجیب و غریب داستان کوہر صاحب نے لکھی ہے، میرے نزدیک اُس میں سچہ حالات ایسے ہیں، جو یورپ کی قدیم وحشی جرمنی قوموں کے حالات سے مشابہہ ہیں، گو وہ مشابہت ادنیٰ درجہ کی ہے، اور راستی اور سادگی بھی اُس میں کم ہے۔ امریکہ کے وحشیوں کے طریقہ اوقات بسری میں، اور جو باہمی تعلقات اور خیالات اُن کے جنگلوں میں موجود پائے جاتے ہیں، اُن میں ایسی چند باتیں ہیں، کہ اُس سے ہم کو قدیم اہل حرم کے نسبی طور و طریقہ یاد آتے ہیں۔ اُس میں کچھ شک نہیں، کہ وہ حالات نسبی طور و طریقہ یاد دہا کر رہے ہیں، اور جو نہایت بڑی بڑی باتیں، اور ناپسندیدہ حالات وحشیوں کی اوقات بسری کے ہیں، وہ بھڑی ظاہر نہیں کیئے گئے۔ اس موقع پر میں اُن ثقافتوں کا ذکر کرنا نہیں چاہتا جو وحشیوں کے اطوار اور طریقوں سے باہمی تعلقات خلائق یعنی تمدن اور معاشرت کو پھینچے ہیں، بلکہ وحشی شخص کی خاص ذاتی اور جداگانہ حالت سے اس وقت مجھ کو بھڑک کر نکلتی ہے۔ ہر ایک وحشی کی طبیعت میں، جو یہ خواہش نہایت غالب تھی، کہ ہر آدمی ذاتی آزادی اور بے تعلقی رکھتا ہو، اُس کے سبب سے وحشیوں کی ذات میں اُس سے زیادہ ناپسندیدہ اور خراب باتیں موجود تھیں جو تہذیبی صاحب نے ظاہر کی ہیں، چنانچہ اُن میں ایسی سنگدلی اور سرد مہری تھی جو صاحب مودع کے بیان سے بڑی بڑی ظاہر نہیں ہوتی، مگر باوجود اس نقصان اور بڑائی، یعنی سنگدلی اور خود غرضی کے، جب ہم اُس خواہش کی ماحیت اور اُس کی اصلی غاص جو پڑ پڑ کرتے ہیں، تو ظاہر ہے کہ ذاتی آزادی اور بے تعلقی کا اُنس ایک بڑا عمدہ امر اخلاق کا ہے، اور انسان کی اخلاقی یا

† یہ فرانسیسیوں کی ایک قوم تھی جس کا وطن نارمنڈی تھا جو فرانکس کا ایک صوبہ ہے بہت مدت تک اس قوم کی سلطنت انگلستان میں رہی۔

† یہ قدیم یونان کا نہایت مشہور شاعر ہے اُس کے نغم میں یہ کمال ہے کہ جس کی حالت وہ بیان کرتا ہے اُس کا ایسا نقشہ پائندہ دیتا ہے گویا وہ اُنکھ کے سامنے موجود ہے اور رات ہی خیالی نہیں۔

فرسک وحشی قوموں میں جو ہم حالت لوگوں کی تھی، اُس کی کیفیت سمجھنی ضرور ہے، مگر یہ ایسا مضمون ہے کہ اُس زمانہ میں اُسکی کیفیت سے ہمارا بھڑی واقف ہونا نہایت دشوار ہے۔ اگرچہ بغیر بہت سی دشواری کے روسیوں کے اُس انتظام کی کیفیت، جس کے ہر جب شہروں کے ہندوستان کی کمیٹیاں جا چکا مقرر تھیں، اور پادریوں کے حالات ہماری سمجھ میں آتے ہیں، کیونکہ اُنکا اثر آج تک پائی چلا آتا ہے، اور اُنکے پتہ اور نشان بہت سے قوامد اور جاسوس اور واقعات سے پائے جاتے ہیں، خلاصہ یہ کہ ہزاروں ذریعہ اُن کی شناخت اور تشریح کے ہمارے پاس موجود ہیں۔ مگر وحشیوں کی رسم و رواج اور تمدن اور معاشرت کا وجود بالکل نیست اور نابود ہو گیا، پس ہم احداث پر مجبور ہوتے ہیں کہ خورا نہایت قدیم زمانہ کی تاریخانہ یادگاروں سے، یا اپنی عقل و قیاس کے ذریعہ سے، اُن کے حالات جمع کریں۔

وحشیوں کی خصات اور حقیقت کا نقشہ بھڑی ذہن نشین ہونے کے لیئے البتہ ایک راہ اور راہ ایسا ہے جس کا سب چیزوں سے پہلے بھڑی سمجھ لیٹا ضرور ہے۔ اُس راہ اور راہ سے میری مراد وہ خورہی ہے، جو ہر فرد بشر کو اپنی ذات کے بے تعلق اور غیر محتاج ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ یعنی وہ سرور جو آدمی کو اپنی ذات خاص سے اپنے قرب باز اور پوری آزادی سے دنیا اور زندگی کے اتفاقات † میں کام لیٹے سے حاصل ہوتا ہے، یعنی اُس عمل اور کارروائی کی خورہی اور نشاط جو ہر شخص بلا جبر و مشقت اپنی مرضی سے کرنا چاہتا ہے، یعنی ایسی دلیرانہ کارروائی کا لطف اور حظ جس کا انعام اور نتیجہ فیض مہقق ہوتا ہے، اور وہ خطروں سے بڑھے ہوئے اور بے نظیر ہوتی ہے۔ فرسک وحشیوں میں اسی راہ اور خیال کا غائب تھا، وہ اوصاف اخلاقی کے محتاج تھے، اسی محتاج کے سبب سے بیشمار گروہ انسانی، مضارقات یعنی وحشیوں کی سواتر حرکت اور دوا درش سے مضطرب رہتے تھے۔ اس زمانہ میں جبکہ ہم لوگ ایک نہایت توتہب پائے ہوئے معجم خلائق میں زندگی بسر کرتے ہیں، تو اُس خیال یا راہ کی کیفیت کو، اُس تمام اثر اور قوت کے ساتھ جو، اُس کو چوتھی اور پانچویں صدی کے وحشیوں پر حاصل تھی، بھڑی معلوم نہیں کرسکتے۔ اُس کا پورا پورا سمجھنا دشوار ہے۔ میرے نزدیک صرف ایک کتاب موجود اور پائی ہے، جس میں وحشت کی یہ خاص ملامت اپنی پوری اب و تاب کے ساتھ منکشف اور موجود ہے، یعنی انگلستان کی اُس فتح کی تاریخ، جو کرم

† اتفاقات سے ایسے کام دنیا کے مزاح ہیں جنکے نتیجہ اور انجام کی نسبت ہم کو یقین اور اعتبار نہیں ہوتا۔

باطنی خلقت اس کی نہایت مقتضی ہے، اور یہ خواہش یا انس و ہوس سرور ہے، جو آدمی کو اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ وہ یہ جانتا ہے کہ مجھ کو اپنی اصلاح اور فائدہ کے واسطے اپنی رائے اور مرضی کے موافق عمل کرنے کا اختیار اور آزادی حاصل ہے، اور میں پختہ ایک چیز جداگانہ اور بے تعلق اور آزاد ہوں۔

یہ خیال یا مسئلہ مذکور جرمنی کے وحشیوں کی بدولت یورپ کی شایستگی کا جزو قرار پایا۔ روسی قلمرو کے باشندے، اور عیسائی قوم، اور قزلباش تمام شایستگی قومیں قدیم زمانہ کی اس عمدہ خیال سے نا آشنا تھیں۔ زمانہ قدیم کی مختلف شایستگیوں میں، جس آزادی کا ہم تذکرہ کرتے ہیں، وہ آزادی امرات ملکی سے متعلق تھی، یعنی اُس شخص کی آزادی سے جو ملکی نوبے یا جماعت میں شریک ہوتا تھا۔ اُن شایستگی قوموں میں سے انسان نے اپنی ذاتی آزادی کے واسطے کوشش نہیں کی، بلکہ اپنی ملکی آزادی کے لیے سعی کی: چنانچہ وہ جس کسی خاص جلسہ سے تعلق رکھتا تھا، اُس کے مقاصد پر ذرا، اور اُس کے حاصل کرنے میں اپنی جان دینے کو مستعد رہتا تھا۔ یہی حال پارسیوں کے فرقہ کا تھا۔ چنانچہ اُس فرقہ کے ارکان اپنی خاص جماعت کے ساتھ جان و دل سے وابستہ ہوتے تھے، اور اُس کے قوانین پر جان نثار ہونے کے خیال کو مؤید رکھتے تھے، اور اُس کی بادشاہت کو وسعت دینے پر آمادہ رہتے تھے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اس مذہبی جوہر اور خیال سے یہ اثر پیدا ہوا، کہ انسان نے اپنی ہی حاکم کو اُن کو اپنی ذات یا نفس پر قابو لایا، یعنی اُس نے خاص اپنی ذات کو مطیع اور معکوس کرنے، اور اپنی مطیعیت کو اپنے ایمان اور عقیدہ کا تابع اور پابند کرنے میں دل سے کوشش کی، لیکن خیال اور مشق، اُس ذاتی آزادی اور بے تعلقی کا جو بارچوہ ہر طبقہ کے خطوط اور جدتوں کے ہر شخص کو صرف اپنے نفس کی رعایت دیتی، اور سرور کے واسطے حاصل ہوتی ضرور ہے، نہایت عمدہ اور نادر خیال تھا، جس سے روسی قلمرو کی خلقت اور عیسائی لوگ معضض ناراض تھے، اور اُس نے صرف وحشیوں کے ذریعہ ہی بیدار ہو کر زمانہ حال کی شایستگی کے گہوارہ میں پورے پائی، اور اس شایستگی کے اندر میں اُس کو ایسی بڑی مداخلت دہی ہے، اور ایسے ایسے عمدہ نتیجے اُس سے پیدا ہوئے ہیں، کہ اُس کو اس زمانہ کی شایستگی کا اعلیٰ جزو تصور کرنا چاہیے۔

اس امر سے یہی فرض اُس تعلق سے ہے، جس کے سبب سے ضرورت کے وقت ہر سردار کے متوسل اُس کو فوج کی مدد دیتے تھے، یہ تعلق خاص خاص شخصوں اور سپہ سالاروں کے باہم اس طرح سے قائم ہوا، کہ اُس سے ہر ایک کی آزادی کو کچھ ضرور نہیں پہنچتا، اور درجہ اور مرتبہ کے مساوات جو اُن کے آپس میں کامل طور پر موجود تھے، وہ بھی شروع شروع میں بہت کچھ سلامت اور قائم رہے، مگر بارچوہ اس کے اُس قسم کی ماتحتی اور توسل، جو ایک فرقہ کے لوگوں میں ایک دوسرے کی نسبت ہوتا ہے، اُن میں قائم ہو گیا، اور آخر کار اسی قاعدہ کی بدولت وہ امیرانہ انتظام رائج ہو گیا، جو بعد کو سلسلہ ریاست کے متفقہ اور طوائف الملکی کے نام سے مشہور ہوا، اور یہی تعلق اُس وفات اور وفاداری کی بنیاد ہے، جو ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ بغیر کسی خارجی ضرورت اور ایسے فرض کے کرتا ہے جو معاشرت کے عام اصولوں پر مبنی ہو۔ قدیم زمانہ کی جمہوری سلطنتوں میں کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی سے کوئی خاص واسطہ اور بے تکلف اتحاد نہیں رکھتا تھا، بلکہ سب کے سب اپنے شہر سے وابستہ اور تعلق رکھنے والے ہوتے تھے، یعنی اُن کے باہم عام تعلق ہوتا تھا، مگر وحشیوں میں خاص خاص آدمیوں کے آپس میں باہمی تعلق دو درجہ سے قائم ہوا، اول تو اُس تعلق کی وجہ سے، جو سردار کو اپنے مصاحب اور ولیق سے، اُس حالت میں تھا جب کہ اُن کے گروہ یورپ میں سرکشتہ اور آوارہ پھرتے تھے، اور دوسرے اُس تعلق کی وجہ سے، جو اُس وقت اُن کے باہم پیدا ہوا جبکہ طوائف الملکی ہوئی، اور صاحب ریاست ہو کر اُن میں ریاست داران متوسل و متفق کا سلسلہ قائم ہوا، جس کے بموجب وہ اپنے اعلیٰ سرداروں یا بادشاہوں کے تابعدار سمجھے جاتے تھے، اور سردار اعلیٰ آقا کے لقب سے، اور اُن کے ماتحت متوسلین اور فرمانبردار کے لقب سے، ملقب ہوئے۔ فرض کہ زمانہ حال کی شایستگی کا یہ دوسرا اصل، یعنی وفات اور تعلق ایک آدمی کا دوسرے آدمی کے ساتھ، وحشیوں ہی سے ہمارے ہاتھ لگا ہے، اور اُنہیں کے طرز و طریقوں سے ہمارے طریقوں میں داخل ہوا ہے، اور اُس کو یہی ہماری شایستگی میں بڑا دخل ہے۔

اے حضرات، اب آپ فرمائیں کہ میں نے شروع میں کیا چیز بات غلط بیان کی تھی، کہ زمانہ حال کی شایستگی اپنے آغاز ہی میں ایسی مختلف اور رنگ پرنگی، اور ایسی متحرک، اور منتشر تھی، جیسی کہ اُس کی کیفیت اس بیان سے معلوم ہوتی ہے، جو میں نے آپ کے روزمرہ عام طور پر بیان کیا ہے؟ کیا یہ بات اب ہم کو معلوم اور تحقیق نہیں ہوگئی، کہ ہماری شایستگی کی ترقی روز افزوں

ہے، ایک اور امر یعنی شایستگی کا ایک اور جزو یہی، ہم کو وحشیوں سے حاصل ہوا ہے، اُس کے لیے یہی ہم انہیں کے مہرین منت ہیں؛

ایک اور امر یعنی شایستگی کا ایک اور جزو یہی، ہم کو وحشیوں سے حاصل ہوا ہے، اُس کے لیے یہی ہم انہیں کے مہرین منت ہیں؛

لوگوں کو ہمیشہ مجبور ہی، اور ہر شخص کو ہمالہ جہاگنہ، اس بات کا مرقع ملا ہی، کہ اُس کی ہر قسم کی ترقی کاملہ طور پر ہو سکے، اور ہر معاملہ اور ہر کام میں انسان کے قواد کو بے انتہا وسعت اور شگفتگی حاصل ہو سکتی ہی، پس یہ مرقع اُس تمام تکلیفوں اور مصیبتوں اور ہر قہمت اور لاکھ کا، جو اُس کے پیدا کرتے ہیں ہمکو اُٹھانی پادیں، کافی وائی معارضہ ہی۔ تمام مزاہب اور حالات پر غور کرنے کے بعد، یہ ثابت ہوتا ہی، کہ شایستگی یورپ کی ایسی انقلاب پذیر، اور زور آور، اور جفاکش حالت سے، دوسری سادہ وضع کی شایستگیوں کی یہ نسبت انسان کو بہت زیادہ فائدہ پہونچتا ہی، غرضکہ یہ نسبت نقصان کے اُس سے انسان کو نفع زیادہ حاصل ہوا ہی۔

اب ہم اُس حالت کی عام علامتوں سے جس میں دنیا رو رہی شہنشاہی کے زوال اور ادبار سے مبتلا ہوئی واقف ہو گئے، اور اُس مختلف اصولوں سے بھی ماہر ہو گئے، جو یورپ کی شایستگی پیدا کرنے کے لیے متھوک اور پرائیگیشتہ ہرگز مضار اور محتوج ہوئے، اس کے بعد اب آئندہ ہمکو یہ دیکھنا ہوگا کہ انہوں نے کیا کیا عمل اور اثر اُٹھانا دیکھا، اور اُن کو کس کس طرح سے نشو و نما اور شگفتگی حاصل ہوئی، پس لکچر مابعد میں یہ امر ثابت کیا جاوے گا کہ اُس زمانہ میں جس کو ہم وحشیوں کا زمانہ کہا کرتے ہیں، اور جس میں وحشیوں کے حماوں سے بڑا گھولا اور انقلاب واقع ہوا، اُن اصولوں نے کبھی ضرورت پکڑی، اور کیا کیا نتیجے اُن سے پیدا ہوئے؟

واقف

ایف گیٹ بزبان فرانسیسی

مترجمہ

ولیم ہیڈلست یزلیس انگریزی

میں جو مختلف اصول مجتمع ہیں، وہ تو بڑبڑا سب کے سب روسی سلطنت کے زوال کے وقت میں بھی موجود تھے؟ اب ہمکو معلوم ہو گیا کہ اُس وقت میں تین ایسے مجمع خلائق کے موجود تھے، جن کے باہم کچھ مناسبات اور مشابہت نہ تھی، یعنی ایک تو ہزاروں کے انتظام کی کمیٹیاں، اور مجلسیں، جو روسی شہنشاہی کی اخیر یادگار اور بقیہ ہیں، دوسرے میونسپلیٹیوں کا مجمع، تیسرے وحشیوں کا گروہ، ان مجبوروں کی ترتیب اور ترکیب بہت مختلف تھی، اور اُن کا نشو و نما بالکل مختلف اصول اور قاعدوں پر ہوا، اُن مجبوروں کے فروغ سے جو خیالات اور رائیں لوگوں میں ظاہر ہوئیں، وہ بھی نہایت مختلف اور غیر تھیں۔ چنانچہ ہمکو معلوم ہوا ہی کہ مطلق آزادی، اور بالکل بے تعلق کے ساتھ، جو ہر شخص اپنے نفس اور اپنے اعمال کی نسبت چاہتا تھا، قایت درجہ کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی موجود تھی، اور اُن والیان ریاست، اور جاگیر داروں کی حکومت کے پہلو پہ پہلو، جو ادنیٰ درجہ کے جاگیر داروں اور سپاہیوں کے اٹا اور سردار ہوتے تھے، مذہبی یعنی پادروں کی حکومت اور اُن کا غلبہ پایا جاتا تھا، اور گرجا کے یعنی مذہبی قراعد اور احکام، اور روسیوں کے ناقص قوانین اور رائیں، اور وحشیوں کے رواجی یعنی بغیر لکھ ہوئے رسم و رواج، سب ایک ہی زمانہ میں موجود تھے، فرض کہ نہایت مختلف قوموں اور زمانوں، اور طرح طرح کے حالات معاشرت، اور طرز و طریقوں، اور خیالوں، اور رایوں کی آمیزش اور اختلاط، یا ایک ہی وقت میں اُن سب کی موجودگی، جا بجا پائی جاتی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو کیفیت میں نے بیان کی اُس سے ہماری شایستگی کی عام خاصیت اور علامت، جس کے ظاہر کرنے میں میں نے کوشش کی ہی، پطربی واضح اور روشن ہوتی ہی۔

ہماری شایستگی کے اجزا میں جو اختلاف اور پوریشائی اور بے ترتیبی پائی جاتی ہی، بے شک اُس سے بہت نقصان ہمکو پہونچتا ہی، اس سبب سے یورپ کی ترقی دیر اور ترقف کے ساتھ پتدریج ہوئی ہی، اور یورپ بہت سی آنتوں اور تکلیفوں میں مبتلا رہا ہی، مگر باوجود اس کے میرے نزدیک اس کا کچھ اندوس کرنا نہیں چاہیئے، کیونکہ اُسی انقلاب اور اختلاف اور مخالفت کی بدولت، اب

بمقام علیگڈہ — مطبع علیگڈہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۷]

۱۵ ذی الحجۃ سنہ ۱۳۰۶ نبوی سنہ ۱۲۹۱ ہجری

[جلد پنجم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرتی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قوتینشن کے منایب فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام ہئارس بھیجا جارہے فرقہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جارہے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے رہتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جارہیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جارہیگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساڈھے روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر بیجا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور ہر خریدار اُس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوا ہے خریدار تصور ہوگا اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ متعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو فی پرچہ چار روپیہ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زائد ہنر میں موجود ہو *

مضمون نمبر ۲۰۰

لکچر

نمبر ۳

مانسپور ایف گیزٹ صاحب فرانسیمسی کا

سولزیشن پر

اے صاحبوں — یورپ کی شایستگی کے بنیادی اصول اور اس کی وہ ابتدائی کیفیت جو روسی شاہنشاہی کے زوال کے وقت تھی، آپ کے رد پر بیان کی گئی۔ اُس سے پہلے میں نے کچھ حال اُن اصول کے اختلاف اور مسائل باہمی مخالفت کا بیان کر کے، اُس امر کے ذہن کرنے میں کوشش کی کہ اُن اصول میں سے کوئی اصول یورپ کے مجموعہ خلافت پر ایسا غلبہ مطلق حاصل کرنے میں، یا اُس پر اس قدر حاوی ہو جائے میں، کامیاب نہیں ہوا کہ اُس کے سوا اور اصول بالکل معدوم، یا حد سے زیادہ اُس کے مطیع ہو گئے ہوں۔ اور یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ یہی خاص علامت شایستگی یورپ کی تھی، اُسی کے ذریعہ سے اُسی کا بھڑپ امتیاز ہوتا ہے۔ اب ہم اُس شایستگی کے اُس زمانہ کی تاریخ بیان کرنا شروع کرتے ہیں، جس کو وحشیوں کا زمانہ کہتے ہیں۔

اس زمانہ پر پہلے ہی نظر ڈالنے سے ممکن نہیں کہ اُس واقعہ پر نظر نہ پڑے جو بظاہر بیان مذکور کے مخالف معلوم ہوتا ہے۔ جب ہم ایسے چند خیالات کی سادہ کو دیکھتے ہیں، جو یورپ کے قدیم حالات کی نسبت یقین کیے جاتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ ہماری شایستگی کے مختلف اصول، یعنی سلطنت شخصیت، اور دنیا کا انتظام بذریعہ احکام الہی، اور حکومت نوعیت، اور جمہوری کے اصول، سب اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ابتدا میں یورپ کا مجموعہ خلافت ہمارے تحت اور قابو میں تھا، اور ہمارا اختیار اور مطلق حکومت صرف اس وجہ سے ضائع ہو گئی کہ اصول مخالف نے اُس کو غصب کر لیا۔ جو کچھ اس امر میں لکھا گیا اور بیان کیا گیا ہے، اُن سب تھریزوں اور بیانیوں کے ملاحظہ سے دریافت ہوگا کہ وہ تمام طریقہ اور انتظام، جن کے ذریعہ سے ہماری ابتدائی حالت کی توضیح اور تشریح کا ارادہ کیا گیا ہے، اس بات کے دعویدار ہیں کہ یورپ کی شایستگی کے اصولوں میں سے ایک نہ ایک اصول کو غلبہ مطلق حاصل رہا ہے۔

چنانچہ ایک فرقہ اُن لوگوں کا ہے، جو طوائف الملوکی یا انتظام ریاست ہائے متفقہ کے معارف میں، اُن میں سے نہایت مشہور

ہولینڈیز صاحب کے پیرو ہیں۔ اُن کا یہ دعویٰ ہے کہ روسی شاہنشاہی کے زوال کے بعد، تھیمند قوم کے لوگوں کو، جو بعدہ امرام ملک ہو گئے، تمام اختیارات اور حقوق حاصل تھے، اور کل مجمع خلائق انہیں لوگوں کا مہکوم اور مطیع تھا۔ اُس کے بعد اُن امیزوں سے بادشاہوں نے اور رعایا نے وہ حکومت چھین لی، پس طوائف الملوکی، یا حکومت امرا، یورپ کی ابتدائی حالت اور الہی ہیئت تھی۔

ملازم اس فرقہ کے، سلطنت شخصیت کے مددگاروں کا بھی ایک فرقہ ہے، مثلاً ڈوبس صاحب کی خانقاہ کے پیرو بیان مذکورہ صدر کے برخلاف یہ دعویٰ کرتے ہیں، کہ یورپ کا مجموعہ خلائق بادشاہوں کے تحت و تصرف میں تھا، یعنی روسی شاہنشاہوں کے حقوق جرمی بادشاہوں کو وراثتاً پہنچے تھے، اور قدیم قوموں نے خصوصاً قوم گائز، یعنی فرانسیسیوں نے، اُن کو بادشاہ ہونے کے لیے خرد پلایا تھا، پس انہیں کی حکومت جائز تھی، امیزوں نے جو کچھ تسلیم کیا وہ سب بادشاہوں کے حقوق اور اختیار کا بیجا قبض و تصرف تھا۔

اسی طرح سے تیسرا فرقہ، اُن آزاد مذہبوں یا حکومت جمہوری کے حامیوں کا پایا جاتا ہے، جنکو ہم کسی اور نام سے بھی پکار سکتے ہیں، مثلاً رعایا کے مدد و معارف نہیں، اُن میں سے میدی صاحب کی خانقاہ والوں کے معارف کے بموجب، پانچویں صدی سے مجمع خلائق کی حکومت اُس مہکوم کو پہنچتی جو آزادانہ قواعد اور اصول سے موافق اور موافق تھا، یعنی آزاد لوگوں یا رعایا کی جماعت کو حاصل ہوئی، اور امیزوں اور بادشاہوں نے اُس ابتدائی آزادی کو اربت و سوت کو اپنے آپ کو مالا مال کر لیا، اُن کے حامیوں کی مار مار سے عام آزادی مغلوب ہو گئی، درخت اُن کے مہد سے پہلے اُسی مار، فرقہ اور پوری سبقت حاصل تھی۔

بادشاہات اور امیزوں اور رعایا کے مرنندوں کے دعووں سے بڑے بڑے مذہب کے حامی اور معارف اپنا دعویٰ پیش کرتے ہیں جو احکام الہی پر مبنی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مذہب اپنے اصل مقصد اور ایسے حق کے سبب ہے، جو خدا تعالیٰ کی ذات خاص سے اُس کو حاصل ہے، مالک اور مختار تمام مجمع خلائق کا تھا، اور صرف اُسی کو استحقاق اُس کی حکومت کا تھا، پس یورپ کی ملکہ + جائز اور

+ یہ انگریزی زبان کا معارف ہے کہ جس شے کو لوگ بہت عزیز اور مددہ جانتے ہیں اُس کو مرنے کے صیغہ سے یاد کرتے ہیں، مثلاً چاند کو ملکہ آسمان کہتے ہیں۔

اصول جازب اور درست تھا ؟ اس سے ظاہر ہی ہے استحقاق اختیار حاصل کی ایک ایسا حق ہی جو قدامت اور امتداد زمانہ پر مبنی کیا گیا ہے ، مختلف اصولوں مذکور کے حامی اور مددگار اُس حق کا مضرب اور اپنے اختیارات کے استحقاق کا ثبوت اسی بات کو قرار دیتے ہیں کہ ہمارا حق سب سے مقدم اور قدیم تھا ، آپ صاحب فرور کریں کہ یہ دعویٰ کسی خاص انتظام اور گروہ کے معارف سے منظر صر نہیں ہے ، بلکہ تمام اصولوں کے حامی اور مددگار یہی دعویٰ کرتے ہیں ، اس زمانہ میں ہم صرف ایک انتظام یعنی بادشاہی کو جازب اور واجب تصور کرتے ہیں ، مگر واضح ہو کہ یہ ہماری غلطی ہے کیونکہ یہی جواز اور راجحیت تمام اصولوں اور انتظاموں میں منظر صر ہو سکتی ہے ۔ یہ بات ہم کو معام ہو چکی ہے کہ ہماری شایستگی کے تمام اصول خاص اپنی نسبت اُس جواز اور استحقاق کو منسوب اور منظر صر کرنا چاہتے ہیں ۔ اگر ہم یررپ کے زمانہ مابعد کی تاریخ کو دیکھیں تو معام ہوگا کہ معجم خلافت کی نہایت مختلف صورتیں اور انتظام اور حکومتیں سب بدرجہ مساوی جازب اور درست تسلیم کی گئی تھیں ، اور کئی استحقاق سے خالی نہ تھی ، چنانچہ حکومت امرا اور حکومت جمہوری جو ملک اٹلی اور سویٹزر لینڈ میں ہوئی ، اور حکومت جمہوری مقام سین مرینو ، اور یررپ کی تمام بڑی بڑی بادشاہتیں ، سب اپنے کو جازب اور مستحق کہتی ہیں اور اُن کا مستحق ہونا تسلیم بھی کیا گیا ہے ؛ ان سب حکومتوں مذکور نے اپنے استحقاق کے دعویٰ کو ، اپنے جاسوں اور وعدوں اور اپنے سرورشتہ حکومت کے سب سے پہلے اور ہمیشہ سے ہونے پر ، برزناہ تاریخ اُسی طرح سے مبنی کیا ہے ، جس طرح بادشاہوں نے اپنے دعویٰ کو قائم کیا ہے ۔

اگر ہم یررپ سے قطع نظر کر کے اور ملکوں اور زمانوں پر نظر ڈالیں ، تو یہی مسئلہ استحقاق اختیارات ملکی کا جا بجا نظر آدیکا ؛ یعنی حکومت کی کسی جزو ، یا کسی جلسہ اور طریقہ ، یا قاعدہ سے ہم اُس کو ہر جگہ منسوب پاؤں گے ، کئی ملک اور زمانہ ایسا نہیں ہے جس میں معجم خلافت اور اختیارات ملکی کا کچھ نہ کچھ وجود نہ پایا جائے ، اور جس سے اسی قسم کا استحقاق جو قدامت اور امتداد مدت پر مبنی ہے منسوب نہ کیا گیا ہو ، اور وہ استحقاق تسلیم نہ کیا گیا ہو ۔

اب چاہئے کہ یہ اصول استحقاق کیا ہے ، اور اُس کے اجزا کیا ہیں اور اُنہی شایستگی یررپ میں کس طرح سے مداخلت پائی ہے ۔ واضح ہو کہ تمام اختیارات اور حکومتوں کی ابتدا میں قرب جسمانی کا رجور پایا جاتا ہے اور یہ قاعدہ تمام اختیارات ملکی کی

حقدار ہونے کا رتبہ صرف مذہب ہی کو حاصل تھا ، کیونکہ اُسی کی کوشش اور مصنف سے یورپ حقائق اور شایستگی تک پہنچا ہے ۔

پس اے صاحبوں ، ہماری حالت نہایت پیچیدہ ہے ، ہم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم یہ بات ثابت کرچکے کہ یررپ کی شایستگی کے اصول ہیں سے کئی اصول اُس کی تاریخ کے زمانہ میں غالب مسلط نہ تھا ، بلکہ وہ سب اصول ہمیشہ اتصال اور اختلاط اور متعلقہ اور متعلقہ کی حالت میں موجود اور قائم رہے ، مگر ہم پہلے ہی منزل میں ایسی راے کا وجود پاتے ہیں جو صریح متضاد ہمارے بیان کے ہے ، یعنی یہ راے کہ یررپ کی عین ابتدائی حالت میں ، یعنی اُس زمانہ میں ، جب کہ یررپ وحشیوں سے معمور تھا ، نال نال اصول اور قاعدہ معجم خلافت پر بالکل حاوی اور غالب تھا ، اور کسی ایک ملک میں نہیں ، بلکہ یررپ کے تمام ملکوں میں ہماری شایستگی کے مختلف اصولوں کی طرف سے اسی قسم کے متضاد دعوے مختلف زمانوں میں کچھ کچھ مختلف صورتوں میں ظاہر ہوئے ہیں ؛ چنانچہ جن تاریخ والے فرقوں کا ہم ابھی ذکر کرچکے ہیں وہ جا بجا موجود پائے جاتے ہیں ۔

یہ امر یعنی متضاد دعوے مذکور کا پیش ہونا بذاتہ ایک امر اہم نہیں ہے ، بلکہ اس وجہ سے بہت منزلت رکھتا ہے کہ اُس سے ایسے اور واقعات ظاہر ہوتے ہیں جو ہماری تاریخ میں بڑا رتبہ رکھتے ہیں ۔ حال کے یررپ کے اول زمانہ کی حکومت اور اختیار کی نسبت جو نہایت متضاد دعوے ایک ہی وقت میں پیش کیئے گئے ہیں ، اُن سے دو واقعے لھاظ کے قابل ظاہر ہوتے ہیں ، اول اختیارات ملکی کے استحقاق کی اصل اور قاعدہ جو اُن خیالات میں سے ہے جن کو یررپ کی شایستگی میں بڑا دخل رہا ہے ۔ دوسرا امر یہ ہے کہ ہم کو یررپ کے زمانہ وحشت کی حالت کی خاص اصلی ملامت اور خاصیت معلوم ہوتی ہے ، اور بالکل ہم کو خاص اُسی زمانہ سے سروکار اور بحث ہے ۔

اب ان دونوں واقعوں کے ثابتہ کرنے میں کوشش کی جاوے گی ، یعنی اُن اصل دعووں کی متضادیت سے جن کو ہم ابھی بیان کرچکے ہیں ، ایسا مسلسل نتیجہ نکالا جاوے گا جس سے وہ دونوں واقعے ثابت ہو جائیں گے ۔

اب خیال کرنا چاہئے کہ یررپ کی شایستگی کے مختلف اصول ، یعنی مذہبی انتظام بذریعہ احکام الہی ، اور بادشاہی ، اور حکومت نوعیہ اور جمہوری کے معارف ، اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں کہ یررپ کا معجم خلافت پہلے پہل ہمارے ہی اصل کے تحت حکومت تھا کیا کہتے ہیں ، اور اُن سب کا کیا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ابتدائاً ہمارا ہی

امر مذکورہ بالا سے صرف یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ زور و زبردستی کا قاعدہ استحقاق اختیار اس کے لیے بنیاد نہیں ہے، بلکہ اس کے اصل اور بنیاد اس سے بالکل مختلف ہے۔ اب سمجھنا چاہیے کہ تمام سرورقوں اور حکومتوں کا زور و زبردستی سے اس طرح پر منکر ہونے سے مقصد کیا ہے، ظاہر ہے کہ ان کے اس بات سے انکار ہے کہ ان کا استحقاق کسی اور بات پر منحصر ہے جو ان کے استحقاق کے اصلی بیض و بنیاد ہے؛ یعنی ان کا استحقاق عقل اور معقولیت اور راستی اور انصاف پر مبنی ہے، وہ ایسی اصل اور بنیاد ہے شاید اس خواہش سے اپنے آپ کو متعلق کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے زور و

ہوتا ہی، چنانچہ اُس کو آزادی اور حکومت دونوں سے معاہدہ اور اتحاد ہی، اور خاص حقوق اور اُن قواعد سے جنہ پر موجب ملکی اختیار عمل میں لائے جاتے ہیں دونوں سے مساوی تعلق ہی، ہم اُسکا رجوع نہایت مضائقہ انتظاموں اور سرشتوں میں، مثلاً طاریف المارکی کے انتظام اور فلانترز اور جرمن کی اُن کمیٹیوں اور جلسوں میں، جو شہروں کے انتظام کے لیئے مقرر تھیں، اور اٹلی کی جمہوری حکومتوں میں بھی ایسی ہی عربی اور اُمال سے پاتے ہیں، جیسا کہ بادشاہی کے قراہمیں، فرضہ رفا ایک ایسی صفحہ اور علامہ ہی جو زمانہ حال کی شایستگی کے مختلف اصولوں میں پھیلی ہوئی ہے، اور اُس کی معاہدہ کو شایستگی کی تاریخ کے ابتدا ہی میں سمجھنا لینا ضرور تھا۔

درسرا امر یا واقعہ جو اُن مختلف دعووں مذکورہ صدر سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہی جو وقت واحد میں پیش کیئے گئے ہیں، اُس زمانہ کی اصلی ملامت ہی جسکو ہم یورپ کی وحشت کا زمانہ کہا کرتے ہیں، جب کہ یورپ کی شایستگی کے تمام اصولوں کے معاونوں کو بچہ دہی ہی کہ زمانہ مذکورہ میں یورپ خاص ہمارے قبضہ اور حکومت میں تھا، تو ایسے دعووں کا درجہ نتیجہ یہ ہی کہ اصول مذکور میں سے کسی اصل اور جز کو کامل غائب حاصل نہ تھا، کیونکہ جب کوئی قاعدہ معاشرت اور تمدن کا دنیا میں غالب ہوتا ہی تو اُس کا امتیاز کچھ مشکل نہیں ہوتا۔ دسویں صدی کے حالات کے معاہدہ سے بے تامل طاریف المارکی کے انتظام کا امتیاز ہوتا ہی، اور سترہویں صدی میں اس بات کے اقرار کرنے میں ہم کو تامل نہیں ہی کہ حکومت شخصہ یعنی بادشاہت غالب ہو گئی، اگر ہم فلانترز کے اُن مجسموں پر نظر کریں جو شہروں کے انتظام اور درستی کے لیئے مقرر ہیں، اور ملک اٹلی کی جمہوری حکومتوں کو ملاحظہ کریں، تو فوراً ہم اس بات کی گواہی دینگے کہ جمہوری سلطنت کے اصول کو وہاں سبقت حاصل ہی، فرض کہ جب فی الحقیقت مجموعہ خلائق کے حالات میں کوئی اصول غالب موجود ہوتا ہی، تو اُسکی شناخت اور تمیز نہ ہونا محال ہی۔

اُن مختلف سرشتوں اور انتظاموں کے باہم جو یورپ کی شایستگی میں دخیل ہوئے، اس امر کی ہایت جو تنازعہ رائج ہوا کہ ابتدائہ شایستگی مذکور میں گرنسا قاعدہ اور سرشت غالب تھا، اُس سے ثابت ہوتا ہی کہ سب اصول اور قاعدے وقت واحد میں اپنا وجود رکھتے تھے، اور اُن میں سے کوئی بھی عموماً استقر رائج اور جاری

معمول نہیں ہوتا۔ اور اگر مجموعہ خلائق شگفتہ ہو کر ترقی پاتا ہی اور زیادہ قوی اور آسودہ حال ہوتا جاتا ہی، اور تمدن اور معاشرت کی حالت کو روز بروز زیادہ آدمی قبول کرتے جاتے ہیں، تو اسکا سبب پہلے ہوتا ہی کہ وقت کے گزرنے اور زمانہ کی گردش سے عقل اور انصاف اور درستی اُسکو زیادہ حاصل ہوتی جاتی ہی، اور درجہ بدرجہ اُس کے حالات کی ترتیب اصلی استحقاق اور درستی کے موافق ہوتی جاتی ہی۔

فرض کہ اُس مجموعہ خلائق کا جو خیال اور رائے استحقاق اختیارات و حکومت ملکی کی نسبت ہوتی ہی، وہ تمام دنیا میں مذکورہ بالا طریقہ سے دخیل ہوتی ہی، اور دنیا سے ہر ایک شخص کی جداگانہ طبیعت میں نفوذ کرتی ہی۔ پھر حال اُس انتظام و حکومت کی بنیاد اور ابتدا کیقدر ایسا استحقاق ہی جو از روئے اخلاق یعنی انصاف اور عقل اور راستی اور درستی کے استحقاق کے نام سے موسوم ہو سکتا ہی اور بحدہ ایسی منظرہ اور تسلیم پر اُسکا مدار ہوتا ہی جو وقت کے گزرنے سے حاصل ہوتی ہی، جس سے اسات کے یقین کرنے کی وجہ پیدا ہوتی ہی کہ عقل نے واقعات اور معاملات میں یورپی دخل پایا اور اصلی استحقاق اور درستی عالم ظاہری پر موثر ہوئی۔ اب ہم جس زمانہ کے حال پر مقروض کٹاکو دینگے اُس سے معلوم ہوگا کہ زور و زبردستی اور کذب و دروغ نے بادشاہت کے انتظام اور حکومت اسرا اور جمہوری کے قواعد اور اصول کو، بلکہ خاص مذہب کو بھی گھیر لیا تھا، اور ہر جگہ زور و زبردستی اور دروغ اور کذب کی اصلاح زمانہ کی تائید سے پدیدار ہوتی گئی، اور بچائے اُن کے راستی اور درستی، شایستگی میں قائم ہو گئی، حاصل یہ کہ انسانوں کی حالت معاشرت میں راستی و زور و درستی کے دخیل ہونے سے، استحقاق اختیارات ملکی کا خیال اور پسند و نفوذ پذیر ہوا، اور زمانہ حال کی شایستگی میں مذکورہ طرز سے اُس نے اپنے لیئے جگہ اور مرتبہ حاصل کیا۔

مختلف زمانوں میں جب کہ مسئلہ استحقاق اختیارات ملکی کو، اختیار مطلق یعنی بادشاہت کا نشان قرار دینا چاہا، تو اُس کی اصلیت میں خرابی ہو گئی، اختیار مطلق یعنی بادشاہت کا نشان ہونے سے، اُس کی اصلیت اسقدر یمنہ اور غیر ہی کہ صرف انصاف اور راستی اور درستی کے نام سے اُس کی بنیاد دنیا میں قائم ہوئی ہی، اور اُس کا اثر عالم پر ظاہر ہوا ہی، پس وہ مسئلہ ایسا نہیں ہی کہ اُس کے مقابلہ میں کوئی اصول قائم نہ رہ سکے اور وہ کبھی شخص کی ذات خاص سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ جہاں کہیں درستی اور راستی ظہور پذیر ہوتی ہی، وہاں اُس کا وجود بھی قائم

ہرگز اس سرعہ ازاد رہنے کے لیے کوشش کرتے تھے؛ فرض کہ تحریک اور برانگیختگی کے سبب سے ایک فرقہ سے دوسرے فرقہ میں برابر انتقال اور تبدیل کا ہونا، اور عموماً مختلف فرقوں کے تعلقوں کا غیر معین اور غیر مستقل ہونا، اور کسی شخص کا اپنی حالت پر یکساں قائم ٹھہرنا، چاہیہ پایا جارہیگا۔

زمینداری کی حقیقت کا بھی یہی حال تھا؛ یہہ بات مشہور ہی کہ اراضی کی تقسیم اس طرح ہو تھی کہ بعض اراضی بالکل معافی کی تھی، اور بعض پر کسیقدر حقوق کسی سردار یا حاکم بالادست کے قائم تھے، اور یہہ بھی آپ صاحبوں پر روشن ہی کہ دوسری قسم اخراجات اراضی کی حقیقت میں ایک بہت درجہ اور معین ترتیب اور سرشتہ کے قائم کرنے کا کس طرح پر ارادہ کیا تھا، چنانچہ جس حقیقت پر کچھ عراج دینا پڑتا تھا، وہ اول میں سالانہ معدود اور معین کے واسطے معاف کی جاتی تھی، اور اُس کے بعد جاگیردار کے حین حیات تک اور آخر کار موروثی حقیقت ہوجاتی تھی، فرض کہ انتظام اور ترتیب کے قائم کرنے میں کوشش محض بیکار تھی، اور سب قسموں کی حقیقت بلا ترتیب اور بے قاعدہ موجودہ تھی، چنانچہ ایک ہی زمانہ میں اراضی عراج گزار کی تین قسمیں مذکور موجودہ تھیں، اور اراضی واحد چند سال میں ان مختلف قسموں میں داخل ہوتی تھی، جس طرح لوگوں کی حالت بھی ناپائدار تھی۔ تمام اطراف اور جوانب میں وہ بڑا انقلاب اور تبدیل پایا جاتا تھا جو خانہ بدوشی کی حالت سے کثرت کے قیام اور سکون کی حالت قبول کرنے، اور ذاتی اور خاص تعلقات معدوم ہرگز حقیقت اور لوگوں کے باہمی اور مجبوری تعلقات قائم ہونے سے اظہار منالشمس ہی۔ اس انقلاب اور تبدیل کے زمانہ میں شایستگی کے تمام جزوئہ حال پوشان اور بے ترتیب تھا اور وہ خاص خاص امور اور خاص خاص مقاموں سے مخصوص تھے، اُسوقت کے قوائد اور طریقوں میں بھی اُسی قسم کی بے استقامتی اور آمیزش پائی جاتی ہی، چنانچہ وقت واحد میں تین قواعدے ترتیب اور انتظام کے موجودہ تھے، یعنی پادشاہ کا انتظام، اور طوائف الملوکی جس میں حقیقتوں اور لوگوں کے باہم توسل اور استعداد کا سلسلہ قائم تھا، اور آزاد جلسہ یعنی آزاد لوگوں کی مجالس جو متفق ہرگز معاملات کے مابین کرنے کے واسطے پھیل و مباحثہ کرتی تھیں، ان تینوں سررشتوں اور انتظاموں میں سے کسی ایک کے دخل اور قابہ میں مجمع خلائق نہ تھا، اور کوئی ایک انتظام اور قاعدہ کسی دوسرے سررشتہ اور اصول پر غالب نہیں ہوا، چنانچہ آزاد جلسہ موجود تھے، مگر جن لوگوں کو اُن میں شریک ہونا چاہیئے تھا یا

نہیں ہونا کہ مجمع خلائق اُسی کی شکل اور صورت پر قائم ہوجاتا اور اُسی کے نام اور ملاصق سے مشہور ہوتا۔

فرشکہ یورپ کے زمانہ وحشت کی یہہ خاصیت اور ملاصق تھی؛ یعنی تمام مختلف اصول مضبوط ہو رہے تھے، اور سارے انتظام اور قاعدے اپنی ابتدائی حالت میں تھے، اور اُن کے آپس میں متضاد اور تفرقہ نام تھا، اور وہ تفرقہ اور تنازعہ بھی دلیلی یا کسی قاعدہ پر نہ تھا۔ اِس زمانہ کی حالت معاشرت کے طرز اور طریقہ، یعنی حالات پر ضرر کرنے سے میں آپ صاحبوں کے دوبرہ یہہ بات ثابت کرسکتا ہوں کہ کسی جگہ کسی ایک ایسے امر واحد یا اصول مغرب کا موجودہ ہونا غیر ممکن تھا جو عام اور مستحکم اور مسلم ہو گیا ہو، پس اِس بات کے ثبوت میں دو باتوں پر میں حصر کرتا ہوں؛ یعنی لوگوں کی حالت جداگانہ، اور عام قاعدوں اور طریقوں کی حالت پر توجہ کرتا ہوں، جسکی کیفیت سے کل مجمع خلائق کا نقشہ ظاہر ہوجارہیگا۔

اِس زمانہ میں چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک آزاد آدمی، جو کسی برتر درجہ کے اُسی یعنی کسی مربی کے متوسل اور ماتحت نہ تھے، اور اپنے مال و متاع کے کامل آزادی کے ساتھ قابض اور اپنی زندگی جس طرز پر بسر کرنے کو ہی چاہے بسر کرنے کے مختار مطلق تھے، اور کسی دوسرے شخص کے کیس طرح مہر و منت نہ تھے اور کچھ تعلق کسی سے نہ تھے۔ دوسرے متوسل، جنکو دوسرے آدمیوں سے پہلے تو وہ تعلق تھا جو مصاحب اور سردار کے درمیان میں ہوتا ہی، پھر دوسرے تعلق کی وجہ سے متوسل اور فرمانبردار قرار پائے، یعنی ایسا تعلق اُن میں ہو گیا جو آقا اور تاجدار کے آپس میں ہوتا ہی، اور اُنہوں نے جاگیریں یا اور بخششیں مٹا ہونے کے سبب سے دوسروں کی خدمت کا فرض اپنے ذمہ اختیار کیا۔ تیسرے آزادہدہ آدمی، چوتھے غلام۔

مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہہ مختلف فرقہ قائم اور معین ہو گئے تھے؟ جبکہ حدود معین میں ایک موقیہ لوگوں نے آپ کو معدود کرنا منظور کر لیا تو کیا اُنہیں حدود کے اندر وہ ہمیشہ قائم رہے؟ مختلف فرقوں کے باہم جو تعلقات تھے کیا اُن میں کوئی بات آمدہ اور استقلال کی موجودہ تھی؟ اسکا جواب یہہ ہی، ہرگز نہیں۔ اُس زمانہ کے حالات کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ آزاد آدمی، اپنی تحالت کو ہمیشہ چور چور کر کسی ایسے شخص کی خدمت اختیار کرتے تھے جس سے اُنکو کچھ بخشش و رفیہ حاصل ہوتی تھی اور متوسلوں کے فرقہ میں قائم ہوتے تھے؛ اور اور فرقوں کے لوگ اپنی حالت کے زوال پر غلاموں میں داخل ہوجاتے تھے۔ اور کسی جگہ یہہ پایا جارہیگا کہ متوسل اپنے مربیوں سے ملحدہ ہوتے اور غیر متوسل

دیکھو اول ہی نسل کے بادشاہان فرانس دریائے ڈیوے کے پار ہمیشہ رہنے کو جاتے تھے، چنانچہ بادشاہ کلویس اور ڈیوے پورٹ ہمیشہ مہمات جرمینی میں مصروف رہتے، اور قلم تھوڑا بچپن اور اہل قنارک اور اہل سیکنس کے جو دریائے ڈیوے کے شاہانے گنارہ پر مقیم تھے لڑتے پھرتے رہتے تھے، اب فرمائیے کہ اُس کی وجہ کیا تھی، یہی وجہ تھی کہ وہ قریب دریائے ڈیوے کے اس پار اور روسی سلطنت کی لوث اور غنیمت میں شریک ہونا چاہتی تھیں۔ علاوہ اُس کے اُسی زمانہ میں اُن فرانسیسیوں نے جو ملک فرانس میں مقیم ہو گئے تھے، اور خصوصاً مشرقی اہل فرانس نے ملک اٹلی پر بڑے بڑے حملے کیوں کیے، اور سوئیٹزرلینڈ پر حملہ کر کے وہاں کے الپ سے گذر کر ملک اٹلی میں کیوں داخل ہوئے؟ اسکا سبب یہ تھا کہ شمال و مشرق کی طرف سے ٹٹی قوموں کی آبادی اور دباؤ سے وہ مجبور ہوئے، پس اُن کی مہمیں صرف لوث کھسوت کی فرض سے نہیں بلکہ بہت بڑے ضرورت عمل میں آئیں، یعنی جن مقاموں میں وہ آباد ہوئے تھے، اُن سے اُن کو نکال دیا گیا، اور وہ اور مقاموں میں قسمت آزمائی کرنے کو گئے، تاکہ وہاں دولت اور آسائش حاصل کریں۔ جرمین والوں کی ایک نئی قوم ظاہر ہوئی جس نے ملک اٹلی میں اُس بادشاہ کی بھلائی کا قادی جو ارمیاوت والوں کی سلطنت مشہور ہوئی، اور فرانسیسی کے شاہی خاندان میں تبدیلی ہوئی، یعنی قوم کارلوئیجینین، پچھلے میروونجینین کے قائم ہوئی۔ اب یہ بات مسلمہ ہی ہے خاندان شاہی کی اس تبدیلی سے حقیقت میں ملک فرانس پر خود فرانسیسیوں کی طرف سے کیا حملہ واقع ہوا، اور قوموں کے اس مبادلہ کے سبب سے مغربی فرانسیسیوں کی پچھلے مشرقی فرانسیسیوں قائم ہوئے، اور یہ تبدیلی کامل اور بڑے دوری قوم صاحب حکومت ہو گئی، شاہنشاہ ہارلمینین، اہل سیکنس کے مقابلہ میں وہی کارروائی کرنے لگا جو قوم میروونجینین کے مقابلہ تھوڑا بچپن کے کرتی تھی، چنانچہ وہ اُن قوموں سے جو دریائے ڈیوے کے پار مقیم تھیں، ہمیشہ براہِ لوثا رہا۔ اب دیکھتا چاہیے کہ ان انقلابوں کا کیا پاش تھا، اُس کا سبب یہ تھا کہ قوم اوروٹرائیٹینز اور ولندیز اور سورابیز اور اہل پرمیما یعنی سکلیوٹک نسل والوں نے اہل جرمن کو دھایا، اور چھٹی صدی سے نویں صدی تک اُنکو مغرب کی طرف بڑھنے اور چلے جانے پر مجبور کیا، اور شمال و مشرق میں جا پچھا حملوں کی مارا مار رہی، جسکا اثر زمانہ کے ولادت پر ہوتا رہا۔

(باقی آئندہ)

↑ دریائے ڈیوے میں ملک جرمن اور فرانس اور سوئیٹزر لینڈ کی حد فاصل کی۔
↓ یہ اہل سیکنس ابا و اجداد انگریزوں کے ہیں، جنہوں نے جرمن سے نقل مکان کیا تھا، چنانچہ اب تک ایک صوبہ سیکنسی کے نام سے وہاں موجود ہے۔
↑ یہ ایک بڑا بڑا ملک اٹلی اور اسٹریا اور جرمن میں واقع ہے۔

باف و نادر ہی شریک ہوئے، تھے، اور حکومت امرا یعنی طوائف الملکی بھی صدر آمد کچھ اچھا اور باقریب تھا، اور بادشاہ جو بعض سادہ اور آسان قاعدہ انتظام کا ہی اور جسکا معنی اور مشخص نہایت سہل ہی کسی میں طریقہ پر قائم نہ تھے، کہیں کہیں تو یکس منہ منظر اور انتصاب سے بادشاہ مقرر ہوتے تھے، اور کہیں یہ مانع تھا کہ بادشاہ موروثی اُتھی، کبھی پاپ کا جانشین بیٹا ہوتا اور کبھی خاندان میں سے انتصاب کیا جاتا تھا، اور کبھی بادشاہ مترونی کا کوئی رشتہ دار بعد بلکہ فیو شخص بادشاہ کیا جاتا تھا، فرض کہ کسی قاعدہ اور انتظام میں کوئی امر مخصوص اور معین نہ پایا جاوے گا، تمام قواعد اور اصول اور معاہدات کی تمام قسموں کی حالتیں یکساں اور باہم مضامین موجود تھیں، اور ہمیشہ اُن میں تبدیلی ہوتی رہتی تھی۔

طوائف الملکی، یعنی امیروں کی ریاستوں کا بھی یہی حال تھا، اُن میں بھی اُسی قسم کا تغیر اور تبدل رائج تھا، چنانچہ کبھی تو وہ قائم ہوتی تھیں اور کبھی لوث پھوٹ کر ختم ہوجاتیں تھیں، کبھی وہ مجتمع ہوتی تھیں اور کبھی منقسم اور منتشر، اُن کے امتیاز اور اُن کے منافع ہونے کے لیے کچھ سرحدیں معین نہ ہوتیں، نہ کوئی طریقہ خاص حکومت کا تھا، نہ کسی جداگانہ قوم کا وجود تھا، بلکہ ہر قسم کے حالات اور اصول اور امور اور قوموں اور زبانوں کا عام اختلاف و اختلاط پایا جاتا تھا، فرض کہ یورپ کے زمانہ وحشت کا ایسا حال تھا۔

اب خیال کرنا چاہیے کہ اس عجیب زمانہ کی حد اور انتہا کیا تھی، اُس کی ابتدا تو مغربی ممتاز اور مخصوص ہی، یعنی روسی شاہنشاہ کے زوال سے اُس کا آغاز ہوا، مگر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اختتام اُس کا کب ہوا، اس سوال کا جواب دینے کے لیے ہم کو اس امر کا دریافت کرنا ضرور ہے کہ مجمع خلق کی ایسی حالت کسوجہ سے قائم ہوئی، اور ایسی وحشت کے اسباب کیا تھے۔

مجھکو اسکے دو مقدم سبب معلوم ہوتے ہیں، ایک دنیوی سبب جو خارجی حالات سے واقعات کے درجہ میں قائم ہوا، دوسرا اخلاقی سبب یعنی باطنی جو خاص انسان کے باطن اور ذات سے متعلق تھا۔

خارجی سبب تو حملوں کا جاری اور قائم رہنا تھا، یہ خیال نکوٹا چاہیے کہ پانچویں صدی میں وحشیوں کے حملے موقوف ہو گئے تھے، اور روسی سلطنت میں زوال آجانے سے یہ بھی قیاس نہ کرنا چاہیے کہ اُس کی بقیات اور اُس کے اثرات پر وحشیوں کی سلطنتیں فوراً قائم ہو گئیں، اور نقل مکان اور حملوں کا خاتمہ ہو گیا، بلکہ یہ نقل مکان اور انقلاب بعد زوال سلطنت روم کے مدت تک جاری رہا جسکا ثبوت پشروی ظاہر ہے۔

۲۰۱

لعنة الله على الكاذبين

اعبار گورالانوار میں میری نسبت ایک بزرگ نے یہ مشہور فرمایا
 ہے کہ وقت آنے حیدرآباد کے میں اُس سے ملنے گیا اور اُنہوں نے پوچھا
 کہ ”حیدرآباد سے بھی شغلِ تعمیرِ نیچر کا رہیگا بصواب اُس کے
 میں نے کہا کہ برسِ روز سے زیادہ ہوا کہ میں نے اس تعمیر کو ترک
 کر دیا ہے اور یہ تعمیر میری حسبِ اسباب ظاہر کے تھی ورنہ ہاٹان
 میرا وہ ہی جو اہل اسلام کا ہے“ یہ تعمیرِ حصّہ کی سراسر
 جھوٹ تھی اور محض تمسک ہی سمجھنا کہ خدا بہتانِ عظیم چاند روز
 پشتر لڑکوں نے اسی ہی بیہودہ خبریں اور بُنی توہیں اور میرے خاص
 دوستوں نے بھی مجھ سے استفسار کیا تھا میں نے بصواب خطِ عزیز
 ماجد علی کے اصلی کیفیت اپنی مشہور کر دی تھی اب حیدرآباد آنے سے
 پھر مخالف مسلمانوں نے یہ خیال شایع ہوا کہ اور اُنکو اپنے غلط
 خیال کے موافق گمانِ تبدیلیِ خیالات اور وضع کا میری نسبت پیدا
 ہوا کہ مگر میرے مذہبی خیالات اور اہلِ واریس میں کچھ فرق
 نہیں ہوا مسلمانوں کے مذہبی اوامہ کی غلطیاں ظاہر کرنے اور اُس میں
 تہذیب و شایستگی پھیلانے کا خیال جیسا تھا ویسا ہی ہے —
 اُنہوں نے دلِ آزادی جو آگے تھی وہ اب بھی ہے
 وفا کی ہرگز بیامنی جو آگے تھی وہ اب بھی ہے
 میں نے نہ اپنے افتقاد کو دولا نہ اپنے خیال کو نہ اپنی وضع کو
 نہ اپنے لباس کو نہ اپنی مارو معاشرت کو اور انشاء اللہ —
 تا زمینِ خستہ و صی نام و نشانِ خواہد برد
 سر ما خاک رہ پیرِ معاشِ خواہد برد
 حلقہ پیرِ مقام ز ازل در گوشِ است
 ما ہنایم نہ ہویم و ہمیں خواہد برد

مرزا محمد علی صاحب کی تصدیقوں کی تکرار بھی میری توجہ کی ایک خیالی وجہ قرار دی گئی ہے مگر میں سچ کہتا ہوں اور سراسر سچ کہتا ہوں کہ انہی اثر تصدیقات کا اثر اگر کسی کے دل پر ہو سکتا ہے تو اتنا ہی کہ اسلام شہوت رانی اور ظلم اور نفاق اور بد اخلاقوں کا ایک فریضہ اور جھوٹی کھانڈیوں اور پیڑھوں خبروں اور عقل و حقیقت کی مخالف باتوں کا ایک مجموعہ ہے نہ اسلام ہے دنیاوی پروتھوں ہوئیں نہ بٹی نوع انسان کی معاشرت اور اخلاق میں اُس سے اصلاح ہوئی حق یہ ہے کہ مولانا صاحب پادریوں پر احسان کر رہے ہیں اور انہیں اسلام کی غلط برائوں کے ظاہر کرنے اور اُس کی

اصلی غریبوں کے چھوٹے میں مدد دے رہے ہیں جو سیاہی مودرہ اسلام کے چہرے سے روز کی جاتی ہی مولوی صاحب اُسے ہور لگا دیتے ہیں اور جو ازام مسلمان مذہب سے ہور کیا جاتا ہی مولانا صاحب انیکو ہور جا دیتے ہیں پس جبکہ میرے نزدیک مولانا صاحب کا دل و دماغ ایسا ہو اور میرے دل پر اُن کی تعزیرات کا بھرا ہوا تو اُس سے مجھے کیا حداثت ہو سکتی ہی ہاں اُن کی تعزیرات سے کبھی کبھی طالب علموں کی کچ بہشوں کا مزہ آجاتا ہی یا ضروری و مضایع پڑھنے والوں کے لفظی محاشروں کی تصریر آنکھوں کے سامنے ہور جاتی ہی ذکر ہیچ ۲۰ سولس مجھے ایک حکایت منظرہ یاد آئی کہ شایقین کے نذر کرتا ہوں سنئے والہ اُسے میڈی زبان سے سنیں اور داد دیں *

مارنے از کوه بصعرا گذشت
 دل ز غم و سوسه پر داخته
 گشت بدر عارف بصعرا نژاد
 طبع تو آلوده ز سواس چو سب
 کار تو در صومعه و خانقاه
 تقوی بخش صف طاعت نیک
 در صف اصحاب نهیب تو کو
 سعید انگیزی خاری کجاست
 رهزن دروان بدل بد سگال
 کز پر کاسه مامه از زمان
 دانش مرا باز آزیں جد و جهد
 یک تن آزیں عالیقہ یواہوس
 اب میں اپنے دوستوں اور اہلکاروں کی خدمت میں صاف صاف
 عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی میری نسبت ایسی لے کر اور بپہرہ اور
 چوہرے خریدیں اور آزار دے آئے فاطمہ اور توسم سمجھیں اور فاطمہیں فاطمہیں
 کی حضور میں بھی یہ اتنا اس سے کہ آئندہ نصیحت سے ممانعت
 فرمائیں اور اپنا اور میرا وقت ضائع نہ کریں *

من ترک مشق بازی و سافرنمیکتم
 و ختم بهمانزنگنه و درام استیسی مشغول
 این تفریح و مسامحه بودم و از یادان شهر
 صد بار توبه کردم و دیگر نمیکتم
 گذرم کرد که گریه به هر غم نمیکتم
 ناز و کوشه به هر سر منبر نمی گفتم

راقم
مهدی علی

از حیدرآباد

بمقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمّد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

۸۹۱۳۳۵

تہذیب الدولہ
جلد ۲

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ پو میہ دیرانہ لیا جائے گا۔

